بریلویت



سے چند یادگار مناظرے

- ابن شیر علی حضرت مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری رحمہ اللہ
- مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ
- امام اہلسنت علامہ عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ
- فقیہ الامت مولانا محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ
- ترجمان احناف مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمہ اللہ

کے بریلوی علما سے چند یادگار مناظروں کی روداد

مرتب
مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

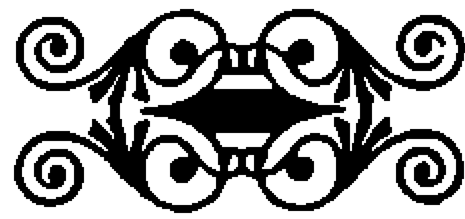
دار النعیم
اردو بازار لاہور پاکستان

بریلویت

سے چند یادگار مناظرے

مرتب

مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی



دار النعیم

عمر ٹاور حق سٹریٹ چیمبر جی اُردو بازار لاہور

0301-4441805

بریلویت

سے چند یادگار مناظرے

مرتب — مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

پرنٹر — دار النعیم

اشاعت — رمضان ۱۴۳۹ھ، جون 2018ء

اسٹاکسٹ

دار النعیم

عمر ٹاور حق سٹریٹ چیمبرجن اردو بازار لاہور

042-37360660 - 0301-4441805

فہرست

▪ فتحِ بریلی کا دلکش نظارہ ۸۳

مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

نقشِ آغاز

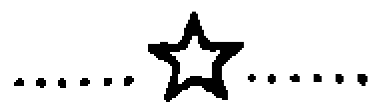
ہندوستان میں انگریزی دورِ اقتدار میں مسلمانوں کے درمیان جن شخصی یا اجتماعی فتنوں نے جنم لیا اُن میں ایک فتنۂ بریلویہ بھی ہے۔ جن کے امام الائمہ مولوی احمد رضا خان بریلوی تھے۔ اِن حضرات نے ہندوستان کے اکابر علماءِ اسلام پر کفر کی گولہ باری کا مشغلہ اپنایا اور اپنی عمر عزیز اِسی مقصد میں کھپا دی یہاں تک کہ اہلسنّت کی عظیم طاقت باقاعدہ بریلوی اور دیوبندی کے نام سے دو مستقل گروہوں میں تقسیم ہوگئی، مولوی احمد رضا صاحب طبعًا بدعات کی طرف مائل تھے چنانچہ اپنی افتادِ طبع کے باعث انہوں نے بدعات ورسوم کی خوب سرپرستی کی اور ان کے مریدین ومتوسلین نے بھی ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے عقائد واعمال کا حلیہ بگاڑنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آج بریلویت کی شناخت ہی علماءِ اسلام سے بغض وعناد، ان پر فتویٰ تکفیر (بعنوانِ نجدیت ووہابیت) نیز رسومِ باطلہ کی بے دریغ سرپرستی ہے۔ اور یہ سلسلہ کہیں رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ علماءِ اہلسنّت اور فضلاءِ دارالعلوم دیوبند نے مولوی احمد رضا کی زندگی میں ہی ان پر اتمامِ حجت کے لئے انہیں بار بار میدانِ مناظرہ میں آنے کی دعوت دی لیکن مولوی موصوف ہمیشہ مناظرہ سے پہلو تہی کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں علماءِ دیوبند کی جرأت وبسالت اور دینی غیرت کا یہ عالم تھا کہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ خود مولوی احمد رضا کے پاس تشریف لے گئے اور اسے مناظرے کا

چیلنج دیا۔ لیکن مولوی احمد رضا کو سانپ سونگھ گیا، اور اس نے میدانِ مناظرہ میں آنے سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے جا کر بریلی میں مستقل ڈیرے ڈال دیئے اور مولوی احمد رضا کے فرزند مولوی حامد رضا کو میدانِ مناظرہ میں آنے پر مجبور کیا۔ مقصد یہ تھا کہ حق و باطل ہر عوام و خواص پر آشکار ہو جائے اور لوگ گندم نما جو فروشوں کے دامِ تزویر میں جانے سے بچ جائیں، اس سلسلے میں متعدد معرکہ آرائیاں ہوئیں اور بحمد اللہ حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہوا۔ فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے ملفوظات میں یہ واقعہ درج ہے کہ:

"مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ کو جب اس کا علم ہوا کہ احمد رضا خاں نے ہمارے اکابر پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے تو بریلی احمد رضا خاں کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ بھائی احمد رضا آپ کے پاس ہمارے اکابر کی کتابیں ہیں ہم اور آپ مل کر گفتگو کر لیں، پولیس کی ضرورت نہ حکومت سے اجازت لینے کی ضرورت جس کی غلطی ہو وہ اپنی غلطی سے رجوع کر لے اس پر اس نے کہا کہ آپ کے بزرگوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے مجھے اس میں ذرا تردد و تامل نہیں آپ نے دریافت کیا پھر یہ کفر کی مشین گنیں کیوں لگا رکھی ہیں تو اس کا ایسا جواب دیا جو مطابق واقعہ تھا یعنی بالکل سچا، پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہا اس کے بغیر میرا گزارہ نہیں، مولانا نے کہا کہ اس کے لئے نقب لگا لیتے چوری کر لیتے جیل میں چلے جاتے پڑے پڑے روٹی تو ملتی، لوگوں کو راہ حق ہٹانا اور اکابر سے بدظن کر کے گمراہ کرنے کی کیا ضرورت ہے اس پر اس نے کہا آئندہ آپ حضرات کے خلاف کچھ نہ لکھوں گا اس کے بعد آپ واپسی کے لئے اسٹیشن پہنچے ٹکٹ بھی لے لیا گاڑی میں سوار ہونے والے تھے کہ اس سے قبل آپ کو ایک پوسٹ ملا جس میں لکھا تھا" کہ مولوی مرتضیٰ

حسن صاحب کی اعلیٰ حضرت سے ڈھائی گھنٹہ گفتگو ہوئی جس میں دیوبندیوں نے شکست کھائی اور مولوی مرتضٰی حسن نے دیوبندیت کی لعنت سے توبہ کر لی اور اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے'' آپ نے فوراً ٹکٹ واپس کیا اور سیدھے احمد رضا خاں کے پاس پہنچے اور لہجہ بدل کر فرمایا کیوں بے کل کیا بات تھی اور آج یہ شائع کر دیا؟ کہنے لگا مجھے خبر نہیں کس نے شائع کیا، اس پر آپ نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا اور اعلان کرایا کہ آج احمد رضا خاں کا کفر قاعدہ بغدادی سے ثابت کیا جائے گا چنانچہ لوگ جمع ہو گئے آپ نے قاعدہ بغدادی لیا اور ایک چھوٹے سے بچہ کو بلا کر پہلی تختی (الف با تا والی) سے چار حرف پڑھوائے الف، حا، میم، دال پھر حرف را، ضاد، الف پڑھوائے اور پوچھا کیا ہوا اس نے کہا احمد رضا پھر چار حرف کاف، الف، فا، را۔ اسی طرح پڑھوائے اور پوچھا کیا ہوا کہنے لگا کافر، پھر سارا رَواں پڑھوایا اس نے پڑھا احمد رضا کافر، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ بھی جانتے ہیں میں بھی جانتا ہوں اس سے احمد رضا کا کفر ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ کفر کے فتویٰ کی کتاب ہے، اسی طرح انہوں نے ہمارے اکابر کی عبارتیں جگہ جگہ سے لے کر غلط مطلب نکالا ہے اور انکی تکفیر کی ہے حالانکہ اس طرح ان کی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔''

(ملفوظات فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ)



ارشاد فرمایا کہ مراد آباد میں ایک مرتبہ احمد رضا خاں صاحب پھنس گئے۔ مولانا مرتضٰی حسن صاحب نے گھیر گھار کے کہا کہ آ جاؤ مناظرہ کر لو تو بہت ٹال مٹول کی مولانا نے نہیں چھوڑا تو کہا کہ اس شرط پر قبول کروں گا کہ مناظرہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب

سے کروں گا، وہ جانتے تھے حضرت صاحب کا مزاج مناظرہ کا نہیں۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے تھانہ بھون جا کر حضرت تھانویؒ سے کہا کہ حضرت میں آپ سے ایک مناظرہ نہیں کراؤں گا آپ بالکل اطمینان رکھیں وہ ہرگز مناظرہ نہیں کرنے کا، حضرت آپ سے مناظرہ کروانا دور کی بات ہے آپ کی صورت بھی اس کو دکھلانا مجھے گوارہ نہیں آپ صرف میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور کچھ نہیں چنانچہ حضرت تھانویؒ کو مراد آباد لے آئے۔

حضرت کو مخفی ایک جگہ ٹھہرا دیا اب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے کہا اب بتاؤ کہ مولانا اشرف علی صاحب آ جائیں تو مناظرہ کرنا ہوگا اسکو پتہ لگ گیا کہ حضرت آ چکے ہیں تو احمد رضا خاں صاحب چپکے سے نکل گئے، ان کے جانے کے بعد حضرت کے بیان کا سارے شہر میں اعلان کرایا رات کو جلسہ میں جب حضرت تھانویؒ تشریف لائے تو مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے ابتدائی بیان فرما کر فرمایا کہ یہ ہیں وہ جنکو بڑا وہابی اور گستاخ رسول کہا جاتا ہے اب ان کا بیان سنو! پھر حضرت تھانویؒ نے بیان فرمایا ماشاء اللہ وہ بھی تھانوی کا وعظ تھا کیا کہنے۔

(ملفوظات فقیہ الامتؒ)

مولانا مرتضیٰ حسنؒ کے بعد مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے میدانِ مناظرہ میں رضا خانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ زیر نظر کتاب میں ان کا ایک یادگار ترین مناظرہ جو ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' کے عنوان سے ہے، قارئین کی نظر نواز ہوگا۔ نیز امام اہلسنّت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کے چند اہم مناظروں کے علاوہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے دو اہم مناظرے بھی شامل ہیں۔ جن کے مطالعہ سے حق و باطل میں باآسانی امتیاز کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ دور میں علماءِ دیوبند کے مناظرین میں سے ایک بڑا نام علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ کے کمالات میں فنِ مناظرہ کے کمال کو گلِ سرسبد کی حیثیت حاصل ہوئی، مگر آپ کا اصل موضوع شیعہ حملوں سے اسلام کا دفاع کرنا تھا اس لئے آپ کی زیادہ تر توجہ انہی کی طرف رہی لیکن گزشتہ چند سالوں سے اہلِ بدعت کو بھی مناظروں کی شوخی آئی اور انہوں نے حضرت تونسوی کا نام لے کر سستی شہرت حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی ایک دو واقعات کے علاوہ بریلوی علماء، حضرت تونسویؒ سے مناظرہ تو

در کنار شرائط بھی طے نہ کر سکے مگر اس حقیقت کے برعکس پھر بھی بریلوی نام نہاد مناظر ہمیشہ دجل وفریب اور کذب وافتراء سے کام لیتے ہوئے حضرت تونسوی کے خلاف اشتہارات شائع کرتے رہے، اہلِ بدعت کی اس بھونڈی حرکت اور دروغ گوئی پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ **لعنة الله على الكاذبين.**

حضرت تونسوی کی شخصیت و کردار سے کون واقف نہیں، بریلوی جہال کو علم نہ ہو تو روافض سے جا کر پوچھ لیں کہ ایک مناظر کی حیثیت سے تونسوی کا کیا مقام ہے؟ وہ شخص جس کی علمی قابلیت ومناظرانہ بصیرت، عرب وعجم میں مسلّم ہو، اسے چند فتنہ پرداز، علم وعمل سے تہی دست، شرک و بدعت کے متوالوں کی گیدڑ بھبکیوں سے کیا پرواہ ہو گی؟ حضرت تونسویؒ کے بریلویوں سے مناظروں کے کچھ واقعات ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

(۱) ۱۹۸۲ء میں بمقام دھید وال ضلع چکوال، بریلوی مولوی گل محمد سیالوی نے چیلنج کیا کہ اگر تونسوی میرے ساتھ مناظرہ کرے تو میں اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کے الفاظ قرآن وحدیث سے ثابت کروں گا۔ یہ چیلنج سن کر حضرت تونسوی وہاں تشریف لے گئے اور حسب ذیل شرائط طے ہوئیں: ''مولوی گل محمد بریلوی، اذان سے قبل الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یا نور اللہ'' کے الفاظ قرآن مجید اور حدیث صحیحہ سے ثابت کرے گا نیز بریلوی مناظر قرآن وحدیث سے ثابت کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مؤذن حضرت بلالؓ، حضرت ابومحذورہؓ اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ اذان سے قبل یہی الفاظ پڑھتے تھے''۔ ان شرائط کے طے ہونے کے بعد فریقین کے دستخط ہوئے، ثالث مقرر ہوئے اور تاریخ ووقت کا تعین ہوا۔ مقررہ دن حضرت تونسوی مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے، حضرت علامہ خالد محمود صاحب، مولانا عبدالغفار تونسوی صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے، اہل سنت ہزاروں کی تعداد میں وہاں پہنچے، سارا دن حضرت تونسوی وہاں انتظار کرتے رہے مگر بریلوی مولوی گل محمد سیالوی وہاں ظاہر ہی نہ ہوا۔ دراصل گل محمد سیالوی کو تمام بریلوی علماء نے بلکہ روافض نے بھی جا کر سمجھایا کہ تُو نے کس آدمی سے ٹکر لے لی ہے، تونسوی کے سامنے کبھی نہیں جانا، وہ تمہیں کھا جائے گا۔ عبدالستار تونسوی دیوبندیوں کا

مناظر اعظم اور اہلسنّت کا شیر ہے اور اس نے تمہیں شرائط میں ہی شکست دے دی ہے۔ اصل مناظرہ تو شرائط کا ہی ہوا کرتا ہے۔ یہ سن کر گل محمد سیالوی میدانِ مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ کر سکا جس کی وجہ سے اسے بریلویوں کی واضح شکست تصور کیا گیا۔ حضرت تونسوی نے وہاں خطاب فرمایا کہ:

''میری زندگی کے اکثر اوقات مناظروں میں گزر گئے، روافض کو جا بجا ہم نے ذلیل و رُسوا کیا، اسماعیل شیعہ سے ہمارے بے شمار مناظرے ہوئے، ۱۹۷۶ء میں اسماعیل کے مرنے کے بعد شیعوں کے پاس کوئی مناظر نہیں رہا جو ہمارے سامنے آئے۔ ایک عرصے سے میرے قلب وجگر میں مناظرہ کی خواہش انگڑائیاں لیتی تھی کہ بریلویوں نے مناظرے کا چیلنج کیا تو میں بہت خوش ہوا کہ میری دیرینہ خواہش پوری ہوگی، مگر ہماری بدقسمتی اور بریلوی مولوی کی خوش قسمتی کہ وہ میدان میں نہیں آیا ورنہ آج چشمِ دنیا دیکھتی کہ تونسوی کے سامنے آنا خالہ جی کا گھر نہیں اور میں اسے چھٹی کا دودھ یاد دِلا دیتا، اہلِ چکوال میری بات سن لیں! کہ قیامت تک دنیائے بریلویت اپنے دعوے کے مطابق اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کے مذکورہ الفاظ قرآن وحدیث میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین سے ثابت نہیں کر سکتے۔''

پھر حکومت نے وہاں مداخلت کی اور انتظامیہ نے حضرت تونسوی سے درخواست کی کہ آپ جلسہ کے اختتام کا اعلان کریں، اس طرح یہ پروگرام علماء دیوبند کی شاندار فتح اور بریلویوں کی ذلت و ناکامی کے اعلان پر ختم ہوا۔

(۲) اس طرح مذکورہ عنوان و شرائط پر بمقام ٹیل انڈس علاقہ فتح پور میں بھی ایک شاطر بریلوی مولوی نے حضرت کو چیلنج کیا، حضرت تونسوی وہاں تشریف لے گئے۔ جلسہ عام سے خطاب کیا مگر چیلنج کرنے والا مولوی کہیں نظر نہ آیا بلکہ مقام ہذا پر بریلویوں نے کئی مرتبہ جھوٹے اعلان کیے، ہر مرتبہ حضرت تونسویؒ وہاں تشریف لے جاتے رہے اور کئی دنوں

تک انتظار کرتے رہے مگر کسی بریلوی کو آج تک آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آج تک ہزاروں لوگ اس واقعہ کے عینی گواہ ہیں۔

(۳) پل قمبر (تونسہ) میں بھی بریلویوں نے اپنے علماء فیض احمد اویسی، اللہ بخش نیّر وغیرہ کو بلایا، جب دونوں وہاں پہنچے تو عوام نے ان سے مناظرے کے بارے میں بات چیت کی، بریلوی علماء اپنے سٹیج پر تو بڑی ڈینگیں مارتے رہے مگر اس وقت حضرت تونسوی کا نام سن کر مناظرے سے کترانے لگے۔ انہوں نے صرف اپنے جلسہ کا اعلان کیا، علماءِ دیوبند نے بھی باہمی مشورہ سے اسی دن پل قمبر کے نیچے جلسہ کا اعلان کیا کہ ویسے تو بریلوی مناظرہ کے نام سے کبھی میدان میں نہیں آتے، جب وہ اپنے جلسے کے لئے آئیں گے تو شرائط طے کر کے مناظرہ رکھ لیں گے، ادھر حضرت تونسوی کو دعوت دے دی۔ حضرت کا نام سن کر بریلوی منتظم نام نہاد مولوی جس کا جہل مرکب ہے، اس نے پل قمبر پر اعلان کیا کہ اگر آج تونسوی پل قمبر پر آ جائے تو میری ناک کاٹ دینا، وہ ہمارے علماء کا نام سن کر کبھی یہاں نہیں آئے گا...... خدا کی شان کہ حضرت تونسوی بریلویوں کے تعاقب میں وہاں جا پہنچے۔ مولوی محمد عمر صاحب سہانی نے جلسہ کا اہتمام کیا۔ حضرت والا نے تاریخ ساز اجتماع سے خطاب کیا کہ ایک شخص نے دورانِ خطاب کھڑے ہو کر کہا...... حضرت والا! بریلوی مولوی نے شرط لگائی ہے کہ تونسوی نہیں آئے گا، اگر آ جائے تو میری ناک کاٹ دیں، آپ تشریف لائے ہیں لہٰذا ہم نے اس کی ناک کاٹنی ہے، لوگ کافی مشتعل تھے، مگر حضرت تونسوی نے ہمیشہ اشتعال انگیزی سے گریز کیا ہے اور اعتدال کی راہ اپنائی ہے، آپ نے لوگوں کو حکمت و بصیرت سے سمجھایا...... پھر فرمایا کہ:

''ناک تو اس کی کاٹی جاتی ہے جس کی ناک موجود ہو اور جس بے غیرت کی سرے سے ناک ہی نہ ہو تو اس کی ناک آپ کیسے کاٹیں گے......؟''

پل قمبر کا وہ بریلوی قادر بخش سہانی آج تک ''بے نکّا'' مشہور ہے، بہر حال بریلوی علماء وہاں چند لمحے اپنی مسجد میں جاہل عوام کو بے وقوف بنا کر وہاں سے چلتے بنے، نہ شرائط طے ہوئیں نہ ہی مناظرہ......

(۴) ۱۹۸۸ء میں بستی ہیرو و بستی بنڈی (تونسہ) میں بھی بعینہٖ یہی صورت حال پیش

آئی، حضرت تونسوی کے وہاں پہنچنے پر بریلویوں نے پولیس کو اطلاع دے دی، ڈی ایس پی حضرت تونسوی کی منت سماجت کرتا رہا، حضرت نے فرمایا کہ بریلوی مولوی نے مجھے چیلنج کیا ہے لہٰذا اب مناظرہ ہوگا۔ عوام الناس ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ علامہ تونسوی زندہ باد، مناظر اعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگنا شروع ہو گئے۔ تین گھنٹے تک حضرت تونسوی اور آپ کے ساتھ ہزاروں کا اجتماع ہیرو کی سڑک پر دھرنا دے کر بیٹھے رہے کہ شاید کوئی بریلوی نظر آئے، مگر خدا گواہ ہے کہ کسی بدعتی کا وہاں سایہ بھی نظر نہ آیا۔ مولانا محمد رمضان نعمانی، مولانا عبداللطیف تونسوی، قاری عبدالرشید صاحب بنڈی والے بھی وہاں موجود تھے بالآخر معلوم ہوا کہ بریلویوں نے تو اپنے مناظر کو چھپا کر نامعلوم راستے سے نکال کر ملتان روانہ کر دیا ہے، بعد میں حضرت تونسوی بھی واپس تشریف لے آئے۔

(۵) بہاولپور شجاع آباد ملتان کے علاقوں میں بھی کئی مرتبہ مناظروں کی باتیں ہوئیں، مگر نہ کبھی شرائط طے ہوئیں نہ ہی مناظرہ، حتیٰ کہ فریقین کے علماء کا آمنا سامنا بھی کبھی نہیں ہوا، البتہ بریلوی مولوی فیض احمد اویسی کے ایماء پر جھوٹے پمفلٹ اور اشتہارات شائع کر کے اہلِ بدعت سستی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر اہلِ خرد خوب واقف ہیں کہ بدعتیوں کی دروغ گوئی، بے حیائی کی کوئی انتہا نہیں کیونکہ وہ اکثر جھوٹے پمفلٹ و اشتہارات شائع کر کے جاہل عوام سے پیسے بٹور کر پیٹ پالنے کا سامان کرتے رہتے ہیں۔ (**فلعنة الله على الكاذبين**) (نقوشِ زندگی)

زیرِ نظر کتاب میں ہم نے بریلویوں اور دیوبندیوں کے مابین چند اہم ترین مناظرے پیش کیے ہیں، جن کے مطالعہ سے حق و باطل کا امتیاز واضح ہو جائے گا۔

محمد عکاشہ بستوی حفظہ اللہ



اسکات المعتدی

ازافادات

رئیس المناظرین حضرت مولانا

سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ

محترم قارئین! جس زمانے میں بریلویوں کے پیشوا، مکفر المسلمین جناب خان احمد رضا خانصاحب کی زبان وقلم سے علماءِ اہلسنّت اور بانیانِ دارالعلوم دیوبند کے خلاف شرارے اور انگارے نکل رہے تھے، دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات وشعبۂ تبلیغ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے متعدد مرتبہ خود بریلی جا کر خان صاحب سے ملاقاتیں کیں اور انہیں علمی گفتگو اور مناظرہ کے ذریعے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل پر آمادہ کرنے کی کوششیں کیں۔ خان صاحب موصوف کبھی مناظرے پر تو آمادہ نہ ہوئے لیکن اپنا محبوب مشغلہ جاری رکھا۔ علماءِ اہلسنّت وابستگانِ دارالعلوم دیوبند کے خلاف فتویٰ بازی مسلسل جاری رکھی۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے جب دیکھا کہ خان صاحب اس طرح قابو میں نہیں آئے تو تحریری مناظرے کی داغ بیل ڈالی، مقصد یہ تھا کہ خان صاحب موصوف ہندوستان کی دینی وعلمی فضا میں افتراق وانتشار پھیلا کر اغیار کے مقاصد پورے کرنے سے باز آ جائیں۔ لیکن خان صاحب نہ تو تقریری یا تحریری مناظرے پر آمادہ ہوئے اور نہ ہی اپنی روش بدلی۔ ''اسکات المعتدی'' نامی رسالہ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کے اسی دور کی یادگار ہے۔ جب انہوں نے خان صاحب کی خدمت میں ایک سوالنامہ پیش کر کے جواب طلب کیا تھا۔ خان صاحب نے سوالنامہ وصول کر لیا لیکن جواب نہ دے سکے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جواب دے ہی نہ سکتے تھے۔ خان صاحب کی علمیت ان سوالوں کی تاب نہ لا سکی، اور وہ جواب دیئے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اسکات المعتدی مولانا عبدالوہاب بلاسپوری نے مرتب کر کے شائع کیا تھا، انہی کے پیش لفظ کے ساتھ ملاحظہ ہو:

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی نصر عبده وهزم الاحزاب وحده
والصلوٰة والسلام علی من لا نبی بعده وعلی اله واصحابه
الذی سلکوا طریقه وسنة. اما بعد!

بندہ عبدالوہاب عفی عنہ برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ جیسے روافض اور خوارج کے درمیان اہل سنت والجماعت تھے اور دونوں طرف سے ان کو کفارہ سیئات کا تحفہ ملتا تھا۔ اسی طرح اہلِ بدعت اور غیر مقلدین کے بیچ میں سچے حنفی ملام رہے۔ بدعتی تو ان کو لامذہب گلابی وہابی غیر مقلد کے القاب سے یاد کرتے رہے۔ اور غیر مقلدین نے بوجہ واقعی تقلید کے تفسیق و تضلیل و تکفیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چونکہ بدعتیوں نے چہر تقلید کی بدولت بہت سے امور ایسے ایجاد کر دیے کہ حدیث و قرآن تو درکنار فقہ میں بھی ان کا پتہ نہ تھا۔ ہر سر بھنگ ننگ دھڑنگ نشہ خور کو بھی اولیاء اللہ ہی کے زمرہ میں داخل کر دیا تھا۔ وہ جو کچھ کہیں کسی کی کیا مجال جو دم مار سکے سب حق و بجا گویا نعوذ باللہ گھر گھر خدا اور نبی مجتہد ہی بنا کر بٹھا دیا۔ اور غیر مقلد نے سرے سے تقلید ائمہ و تعظیم بزرگانِ دین اور سچے اولیاء اللہ کی کرامات کا بھی انکار کیا۔ جس گروہ کا یہ حال ہو کہ حق کو بھی نہ مانے وہ باطل کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے اس وجہ سے لامذہبوں نے خوب دل کھول کر اہلِ بدعت کو بدعتوں کا بھی رد و انکار کیا۔ چونکہ امورِ باطلہ کا انکار احناف واقعیہ پر بھی ضرور تھا جیسے قبر پرستی، تعزیہ داری اور تمام رسوماتِ قبیحہ مروجہ غمی شادی درحقیقت اور واقعی سچے مقلد حنفی بھی غیر مقلدین کے ردّ و انکارِ بدعت میں ساتھ ہوئے تو اسی وقت غیر مقلدین کو اہلِ بدعت پر الزام کا اچھا موقعہ ہاتھ لگا کہ دیکھو تمہارے مقلد بھائی حنفی بھی ان امور کو ناجائز اور بدعت کہتے ہیں اس وجہ سے اہلِ بدعت سے اور تو کچھ نہ بن پڑا غیر مقلدین کی خرابیاں چونکہ مسلم تھیں اور عوام اور خواص ان سے بوجہ ان کی لامذہبی اور بے ادبی کے متنفر تھے۔ اور سچے احناف بھی بدعتیوں کی بدعات خبیثہ قبیحہ کے مخالف تھے اور بدعتی ان کے جوابات سے عاجز تھے۔ بدعتیوں کو یہ موقع اچھا

ہاتھ لگا کہ غیر مقلد بھی ردِ شرک و بدعات کرتے ہیں اور یہ بھی۔ لہٰذا عوام کے دھوکہ دینے کا یہ وقت بہت اچھا ہے کہ ان کو بھی غیر مقلدین میں شمار کر کے ساقط الاعتبار کراؤ تا کہ پھر جو کچھ بھی کہیں وہ سب غیر مقلدیت کی بناء پر مردود رہے۔ اسی بناء پر بدعتیوں نے بجواب غیر مقلدین اور عوام کے متنفر کرنے کی غرض سے واقعی حنفیوں کو غیر مقلدین میں شمار کرلیا۔ اور یہ جواب دیا کہ جن کو تم حنفی کہتے ہو وہ تو خود غیر مقلد ہیں۔ وہ اگر امورِ معلومہ کو بدعت کہیں تو ہم پر کیا حجت ہے اور گویا یہی شیوا بنالیا کہ جس کسی سے کسی امر میں مخالفت ہوئی اس کو غیر مقلد وہابی کہہ کر عوام میں بدنام کر دیا اور غیر مقلدین نے بھی اس بہتان سے نفع اٹھایا کہ اچھا ہے ایک تو مقلدین میں اختلاف ہوا دوسرے جو احناف سچے تھے اور مذہب امام کے پابند تھے اور ہم سے مقابلہ کرتے تھے وہ تو باقرار بدعتیوں کے غیر مقلدین ہی شمار ہو گئے۔ اب رہ گئے بدعتی اور بدعت ان کا رد کرنا قرآن وحدیث بلکہ فقہ سے بھی نہایت آسان ہے اور عوام مقلدین سے یہ کہا کہ دیکھو تقلید شخصی سر چشمۂ بدعات قبیحہ ہے سوائے بدعات کے اور مقلدین میں ہے ہی کیا۔ مگر اہلِ بدعت نے ان امور کا بھی خیال نہ کیا اور سچے احناف کو غیر مقلد لا مذہب وہابی کہتے ہی رہے لیکن آفتاب پر خاک کون ڈال سکتا ہے۔ ان کا مقلد ہونا فقہ حنفیہ پر چلنا، تقلید کا وجوب ثابت کرنا غیر مقلدین سے گفتگو مناظرہ وغیرہ تمام امور ان کے غیر مقلد ہونے کو باطل کرتے تھے۔ مجبور ہو کر بدعتیوں نے یہ کہا کہ یہ لوگ پورے غیر مقلد اور وہابی نہیں، گلابی وہابی ہیں فلاں فلاں بات میں غیر مقلدین کے ساتھ ہیں۔ بعض امور میں تو بدعتیوں کا محض افتراء اور جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ ہاں بعض امورِ قبیحہ کے رد میں بے شک شرکت ہے مگر اس شرکت سے کون بچ سکتا ہے۔ بہت سی باتوں میں یہود و نصاریٰ سے بھی شرکت ہے اور بدعتی بھی غیر مقلدین کے ساتھ ہزار ہا باتوں میں شریک ہیں تو کیا وہ بھی غیر مقلدین میں شمار کئے جائیں گے۔ دنیا میں کون سا باطل سے بھی باطل فرقہ ہے جس کی کوئی بات بھی حق نہ ہو۔ اور اس کے ساتھ دوسرے مذہب والے کسی امر میں بھی شریک نہ ہوں ادھر تو یہ پادر ہوا مذہب خود خیالی اور ہوائی باتوں پر مبنی تھا بدعت کی جڑ ہی کہاں ہے۔ اس پر بعض ملحدین مخالفینِ دین نے بہت سے نام کے مولویوں کو تنخواہیں

اس امر پر دینی شروع کیں کہ وہ اہلِ اسلام میں فتنہ وفساد برپا کریں۔ اختلاف ٹھہرادیں اور جو علمائے کرام مرجعِ انام ہیں ان میں خواہ مخواہ ایسی باتیں نکالی جائیں جن سے عوام اہلِ اسلام ان سے متنفر ہوں۔ ان تمام امور سے مل جل کر اہلِ اسلام مدت سے کشاکش میں پڑے تھے کہ اس چودہویں صدی کے مجدد البدعات نے تمام سابقین کو مات کر دیا۔ پس میرے نزدیک تو اب ان کو خاتم المبتدعین کا خطاب دے کر نظیرِ جناب کا ممتنع بالذات کا لقب دینا چاہیے۔ پہلے بدعتی کو واقعی اور سچے احناف کو غیر مقلد گلابی وہابی ہی پر اکتفا کرتے تھے۔ داروغہ صاحب نے تو دل کھول کر تمام ہندوستان کے علماء، صلحاء کو گمراہ بے دین، فاسق، کافر بنانے میں کوئی دقیقہ بھی اٹھا نہ رکھا۔ اپنے نزدیک سب کو گویا جہنم میں جھونک دیا ہے۔ تمام ہندوستان میں شاید ہی انگلیوں پر گنے چنے مسلمان نکلیں ورنہ سب کافر ہی کافر ہیں۔ غرض خان بہادر کا جو مخالف ہوا نیچری وہابی غیر مقلد، نجدی، ندوی، دیوبندی، گنگوہی، تھانوی، نانوتوی، ناصبی، خارجی، مرزائی، رافضی وغیرہ کسی نہ کسی طرح سے کھینچ تان کر صاف اور کھلے ہوئے مطلب کو ہیر پھیر کر کفر تک پہنچا ہی دیا۔ اپنی جماعت کی وقعت ظاہر کرنے کو بے دین جہاں فساق کو بھی ایسے ایسے القاب دو، دو تین تین سطروں کے بھاری بھاری الفاظ کے دیے کہ عوام حیران ہی ہو جائیں گو واقعی امر کے جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ سچ کہاں تک ہے۔ امراء اور روساء جس امور میں خوش ہوں ان کو کسی طرح سے مسنون نہ ہوں تو مباح تک تو ضرور ہی لے آنا۔ غرض تخریب اسلام میں یا تو دانستہ یا نادان دوست کی طرح کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مسلمانوں کی حمایت کے واسطے ندوۃ العلماء قائم ہوا۔ اس کے پیچھے ایسے پڑے کہ خدا کی پناہ ہزاروں روپے صرف کیے۔ صد ہا رسالے جھوٹے تصنیف کیے، جس قدر لوگ ندوہ میں شریک ہوں سب گمراہ، بے دین حتیٰ کہ جو ان کی اعانت کرے ان کو اپنے گھر ٹھہرائے وہ بھی مردود گمراہ، بے دین۔ خدا ہی سمجھے، اس گمراہ فرقہ کو۔ ندوہ کا یہ بڑا قصور کہا جاتا ہے کہ اہلِ فسق اور بے دین لوگوں کی تعظیم کی، ان سے وعظ کہلائے اور خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے کہ عبدالرحمٰن مجی پوکھر یردی جس کی اکثر عمر کائیستھون کے معمولی مشاہرہ پر میاں جی گری کرتے ہوئے گزری، سوائے

اردو اور نسخہ تعلیمیہ کے پڑھانے کے گلستان بوستان کی بھی نوبت شائد نہ آئی ہوگی جس کے حال کو تمام دربھنگہ اور مظفر پور کے لوگ جانتے ہیں۔ اس کی شان مجدد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا المکرم ذوالمجد دالکرم سالک الطریق الامم حامی السنن ماحی الفتن نجدی شکن وہابی فگن مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب معروف محی جزاہ اللہ سبحانہ جزاء الاحبار الخ کتبہ عبدہ المذہب احمد رضا بریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفٰے النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۱۶ ج ۸)

جب تمہارے یہاں کے حامی سنن ماحی فتن مولانا اور مولوی ایسے ایسے ہو گئے تو نہایت بدقسمتی ہے کہ آپ کی ترقی مجددیت ہی تک کیوں پہنچی جب مجدد ایسے حامی سنن ماحی فتن کیسے ہوں گے۔ محدث سورتی صاحب انہی علامہ کی شان میں تحریر فرماتے ہیں عالم یلمعی فاضل لوذعی محقق بے عدیل مدقق بے مثیل حامی سنت ماحی بدعت مولانا ذی الفہم الثاقب والرائے الصائب سیدنا مولوی محی صاحب کا رسالہ جزیلہ الخ عن شر کل غبی وغوی من الرافضی الوہابی والندوی (تحفہ حنفیہ ص ۱۷ ج ۲)

اللہ تعالیٰ جھوٹوں کو دارین میں روسیاہ کرے جو علماء اور صلحاء کو کافر اور فاسق اور گمراہ کہیں اور جہال اور اہلِ بدعت کو دنیاوی نفع کی بناء پر ایسے ایسے القاب لکھیں اگر اہلِ ندوہ جہنمی ہیں تو جہال اور اہلِ بدعت کی ایسی جھوٹی تعریفیں کرنے والے جہنمیوں کی راد اور پیپ کھانے والے ہیں۔ نہ معلوم ان الفاظ کے معنی بھی معلوم ہیں یا نہیں۔ اسی طرح تمام گروہ میں جہال اور اہلِ بدعت نے کسی کو مولوی، کسی کو مولانا وغیرہ کے خطاب دے دیے ہوں گے۔

من ترا ملاّ بگویم تو مرا حاجی بگو

ایک کے حال سے تو خوب واقف ہیں اور بھی علیٰ ہذا القیاس ہوں گے۔ اہل ندوہ نے بریلی اور کلکتہ میں اعلان مناظرہ دیا۔ گھر میں بیٹھ گئے اور اشتہاروں میں جھوٹ شائع کر دیا کہ ندوہ مناظرہ سے بھاگ جاتا ہے۔ ان کی طرف سے جو جواب مہذبانہ دیے گئے ان کا ذکر ہی ندارد۔ ہمارے مخدوم مطاع حضرت مولانا سید محمد مرتضٰی حسن صاحب ادام اللہ تعالیٰ

نصرۃ علی اعدا نے خود پٹنہ کے آخری جلسہ میں تمہارے جدہ میں تشریف لے جا کر علی رؤس الاشہاد سب کے سامنے مناظرہ کی درخواست کی جس کا تم کو بھی اقرار ہے مگر بجز فرار کے کچھ بھی نہ بن پڑا۔علی ہذالقیاس جناب مولانا ظہیر حسن صاحب مرحوم شوق نیموی نے ندوہ کی جانب سے درخواستِ مناظرہ فرمائی۔مگر گفتگو کون کرتا ہے۔ہاں دروغ کو فروغ دینا بے شک اس فرقہ کا کام ہے لیکن تا کجے۔اچھا اگر ندوہ میں واقعی کوئی خرابی تھی تو وہ اصلاح کی خواستگار بھی تو تھی۔شریک ہو کر کیوں اصلاح نہ کی گئی مگر یہ تو جب ہوتا جب مسلمانوں کی بہبودی مقصود ہوتی۔غرض تو مل کر دغا دینی تھی۔ندوہ کی تخریب میں وہ بے ایمانی کی گئی کہ مسلمانوں کی شان سے نہایت مستبعد ہے جس کی تفصیل مقصود ہو حضرت مولانا المعظم سابق ناظم ندوۃ حضرت سیدنا مولانا مولوی حاجی محمد علی صاحب دامت برکاتہم سے دریافت کرے جن کی صدق و دیانت میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔

جناب مولوی عبدالوہاب صاحب بہاری نے بریلی جا کر مناظرہ کا اعلان دیا، اس کو بھی ہضم کر گئے اہل بریلی (اہلسنّت، دیوبندیوں) نے چند مرتبہ اعلانِ مناظرہ دیا، اس کا بھی جواب ندارد اور رسالوں اور پرچوں میں اس کی دھوم ہے کہ فاضل بریلوی شیر کے مقابلہ میں کون آسکتا ہے۔جناب مولانا مولوی سید عین القضاۃ صاحب دامت برکاتہم نے علمِ غیب کے متعلق متعدد رسائل تحریر فرمائے اور مدتوں تلک جواب کے منتظر رہے اور کیوں نہ ہو فرار عن المناظرہ۔یہ تو خان صاحب کی سنتِ آبائی ہے جس پر عمل نہایت ہی ضروری ہے۔خاں صاحب کے والد ماجد صاحب کے پاس حضرت قاسم العلوم حکیم الامۃ جناب مولانا مولوی محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تھے اور طلب مناظرہ فرمائی تھی مگر بجز خانہ نشینی کے اور کچھ نہ ہوا۔علیٰ ہذالقیاس حضرات علماء دیوبند کی نسبت وہ وہ بہتان باندھے کہ العظمۃ اللہ! مسلمانوں کو متوحش کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔کون سا عالم متدین زندہ یا مردہ ہندوستان کا مشہور متبع سنت حنفی ہے جس کی نسبت اس تبرائی فرقہ نے بدزبانی نہ کی ہو۔اِلا ماشاءاللہ! ندوہ میں جس قدر تقریباً تمام علمائے ہندوستان شریک تھے وہ بے دین ہو گئے۔دیوبند کی جماعت کافر ہو ہی گئی۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ ولی اللہ صاحب

قدس سرہما العزیز کا خاندان یوں گیا۔ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ معلوم ہے اس بیخ کن اسلام نے ہندوستان میں چھوڑا کس کو ہے۔ ہر گمراہ فریق نے اسلام کے برباد کرنے کے واسطے بظاہر ایک نہایت سر سبز درخت کی پناہ لی ہے۔ معتزلہ نے کہا کہ ہم موحدین سے ہیں، صفاتِ باری تعالیٰ وغیرہ کا انکار کیا۔ روافض نے حب اہلبیت کی پناہ لے کر اسلام کو تباہ کیا۔ غیر مقلدین نے اتباعِ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کیا۔ اہل بدعت نے تعظیم اولیاء کو سپر بنالیا۔ اس عدوِ اسلام نے تعظیمِ اولیاء کے ساتھ اظہارِ عظمت وجلال فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کو ظاہر کر کے یا جہلاً یا عمداً دین کو برباد کیا۔ یہ مردود و ملعون کا فر فاسق دوسروں کو تو کیا کہے گا پہلے اپنی تو خبر لے دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بنادیا۔ مکفر اہل اسلام کون ہوتا ہے۔ ہاں اہلِ ندوہ کا ایک بہت بڑا قصور ہے جس کے ہم بھی قائل ہیں۔ جس کا جواب ندوہ کے پاس نہیں ہے اور وہ یہ کہ اس کے اعلانِ گفتگو اور جواب اعتراضات نہایت تہذیب اور متانت سے رہے اس کو نہایت پاجیانہ اور غیر مہذبانہ انداز برتنا چاہئے تھا۔ الحدید بالحدید یفلح. ورنہ کم سے کم اشتہارات طلبِ مناظرہ اور جواب کے رسالے تو بہت متعدد ہوتے تا کہ ان کا فرار اور کذب تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا۔ مخالف جماعت نے محض جھوٹے قصے چھاپے اور اہلِ ندوہ پر بہت سے جھوٹے الزامات دیے۔ ندوہ نے سکوت کیا۔ لوگوں کو یقین ہوگیا کہ یہی سچ ہوگا۔ حالانکہ مولوی وصی احمد صاحب سورتی، حضرت مولانا ناظم صاحب مدظلہم کے شاگرد ہیں، حضرت مولانا موصوف نے ان سے ایک دفعہ یہ فرمایا کہ میاں اختلافات آراء مسائل میں تو ہوتا ہی ہے مگر تمہاری جماعت یہ اس قدر جھوٹ کیوں افتراء کرتی ہے تو چودھویں صدی اور بدعتیوں کے محدث جواب یہ دیتے ہیں۔ الحرب خدعته...... لعنة الله على الكاذبين.

علی ہذا القیاس عرض جس قدر جھوٹ اور غلط امور اس گروہ نے علمائے کرام کی طرف منسوب کئے ہیں ان کے واسطے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذباً۔ اور انہیں کذبوں اور افترا پردانوں کی حقیقت کھولنے کیواسطے یہ قصد کیا جاتا ہے۔ جملۃ الکلام یہ ہے کہ تمام اہلِ بدعت کو بوجوہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے وجود پر بڑا ناز ہے اور ان کو مجدد اور فاضل اور عالم وغیرہ وہ وہ خطاب دیے ہیں کہ قابلِ بیان نہیں بلکہ ان کے لائق خطاب ہی کوئی نہ رہا جو دیا جائے کیونکہ تمام خطابات تو عوام ہی کو دے دیے اب آگے باقی ہی کیا رہ گیا تھا اور مشہور کیا کہ وہ مجدد مانتہ حاضرہ ہیں۔ ان کی تمام تحقیقات حق ہیں اور ہندوستان میں کیا عرب میں بھی کوئی ان سے مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہ چلتا ہوا فقرا اہلِ علم پر تو کیا مگر عوام پر تو ضرور اثر کرتا ہے اس وجہ سے حسبنا اللہ العظیم القدیر حضرت مولانا مخدومنا المعظم جناب مولانا مولوی سید محمد مرتضےٰ حسن صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ بھنگہ کان اللہ تعالیٰ حافظہم وناصرہم نے خاں صاحب سے ایک مفصل تقریری گفتگو کا قطعی فیصلہ کرلیا ہے چنانچہ ۱۴ محرم ۱۳۲۶ھ ایک خط مع چند تمہیدی سوالات کے خاں صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجا۔ اس کے جواب میں خاں صاحب کا تو کوئی خط نہیں آیا مگر ۱۷ محرم مذکورہ کو ایک رجسٹری ظفر الدین کی بنام حضرت مولانا سلمہ اللہ تعالیٰ کے آئی۔ اس کے جواب میں ایک خط جناب مولوی عبدالسلام صاحب نے ظفر الدین کو ۲۲ محرم مذکور کو لکھا اور ۲۱ محرم سنہ مذکور کو جناب حضرت مولانا مخدومنا ومکرومنا سلمہ اللہ تعالیٰ نے بنام خاں صاحب ایک گرامی نامہ بھیجا اس کے بعد جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نے ۲۳ محرم سنہ مذکور کو ایک خط ظفر الدین کے نام بھیجا اور ایک خط اسی تاریخ میں مولوی صاحب موصوف نے خاں صاحب کے نام بھیجا مگر ان خطوطوں میں سے کسی کا کسی نے جواب نہ دیا۔ انیس دن انتظار کر کے حضرت مولانا معظم ومکرم نے ایک خط بنام خاں صاحب پھر بھیجا مگر اس کے جواب سے بھی گھبرائے اور عاجزی کا سکوت اختیار کیا۔ جملہ خطوط اور تمہیدی سوالات اس تحریر کے آخر میں درج ہیں جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت مولانا سلمہ اللہ تعالیٰ کو کہاں تک حقانیت مقصود ہے۔ اور خاں صاحب کو کس درجہ خوف وہراس وحق پوشی منظور ہے۔ خاں صاحب نے ہمیشہ یہی طرز عمل اختیار کیا ہے۔ آج تک کسی غیر مقلد نجدی، وہابی، نیچری سے گفتگو تقریری تو کی نہیں ہاں کاغذی گھوڑے دوڑائے ہوں گے۔ ہم تمام ان حضرات کی خدمت میں جو خاں صاحب کے معتقد یا مرید یا متبع یا ان کے اہل علم ہونے کے قائل ہیں ہند کے رہنے والے یا سندھ کے مدراس باشندے

ہوں یا بمبئی کے صوبہ بہار کے ساکن ہوں یا بنگال کے پنجاب کے عزت افزاء ہوں یا میانِ دوآب کے بکمالِ ادب خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ طرفین کی تحریرات کو بانصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ کونسی بات خلافِ مناظرہ لکھی ہے جس کی بناء پر خاں صاحب نے سکوت اختیار کیا ہے اور اگر گفتگو منظور نہیں ہے تو تین آنے کا ٹکٹ جو مولانا معظم و مکرم نے بھیجے ہیں اس کے اور تمہیدی سوالات کے واپس کرنے میں کیا عذر ہے۔ اگر تمہیدی سوالات کے جوابات ان سے نہ ہو سکیں تو ان کی تمام جماعت مل کر ایک ایک سوال بانٹ لیں اور جواب لکھ کر خاں صاحب کی خدمت میں پیش کر کے الجوابات صحیحہ لکھوا دیں۔ پھر اگر ہمت ہو تو خاں صاحب مستعد ہو جائیں ورنہ کسی فاضل عالم لوذعی کو اپنی جماعت سے منتخب کر کے ایک مسئلہ میں گفتگو کرا دیں اور بعد مغلوبیت خود رونق افروز ہوں پھر خداوندِ قدیر کی قدرت کا تماشا دیکھیں اگر سچے معتقد ہو تو پیر صاحب سے التجاء کر کے یہ مناظرہ کرا دو ورنہ سمجھ لو کہ ایک جاہل یا متجاہل بدئی ۔ ے پھندے میں گرفتار تھے۔ خدا نے نجات دی جوابات بالکل صاف ہوں ورنہ ہوشیار ن ے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اگر اجمال ہو تو اس طرف سے پھر دریافت کیا جائیگا۔ غرض مقدمات صاف اور مبحث طے ہونا چاہئے۔ جوابات تمہیدی سوالات کے ُعد بو امور قابل دریافت پیدا ہو جائیں گے مطلع کیا جائے گا۔ گھر میں بیٹھ کر کسی کو محدث، سی کو مفتی، کسی کو قاضی، کسی کو فاضل عالم کے خطاب دینے سے کام نہیں چلتا۔ اب مقابلہ کا ِقت ہے مردِ میدان بنو اور اپنے علامہ مجدد کی قابلیت کو دیکھو اور جس صاحب کے پاس خاں صاحب کے فتاویٰ کی جلدیں ہوں اور سبحان السبوح اور مسئلہ علمِ غیب وغیرہ مسائل مختلفہ کے رسائل ہوں وہ ہمارے پاس بذریعہ ویلو بھیج دیں تو پھر خدا چاہے تو ہم اچھی طرح سے بتا دیں گے کہ حق یہ ہے اور باطل یہ ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس ان کے رسائل موجود ہوں تو اول بذریعہ کارڈ کے ان کے نام اور قیمت سے مطلع فرمائیں تا کہ موجودہ رسائل کے سوا بقیہ رسائل طلب کیے جائیں۔ یہی وقت اظہارِ حقانیت کا ہے **واللّٰہ تعالیٰ ھو المستعان وعلیہ التکلان** قائم مقام قاضی عبدالوحید صاحب اور میاں ضیاءالدین صاحب کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ وہ بھی خاں صاحب کو اس طرف متوجہ فرمائیں، اور

تحفۂ حنیفہ میں ہمارے حضرت جناب دامت برکاتہم کے متعلق خامۂ فرسائی نہ فرمائیں کیونکہ حضرت جناب مولانا صاحب مدفیوضہم اللہ تعالیٰ نے تو گفتگو اظہارِ حق کے واسطے ارادہ ہی فرمالیا ہے۔ اب گالیاں دینے سے کیا نفع، سب دشنم وتبرا بازی وافتراء پردازی میں تو عمر صرف ہوگئی۔ اب تو تصفیہ کا زمانہ ہے۔ ناحق فضول وقت ضائع کرنا بے کار ہے اور اگر خواہ مخواہ تحفہ حنفیہ اپنی عادت سے مجبور ہو اور گفتگو میں سعی نہ کرے۔ فقط پھکڑ بازی سے ہی ہواخواہوں کو خوش کرنا منظور ہو تو بسم اللہ ہمارے نام بھی اس کا دیلو کرادیجئے اور جو مضمون ہماری جانب سے جاوے اس کو بھی شائع کرادیا جاوے ورنہ نامردی اور عجز کی دلیل ہوگی اور خریداری بے کار ہے۔ حضرت مولانا سلمہم اللہ تعالیٰ کان اللہ تعالیٰ حافظہ وناصرہ نے صرف اول خط خاں صاحب کے نام رجسٹری کرا کر بھیجا تھا۔ جب اس طرف سے بھی رجسٹری میاں ظفرالدین صاحب کی آ گئی تب رجسٹری فضول سمجھی گئی۔ کیونکہ نشان و پتہ ٹھیک ہے خط ضرور پہنچے گا لیکن اس پر بھی اگر معتقدین کے خوش کرنے کو اور دفعِ ندامت کے واسطے یہ عذر پیش کردیا جاوے کہ اور خطوط نہیں پہنچے ورنہ کچھ نہ کچھ جواب ضرور جاتا تو ہم کو تو دروازہ تک پہنچانا ہے اور وہ خطوط نہ پہنچے نہ پہنچو۔ ایک نسخہ اس تحریر کا خاں صاحب کے پاس پھر بھی بذریعہ رجسٹری جوابی کے خدا چاہے بھیجا جائے گا۔ جب نہ سہی اب جواب دو۔ اب تو کئی مہینے غور وفکر صلاح ومشورہ میں بھی گزر چکے ہیں۔

کیا تیزیاں دکھائے گا اے نشترِ جنون
مدت سے ایک زخمِ جگر ہی بھلا نہیں

خدا بھلا کرے اہلِ ندوہ کا کہ ان صاحبوں نے تہذیب سے کام لیا۔ بلکہ بعدہ سکوتِ مستغرق جس نے خاں صاحب کو شیرِ قالین اور مجدد بنادیا ورنہ سب کچھ معلوم ہے اور خدا چاہے تو معلوم ہو جائے گا۔ خیر اب تمام محدث، فقیہ ادیب معقولی منقولی مل کر میرے سوالات کا جواب دیں۔ خدا چاہے تو سب کی حقیقت کھل جائے گی مگر مدارِ گفتگو فقط خاں صاحب کی ہمت پر ہے ورنہ ویسے کس کس سے تضیع اوقات کیا جائے۔ چونکہ وہ ہوائیہ سبیہ فرقہ کے سرگرم ہیں۔ اس وجہ سے انہیں کو مخاطب کیا جاتا ہے تاکہ تمام گروہ کو حق روشن ہو

جادے ورنہ وہ اگر واقع میں قابلِ خطاب ہوتے اب تک کیا تھا خاں صاحب کا رہنا مشکل ہو جاتا اور سب مکڑی کا جال تار تار ہو جاتا۔ا ؎ کو جواب کی تو امید نہیں ہے۔ہاں ایک صورت باقی ہے کہ روپیہ وافر ہے۔امراء ساتھ ہیں۔نالش کر دیجئے۔آج کل جو ہارتا ہے اس کا آخری جواب یہی ہوتا ہے مدت العمر کیسے کیسے ابراہ کو کافر، فاسق، ملعون، کیسے کیسے الفاظِ خبیثہ سے یاد کیا ہے۔وہ الفاظ تو شاید ہی کسی مسلمان کے قلم سے نکلیں وہ تو آپ ہی کو مبارک ہوں جیسا آپ کا مزاج ہے اسی کے موافق کچھ الفاظ لکھے ہیں تا کہ شکم سیری کسی طرح ہو جائے۔ہم ہر طرح سے راضی ہیں۔کسی طرح خاں صاحب سے کچھ بات کا ذریعہ بھی تو ہو۔ہمارا مقصود فقط دین کی حمایت ہے۔خداوندِ عالم کا ارشاد ہے

ولا یحیق المکرء السیئی الا باھلہ.

اللہ تعالیٰ انتقام میں جلدی نہیں کرتا۔اب خدا چاہے تو وقت آ گیا ہے۔

الحاصل: چونکہ آج کل اسلام پر ہر طرح کے حملے ہو رہے ہیں اور اسلام کے مٹانے کی انتہائی کوششیں عمل میں لائی جارہی ہیں اور نہایت زبردست اور پُر اثر یہ تدبیر ہے کہ اہلِ اسلام میں باہم اختلاف اور فتنہ اس قسم کا واقع ہو جائے کہ جس وجہ سے یہ خود ہی لڑ لڑ کر مر جائیں۔اور اسلام کی صورت ایسی بدنما ہو جائے کہ دوسرا شخص تو کیا اسلام میں داخل ہو، خود اہلِ اسلام ہی اس سے متنفر ہو جائیں جب اہلِ اسلام ہی میں ایک دوسرے کو فاسق، کافر، مرتد، بے ایمان کہیں گے تو دوسرا شخص کس فرقہ میں داخل ہوگا۔جو شخص اہلِ اسلام میں فتنہ ڈالنے کی کوشش کرے اس سے زیادہ مسلمانوں کا کوئی دشمن نہیں۔اب عام ہے کہ یہ حرکت اس سے قصداً ہو یا نادانستہ ایسے شخص سے مسلمانوں کو بہت ہی دور رہنا چاہئے اور ایسے فتنہ پرداز کو بدترین مخالفینِ اسلام میں شمار کرنا چاہئے۔آج کل اس خدمت کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے نہایت زور شور سے انجام دیا ہے۔دانستہ یا نادانستہ مگر اسلام کے گلے پر چھری پھیرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ہندوستان میں تو شاید ہی ان کے نزدیک کوئی مسلمان ہو سوائے معدودہ چند اشخاص کے جو بالکل ان کے ہم خیال ہیں۔ایک گروہ تو مسلمان بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں اور جب ایک دو شخص بھی اسلام

قبول کرتے ہیں تو ان کا پورا پتہ اور نام اور جگہ اخباروں میں درج کرتے ہیں اور خاں صاحب بنے بنائے مسلمانوں کو جہنم میں دھکیلنے کی فکر میں مشغول ہیں حتیٰ کہ حج میں بھی جہاں ہزاروں گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں خاں صاحب کو وہاں بھی یہی فکر رہتی ہے کہ کس طرح سے علمائے ہند کی تکفیر کا فتویٰ حاصل کرنا چاہئے اور عرب سے ہند کو یہی تبرک لاتے ہیں کہ ہند کے لاکھوں کروڑوں مسلمان کافر ہیں اور جوان کو کافر نہ کہیں وہ بھی کافر ہیں ان سے ملیں وہ بھی ملعون ہیں اسی واسطے مسلمانوں کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ مسلمان بغور ملاحظہ فرمائیں خاں صاحب کے ہاتھ سے مسلمانوں کو کس قدر نفع یا نقصان پہنچا ہے اور سوائے اس تدبیر کے جو ہمارے حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب دام مجدہم نے خاں صاحب سے تصفیہ کی فرمائی ہے اور کیا شکل ہوسکتی ہے۔ اگر یہ اختلاف مسلمانوں کے نزدیک اسلام کے واسطے مضر ہے اور خاں صاحب سے تصفیہ ضروری امر ہے تب تو سب مسلمان خصوصاً ان کے معتقدین خاں صاحب سے گفتگو کرا کر اس خانہ جنگی کے باب کو بند کرائیں اور پھر مخالفینِ اسلام کے جواب کی طرف سب مسلمان متفق ہو کر متوجہ ہوں ورنہ خاں صاحب کے اس بیخ کنی اسلام سے تمام مسلمان متنفر ہوں اور ان سے سب مسلمان علیحدہ ہوں اور وہ یا جو کوئی اور شخص اہلِ اسلام میں بالقصد یا بلا قصد فتنہ واختلاف ڈالے اس سے علیحدہ رہیں۔ اس گفتگو اور مناظرہ سے اور غرض نہیں بلکہ محض خیر خواہیٔ اسلام مقصود ہے نہ یہ کہ ایک نیا فتنہ مسلمانوں میں اور برپا کر دیا جائے اور اختلاف کو از سرِ نو تازہ بنایا جائے۔ اسلام کے مخالف ہزاروں ہیں۔

مگر زخمِ دندانِ دشمن تیز است
کہ نماید بہ چشم مردم دوست

اہلِ اسلام کو چاہیے کہ جو فردش وگندم نما خیر خواہی کے پیرایہ میں جو لوگ دشمنانِ اسلام ہیں ان سے بہت پرہیز کریں اور عادت ان لوگوں کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا کریں۔ علمائے سلف صالح جن مسائل میں مختلف ہیں ان میں تفسیق وتضلیل وتکفیر کا باب کھولیں۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہر وقت کمر بستہ رہیں اور مخالفینِ اسلام خدا

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں چاہے کچھ کہیں مگر ان کو اصلاً بھی پروانہ ہو یا برائے نام کچھ لکھ دیا۔ہم کو نہیں معلوم کہ آریوں اور نصاریٰ کے مقابلہ میں جناب خاں صاحب کے کس قدر رسالے ہیں۔ ہم کو خبر نہیں کہ امہات المؤمنین کے رَد کے واسطے جو ایک کتاب ایک پادری نے لکھی اور جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وہ وہ گستاخیاں کی تھیں کہ کسی مسلمان کی تاب نہیں جو ان الفاظ کو سن سکے حضرت مجدد خاں صاحب نے کہاں کہاں جلسہ فرمائے کئی ہزار روپے صرف کیے

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

بہر حال آخر میں ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور خاں صاحب کو ان امور کی توفیق عنایت فرمائے جن سے وہ خوش اور راضی ہو۔اور دنیا میں ان کا حاصل ترقی اسلام اور باہم اتفاق ہو۔اب اسی کا وقت ہے کہ شرائع اسلام کو مضبوط پکڑ کر تمام اہلِ سنت بہ اتفاق اسلام کی خدمت میں مشغول ہوں اور مخالفین کے بے جا حملوں کو اسلام سے روکیں۔ خاں صاحب کا اس مناظرہ سے سکوت بے شک ایک درجہ محمود ہے۔ بشرطیکہ آئندہ کو اپنے قلم کو اسلام کی طرف سے مخالفین کی جانب متوجہ فرمائیں اور یہ سکوت بھی کسی دینی غرض پر مبنی ہو۔ ہم تمام مسلمانوں کو حکم بنا کر خدا کو شاہد بناتے ہیں کہ ہماری دنیاوی غرض نہیں ہے اور اگر ہماری تحریر میں کوئی امر بے جا ہو تو بعد اطلاع ہم کو اس پر ہرگز اصرار نہ ہوگا۔مسلمان ہم کو مطلع فرمائیں اور جو امر خاں صاحب کی زیادتی کا ہو اس کو وہ جانیں۔ ہم تمام مسلمانوں کی رائے سے کسی طرح باہر نہیں ہیں۔مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ سے خدا بچاوے۔آمین

والسلام علی من اتبع الھدی.

واللہ تعالیٰ ھو المستعان وعلیہ توکلت والیہ انیب وھو حسبی ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم لا ملجا ولا منجا من اللہ الا الی اللہ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین یا خیر الناصرین.

نقل صحیفہ قدسیہ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب مد فیوضہم العالیہ چاند پوری مدرس اول مدرسہ امدادیہ دربھنگہ مع تمہید سوالات بنام مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی جن کے جواب سے خاں صاحب نے سکوت اور مناظرہ سے گریز کیا

باسمہ تعالیٰ حامدا ومصلیا ومسلما

(بمطالعہ مولوی احمد رضا خاں صاحب)

السلام علی من اتبع الہدیٰ: آپ نے جو اکثر بدعاتِ مروجہ کے مسنون و مستحب ومباح ہونے میں عرق ریزی فرمائی ہے اس کا اجر تو اللہ تعالیٰ ہی مرحمت فرمائے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی وجہ سے امت میں بڑا فتنہ برپا ہو گیا۔ جن مسلمانوں کو حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم وجناب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بعدہ ائمہ مجتہدین ومحدثین والیاء وصلحائے امت رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے بہزار محنت وجانفشانی زمرۂ اسلام میں داخل کیا تھا۔ ان کی کیا بلکہ اخیارِ امت کی تفسیق وتضلیل وتکفیر میں آپ نے وہ کوشش فرمائی کہ اپنے نزدیک تو گویا دوزخ کو بھر ہی دیا ہے۔ قبیح سے قبیح بدعت کو بھی آپ نے اور آپ کے گروہ نے سنت ہی کر کے لوگوں کو دکھلایا جن موقع سے بدعت بہزار وقت اٹھی تھی وہاں بہزار جانفشانی آپ کی جماعت نے ترویج کی کوشش کی علماء وصلحاء امت پر بہتان باندھے۔ انہوں نے جو مسائل بیان فرمائے تھے ان کے نہایت ہی بدنما متوحش عنوانات عوام کے سامنے بیان کر کے ان کو علماء اسلام سے متنفر کیا۔ حضراتِ علمائے کرام

میں سے کسی نے تو آپ کو قابلِ خطاب نہ سمجھا کیونکہ آپ کے گروہ کی تحریرات میں جیسے فحش الفاظ اور بدتہذیبی اور دور ازکار باتیں ہوتی ہیں وہ آپ کی تحریرات اور تحفۂ حنفیہ کے پرچہ سے ظاہر ہے کسی نے اس کو موجبِ ترقی درجات خیال کیا۔ کسی نے باعثِ کفارہ سیئات کیونکہ اظہارِ حق کے واسطے پہلی تحریرات بالکل کافی ہیں۔ اسی کی وجہ سے آپ کو بھی دھوکہ ہو گیا کہ اب میرا مدِ مقابل کوئی نہیں۔ آپ بھی خوب کھل کھیلے۔ ادھر بہت سے عوام اور ناواقف دھوکے میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ تو روزِ جزا پر موقوف ہے اور یہاں اس کا اختیار ہے مگر فقط عوام اور بعض خاص کالعوام کے رفع اشتباہ کے واسطے بندہ نے آپ سے ایک مفصل تقریری گفتگو کا ارادہ قطعی کر لیا ہے۔ واللہ تعالیٰ ہوالمستعان

اگر آپ میں کوئی شائبہ بھی حقانیت اور للٰہیت کا ہے اور اپنے دعویٰ میں کچھ بھی صدق و دیانت رکھتے ہیں تو بندہ نے جو امورِ مختلفہ کی نسبت یہ چند سوالات بطور مقدمات کے پیش کئے ہیں جن کا طے ہونا مسائلِ مختلفہ سے پہلے ضروری ہے خدا کے واسطے اس کا جواب دیجئے۔ اگر آپ ان کا جواب اپنی تحریرات میں دے چکے ہیں تو ہر سوال کے جواب کا حوالہ بقید کتاب وصفحہ ومقدارِ عبارت بیان ہو اور تمام کتابوں کو بذریعہ ویلو بندہ کے پاس بھیج دیجئے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنی جماعت میں سے ایک دو دس بیس کو حکم دیجیے کہ وہ سب مل کر ان سوالات کا جواب دیں اور آپ ان کو بغور ملاحظہ فرما کر آخر میں اپنا دستخط فرمائین کہ ان تمام جوابات کو ہم نے بغور دیکھا ہے۔ یہ نہایت صحیح ہیں۔ ہم ان کی صحت کے ذمہ دار ہیں کیونکہ بندہ بہر صورت آپ ہی کو مخاطب بنائے گا پھر بندہ آپ سے گفتگو کو حاضر ہے۔ لکھنؤ دہلی صدر مقام ہے۔ نہ میرا گھر نہ آپ کا۔ جونسی جگہ تجویز ہو مطلع فرمایئے۔ حتی الوسع تمام ہندوستان کے گلی کوچہ میں اس گفتگو کی خبر شائع کرنا بندہ کا کام ہے تا کہ تمام مسلمانوں کو حق و باطل روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جاوے اگر یہ بھی آپ کو بوجہ تعلّی وتشخص کے پسند نہ ہو تو آپ اپنے مجمع میں سے جس شخص کو چاہیں منتخب فرمائیں۔ اس کی ہار جیت آپ کی ہار جیت ہو۔ بندہ اس سے ہی گفتگو تقریری کو مستعد ہے اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو اول ایک ہی مسئلہ میں اس شخص سے گفتگو ہو جس کو آپ منتخب فرمائیں اگر وہ بعون اللہ تعالیٰ مجھ سے مغلوب ہو تو

پھر آپ گفتگو کے واسطے مستعد ہو جایئے غرض ہر تقریر و تحریر کے آپ ذمہ دار ہوں گے اور میرا مقصود فقط آپ سے ہی گفتگو کرنا ہے اور اگر یہ تمام امور منظور نہ ہوں تو پھر آپ تحریر فرمایئے کہ آپ سے گفتگو تقریری کرنے کی کیا صورت ہے۔ اگر میری تحریر میں کوئی امر ایسا ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ گفتگو کرنی منظور نہیں۔ آپ کی طرح فقط لوگوں ہی پر ظاہر کرنا منظور ہو تو اس سے مطلع فرمایئے گو یہ امر ظاہر کرنا ضرور نہ تھا مگر فقط اس وجہ سے کہ مجھ کو واقعی ایک بہت بڑے فیصلہ کن تقریری گفتگو آپ سے منظور ہے۔ یہ عرض کرتا ہوں کہ میں وہی شخص ہوں کہ پٹنہ میں جو آخری وعظ جدودہ کا آپ بیان فرمارہے تھے اور کئی ہزار آدمیوں کا مجمع تھا اور بندہ نے کھڑے ہو کر اس مجمع میں آپ سے زبانی گفتگو کی درخواست کی تھی اور اہلِ مجمع نے دس منٹ کے بعد جواب کا وعدہ کیا تھا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد بندہ پھر کھڑا ہوا اور دوبارہ گفتگو کی درخواست کی پھر بھی وہی جواب ملا۔ بعدہ آپ دعا مانگ کر تشریف لے گئے اور زبانی گفتگو سے گریز کیا۔ آپ یاد کیجئے کہ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں۔ میں وہی شخص ہوں کہ جو اس وقت بھی آپ سے گفتگو کو آمادہ تھا کہ جب بالکل آپ کا مجمع تھا اور اب تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہزاروں اس طرف کے بھی ہوں گے اسی دن آپ کی حقانیت کی حقیقت کھل جاتی مگر خدا کو منظور نہ تھا۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ یہ موقع ہے جس سے یہ امید اظہارِ حق کی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس دفعہ کی طرح پہلوتہی نہ فرمائیں۔ جواب کے واسطے اور رجسٹری کے واسطے ٹکٹ جاتا ہے۔ آپ ہفتہ کے اندر مشورہ فرما کر جواب مرحمت فرمائیں کہ ان سوالات کا جواب خود دیں گے یا دوسرے سے دلوائیں گے تو کب تک یا مناظرہ ہی منظور نہیں۔ صاف جواب مرحمت ہو واضح ہو کہ جو امور آپ کی ذات کے ساتھ متعلق ہیں یا جن میں حوالہ کتب کی ضرورت نہیں ان کے علاوہ تمام امور کا جواب بحوالۂ کتبِ معتبرہ حنفیہ فقہ و اصولِ فقہ و کلام ہونا چاہئے۔ مجددیہ سے کام لیا جائے۔ آپ جو اپنی تصنیفات میں اکثر جگہ اپنے فتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں ان جلدوں کا نہایت مشتاق ہوں اور بہت کوشش کی مگر دستیاب نہ ہوئیں اگر یہ فرضی کتاب نہیں تو عنایت کر کے اس مجموعہ فتاویٰ کی تمام جلدیں اور علمِ غیب میں جو آپ کا رسالہ ہے ضرور ویلو کر دیجئے۔

اگر آپ نے بندہ سے گفتگو کی تو خدا چاہے آپ کو بھی لطف آ جائے گا اور مدات العمر کی چالاکیاں خوب ہی کھل جائیں گی۔ اگر میری حالت کی پوری تحقیق منظور ہو تو اپنے وزیرِ اعظم مولوی وصی احمد صاحب سورتی سے دریافت کر لیجئے میں جلسہ پوکھریرا میں بھی آپ سے اور آپ کی جماعت سے مناظرہ کو بالکل مستعد تھا مگر آپ تو عرب میں شریفِ مکہ کو مرید کرنے تشریف لے گئے تھے۔ ان قاضی عبدالوحید صاحب و ہدایت رسول و مولوی وصی احمد صاحب سے دریافت کر لیجئے کہ کیسے مناظرہ سے بھاگے اور چونکہ آپ کی طرف سے دروغ کی اشاعت کا ذریعہ تحفۂ حنفیہ ہے۔ اس وجہ سے اس دفعہ سے تحفۂ حنفیہ کا پرچہ بھی بندہ کے نام ویلو کرا دیجئے تا کہ آپ کی جماعت کا کذب اور افتراء معلوم ہوتا رہے ورنہ نامعلوم وہ کیا کیا لکھ کر شائع کرے گا۔ اگر میرے متعلق کچھ اس میں لکھا جاوے تو میرا مضمون بھی اس میں شائع ہونا چاہئے۔ ورنہ عجز کی دلیل ہوگی۔ میں آج سے اس کا خریدار ہوں بشرطیکہ آپ گفتگو کا قصد کریں ورنہ دو روپے کیوں فضول ضائع کروں۔ جواب سے جلد مطلع کیجئے اگر جواب دینا اور مناظرہ کرنا منظور نہ ہو تو میرے سوالات واپس کر دیجئے۔

واللّٰہ ھو المستعان وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب. وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد رحمة للعالمین وعلی آله واصحابه اجمعین.

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفاعنہ

خادم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ دوشنبہ

حامدا و مصلیا و مسلما

تمہیدی سوالات جو چودہ محرم ۱۳۲۶ھ کو مولوی بریلوی صاحب کے پاس بغرض جواب روانہ کئے گئے اور ان کے جواب سے آج تک عاجز رہے

۱۔ کافر کی کیا تعریف ہے اور اس کی کیا علامت ہے؟

۲۔ ضروریات دین جن کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے وہ کون کون سی چیزیں ہیں بالتفصیل بیان ہوں۔

۳۔ موؤل کافر نہیں وہ کون سی تاویل ہے جس سے کافر نہیں ہوتا اور جس تاویل کا اعتبار نہیں وہ کون سی تاویل ہے، اہل قبلہ کی کیا تعریف ہے۔ بحوالہ کتاب بیان ہو۔ اور تکفیر اہلِ قبلہ جائز ہے یا نہیں، مذہب اہلِ سنت کیا ہے؟

۴۔ اگر کسی کلمہ گو کے کلام میں چند وجہیں کفر کی ہوں اور چند وجہیں اسلام کی تو مذہب اہلِ سنت والجماعت اور امام صاحب کے موافق اس کو کافر کہیں گے یا مسلمان؟

۵۔ اگر کوئی ایسے کلام کو معانیِ کفریہ ہی پر حمل کرے وہ شخص کیسا ہے؟

۶۔ اہل سنت والجماعت کی کیا تعریف ہے اور وہ اعتقادات اور عملیات جن کے کرنے یا نہ کرنے سے آدمی اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہو جائے کیا کیا ہیں اور مدار اہلِ سنت ہونے کا کیا ہے مفصل بیان ہو۔

۷۔ اگر کسی مسئلہ میں کوئی امام یا بعض مشائخ یا علمائے محققین میں سے ایک یا دو کسی طرف گئے ہوں اور اکثر یا اقل دوسری جانب ہوں اور علماء بھی کل اہل سنت والجماعت

یا مقلدینِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں تو اس مسئلہ میں مختلف فیہا کی ایک جانب پر اعتقاد رکھنے والا کافر یا فاسق یا خارج از اہل سنت والجماعت ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوسکتا ہے تو فقط یہی شخص جو آج کل ہمارا معاصر ہے یا متقدمین میں سے بھی جو اس قول کی طرف گئے ہیں وہ بھی ان القابوں کے مستحق ہوں گے اور ان مسائل میں سے ایک دو بطریقِ مثال بیان ہوں۔

۸۔ اشعریہ ماتریدیہ دونوں گروہ اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہیں یا کوئی اہلِ سنت سے خارج ہے۔ شق ثانی میں کس مسئلہ کی وجہ سے شقِ اول باوجود اختلاف فی الاعتقاد کے پھر دونوں گروہ اہلِ سنت والجماعت کیسے ہوسکتے ہیں۔ اگر مدارِ اختلافِ فرقِ باطلہ واہلِ سنت، اختلافِ اعتقادات ہے تو یہاں ایک گروہ باوجود اختلاف کے خارج از اہلِ سنت والجماعت کیوں نہ ہو اور اگر اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہونے کے واسطے اختلافِ اعتقادات مدار نہیں تو پھر وہ کیا ہے۔ مفصل بیان ہو اور اشاعرہ اور اشعریہ دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے یا کچھ فرق ہے۔ بحوالہ کتاب بیان ہو۔

۹۔ کلمہ گو سے اگر کوئی کلام یا فعل ایسا سرزد ہو کہ جس میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کو اس پر حمل کریں گے جس سے وہ مسلمان ہے یا نہیں۔ اگر اول ہے تو اسی طرح ۹۹ وجوہ اہل سنت والجماعت سے نکلنے کی ہوں اور ایک اہل سنت والجماعت ہونے کی تو اس کو بھی اسی پر حمل کریں گے جس میں وہ اہل سنت والجماعت میں داخل رہے یا کسی طرح سے اس کو اہل سنت والجماعت سے خارج ہی کرنا چاہئے اور جس طرح کہ جب تک امورِ ضروریہ دین کا منکر نہ ہوگا کافر نہ ہوگا اسی طرح سے جن امور کی نسبت اہلِ سنت کا اعتقاد ضروری طور سے ثابت نہ ہوگا اس کے انکار سے بھی اہلِ سنت والجماعت سے خارج نہ ہوسکے گا یا فرق ہے اور وہ ضروریاتِ اہلِ سنت کیا ہیں؟۔ ہاں جو امور متفق علیہ علماء اہل سنت ہیں ان میں بھی ہر واحد کے انکار سے خارج از اہلِ سنت والجماعت ہو جائے گا یا اس میں بھی کچھ تفصیل ہے؟ مفصل بیان ہو۔

۱۰۔ جس کسی مسئلہ کی نسبت یہ بات ثابت ہو جاوے کہ یہ مسئلہ ماتریدیہ یا اشاعرہ

کے موافق یا ان کے درمیان مختلف فیہا ہے اس پر یا اس کے ایک جانب پر اعتقاد رکھنے والا خارج از اہلِ سنت والجماعت ہوسکتا ہے یا نہیں۔ شقِ اول میں فقط یہی شخص یا وہ گروہ جس کا یہ مقلد ہے بہ تقدیرِ اول وجہ فرق کیا ہے اور شقِ ثانی میں اس کو اہل سنت والجماعت سے خارج کہنے والا کون ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔

۱۱۔ مسائل مختلف فیہا بین الصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یا درمیان ائمہ محدثین ومفسرین وائمہ مجتہدین فی الدین یا فی المذہب یا مرجحین یا مشائخ علمائے محققینؒ میں کوئی ایک جانب خطاء وصواب کی متعین ہوسکتی ہے۔ اور ایک کو یقینی غلط یا صحیح کہہ سکتے ہیں یا دلیل کا ماحصل رجحان ہے اور احتمالِ خطاء وصواب ہر جانب باقی رہتا ہے۔ ایسے مسائل میں ایک جانب پر عمل کرنے والے کو فاسق یا خارج از اہلِ سنت والجماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالۂ کتاب بیان ہو اور ان مسائل کی مثال بیان ہو۔

۱۲۔ حضرت مجدد الف ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب، حضرت شاہ اسحٰق صاحب، مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی، مولانا فصیح صاحب غازی پوری، مولانا شاہ احمد اللہ صاحب مظفر پوری، مولانا امانت اللہ صاحب غازی پوری، فتح القدیر صاحب بنایہ شرح ہدایہ صاحب رد المختار حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری وجناب مولانا محمد علی صاحب دام فیضہم خلیفۂ اعظم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ لوگ مسلمان اہلِ سنت والجماعت احناف ہیں اور کیا یہ لوگ مقتداء بنانے کے قابل اور ان کی تصانیف حق اور عمل کرنے کے لائق ہیں یا نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ حضرات فرشتہ ہیں۔ ان سے کوئی غلطی نہیں ہوئی یا ان کا کلام نعوذ باللہ وحی ہے بلکہ جیسے اور اکابرِ دین گزرے ہیں اور مقتدائے اہلِ اسلام، اہلِ سنت والجماعت ومقلد ہوتے ہیں اور ان کے کلام حجت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اپنے زمانہ میں یہ لوگ بھی مقتداء اور اہلِ علم اور صلاح وفلاح ہیں یا ان کے عقائد کل کے یا بعض کے کلاً یا بعضاً خراب ہیں جن سے وہ اسلام یا اہلِ سنت والجماعت یا گروہ مقلدین یا احناف سے نکل گئے اور وہ عقائد ومسائل کیا ہیں۔ کل نہیں ایک

ایک دو دو ہی بیان ہوں ورنہ ان حضرات کو غیر مقلد وہابی برے کلمات کہنے والا کیسا ہے۔ ان کی نسبت آپ کا اعتقاد کیا ہے؟

۱۳۔ مقلد ائمہ اربعہ کی فقہاء نے کیا تعریف کی ہے بالخصوص حنفی ہونے کے واسطے کس کس امر کی ضرورت ہے جن کے ترک سے آدمی حنفی نہ رہے، اور کیا نہ کرنا چاہیے جس کے کرنے سے حنفیت سے خارج ہو جائے۔ اگر اس کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ فقہاء نے بیان فرمایا ہو تو وہ بیان ہو اور اگر جزئیات کی تصریح کی ہو تو اس کو بیان کرنا چاہئے۔ غرض تقلید کی جنس اور فصل اور اس کے لوازم اور شرائط اور خواصِ مختصہ اور موقوف علیہا اور تعداد موانع جن کے نہ کرنے یا کرنے یا ہونے نہ ہونے سے عملاً وعملاً آدمی نہ رہے وہ بیان فرمائیے۔

۱۴۔ غیر مقلد کا کیا حکم ہے اور تقلید حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز یا فرض، واجب، مستحب، سنت اور کون درجہ کس کے لئے غیر مقلد اور وہابی کا ایک ہی مفہوم ہے یا کچھ فرق ہے تو کیا ہے؟

۱۵۔ اگر کوئی غیر مقلد نہ ہو اور اس کو کوئی شخص غیر مقلد اور وہابی کہے تو یہ مفتری کس درجہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ تارک نماز، زکوٰۃ، حج، صوم، صدق، دیانت، فرض، واجب، سنت، مستحب، یا گناہ کبیرہ، صغیرہ، حرام، مکروہ تحریمی، تنزیہی کے کرنے سے آدمی غیر مقلد ہوسکتا ہے یا فقط تقلید کے ترک یا مذموم جاننے سے غیر مقلد ہوگا۔ غرض کہ غیر مقلد ہونا یا نہ ہونا کسی عقیدہ کرنے یا نہ کرنے پر موقوف ہے یا کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر یا دونوں کے وجود پر یا عدم پر مجتمعاً یا منفرداً فقہ حنفیہ یا اصولِ فقہ سے بیان ہو۔

۱۶۔ جو مسائل نہ امام صاحب کے زمانے میں موجود تھے نہ بعد میں ایک زمانہ تک موجود ہوئے نہ اس کا حکم فقہ میں مندرج ہوا اور اس صورت کے پیش آنے کے بعد علمائے وقت نے اس کا حکم بیان فرمایا۔ متفقاً یا مختلفاً اس حکم کے نہ ماننے سے بھی آدمی حنفیت یا تقلید سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں اور علمائے حنفیہ کا کس قسم کا اختلاف بین المسائل ہے جس میں کسی جانب پر عمل کرے تو حنفی نہیں رہتا۔ مثلاً ایک دو مسئلہ بیان فرمایا جائے۔

۱۷۔ شوافع، حنابلہ، مالکیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آراء موافقہ یا مخالفہ حنفیہ کے لئے کلیۃً یا جزیۃً مفید یا مضر ہوسکتی ہیں یا نہیں اور کثرتِ آراء بھی حکم کی تقویت کر سکتی ہے یا فقط قوتِ دلیل ہی مفید ہوسکتی ہے۔ مسلک حنفیہ فقہ یا اصولِ فقہ میں کیا ہے بیان ہو۔

۱۸۔ جو شخص مقلد ہو اس کو اپنے فقہ کے خلاف عمل کرنا یا عقائد میں حنفی کو شافعی کے موافق اعتقاد یا عمل کرنا جائز ہے یا نہیں اگر نا جائز ہے تو ایسے شخص کے لئے کس قدر علم کی ضرورت ہے۔ ایسا شخص کوئی آج کل موجود ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کتنے زمانے سے اور اگر خلاف اپنے فقہ کے عمل نہیں کرسکتا تو ان ہی مسائل میں جو اپنے امام سے منقول ہوں یا اس کے متبعین کے مجتہدات و مستخرجات کا بھی یہی حکم ہے یا نہیں؟ اگر کچھ تفصیل ہے تو بیان فرمائی جائے اگر مسئلہ امام سے منقول نہ ہو اور کتبِ فقہ میں بھی مندرج نہ ہو۔ ایسے مسئلہ میں اگر علمائے کرام مابعد اختلاف کریں۔ ایک کے نزدیک مستحسن اور دوسرے کے نزدیک قبیح ہو تو ایک دوسرے کو کافر، فاسق، خارج از اہل سنت والجماعت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ تو متقدمین میں جو اس قسم کا اختلاف ہوا ہے وہ بھی موجبِ تکفیر وغیرہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے؟

۱۹۔ ادلّہ شرعیہ قرآن شریف حدیث شریف، اجماع قیاس حسبِ تصریحات اہلِ سنت انہیں چار میں منحصر ہیں اور جو امور بظاہر ان کے علاوہ معلوم ہوتے ہیں وہ انہیں میں مندرج ہوتے ہیں یا واقع میں ان سے علیحدہ امور بھی ہیں۔ شقِ ثانی میں حصر کے کیا معنی پھر ادلہ من حیث الثبوت والدلالۃ کے اقسام واحکام بھی بیان فرمائے جائیں۔

۲۰۔ الہام حجتِ شرعی ہے یا نہیں؟ الہام وکشف ایک ہی امر ہے یا دو؟ بزرگانِ دین کو جو امور منکشف ہوئے، ان کا اعتقاد مثل ادلہ شرعیہ کے احکام کے رکھنا یا کرنا ضرور ہے یا نہیں۔ بتقدیر عدم موافقت الہام وکشف کے امورِ شرعیہ یا ادلہ شرعیہ یا تصریحات فقہاء یا علماء اصول یا ائمہ کلام کو اس کا اعتقاد یا اس پر عمل کیسا ہے؟

۲۱۔ کسی عمل میں اگر کسی بزرگ کو یا اکثر بزرگانِ دین کو باتفاق یا اختلاف کوئی نفع

دینی و دنیوی معلوم ہوتو تمام امت پر اس کا عمل یا اعتقاد لازم ہے یا خاص اس کے معتقد یا مرید پر اعتقاد نہ کرنے والا یا اس کو ضروری نہ سمجھنے والا یا عمل و اعتقاد کو جائز سمجھ کر عمل نہ کرنے والا یا اس کو خلافِ مصلحت یا باعثِ فتنہ عوام سمجھ کر روکنے والا یا بوجہ دیگر امور نامشروعہ کے مل جانے کے قبیح لغیرہ کہنے والا کیسا ہے۔

۲۲۔جیسے مسائل شرعیہ مقلد فیہا میں اپنے امام مقتداء کے جس کے ہم مقلد ہیں اور پیروی کرتے ہیں دلیل دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔اسی طرح سے ہر بزرگ کے کلام اور الہام پر عمل کر سکتے ہیں اور اس کا تسلیم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ پھر قولِ بزرگ میں مطابقت اپنے امام سے یا فقہ حنفیہ سے شرط ہے یا نہیں۔؟ اگر نہیں تو دوسرے مجتہد کے کلام پر بھی ایسے ہی عمل کر سکتے ہیں یا نہیں تو وجہ فرق کیا ہے؟ اور بزرگ میں بھی شرط ہے کہ وہ اپنے ہی امام کا مقلد ہو یا نہیں؟ بلکہ جس امام کا بھی مقلد ہو اس کے کلام پر عمل کرنا ضروری یا مستحسن ہے۔اگر کوئی تخصیص نہیں تو ہر عالم کے کلام پر عمل کرنے میں بھی یہی تعمیم ہے یا نہیں اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے۔اگر تعمیم ہے تو غیر مقلدی اور اس تقلید میں فرق کیا ہے۔

۲۳۔اولیاء کے بعض کلام جو بظاہر مخالفِ شریعت ہوتے ہیں اور بعض معارف اور حقائق جن کے عامۂ مومنین مکلّف نہیں ہوتے ہیں اور وہ امور ان کے فہم سے خارج ہوتے ہیں اور بعض خاص حالت سے متعلق ہوتے ہیں۔عموم پر جاری نہیں ہوتے اور بعض متشابہ جن کے فہم سے اور لوگ قاصر ہوتے ہیں اور بعض ان کے اضداد ہوتے ہیں۔یہ اقسام بزرگانِ دین کے کلام میں پائے جاتے ہیں یا نہیں اگر ہیں تو ہر ایک کا شعار اور علامت اور اس کا حکم بیان ہو،اور پیروں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سا معاملہ کرنا چاہئے یا نہیں۔نہیں تو اس کا کیا حکم ہے جو ایسا عمل یا اعتقاد رکھے۔

۲۴۔آج کل ہندوستان کے موجودہ علماء میں سے اگر کوئی شخص خلافِ فقہ حنفی عمل کرے یا ایسے مسئلہ میں جس کا حکم بالصراحۃ حنفیہ میں موجود ہو احادیث وغیرہ سے اس حکم کے مخالف حکم بیان کرے تو وہ شخص غیر مقلد ہوگا یا نہیں؟ پھر اس کا حکم کیا ہے اور اس استنباط کی ہر عالم کو اجازت ہے یا نہیں؟ یا بعض کو شق ثانی میں وجہ تخصیص کیا ہے؟

۲۵۔ درجہ اجتہاد کب سے موقوف ہوگیا۔علیٰ ہذا القیاس مرجحین بھی کب سے نہیں، آج کل کے علماء پر تقلیدِ شخصی مثلِ عوام کے ضروری ہے اور جواب مسئلہ میں فقط روایات معتبرہ فقہ ہی کو بیان کرنا چاہئے تو درصورت عدم تصریح حکم کیا کرنا چاہئے یا تقلید فرض نہیں اور ہر شخص اپنی رائے وسمجھ کا مکلّف ہے تو پھر عوام کے لئے کیا حکم ہے؟

۲۶۔ جو شخص خود بلاضرورت اپنی ہوا وہوس وغرض کے مطابق بعض مسائل میں فقہ حنفیہ کے خلاف کرے اور دوسروں کو ایسا فعل کرنے سے غیر مقلد یا وہابی کہے تو اس کا حکم کیا ہے؟

۲۷۔اس وقت میں اگر کوئی مسئلہ ایسا پیش آئے جس کا حکم فقہ حنفیہ میں موجود نہ ہو تو علمائے وقت کو کیا کرنا چاہئے اگر اجتہاد کا حکم ہے تو فقط اسی صورت میں یا دوسرے مسائل میں بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور ہر ایک عالم کا اجتہاد دوسرے عالم یا عوام پر حجت ہے یا نہیں بلکہ ہر شخص اپنی رائے کا پابند ہوگا۔

۲۸۔جن مسائل میں علمائے وقت مختلف ہوں، بعض جائز فرمائیں، بعض ناجائز، ایسی صورت میں عوام کو کیا کرنا چاہئے۔ان کو امتیاز حق وباطل کس طرح ہو یا جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔ ہر صورت میں ماجور ہوں گے۔

۲۹۔مجدد ہر سو برس کے بعد ہونا ضروری ہے یا نہیں۔اگر [1] ہے تو اس کے شرعی لوازم وموانع بیان ہوں اس کی تعریف اور علامات کیا ہیں اور وہ تجدید کس طرح کرتا ہے۔ تمام دنیا میں مجدد ایک ہوتا ہے یا متعدد اور مجدد اہلِ سنت والجماعت ہی میں ہوتا ہے یا دوسرے فِرَق میں بھی اور ابتداء سو (۱۰۰) کی کس وقت کی جائے گی۔اس وقت تک کس قدر مجدد ہوئے۔

انہوں نے کیا دین کی تجدید فرمائی۔ ایک مجدد کو دوسرے کا حال معلوم ہونا ضروری ہے یا نہیں اور مجدد کو اپنی مجددیت کا علم ضروری ہے یا نہیں؟ اس صدی کا مجدد کون ہے آپ ہیں یا کوئی اور شق ثانی میں جو لوگ آپ کو مجدد ماتہ حاضر لکھتے ہیں یہ ان کا خیال صحیح

1۔ اگر ہونا ضروری نہیں گو ہوسکتا ہے تب بھی امور مذکورہ کے بیان کی ضرورت ہے۔

ہے یا غلط اگر غلط ہے تو آپ نے بذریعہ تحریر عام کے تغلیط فرمائی یا نہیں اور غیر مجدد کو مجدد کہنا یا کہلوانا جائز ہے یا نہیں؟

۳۰۔ اگر غیر مجدد کو مجدد کہنا جائز ہے تو غیر عالم اور بدعتی کو حامی سنت اور فتنہ پرداز اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر مسلمانوں کے روپیہ کھانے والے کو حامی سنت ماحی الفتن عالم وغیرہ تعظیمی لکھنے اور ان کی تعظیم کرنا جائز ہے یا ناجائز اس پر جو اہل ندوہ پر حکم جاری کئے گئے ہیں جاری ہوں گے یا نہیں۔

۳۱۔ واجب بالذات ممتنع ممکن بالذات میں حصر عقلی ہے یا نہیں ایک قسم کا انقلاب دوسرے کی طرف ممتنع بالذات ہے یا نہیں۔ واجب بالذات ممتنع بالذات کسی موجود کا جزو ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۳۲۔ جس قدر ممکن بالذات ہیں قدرتِ باری میں داخل ہیں یا نہیں؟

۳۳۔ کسی ممکن بالذات کو قدرتِ الہیہ سے خارج مان لینا مستلزم انکار الوہیت کو ہے یا نہیں؟

۳۴۔ ہر واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر کا ممکن بالذات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

۳۵۔ شریعت میں کوئی چیز واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر ہے یا نہیں۔ ممتنع بالغیر اور ممتنع بالذات عدم فعلیت میں دونوں برابر ہیں یا نہیں؟ اول داخل قدرت ثانی خارج عن ہے یا نہیں؟ قدرت کے کیا معنی ہیں؟

۳۶۔ جو واجب بالذات یا ممتنع بالذات ہوگا اس کا قدرت سے خارج ہونا ضروری ہے یا نہیں اور جو خارج عن القدرۃ ہوگا اس کا بھی ممتنع بالذات یا واجب بالذات ہونا ضروری ہے یا نہیں۔؟

۳۷۔ ہر واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر باوجود ضرورتِ وقوع یا عدم فعلیت کے داخل قدرت ہے یا نہیں اور جانب مخالف مقدور ہے یا نہیں۔

۳۸۔ علمائے کلام کے کلام میں واجب بمعنی واجب بالذات و بالغیر اور ممتنع بمعنی ممتنع بالذات یا بالغیر آیا ہے یا نہیں؟۔ اگر آیا ہے تو فقط لفظ واجب و ممتنع بالذات پر محمول

ہوگا۔ یا بالغیر پر یا محتاج قرینہ ہوگا۔

۳۹۔ قدرت کے دو معنی ایک صفتِ قدیمہ۔ جو ضد عجز ہے اور جمیع ممکنات کو شامل ہے اور دوسرے بمعنی تقدیر جو ممتنعات بالغیر کو شامل نہیں۔ کتبِ شرعیہ میں مستعمل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو قدرت ان معانی میں مشترک ہے یا حقیقت و مجاز پھر کون حقیقت ہے اور کون مجاز مدلل بیان ہو۔

۴۰۔ صفاتِ باری تعالیٰ واجب بالذات ہیں تو تعدد وجباء کا کیا جواب ہے اور اگر ممکن بالذات ہیں تو ہر ممکن کے لئے حادث اور مخلوق ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو ان کا خلق بالاضطرار ہے یا بالاختیار۔ اگر بالاضطرار ہے تو اول تو یہ مذہب کس کا ہے دوسرے شانِ باری تعالیٰ کے مناسب ہے یا نہیں۔ تیسرے ان کے سدور پر جابر کون ہے اور اگر بالاختیار ہے تو اول تو حدوث دوسرے علم سے پہلے علم قدرت سے پہلے قدرت علیٰ ہذا القیاس دور یا تسلسل لازم آئے گا یا نہیں۔ تیسرے قیامِ حوادث بذاتِ واجب تعالیٰ لازم آئے گا یا نہیں محل حادث خود حادث ہے یا نہیں۔ اور اگر واجب بالذات ہیں نہ ممکن بالذات اور لا عین لا غیر کہا جائے تو حصر مواد باطل دوسرے اجتماع وارتفاع نقیضین دونوں جاء لازم آئے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو مجددیت کی شان کے ساتھ نہایت متانت کے ساتھ بیان فرمایا جائے کہ جو اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے صحیح ہو جائے اور شکوک اور شبہات بھی دور ہو جائیں۔

۴۱۔ واجب کی ہر ایک صفت بسیط ہے یا کل یا بعض مرکب بھی ہے کلامِ باری تعالیٰ لفظی اور نفسی دونوں ہیں یا فقط ایک پھر وہ کیا ہے لفظی حادث وغیر قائم بذاتہ تعالیٰ و مرکب اور نفسی بسیط قائم بذاتہ تعالیٰ ازلی قدیم ہے یا اس کے سوا کوئی اور تحقیق ہے۔ کلام لفظی صفاتِ حقیقیہ محصنہ سے ہے یا صفاتِ افعال سے اس کو صفت کہنا باعتبارِ خلق حاصل ہے یا قیام باعینیت یا لا عین ولا غیر صاف بیان ہو۔ علیٰ ہذا القیاس کذب وصدق متکلم کا کس قسم میں داخل ہے۔

۴۲۔ کلامِ لفظی کو کلامِ باری کہنا حقیقتاً ہے یا مجازاً ہے اور اگر مجازاً ہے تو قرآن کی

تعریف جو اصولِ فقہ میں مذکور ہے اور علمِ کلام میں جو اس کا حکم بیان فرمایا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس تقدیر پر قرآن شریف کو کلامِ باری نہ کہنے والے کا کیا حکم ہے۔ اگر حقیقی ہے تو باوجود دیگر کلاموں کے اس صفتِ خلق میں مشارک ہونے کے ان کو کلامِ باری نہ کہا جائے اور قرآن شریف کو کلام باری کہا جائے وجہ فرق کیا ہے؟

۴۳۔ کلامِ لفظی باری تعالیٰ میں اور کلامِ لفظی انسان میں مادہ حروفِ ہجا ہے یا وہاں کچھ اور۔

۴۴۔ قدرت مجموعۂ کلام پر مستلزم قدرت علیٰ اجزاء کو ہے یا نہیں؟ قدرت علی الاعلیٰ مستلزم قدرت علی الادنیٰ کو ہے یا نہیں۔

۴۵۔ ممتنع بالذات کی علامت اور پہچان کہ جس کے صادق آنے سے اس کے مصداق کو ممتنع بالذات کہہ دیا جائے ہے یا نہیں اگر ہے تو بیان ہو؟

۴۶۔ دو شے میں باوجود اتحاد بالذات کے تغایر امکان بالذات اور امتناع بالذات کا ہوسکتا ہے یا نہیں۔

۴۷۔ مرکب کا وجود باعطائے وجودِ اجزاء ہوتا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ وجود فقط کل کا ہو اور اجزاء کلاً یا بعضاً معدوم ہوں۔

۴۸۔ صدق و کذب کی تعریف اور ہر ایک کی علت تامہ کیا ہے۔

۴۹۔ صدق و کذب کلام کی ذاتیات سے ہے یا لوازمِ ذات یا وجود سے کہ اپنے ملزوم سے جدا نہ ہو سکے یا عواضِ منفکہ سے۔ ایک ہی کلام باعتبار دو وقتوں کے اختلافِ محکی عنہ کی وجہ سے صدق اور کذب میں مختلف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۵۰۔ امکانِ علت مستلزم امکانِ معلول کو ہے یا نہیں۔ معلول ممتنع بالذات ہو اور علتِ تامہ ممکن بالذات ہو، یہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔

۵۱۔ صاحب موافقت کا ممتنع علیہ الکذب اتفاقاً فرمانا اس امتناع سے مراد بالذات ہے یا بالغیر اگر بالذات ہے تو صاحب عمدہ مسائرہ کا نقلِ اختلاف کیسا۔ اس میں کسی کا کلام صحیح ہے پھر صاحب عمدہ اور صاحب مسائرہ میں کس سے غلطی ہوئی، صاف تحریر

فرمایا جائے بحوالہ کتب کلامیہ۔

۵۲۔محقق دوانی نے جن حضرات کا مذہب جواز خلف فی الوعید لکھا ہے اس جواز سے مراد امکانِ وقوعی ہے یا ممتنع بالغیر ہے تو (یعد کرنا) کی دلیل کیسے صحیح ہوگی کیونکہ عدمِ وقوع یقینی ہے اور اگر مراد امکانِ وقوعی ہے تو ان قائلین کو کافر یا فاسق خارج از اہلِ سنت والجماعت کیا کہا جائے گا۔محقق دوانی نے ان کی نسبت کیا کہا ہے؟

۵۳۔محقق دوانی کا ایسا جواب دینا کہ جس کی وجہ سے جواز خلف فی الوعید لازم نہ آئے یہ جواب صحیح ہو یا نہ ہو۔ یہ امر آخر ہے لیکن ان کی تاویل سے اس شخص کا مذہب جو جوازِ الخلف فی الوعید کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوعِ کذب کا قائل ہو کر کافر ہوا یا نہیں۔

۵۴۔علی ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو تحیر اکابر اشاعرہ کا مسئلہ حسن وقبیح عقلی میں نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ آپ نے جو اس کلام کی تاویل المعتمد المستند کے اندر کی ہے۔آپ کی شانِ مجددیت علم وفضل سے نہایت مستبعد ہے۔مسائرہ کی عبارت بغور ملاحظہ ہو تب اس تاویل کا حال بخوبی معلوم ہو جائے گا۔استحالہ کذب متفق علیہ ہو اور فرق فقط دلیل کا ہو تو اس تقدیر پر جو معتزلہ نے کلامِ نفسی پر شبہ وارد کیا ہے۔اس کا جواب کیا ہوگا،غور سے جواب دیا جائے اگر عبارت مسائرہ سے ان اکابر اشاعرہ کا مطلب فعلیہ کذب ثابت ہو،تب یہ اکابر اشاعرہ کا فاسق کیا ہوئے۔

۵۵۔ خداوند جل وعلا شانہ جو اپنے وعدوں اور وعیدوں کو پورا کرے گا وہ بالاختیار یا بالاضطرار اگر بالاختیار ہے تو اختیار کے معنی بیان فرمائے جائیں۔

۵۶۔جن لوگوں کی نسبت جناب باری تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ہرگز ایمان قبول نہ کریں گے، ان کا مومن ہونا ممکن بالذات اور باوجود ممتنع بالغیر ہونے کے داخلِ قدرت ہے یا نہیں۔

۵۷۔علمِ باری تعالیٰ میں علم تابع معلوم ہے یا معلوم تابعِ علم۔ پہلے علمِ خداوندی

متحقق ہوتا ہے پھر معلوم اس کے مطابق متحقق ہوتا ہے یا پہلے معلوم متحقق ہو جاتا ہے اس کے مطابق علم ہوتا ہے۔

۵۸۔ کلام میں پہلے صدق اور کذب متحقق ہوتا ہے یا عدمِ موضوع یا اتصافِ موضوع بنقیض المحمول اور بضدہ اور تقدم کیسا ہے۔

۵۹۔ صدق اور کذب صفت کلام کی ہے یا محکی عنہ کی یہاں حصر اضافی باعتبار محکی عنہ اور کلام کی ہے نہ اعتبار متکلم کے۔

۶۰۔ صدق اور کذب کلامِ باری تعالیٰ اور کلامِ بشر دونوں میں ہم معنی ہیں یا کچھ فرق ہے تو بحوالہ کتاب بیان ہو؟

۶۱۔ جیسے اتصاف موضوع بالفعل بنقیض المحمول یا بضدہ مستلزم یا عین کذب کلام جزئی خاص ہے اسی طرح امکان اتصاف موضوع بنقیض المحمول یا بضدہ یا امکان سلب المحمول عن المحضوع مستلزم امکان کذب کلام جزئی موصوف کو ہوگا یا نہیں؟

۶۲ جمیع مومنین کو خالداً مخلداً جہنم میں داخل کرنے پر قدرت ہونے اور جمیع کفار کو خالداً مخلداً جنت میں داخل کرنا مقدور ہونا اگر چہ ہرگز ہرگز ثم ہرگز کبھی نہ ہوگا بلکہ مؤمنین جنت میں اور کفار دوزخ میں خالداً و مخلداً رہیں گے لیکن اگر چاہے تو ایسا ہوسکتا ہے۔ اگر چہ ہرگز نہ چاہے گا اس میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کا کچھ اختلاف ہے یا نہیں؟ اگر اختلاف ہے تو کیا اور حق کس کی جانب ہے اور آپ کا کیا مذہب ہے اور عقیدہ مذکورہ کا معتقد کون ہے۔

۶۳۔ باری تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اس وجوب سے کیا مراد ہے بالذات یا بالغیر اگر بالذات ہے تو کیا مطلب اور تقریر مذہب کس طرح اور اگر واجب بالغیر ہے تو کیا مطلب ہے۔

۶۴۔ واجب عقلی شرعی عادی علیٰ ہذا القیاس ممتنع ان کی تعریفیں اور احکام بھی جدا گانہ فرمائیے اور یہ کہ فعل باری تعالیٰ واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر عقلی شرعی، عادی سب داخلِ قدرت اور ممکن بالذات ہی کی قسمیں ہیں یا کوئی ان میں سے خارج عن القدرت اور واجب بالذات اور ممتنع بالذات کی قسم سے بھی ہے۔ غرض ان کی تعریفات اور ہر قسم کی دیگر اقسام

سے نسبت صاف بیان ہو۔

۶۵۔ انسان اشرف المخلوقات ہے یا نہیں اگر نہیں تو اشرف المخلوقات کون ہے؟

۶۶۔ انسان نوع ہے کہ نہیں۔ نوع کے افراد متحد بالذات ہوتے ہیں یا کہ نہیں۔

۶۷۔ ایک انسان کی نظیر ومثال انسانیۃ واوصاف مختصہ بالانسانیۃ میں دوسرا انسان ہی ہوگا جو اس کے ساتھ متحد بالذات ہے یا دوسری نوع کا فرد بھی کسی انسان کی نظیر ومثالِ مذکور بن سکتا ہے۔ نظیر الشئ ومثال الشئ کی تعریف وشرائط بیان ہوں۔

۶۸۔ کسی انسان کی نظیر ومثال میں اتحاد زمانہ بھی شرط ہے کہ نہیں؟ اگر شرط ہے تو جس قدر انسان گزر چکے ہیں وہ سب ممتنع النظیر ہیں یا نہیں اگر ہیں تو یہ امتناع بالذات ہے یا بالغیر اور یہ امتناع نظیر قابلِ مدح ہے یا نہیں اور اگر اتحاد زمانہ شرط نہیں تو وہ امتناعِ نظیر جو موجبِ مدح ہے کون سا ہے اس کی کیا تعریف ہے۔ مفصل بیان فرمائیے۔

۶۹۔ ایک نوع کے بعض افراد ممکن وموجود اور بعض ممتنع بالذات ومعدوم ہو سکتے ہیں یا نہیں اگر ہو سکتے ہیں تو تبدلِ ذات لازم آتا ہے یا نہیں؟

۷۰۔ امر ممکن کی نظیر ممکن بالذات ہی ہوگی یا ممتنع بالذات بھی ہو سکتی ہے۔

۷۱۔ کسی کلی ممکن کے افراد کی نسبت قدرتِ باری تعالیٰ متناہی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۷۲۔ کسی کلی ممکن کے افراد موجود کسی مرتبہ پر جا کر بقیہ افراد ممتنع بالذات ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

۷۳۔ قدرتِ باری غیر متناہی ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کا کیا مطلب ہے؟

۷۴۔ کوئی مخلوق میں ایسا بھی ہے کہ قدرتِ باری میں اس کی نظیر داخل نہ ہو وعدہ باری تعالیٰ یا عدمِ مشیتِ ایزدی امرِ آخر ہے۔ گفتگو نفسِ قدرت میں ہے اگر قدرتِ باری تعالیٰ کسی مخلوق کی نظیر پیدا کرنے سے عیاذاً باللہ عاجز ہے تو اس کی وجہ نظیر کی ذات ہے۔ یا کوئی امرِ آخر خارج عن الذات اگر ذات ہے تو ذی نظیر کیسے موجود ہو۔ اور اگر امر خارج عن الذات ہے تو وہ نعوذ باللہ نقصانِ قدرت ہے یا کیا پھر یہ امتناع بالغیر یا بالذات۔

۷۵۔ کسی کلی ممتنع بالذات کا کوئی فرد موجود ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کوئی مخلوق سوائے ممکن کے ممتنع بالذات یا واجب بالذات ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۷۶۔ جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام افرادِ انسانی متحد بالذات ہیں یا مختلف الملہلت۔

۷۷۔ اگر مختلف الماہیات ہیں تو وہ ماہیاتِ مختلفہ کلیات ہیں یا نہیں۔ اگر کلیات ہیں تو کلی کی کسی قسم میں داخل ہیں۔ واجد الواحد مع امکان الغیر اوامتناعہ میں یا اور کسی میں اور پھر امتناعِ افرادِ آخر بالذات ہے یا بالغیر اور کلیات نہیں تو تشخصات و وجودِ ہر واحد عین ذات ہیں یا نہیں؟

۷۸۔ واجب تعالیٰ کی نظیر ممتنع بالذات ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی علت کیا ہے؟ اگر کسی اور شے کی نظیر ممتنع بالذات ہوگی تو اس کی علت بھی یہی ہوگی جو واجب کی نظیر میں پائی جائے گی یا کوئی دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے جو واجب کی نظیر میں نہ پائی جائے۔

۷۹ جس کی نظیر ممتنع بالذات ہو اس کا واجب بالذات یا ممتنع ہونا ضرور ہے یا نہیں۔

۸۰۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جملہ کمالات اور اوصافِ حمیدہ اور ان کا کسی زمانہ کے اندر موجود ہونا یہ تمام امور کلاً یا بعضاً ذاتیاتِ نبی یا نبوت یا ان دونوں کے لوازمِ ذات یا لوازمِ وجود سے ہیں یا عوارض منفکہ سے یا تفصیل ہے۔

۸۱۔ جو شخص اس امر کا قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات، سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء، والمرسلین ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوا نہ ہے اور نہ ہوگا یہ مسئلہ باجماعِ امت ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور اس معنی کے اعتبار سے ختمِ نبوت بھی آپ کے لیے باتفاقِ امت متحقق و ثابت ہے مع ہذا۔ اگر ولکن رسول للّٰہ وخاتم النبین میں ختمِ نبوت کے معنی نبوت بالذات کیلئے جاویں کہ آپ کی نبوت لذات ہے تو وجود نبی بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگرچہ ہرگز کبھی نہ ہوگا۔ منافی خاتمیت بمعنی مذکور کے نہیں ہے (گو آپ کے بعد نبی کا قائل باتفاقِ امت کافر ہے

اس واسطے کہ منکر ختم نبوت زمانیہ کا ہوا جو باجماع امت ثابت ہے) یہ شخص مسلمان ہے یا کافر ہے اگر کافر نہیں تو اس کا کافر کہنے والا کون ہے۔

۸۲۔ قرآن شریف کے لئے ظہر و بطن جو حدیث میں آیا ہے اس کے کیا معنی اور باطنی معنی کے وقت ظاہری معنی بھی مراد لیتے ہیں یا وہ متروک ہوتے ہیں۔ حدیث[1] کے واسطے بھی ظہر وبطن ہوتا ہے یا نہیں؟

۸۳۔ وہ باطنی معنی کیوں لئے جاتے ہیں ان کی کیا ضرورت ہوتی ہے اور ان معنی کے واسطے کس علم کی ضرورت ہے۔ ان معنی کی صحت کے کیا شرائط ہیں مفصل بیان ہوں۔

۸۴۔ کسی حدیث صحیح کو خواہ مخواہ ترک کرنا کیسا ہے اگر کوئی حدیث صحیح بظاہر دوسری حدیث صحیح یا آیت کے متعارض ہو تو تعارض قائم کر کے ایک کو ترک کرنا چاہیے یا ایسے معنی لینا مناسب ہیں جو تعارض باقی نہ رہے۔ حنفیہ کا اس میں کیا مسلک ہے بحوالہ کتاب بیان ہو۔

۸۵۔ کسی حدیث کو اگر بوجہ ظاہری تعارض کے کسی نے متروک کیا ہو تو کیا جب اس کے معنی صحیح بھی بن سکتے ہوں اس وقت بھی وہ متروک ہی رہے گی یا غیر متروک۔ آج کل کے علماء میں اگر کوئی شخص معنی غیر متعارض بیان کرے تو کیا وہ غیر منقول ہوں گے اگر غیر منقول ہیں تو کس وجہ سے۔ اس کا ہمارا ہمعصر یا قریب العہد ہونا وجہ رد ہے یا کوئی دوسری وجہ۔

۸۶۔ ایک وقت میں اگر چند افراد ایک کلی کے موجود ہوں اور بعد میں اس کلی کے افراد منقطع ہو جاویں تو وہ تمام افراد خاتم زماں ہوں گے اور سب کو خاتم افراد کہہ سکتے ہیں یا بعض کو اور وہ کون ہیں یا کوئی بھی نہیں۔

۸۷۔ تعددِ خواتم خاتم زمانی کے منافی ہے یا خاتم بمعنی متصف بالذات کے۔

۸۸۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے امکانِ ذاتی کا قائل اور آپ کے بعد جواز (بمعنی امکان ذاتی) نبی کا معتقد بھی منکرِ خاتمیت یا کسی امر قطعی الثبوت کا

1۔ یعنی اگر آیت میں خاتم زمانی مراد لیا جائے تو اس کے واسطے وجودِ نبی بعد خاتم منافی ہے یا آیت میں خاتم بمعنی متصف بالذات ہو تب بھی وجود نبی خاتم منافی خاتمیت مذکورہ کے ہے۔

ہے یا نہیں اگر کافر نہیں تو اس کو کافر کہنے والا کیا ہے۔آپ کے بعد نبی کا امکانِ ذاتی خاتمیت کو باطل کرتا ہے یا نہیں اور یہ عقیدہ مستلزم امکانِ کذب باری تعالیٰ و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو ہے یا نہیں۔

۸۹۔ جب کوئی شخص آپ کے بعد امکانِ ذاتی نبی کا قائل ہو تو اس عقیدہ کے موافق ایک وقت میں آپ کے بعد دو چار دس بیس نبی بھی ممکن ہوئے اور فرض کرو کہ ان کے بعد پھر کوئی نبی متحقق نہ ہو تو یہ سب کے سب خواتم ہوں گے یا نہیں اور یہ شخص جو امکانِ خواتم کا بھی قائل ہے کافر و فاسق و خارج از اہل سنت والجماعت ہو گا یا نہیں۔

۹۰۔اگر آپ کو نبی بالذات کہا جائے اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبی بالعرض تو یہ فرق بالذات و بالعرض کا منافی مساوات و مماثلت کو ہے یا نہیں اور اس عقیدہ کے موافق اب کوئی نبی بھی آپ کے مماثل ہو نہ سکے گا۔ یا جب خاتم کے معنی فقط خاتم زمانی کے لئے جائیں اس وقت آپ کی نظیر ممتنع ہوگی۔شانِ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسب کون سے معنی ہیں۔ معنی ختم زمانی تو متفق علیہ ہے اس پر اگر خاتمیت بمعنی اتصاف بالذات بھی ثابت کی جائے تو اس میں رفعتِ شانِ والا ہے یا نہیں۔

۹۱۔ ہر سلسلہ اوصاف عرضیہ میں متصف بالذات ایک ہی ہوگا یا متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔ مدلل بیان ہو اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ در بارۂ خواتم سبعہ صحیح الاسناد ہے یا نہیں۔اگر نہیں تو کس وجہ سے اگر ہے تو اس کے کیا معنی ہیں؟ اگر آپ معنی صحیح نہ بیان کر سکین تو کیا وہ حدیث اس وجہ سے غلط ہو سکتی ہے اگر کوئی تصحیحاً للحدیث خاتم النبیین کے معنی متصف بالذات کے اور خاتم زمانی جو باجماع ثابت ہے اس کا بھی مقر ہو اور برتقدیر صحتِ حدیث ان خواتم سبعہ کو اظلالِ محمدی کہے تو اس میں کیا وجہ کفر کی ہے۔ بشرطِ صحتِ اسناد حدیث کو غلط یا متروک کہنا مناسب ہے۔ یا یہ معنی یا کوئی اور معنی یا معنی کو اختیار کر لئے جائیں یا کوئی اور شخص کوئی اور ایسے معنی بیان کرے جو صحیح بھی ہو اور ترکِ حدیث بھی لازم نہ آئے) غور سے بیان ہو؟

۹۲۔ اگر خاتم کے معنی زمانی ہی کے لئے جائیں اور بھی آپ کے زمانے میں طبقاتِ ارض میں فرضاً انبیاء ہوں تو کیا خاتم زمانی کے منافی ہے یا نہیں اگر ہے تو مدلل بیان

فرمایا جاوے اگر نہیں تو وجہ ردِ اثر مذکور کیا ہے۔ اثرِ مذکور کس آیت یا حدیث کے منافی ہے۔ استقرارِ شمس کا محل اور جو معنی حدیث میں آئے ہیں وہ صحیح اور معتمد علیہ اہل سنت ہیں یا نہیں؟ وہ کسی قطعی دلیل کے منافی ہیں یا نہیں ہیں؟ تو صحیح حدیث کی کیا صورت ہے۔

۹۳۔ جب کسی حدیث کے معنی بظاہر نہ معلوم ہوں تو اس کو غلط ہی کہنا یہی قاعدہ کلیہ ہے یا کہیں اس قاعدہ کا خلاف بھی کیا گیا ہے؟ غرض اس بحث کو مفصل بیان فرمایئے۔

۹۴۔ جب خاتم کے معنی زمانی کے لئے جاویں اور آپ کے بعد کوئی شخص امکانِ نبی کا قائل ہو تو یہ امکانِ نبی مستلزم امکانِ کذب کلامِ باری تعالیٰ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کا معتقد کافر ہے یا نہیں اور اگر مستلزم امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کو نہیں تو وجودِ نبی آپ کے بعد بھی مستلزم کذبِ کلامِ مذکور کو ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو جب وجودِ نبی مستلزم کذبِ کلامِ مذکور کو ہے تو امکانِ نبی مستلزم امکانِ کذبِ کلامِ مذکور کیوں نہ ہوگا۔ اور اگر وجود نبی آپ کے بعد بھی مستلزم کذبِ کلامِ مذکور کو نہیں تو پھر کلامِ مذکور کے کذب کی کیا صورت ہے بغور بیان ہو۔

۹۵۔ اگر کسی کلی کے کچھ افراد موجود ہو کر منقطع ہو جاویں تو آخر افراد کو خاتم افرادِ محققہ کہا جائے گا یا افرادِ محققہ اور مقدرہ دونوں کا خاتم ہے۔

۹۶۔ اس آخر افراد کو جو وصف خاتم افراد ہونے کا ملے گا او کسی وجہ سے ضروری ہو جائے تو بقیہ افرادِ مقدرہ چونکہ مبطلِ وصفِ خاتمیتِ خاتم ہیں ممتنع بالذات ہوں گے یا ممکن بالذات ممتنع بالغیر اور یہ وصف خاتمیت آخر افرادِ محققہ کا ذاتی ہے یا لازمِ ذات یا وجود ہے یا کس قسم کا ہے مفصل بیان ہو۔

۹۷۔ واجب الوجود کلی ہے یا جزئی ہے اگر کلی ہے تو مانعِ تعدد نفس مفہوم ہے تو کلیت کیسی اور اگر امر آخر ہے تو وہ کون ہے اور منافی وجوبِ ذاتی ہے یا نہیں اور اگر جزئی ہے تو فرد ہے یا حصہ ہے یا شخص پھر شخص وغیرہ کے کیا معنی ہیں پھر تشخص اور وجود عین ذات ہے یا غیر نہایت غور سے بیان فرمایا جاوے یا جزئی کلی کچھ بھی نہیں تو پھر کیا کہا جائے اور حصر کلی و جزئی باطل ہوا یا نہیں؟

۹۸۔ شریک ونظیر الباری کی حقیقت اگر واجب الوجود ہے یا ذات کے لئے وجود ضروری ہے یا عین وجود ہے تو پھل واجب تعالیٰ کے وہ بھی موجود اور واجب بالذاتے ہوتا اور اگر اس کی حقیقت واجب الوجود نہیں یا ذات کے لئے وجود ضروری نہیں یا وجود عین ذات نہیں تو وہ شریک ونظیر الباری کیسے ہوگا۔؟

۹۹۔ جب ارادۃ باری تعالیٰ کسی شخص کے وجود یا عدمِ وجود کے ساتھ متعلق ہو یا ممکن کا احد الطرفین واقع ہو جائے یا احد الطرفین ممکن کے ساتھ وعدہ یا وعید باری تعالیٰ متعلق ہوتو وہ جانب واجب یا ممتنع بالغیر ہوگی یا نہیں اور باوجود وجوب یا امتناع کے امکان باقی رہے گا یا امکان سے خارج ہوکر وجوب وامتناع ذاتی تک پہنچے گا۔

۱۰۰۔ اگر ممکنِ مذکور ممکن بالذات ہی رہے گا تو اللہ تعالیٰ نے جس ارادہ اور قدرتِ الٰہیہ سے اس کو وجوب یا امتناع بالغیر عطا فرمایا ہے پھر بھی وہ خداوند کریم باختیارِ خود اس وجوب وامتناع غیری کو اٹھا کر دوسری جانب کو یہ اوصاف مرحمت فرما سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو جبر لازم آتا ہے یا نہیں اور ممکنات کا خارج عن القدرت ہونا لازم آئے گا یا نہیں اگر لازم آئے گا تو منافی الوہیت ہے یا نہیں۔

۱۰۱۔ خداوند کریم وحدہ لاشریک ہے لیس کمثلہ شیء ہے شریک فی الذات و شریک فی الصفات کی تعریف بحوالہ کتاب بیان ہو پھر یہ کہ خداوندِ کریم کے واسطے نفی شریک فی الذات وفی الصفات دونوں ثابت ہیں یا ایک توحید فی الذات اور فی الصفات دونوں کی ضرورت ہے یا فقط ایک کی کتبِ کلام کا حوالہ ہونا ضروری ہے۔

۱۰۲۔ ذات وصفات باری تعالیٰ داخلِ قدرتِ باری تعالیٰ ہیں یا نہیں۔ باری تعالیٰ اپنی ذات پر تصرف کرسکتا ہے یا کسی صفت کو کسی مخلوق کو دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کا معتقد کہ فلاں صفت باری تعالیٰ کی فلاں شخص میں موجود ہے مشرک ہے یا نہیں؟

۱۰۳۔ جملہ صفاتِ باری تعالیٰ سمع وبصر وقدرت وارادہ علم وغیرہ غیر متناہی ہیں یا متناہی۔ اگر غیر متناہی ہیں تو بالفعل یا بالقوہ۔ اگر بالفعل ہیں تو دلائل ابطالِ تسلسل جاری ہوتے ہیں یا نہیں؟

۱۰۴۔ کسی بشر کی بھی کوئی صفت دنیا میں غیر متناہی بالفعل ہوسکتی ہے یا نہیں بمعنی لاتقف عند حد بھی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

۱۰۵۔ صفاتِ مختصہ باری تعالیٰ کون کون سی ہیں جو بشر میں بالذات یا بالعرض کسی طرح بھی نہ ہوسکیں۔ جو چیز شریک ہے وہ تمام مخلوقات کی نسبت شرک ہے یا کوئی چیز ایسی ہے کہ بعض مخلوقات کو ثابت کی جاوے تو شرک نہ ہو اگر ہے تو وہ صفت کیا ہے اور وہ بشر کون ہے؟

۱۰۶۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کوئی صفت مختصہ خداوندی بالذات یا بالعرض آسکتی ہے یا نہیں؟

۱۰۷۔ جملہ ممکنات میں جملہ صفات بالعرض یعنی عطاء الٰہی ہیں یا کوئی صفت بالذات یعنی بغیر عطاء الٰہی بھی ہے یا ہوسکتی ہے یا ہوئی ہے؟

۱۰۸۔ کسی ممکن یا کسی بشر یا ولی یا نبی کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں میں جملہ صفات خداوندی بالعرض یا بالذات ہیں موجب کفر وشرک ہے یا نہیں؟

۱۰۹۔ جملہ بنی آدمی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادراکات بالعرض ہیں یا جو اشیائے غائبہ ہیں فقط ان کا ہی بالعرض ہے یعنی باعطاء باری تعالیٰ اور اشیائے حاضرہ کا بالذات یعنی بغیر عطاء خداوندی اگر کسی علم کی نسبت بالذات کا اعتقاد کیا جائے تو یہ عقیدہ شرک وکفر ہوگا یا نہیں۔

۱۱۰۔ غیب کے کیا کیا معنی ہیں اور کوئی معنی علمِ غیب کے مختص باری تعالیٰ ہیں یا نہیں۔ فقہاء جس غیب کی نسبت یہ کہتے ہیں۔ اگر غیر اللہ کے لئے ثابت کیا جائے تو کفر وشرک ہے۔ وہ غیب کون سا ہے بحوالہ کتاب بیان ہو، اجتہاد اور مجددیت کو دخل نہ دیا جائے، مسلکِ حنفیہ کیا ہے۔

۱۱۱۔ فقہاء کا یہ مطلب (کہ مختص بالباری تعالیٰ علمِ غیب بمعنی علم بالذات کے ہے۔ یعنی اشیاء غائبہ کا علم بالذات اللہ تعالیٰ کو ہے۔ کسی کے واسطے علمِ غیب بالذات ثابت

کرنا کفر اور شرک ہے۔ نہ بالعرض صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو تخصیص کی وجہ کیا ہے۔ اگر اشیاء حاضرہ کا علم بالذات کسی نبی ولی کو ثابت کیا جائے تو کیا وہ شرک اور کفر نہ ہوگا جیسے فقہاء نے علمِ غیب کو بیان کیا ہے ویسے ہی کہیں علم بالشہادہ کو بھی بیان فرمایا ہے جو اولیٰ بالبیان تھا یا نہیں علاوہ ازیں تمام غائبات کا یہی حال ہے یا کچھ فرق ہے۔ وجہ تخصیص کیا ہے۔ دوسرے یہ قید کسی کلام میں بالصراحت مذکور بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر یہ تاویل صحیح نہیں تو علمِ غیب بالعرض غیر اللہ کے واسطے ثابت کرنے والا بھی کافر ہوگا یا نہیں؟ دوسرے علمِ غیب بالعرض اکثر اولیاء کو بھی اکثر اشیاء کا ثابت ہے۔ پھر تکفیر کا کیا مطلب ہے بغور بیان ہو یعنی تکفیر بھی اہل قبلہ کی ہے کہ جس کی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بالذات خیال کرے گا۔ فقہاء نے بدگمانی کیوں کی اور وہ بھی جس کی نوبت کفر تک پہنچی۔

۱۱۲۔ علم بالفعل جمیع اشیاء کا بحیث لایشذ عنھا واحد۔ اور وہ بھی علمِ حاضر جس پر کبھی ذہول اور سہو نسیان طاری نہ ہو۔ خاصہ باری تعالیٰ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کو غیر اللہ کے واسطے ثابت کرنے والا کافر و مشرک ہے یا نہیں؟

۱۱۳۔ علمِ غیب مذکور کی تخصیص بالباری تعالیٰ نہیں تو ہر شخص کو ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوسکتا ہے تو کسی کو ہوا بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہر شخص کو نہیں ہوسکتا ہے تو تخصیص بالا ولیاء ہے یا بالانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا دونوں میں ممکن ہے۔ اگر ممکن ہے تو بدرجہ فعلیہ بھی آیا ہے یا نہیں اگر آیا ہے تو وہ افراد کون کون ہیں۔

۱۱۴۔ علمِ غیب مذکور ذاتیات نبی یا نبوت یا ولی یا ولایت یا خاصہ لازمہ ذات یا وجود سے ہے یا نہیں اگر نہیں تو پھر کس ولی یا نبی کو یہ رتبہ عنایت ہوا ہے کس کو نہیں اور جن کو عنایت ہوا کب ہوا خصوصاً سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

۱۱۵۔ یہ اعتقاد کہ فلاں ولی یا نبی یا خصوصاً سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم علمِ غیب بمعنی مذکور عطا ہوا ہے۔ اول تو یہ مسئلہ کس درجہ کا ہے۔ اس کا اعتقاد ضروریات دین سے ہے یا نہیں کہ اعتقاد نہ رکھنے سے کچھ نقصان ہے یا نہیں۔ اس کی نسبت کتب عقائد میں کچھ ذکر

ہے یا نہیں۔ سلف سے اس کے بارے میں کچھ مذکور ہے یا نہیں۔ قرآنِ شریف میں اس کی نسبت کچھ ذکر ہے یا نہیں۔ اس عقیدہ کے واسطے کس درجہ کی دلیل کی ضرورت ہے اور اس درجہ کی دلیل یہاں موجود ہے یا نہیں اور یہ علم کس وقت عنایت ہوا اس کا بیان بھی ہے یا نہیں۔

۱۱۶۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو علوم عطا ہوتے ہیں ان پر سہو ونسیان مطلقاً طاری نہیں ہوتا ہے یا تفصیل ہے۔ مذہب محققین اہل سنت والجماعت کیا ہے۔ بحوالۂ کتاب جواب مرحمت ہو۔

۱۱۷۔ قرآن شریف یا احادیث میں جو لفظِ کل شی پر واقع ہے وہاں تمام بلکہ جمیع افرادِ شے بحیثیت لایشذ عنہ واحد مراد ہیں یا بعض جگہ کسی خاص نوع کے افراد پر بھی حکم کیا گیا ہے اور جب یہ اطلاق بھی ثابت ہے تو اب اگر کسی جگہ کل شے کا لفظ واقع ہو تو بدون کسی دوسری دلیل عموم کے فقط یہ ہی لفظ دلیل عموم جمیع اشیاءِ بحیث لایشذ عنہا واحد ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۱۱۸۔ قرآن شریف میں بکثرت اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے علمِ غیب ثابت فرمایا ہے۔ اس سے مراد بالذات ہے یا مطلقاً۔ اگر بالذات ہے تو فقط اس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ علاوہ اس کے کفار نے کیا کسی کے لیے علمِ غیب بالذات کبھی ثابت بھی کیا تھا جس کی نفی کی اس قدر شدومد سے ضرورت ہوئی۔ دوسرے علم بالذات کی نفی اگر کرنی تھی تو اشیاء موجودہ احق بالنفی تھیں بخلاف اشیاء غائبہ کے۔

۱۱۹۔ اگر کسی نبی یا ولی کی نسبت چند اشیاء، غائبہ کا علم مطلقاً یا خاص وقت میں ثابت ہو یا علمِ مطلق الغیب ہونہ "العلم المطلق للغیب المطلق" تو ایسے شخص کی نسبت کسی خاص شے کو جو اشیاء غائبہ معلومہ میں داخل نہ ہو، یا دخول عدم دخول معلوم نہ ہو یا دخول معلوم ہو مگر وقت مخصوص کے سوا دوسرا وقت ہو معلوم کہا جائے گا یا غیر معلوم یا کیا ایسے شخص کی نسبت اگر یہ کہا جائے کہ ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ علم ہے یا نہیں اگر علم دیا گیا ہے تو ہے ورنہ نہیں تو کیا یہ عقیدہ کفر ہے یا اس میں ولی یا نبی کی توہین ہے۔ اگر کوئی شخص شئے موصوف

کا مطلقاً یا غیر وقتِ معین میں عالم کہے تو حسب تصریحاتِ فقہا کافر ہوگا یا نہیں اور جس ذریعہ سے علم غیب حاصل ہوا ہے وہ مثل دیگر ذرائع علم کے ہر وقت حاصل ہے اور وہ شخص ہر شے کا بلاشرط مدرک اور برخلاف حواس کے غلطی سے مامون ہے یا اس کا کوئی اور حکم ہے۔

۱۲۰۔ اگر کسی اذل خلائق کو کسی ادنی شئے کا علم یا قدرت کسی نص سے ثابت ہو اور کسی ولی یا نبی کی نسبت وہ خاص شے منصوص بعلم یا قدرت نہ ہو تو اگر اس شے کا علم اول کو ثابت کیا جائے نہ ثانی کو تو کیا اس میں اول کی تعظیم اور توقیر اور ثانی کی ذلت وتوہین ہوگی اور وہ تمام علم وفضل کمالاتِ ولایت ونبوت اب جاتے رہیں گے۔ اگر ذلیل پیشوں یا ناجائز علموں کو جو آج کل کے مزدور یا چوڑا کو جانتے ہیں ان کو تو ثابت کیا جائے اور اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے نفی کی جائے یا سکوت کیا جائے تو یہ لوگ اولیائے کرام اور انبیاء عظام سے بڑھ جائیں گے۔ یا اس میں اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین لازم آئے گی اور نافرمانی یا ساکت کافر ہو جائے گا۔

۱۲۱۔ اگر کوئی شخص کوئی کلام کہے اور دوسرا شخص اس کے معنی لازمی یا لازم درلازم کہہ کر توہین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا خلافِ شانِ عظمتِ خداوندی ثابت کرے اور متکلم کو ان معنی لازمی کا مدت العمر کبھی خیال بھی نہ آوے اور یہ شخص کرے اور متکلم کو ان معنی لازمی کا مدت العمر کبھی خیال بھی نہ آوے اور یہ شخص جو اس کلام کے معنی لازم لیتا ہے عوام اہلِ اسلام کے اقوال وافعال کو باوجود خلافِ مشاہدہ کے حسنِ ظن کی بناء پر ان محامل حسنہ پر حمل کرتا ہے کہ جن کو عام اہلِ اسلام جانتے بھی نہیں ہیں اور علماء کے کلام کے معنی بگاڑتا ہے تو اب متکلم مذکور اس معنی لازمی غیر مراد کے بیان پر کافر فاسق یا خارج از اہل سنت والجماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس معنی لینے والے کے واسطے کیا حکم ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ کل اشیاء بحیثیت لا یشذ عنہا واحد کا ثابت کیا جائے تو شرک فی صفت علم الغیب واحاطہ علی جمیع اشیاء میں لازم آتا ہے یا نہیں۔ اس کے معتقد کا کیا حکم ہے۔ اور علمِ کلام میں اس عقیدہ خاص کی نسبت کچھ ذکر ہے یا نہیں۔ اگر نفی شرک کے

واسطے فرق علم بالذات اور علم بالعرض کا کافی ہے تو اگر کوئی شخص علم بالذات ہی کا قائل ہو تو بوجہ حدوث وقدم کی نفی شرک نہ ہو جائے گی۔ علمِ الٰہی قدیم وعلمِ محمدی حادث تو یہ عقیدہ بھی شرک ہوگا یا نہیں؟

۱۲۲۔ عالم آخرت میں زیادتی علومِ آخرت کی ہوگی یا نہیں **فلا تعلم نفس ما أُخفی لهم من قرة اعین** کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی مصداق ہوں گے یا نہیں۔ خصوصاً حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اگر زیادتی ہوگی تو جب یہی تمام اشیاء کا علم مرحمت ہو گیا تو وہاں کون سی ترقی علمی ہوگی جو اعظم الترقیات ہے۔ **وللاٰخرة خیر لک من الاولٰی** کیسے متحقق ہو گیا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بعض کو بعض پر فضیلت علمی ہے یا مساوی ہیں۔ **فلا تعلم نفس ما اخفیٰ لهم من قرة اعین** کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستحق ہیں یا نہیں؟

۱۲۳۔ اگر کوئی شخص کسی اور مخلوق میں بھی علم وقدرت سمع وبصرہ وغیرہ جمیع اشیاء کا بحیث لایشذ عنہا واحد ثابت کرے اور یہ بھی کہے کہ یہ تمام صفات باعطائے الٰہی فلاں شخص میں ہیں تو وہ شخص مشرک ہوگا یا نہیں۔ اس کی دلیل کسی کے نزدیک ثابت ہو نہ ہو یہ امر آخر ہے۔ گفتگو اس میں ہے کہ نفسِ عقیدہ شرک ہے یا نہیں دلیل اگر ثابت نہ ہوگی تو جھوٹا ہوگا۔ کافر ومشرک بھی کہہ سکیں گے یا نہیں۔

۱۲۴۔ کسی مخلوق کی نسبت گو وہ ولی ہو یا نبی یہ عقیدہ رکھنا کہ تمام صفاتِ خداوندی کا مظہر تام ہے۔ **هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شیء علیم، وبكل شیء محیط، وعلیٰ كل شیء قدیر. وبكل شیء شهید وهو معكم اینما كنتم** اس کی شان ہے۔ جمیع اشیاء پر قدرت خلق جمیع اشیاء، احیاء، امانت، رزق، مرض، صحت، غناء، افلاس، خشکی، بارش، غرض جو کچھ کہ دنیا میں ہو رہا ہے وہ اس کی قدرت سے ہوتا ہے۔ سب کو وہی مارتا ہے جلاتا ہے وہی رزق دیتا ہے، جس قدر انعامات وغیرہ مخلوقات پر ہوتے ہیں وہی کرتا ہے، سب کو دیکھتا ہے، سب کاموں کو سنتا ہے علم سمع بصر الٰہی

وقدرتِ الٰہیہ اس سے زائد نہیں بلکہ قدرتِ الٰہیہ سے اب دنیا میں کچھ نہیں ہوتا جو بالذات ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے اس شخص کو قدرتِ بالعرض سے ہوتا ہے جو بعطیۂ الٰہی اس کو ملی ہے۔ اول تو یہ عقیدہ شرک وکفر کا ہے نہیں، اس کی نسبت علمائے سلف نے کچھ لکھا ہے یا نہیں دوسرا امر یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ کفر نہیں تو پھر اس کا اعتقادِ ضروری ہے یا نہیں اور اس واسطے کیسی نص کی ضرورت ہے اور وہ نص کیا ہے اور ایسا شخص ہونا ضرور ہے یا نہیں؟

۱۲۵۔ اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہے تو کون ہے اور اولیاء میں ہے تو کون ہے یا دونوں گروہ میں بعض خدمات کے متعلق ہیں اور بعض بعض کے مفصل بیان ہو۔

۱۲۶۔ زید کا یہ عقیدہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں، تمام دنیا کے علوم آپ کے علوم کے سامنے اتنی نسبت نہیں رکھتے جیسا ذرہ آفتاب کے سامنے معہذا علوم نبویہ کو علمِ الٰہی کے سامنے بھی یہی نسبت ہے جن اشیاء کی نسبت آپ کا علم قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس میں تو کوئی مسلمان کیسے کلام کر سکتا ہے۔ ہاں جن اشیاء کا علم کسی نص سے ثابت نہیں اس کی نسبت اگر آپ کو علم مرحمت ہوا ہے تو ہے ورنہ نہیں، ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ کو اس کا علم ہے یا نہیں، اس ثبوت علم کے واسطے دلیل چاہئے۔ یہ عقیدہ زید کا کفر ہے یا نہیں اگر ہے تو علمِ انبیاء کی نسبت خصوصاً سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو حکم شرع شریف ہو بحوالہ کتاب وعبارت بیان ہو۔

۱۲۷۔ احکام بتمامہ فرض، واجب، سنت، مؤکدہ، مستحب، مباح، حرام، مکروہ، تحریمی، مکروہ تنزیہی کی علیحدہ علیحدہ تعریف اور ہر ایک کا حکم جدا جدا صاف بیان ہو اور پھر ان امور متفقہ کا ایک ہی حکم ہے یا جداگانہ فرض، متفق علیہ کے منکر کا جو حکم ہے مختلف فیہ کا بھی وہی ہے یا دوسرا علی ہذا القیاس اور ایک کے ساتھ دوسرے کا برتاؤ کیا جائے یا اعتقاد کیا جائے تو یہ جائز ہے یا ناجائز ہے، ہر تغیر کا جدا جدا حکم بحوالہ کتاب بیان ہوا اور ایک مرتبہ کے ساتھ دوسرے مرتبہ کا سا عمل کرنا اس کا کیا طریقہ ہے اور کیا علامت ہے، زبان سے انکار کرے مگر عمل کے مرتبہ میں ایک کو دوسرا کر دے تو اس کی پہچان کیسے ہو کہ اس کا انکار زبانی

صحیح ہے یا غلط، مفصل بیان ہو۔

۱۲۸۔ مطلق بدعت کی تعریف پھر سیئہ اور حسنہ علی ہذا القیاس سنت کی تعریف بحوالۂ کتاب بیان ہو نیز یہ بھی کہ بعض امور کو فقہاء بدعت کہتے ہیں تو دلیل میں ''لم یثبت'' نقل فرماتے ہو اور بعض جگہ مستحب کا حکم لگاتے ہیں حالانکہ لم یثبت میں وہ بھی شریک ہوتی ہے تو اس کا کوئی کلیہ ہو کہ فلاں قسم کی شئے قرونِ ثلاثہ میں نہ ہونے کی وجہ سے بدعت سیئہ ہو جائے گی اور فلاں قسم نہیں تو بیان ہو ورنہ حصر افراد کیا جائے، کل بدعۃ ضلالۃ کلیہ غیر مخصوص عنہ البعض ہے یا نہیں۔ اوّل ہے تو تقسیم بدعت حسنہ اور سیئہ ن طرف کیسے مفصل بیان ہو اور ثانی ہے تو دلیل تخصیص اور تقسیمِ بدعت میں نزاع حقیقی ہے یا لفظی۔

۱۲۹۔ کسی نفل ومباح پر ملازمت کرنی اور ایک یہ کہ دوسرے نہ کرنے والے یا واجب فرض نہ کہنے والے یا عمل پر مداومت نہ کرنے والے یا عملاً فرض واجب جاننے والے پر طعن کرنا ان دونوں میں فرق ہے یا نہیں اور صورتِ ثانیہ پر حکمِ مذموم میں داخل ہے یا نہیں۔

۱۳۰۔ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور اس کی بعض صورتیں ایسی بھی ہوں جو بالاتفاق جائز ہوں تو متفق علیہا کو کرنا بہتر ہے یا مختلف فیہا کو۔ آج کل شادی غمی، ایصالِ ثواب عبادات میں کچھ بدعات، سیئات بھی رائج ہیں یا کل مستحب ہی ہیں اگر ہیں تو ان کی تفصیل بیان ہو یا کسی کتاب میں لکھی ہوں تو ان کا حوالہ دیا جائے جو آپ کے نزدیک معتبر ہو؟

۱۳۱۔ اگر کسی موقع پر کوئی طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہو تو اس کو ترک کر کے دوسرا طریقہ ایجاد کرنا یا اس کی زیادتی مختلف فیہا پیدا کرنا بہتر ہے یا اس پر اختصار کرنا بغور بیان ہو۔

۱۳۲۔ بندہ کون کون سے افعال بجز خداوندِ کریم کسی اور کے لئے نہیں کر سکتا۔ قائدہ کلیہ کیا ہے، جس فعل میں شرک وعدم شرک دونوں کا احتمال یا شرک وعدم شرک سے بچنا علماء کی نیات تاویلات پر موقوف ہو جس کو عوام نہیں جانتے ہیں۔ اس صورت میں اس ذکر

کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا۔

۱۳۳۔ مجلسِ میلادِ مروجہ ہند، عرس مروجہ ہند، سجدہ طواف و چادرِ قبور لغیر اللہ تعالیٰ شیخ سدو کا بکرا، استمداد عوام اولیائے کرام سے فاتحہ، سوم، دہم، چہلم، فاتحہ مروجہ بہ تعیین جمعرات و تعیین جگہ وغیرہ تعزیہ بنانا، اس کو سجدہ کرنا، حوائج کی عرضیاں لٹکانا، سہرا باندھنا، قبروں پر پھول چڑھانا غرض شادی اور غمی میں جو امور مروج ہیں یہ امور مختلف فیہا ہیں تو کیا اختلاف ہے ان امور کے کرنے کے واسطے کوئی ایسی صورت بھی ہے جو متفق علیہا اور جائز ہو۔

۱۳۴۔ اگر ہے تو اس کا کرنا بہتر ہے یا مختلف فیہا کا، اور آپ کا اس میں کیا عقیدہ ہے؟

۱۳۵۔ حلت اور حرمتِ اشیاء رنگ و جثہ جانوروں پر موقوف ہے اور ان کے رنگ اور وضع کو کچھ دخل ہے یا ذی ناب وذی مخلب و منصوص علیہ الحرمۃ کرنے کو۔ مدارِ حرمت اگر کچھ ہے تو حسب تصریحات فقہاء بیان فرمایا جائے۔ نجاست کو سی شئے کے ساتھ ملا کر کھانا یا علیحدہ کھانا اس میں کیا فرق ہے۔

۱۳۶۔ کوا جو گھروں میں رہتا ہے اور کبھی نجاست کبھی دانا کھاتا ہے اس کا علم فقہ حنفیہ میں حلت ہے یا حرمت ہے۔ شامی، عینی، ہدایہ، فتح القدیر عالمگیریہ بزازیہ، بحر الرائق وغیرہ میں کیا مذکور ہے۔ ان فقہاء نے جو حکم بیان کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے تو منشا غلطی کیا ہے اور صحیح حکم کس کتاب میں مذکور ہے۔

۱۳۷۔ عقق کوا ہے یا نہیں۔ عبارتِ فقہاء سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اگر واقعی ہو تو اس مطلب کے ادا کرنے کے واسطے کیا عبارت ہونی چاہئے۔

۱۳۸۔ سادات میں کوئی بدعقیدہ نہیں ہوسکتا۔ یہ عقیدہ کیسا ہے اس کا اعتقاد کیا ہے۔ اس کا اعتقاد رکھنے والا کیسا ہے۔ اور نہ رکھنے والا کیسا ہے۔

۱۳۹۔ جن تاویلات اور نیات کی عوام کو خبر بھی نہ ہو اور علماء افعالِ مخصوصہ کے جائز کرنے کو یہ تاویلات بیان فرمائیں تو کیا ان تاویلات علماء سے وہ افعال عوام کے لئے

جائز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

۱۴۰۔نماز کی حقیقت اور خشوع وخضوع کی تعریف اور نماز سوائے خدا کے اور کس کے واسطے جائز ہے اور کس طرح جائز ہے۔اور تعبد الله کانک تراہ کا مطلب بیان فرمایا جائے اور تصور غیر اللہ کا نماز میں آنا اور ایک بالقصد لانا ان کے احکام بیان ہوں۔

۱۴۱۔نماز میں غیر اللہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ فلاں پیر یا ولی یا نبی کے سامنے کھڑا ہوں یا وہ میرے سامنے ہے یا میں اس کے پیروں پر سجدہ کرتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟

۱۴۲ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عداوت جزوِ ایمان کہنے والا کافر ہے یا نہیں۔ آپ کا عقیدہ اس کی نسبت کیا ہے۔بریلی میں اس کی نسبت آپ کے بھائی صاحب نے کچھ فرمایا تھا،کسی نے آپ سے اس میں خلاف کیا ہے یا نہیں۔جملہ امور مفصل ومدلل بیان ہوں اور جو امور کتب دینیہ سے تعلق رکھتے ہیں ان میں حوالہ کتب حنفیہ کا ضرور ہے۔آپ کی تحقیق اور مجددانہ خیال کی ہم کو بحث نہیں۔ہاں جہاں آپ کا عقیدہ دریافت کیا ہے وہاں اپنا اعتقاد بیان کر دیجئے۔

آپ کے دستخط خاص اور مہر کی ضرورت ہے۔جواب کا لکھنے والا کوئی ہو۔فقط

نقل خط،میاں جی ظفر الدین (جس کو درحقیقت بریلوی صاحب ہی کا خط سمجھنا چاہئے) بجواب صحیفہ قدسیہ حضرت مولانا صاحب مدّ فیوضہم

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم.

اس بندہ مسلمان کے نام جو مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں ہو۔بعد ہدیۂ سلام۔اس مدرسہ کے مدرس کی ایک رجسٹری بطلب مناظرہ آئی۔ان مدرس کا اکابر اساتذہ ومشائخ کے

یہ جن کے تلمذ کے لائق بھی اپنے آپ کو نہ جانیں۔ یعنی گنگوہی ونانوتوی وتھانوی سالہا سال رسائل وسوالات کے جواب سے بحمد اللہ تعالیٰ عاجز رہے۔ ۱۳۰۹ھ سے کتابیں ان کے رد میں چھپا لیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اب تک لا جواب رہیں۔ سب میں اخیر تحریر جو گنگوہی کے پاس رجسٹری شدہ گئی وہ سوالات تھے جن کے جواب میں گنگوہی نے صاف لکھ دیا۔ اور یوں گریز کی۔ مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر فرصت ملی دیکھو دفع زیغ زاغ صفحہ ۱۵۔ جسے چھپے ہوئے پانچ برس ہوئے اور اب تک لا جواب رہے اور تھانوی کا فرار ابھی تازہ ہے۔ سوالات کے جوابات میں صاف کہہ دیا کہ مباحثہ کے واسطے نہیں آیا ہوں اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل تھے۔ یہ فنِ فساد آپ کو مبارک رہے۔ (دیکھو ظفر الدین ۲۳) جس کو چھپے ہوئے ڈھائی سال سے زائد ہوئے اور اب تک لا جواب رہے۔ اب نہ ایک عجب بلکہ صد ہزار عجب کہ جس فنِ دینی سے ان مدرس کے اساتذہ اور اساتذۃ الاساتذہ سب جاہل رہے ہوں اور اسے فساد جانیں۔ یہ مدرس اس پر آمادہ ہوں اور طرفہ شاگردیکہ میگوید سبق استاد را عجب عجیب نہ ایک عجب بلکہ ہزار عجب کہ جس بندۂ خدا کے مقابلہ سے ان مدرس کے اساتذہ ومشائخ واکابر یوں عاجز رہے ہوں اور عمریں گذری ہوں نہ زبان کھول سکے ہوں۔ یہ ان کے یہاں کے ایک نو آموز طفل مکتب یوں چھوٹا منہ بڑی بات کرنے کو تیار رہیں جن کی حالت یہ ہو کہ نہ املا ٹھیک نہ اردو عبارت صحیح۔ خود غلط املا غلط انشا غلط، اس نے اپنے اساتذہ کے چاک عجز کو یوں رفو کرنا چاہا کہ انہوں نے قابلِ خطاب نہ سمجھا۔ یہ عذر اگر قابلِ سماعت نہیں جب تو اکابر مدرس کا عجز خود اقرار مدرس سے ثابت ہے اور اگر عذر صحیح وقابلِ قبول ہے تو جو بندہ خدا مدرس کے اکابر کو بھی قابلِ خطاب نہ جانتا ہو۔ صرف اس ضرورت سے کہ طائفہ گمراہ انہیں اپنا مقتداء اور امام مانے ہوئے تھا ان سے مخاطبہ کیا اور بعون العزیز المقتدر ان کا عجز تمام عقلاء پر ظاہر ہو گیا۔ وہ ان اطفالِ مکتب کے طفلِ مکتب سے مخاطبہ کرے گا۔ ماشاء اللہ ان میں دو مر گئے، ایک تھانوی بقید حیات ہیں۔ مدرس سے کیسے انہیں آمادہ کرے، سوالات کا جواب دیں یا جواب

دینے کی آمادگی اپنی مہری دستخطی بھیجیں ورنہ وہی مثل نہ ہو جو حدیث میں ارشاد ہوئی۔ معاف فرمایئے میں حدیث بیان کرتا ہوں، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

قالت الکبة لا اتبع فعوی جراها نی بطنها رواه احمد والبزار عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ضاف ضیف الحدیث.

بیان آمادگی تھانوی کے سوا ان مدرس کے کسی خط کا جواب نہ دیا جائے گا۔ علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفا وتکریما اشخاص مذکورین پر حکم کفر وارتداد دے چکے ہیں اور صاف ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے پیرو جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انہیں مرتد نہ جانے خود مرتد ہے اور شرعاً مرتد سے مخاطبہ جائز نہیں۔ پٹنہ کا واقعہ بھی ان مدرس نے اپنے اکابر کے مقتضائے مذہب پر لکھا ہے کہ جب ان کے نزدیک جو ان کے معبود کو بالفعل جھوٹا کہے وہ مرد مسلمان سنی، حنفی ہے۔ اسے فاسق تک نہ کہنا چاہئے نہ اس سے کوئی سخت بات کہی جائے۔ جب ان کے معبود کا جھوٹا ہونا اس حد تک صحیح ہے کہ اس کا قائل فاسق بھی نہیں ہوتا تو ان کا خود جھوٹ بولنا ہر فرض سے اہم تر فرض ہوا۔ ورنہ عابد معبود سے افضل ہو جائیں گے۔ یہ تو اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ کمالِ مہذب صاحب جو پٹنہ کے جلسہ میں عین وسط بیان میں احادیث سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قطع کر کے کچھ پوچھنے کھڑے ہوئے تھے کہ مجھے کچھ دریافت کرنا ہے وہ مہذب یہ مدرس ہیں۔ مسلمانوں نے یہ جواب دیا تھا کہ بات کاٹ کر عین بیان میں پوچھنا کون سی تمیز ہے۔ ختمِ بیان پر جو استفادہ منظور ہو دریافت کر لیں ختم بیان پر لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قبل ختمِ گھبراہٹ میں ڈبیا اور رومال چھوڑ کر تشریف لے جا چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر بھی شاباش ہے کہ اپنے اساتذہ کی سنت پر قیام کیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ فقیر ظفر الدین قادری، ۱۷ محرم الحرام ۱۳۲۶ ہجری یوم الخمیس۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

نقل صحیفہ قدسیہ ثانیہ حضرت مولانا صاحب مدفیوضہم العالیہ بنا بریلوی صاحب جو بعد خط میاں جی ظفر الدین کے روانہ فرمایا گیا جس کے جواب کا آج تک انتظار ہے۔

باسمہ تعالی حامدا ومصلیا ومسلما

بمطالعہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی

السلام علی المسلمین۔ آج یوم دوشنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ کو ایک رجسٹری بندہ کے نام کسی فاسق بے دین بدگو بدلگام ہدم الدین ظفر الدین نامی کی پہنچی۔ اس نے جو اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا ہے اس کو وہ جانے میرے مخاطب آپ ہیں اگر یہ تحریر آپ کی جانب سے ہے تو آپ کے دستخط ہونے چاہئے تھے۔ اگر آپ کو کسی وجہ سے مجھ سے مناظرہ کرنا منظور نہیں تھا تو میری تحریر کے موافق میرے سوالات بھی لوٹانے چاہئے تھے۔ پھر میں عرض کرتا کہ آپ کا مجھ سے مناظرہ کرنا کیسا ہے۔ بجا ہے یا بے جا اور اگر یہ تحریر آپ کی نہیں نہ آپ کے ایماء سے ہے نہ آپ کو اس کی اطلاع تو اس کی مجھ کو پرواہ نہیں۔ ابھی کیا ہے بہت سے کتوں کا بھونکتے بھونکتے دماغ خالی ہو جائے گا۔ بندہ آپ کے جواب کا سخت منتظر ہے۔ چونکہ آپ کے پاس بندہ کے ڈھائی آنے کے ٹکٹ موجود ہیں۔ اس واسطے جواب کے واسطے ٹکٹ روانہ نہیں ہوئے اور اگر میرے ہی ٹکٹ رجسٹری میں صرف ہوئے ہیں تو اس کے جواز کی وجہ تحریر فرمائی جائے اور جواب بیرنگ بھیج دیجئے۔ بندہ محصول دے کر خط وصول کر لے گا یا ٹکٹ لگا کر بھیج دیجئے۔ دوسرے خط میں آدھ آنے کا ٹکٹ بھیج دوں گا۔

بندہ محمد مرتضی حسن عفا عنہ ۲۱ محرم الحرام یوم دوشنبہ ۱۳۲۶ھ

نقل تحریر جناب مولوی عبدالسلام صاحب بجواب خط ملا ظفر الدین معین بریلوی صاحب جس کا جواب ہنوز ان کے ذمہ ہے!

باسمہ تعالیٰ حامدا ومصلیا ومسلما

اس اہل سنت والجماعت مدرس کے نام جو مدرسہ اہلِ بدعت والضلالہ میں ہو۔

بعد سلام مسنون ایک نہایت غیر مذہب متعفن رجسٹری مدرسہ مذکور سے بجواب اس تحریر کے جو حضرت مولانا ابنِ شیرِ خدا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ نے رأس الفسقۃ والمبتدعۃ والملحدین المتجد دخان فرسولی بریلوی کے پاس بطلب مناظرہ واظہارِ حق بھیجی تھی آئی گو وہ نجس اور گندہ تحریر اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان اس کا جواب لکھے مگر چونکہ اس گمراہ اور بے دین فرقہ کا ہمیشہ سے یہی طرزِ انداز رہا ہے کہ گالیاں دے دے کر اہلِ حق کا دل دُکھاتے رہے اور اہلِ حق نے ہمیشہ صبر کیا۔ لہٰذا تا کہ اب تو جواب ترکی بہ ترکی ایک کہو گے تو دس سنو گے البادی اظلم کا مصداق ہے۔ ہم کو اس کے جواب کی ضرورت نہیں مگر چونکہ اس فرقہ کی گالیاں دیتے دیتے اور کھاتے کھاتے غذا ہی یہ بن گئی ہے تو اس وجہ سے اس کی پوری مہمانداری کو مستعد ہیں۔ اب وہ بھی تیار ہو جائیں اور معدہ درست کر رکھیں وہ گندہ دہن لکھتا ہے کہ ان کے اکابر واساتذہ اور مشائخ جواب سے عاجز رہے۔ اے حق پوش کون سا مسئلہ مختلف فیہا ہے کہ جس میں ہماری جانب سے محققانہ تحریر اس میں موجود نہ ہو۔ گو مبتد عین کی جماعت سر پٹخ کر مر گئی مگر ایک بات بھی نہ بنی۔ ہاں عوام کو دھوکہ دینے کے واسطے راس المبتدعین المتجد دخاں وغیرہ کی تحریرات لایعنی بہت سی ہوں جس کا جواب بحرفہ تو نہیں دیا گیا مگر سب کا جواب تحریراتِ سابقہ ولاحقہ میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں جواب نہ دینے سے اگر عجز ہی ثابت ہوتا ہے تو فرسولی بریلوی کا گریز پٹنہ میں اور اس وقت یہ بھی کیا عجز ہی کی دلیل ہوگی۔ زیغ زاغ میں جو کوے کی کائیں کائیں وہ اور دیگر مزخرفات کی قلعی ابھی کھلی

جاتی ہے۔ ذرا مرد میدان بناؤ اور کچھ غیرت اور شرم ہے تو متجدد خاں کو نئی ساڑھی پہناؤ۔ پھر لطف دیکھنا چاہو نہ کہ یہ باتیں کہ فلاں تحریر کا اتنی مدت تک جواب نہیں دیا گیا۔ منجملہ اور امور کے یہ بھی ایک وجہ محرک متجدد سے مناظرہ کی ہوئی ہے۔ مضامین کی خوبی تو اہلِ علم پر پہلے ہی سے روشن ہے مگر بظاہر عوام فریب یہ عذر بھی خدا چاہے تو عنقریب اٹھنے والا ہے۔ ہاں اس وقت تک کسی نے اس طرح اعلانِ مناظرہ فرقہ ضالہ سے نہیں فرمایا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر تم قرآن شریف پڑھتے ہو تو ترجمہ دیکھ لینا اپنے پیر مضل سے پوچھ لینا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ اہلِ ضلال کو اول ڈھیل دیتا ہے اور جب ان کی سرکشی حد کو پہنچتی ہے تو ایک سرکوب کو کھڑا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے مدت العمر کی کمائی اس کی رائیگاں جاتی ہے۔ اگر واقعی تمہارے متجدد کی تحریریں بڑی زبردست ہیں تو ان کی گفتگو میں کیوں عذر ہے۔ مذکور کی مخالفت میں ہزاروں روپے صرف کئے، جھوٹے رسالے چھاپے، گفتگو کا اعلان کیا، اب گفتگو کا سن کر کیوں دم نکلتا ہے، یہ کونسا عذر شرعی، عرفی، عقلی، نقلی ہے کہ فلاں شخص قابلِ خطاب نہیں جیسے کفر و اسلام آپ کے گھر تقسیم ہوتا ہے۔ کیا لیاقت کے داروغہ بھی آپ ہی ہو گئے ہیں، حضرت مولانا کی نسبت جو الفاظ آپ نے لکھے ہیں اس کا جواب تو کیا ہوسکتا ہے کیونکہ تمہارے یہاں کون آدمی ہے جس کو ہم برا کہہ کر دل ٹھنڈا کریں مگر افسوس آپ کی بد لگامی پر ہے کہ جو منہ میں آیا بک دیا۔ کیا آپ نے کبھی حضرت مولانا سے مناظرہ کیا ہے، حضرت مولانا سے کوئی کتاب پڑھی ہے، سوالات کو دیکھتے حقیقت کھل جائے گی۔ راس المبتدعین سے دریافت کیجئے، وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ سوالات کس درجہ کے شخص نے کیے ہیں۔ ہم اپنی عقل کے موافق پیشین گوئی کرتے ہیں کہ اگر تمام جماعت بھی تمہاری مل کر چاہے گی تو تمہیدی سوالات کے جواب نہ دے سکے گی اور اگر جواب دے تو مدت العمر میں جو بیت الظلمۃ والضلالۃ بنایا ہے، اپنے ہاتھوں ڈھانا پڑے گا۔ ہم اس قدر سخت الفاظ اس واسطے لکھتے ہیں کہ اگر آپ میں کچھ بھی حقانیت للّٰہیت علمیت ہوگی تو ضرور شرم آئے گی ورنہ بجز گالیاں بکنے کے اور کیا ہوگا۔ تمہاری تحریرات سے وہی ڈرے گا جو ان کی حقیقت سے

واقف نہ ہو۔ دوسروں کو طفلِ مکتب کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ تم میں تو کوئی طفلِ مکتب بھی نہیں سب کے سب پیرنا لغ ہی جمع ہیں۔

گربہ میر وسگ وزیر و موش را دیوان کنند
ایں چنیں ارکانِ دولت ملک را ویراں کنند

اگر راس المبتدعین متجد دخاں آپ کے نزدیک بہت ہی بڑے لائق فائق ہیں کہ ان کے واسطے گفتگو کو امام مہدی علیہ السلام ہی تشریف لائیں گے تو اپنی جماعت میں سے کسی طفلِ مکتب کو مستعد کرو پھر علامہ زمان کی حقیقت کو دیکھنا کسی طرح مردِ میدان بھی تو بنو، یا تحفۂ حنفیہ میں گالیاں ہی بکنی آتی ہیں۔ خدا سے شرم نہیں آتی، اہل اللہ کو کافر کہتے ہو، خدا سمجھے ایسے بے ایمانوں کو گفتگو ہو جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ کون فاسق ہے کون جھوٹا، کون خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے کون دشمن۔ گھر کے اندر پنجرہ میں میاں مٹھو ہونے سے کام نہیں چلتا، وہ گندہ دہن لکھتا ہے کہ تھانوی مستعد ہوں۔ مہری دستخطی تحریر بھیجیں تب گفتگو ہوگی۔ عجب ماجرا ہے کہ طالب گفتگو کون ہوتا ہے، مہری دستخطی تحریر کس سے طلب کی جاتی ہے اگر تعلّی وتشخص اور بدعت کے نشہ میں بہت ہی سرشار ہو تو بسم اللہ سوالات کے جواب دلوایئے پھر متجد دخاں کسی کو منتخب کریں۔ اگر وہ منتخب شدہ ہار جائیں تب ہی راس المبتدعین گفتگو کریں۔ کوئی صورت بھی ان سے گفتگو کی ہے یا نہیں۔۔ان کو ایسا بنے کی بہو کیوں بنا رکھا ہے۔ دیکھو دوسروں کے مقتداؤں کو اگر چہ وہ لوگ تمہارے نزدیک بالکل بے دین اور کافر کیوں نہ ہوں سخت الفاظ بکنے نہ چاہیں **''فیسبو اللّٰہ عدوا بغیر علم.''** کی تعلیم کا لحاظ کرو، آدمی بن کر بات کرو، جواب سیدھا دو، ورنہ یہ خوب یاد رہے کہ بدزبانی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ پٹنہ کے قصہ کی نسبت جو کذبِ محض اس نے لکھا کہ بیان ختم ہونے پر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قبل ہی تشریف لے جا چکے تھے۔ جھوٹے مردود پر اللہ کی ہزار ہزار لعنت۔ جاؤ متجد دخان یہ قسم کھا کر کہہ دے اور طلاق مغلظہ کی قسم کھا دے۔ گو وہ اب بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس قسم میں حرج بھی نہیں۔ ہم جھوٹے اور تم سچے ہزاروں آدمیوں

کا مجمع تھا۔ اس میں جو بات ہوئی تھی اس کو بھی اس قدر غلط بیان کیا جاتا ہے۔ جھوٹے جماعت کذب کے گووہ پردردہ جب تمہارا متجد دوعظ کہہ کر چلتا نظر آیا۔ اس وقت ہمارے حضرت مولانا ابن شیرِ خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ نے پھر کھڑے ہو کر للکارا کہ واہ یہی دعویٰ حقانیت ہے یہی وعدہ جواب دینے کا کیا تھا؟ ہاتھی کے کھانے کے دانت اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور۔ اکثر آدمیوں کا مجمع گرداگرد ہو گیا اور حضرت مولانا سے دریافت کرنے لگے کہ آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کل مکان پر تشریف لائیے تب مولانا نے فرمایا کہ مور جنگل میں ناچا تو کس نے دیکھا۔ جب چار پانچ ہزار آدمیوں کے جلسہ میں گفتگو نہ ہوئی تو گھر میں کیا ہوگی، خیر اچھا جانے دو اب جواب دلواؤ، دیکھ لینا کہ خدا کس کو ذلیل کرتا ہے اور کس کو عزت دیتا ہے۔ دیکھو پھر سمجھاتے ہیں کہ ہمارے بڑوں کا نام' بد تہذیبی سے نہ لو ورنہ ہم بھی کمی کرنے والے نہیں ہیں۔ وہ بدلگام لکھتا ہے کہ شرعاً مرتد سے مخاطبہ جائز نہیں۔ اس کو صاف لکھے اور مطلب بیان کیجئے کیا شریعت بھی گھر کی ہے جو چاہا لکھ دیا۔ اہلِ ارتداد سے مخاطبہ جائز نہیں تو ان کے رفع شکوک کی کیا صورت ہوگی اور مہر دستخطی تحریر کے بعد اس سے مناظرہ کو بھی تیار اور آمادہ ہیں۔ بحوالہ کتب جواب مرحمت ہو کر مرتد سے مخاطبہ جائز نہیں اور مہری دستخطی تحریر کے بعد اس سے مناظرہ بھی ضروری ہو جاوے۔ قربان اس فقہ پر اگر مناظرہ منظور نہیں تو سوال بھی واپس کرا دیجئے یا اس بہانہ سے مطالعہ ہو رہا ہے۔ یاد رکھو کہ جواب تو مشکل ہی ہے سمجھنا بھی آسان نہیں ہے۔ اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے سے نہیں نکلتا ہے وہ اپنے ہی کو بلند و بالا جانتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ

علی خیر خلقہ سید نامحمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

عبدالسلام عفاعنہ

۲۲ محرم ۱۳۲۶ھ یوم سہ شنبہ

نقل خط جناب مولوی عبدالرحیم صاحب متعلم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ بجواب شیخ ظفرالدین معین بریلوی بنام احمد رضا خاں صاحب بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم.

بخدمت شریف مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام مسنون بکمالِ ادب عرض ہے کہ بڑوں کی باتوں میں چھوٹوں کو دخل درمعقولات دینا مناسب نہیں۔ آپ کے پاس ہمارے مولانا صاحب نے جو تحریر بھیجی ہے اس کا جو جواب آپ کے نزدیک مناسب ہو وہ دیں مگر یہ شخص ظفرالدین نامی نے جو نہایت غیر مہذب خط بلا استحقاق بھیجا ہے اس کی نسبت فقط یہ عرض کرنا ہے کہ جب ان کو فقط آپ کی خدمت میں درخواست مناظرہ کفر و شرک سے زیادہ ناگوار معلوم ہوئی۔ کہاں سے کہاں تک لوگوں کو کافر و مرتد کیسے کیسے سخت الفاظ لکھے تو اپنے قلب مبارک پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لیجئے۔ لوگ آپ کے معتقد ہیں کسی دوسروں کے بھی آپ کے برابر نہ ہوں گے تو کم تو ہوں گے ان کو کچھ رنج و ملال کا حق حاصل ہے یا نہیں اس کا جواب تو یہی تھا کہ آپ کو مخاطب بنا کر وہ سناتے جس سے ان کا اور آپ کا دونوں کا دل ٹھنڈا ہی ہو جاتا مگر نہیں میں اس کو ابھی پسند نہیں کرتا۔ اول یہ عریضہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ آپ اس کو پڑھ کر میاں ظفرالدین کو عنایت فرما دیجئے اور فہمائش کر دیجئے کہ ایسی حرکت آئندہ نہ فرمائیں ورنہ قلم دوات کاغذ سب کے پاس ہے۔ کچھ وہی بڑے قابل نہیں اگر یہ نالائق شاگرد یا معتقد بالمقصد آپ کو گالی ہی دلوانا چاہتے ہیں تو پھر ہم اس کے جواب میں مجبور ہوں گے۔ ہم اگر آپ کے نزدیک کافر، مشرک، مرتد ہیں تو آپ سے

گفتگو کی درخواست بھی تو کرتے ہیں اگر آپ گفتگو کر سکیں تو کیجئے ورنہ صاف جواب دیجئے۔ ورنہ اس ٹیڑھی راہ میں کانٹے لگیں گے اور بہت تکلیف برداشت کرنی پڑے گی، گالیاں دینا، جھوٹ بولنا کسی فرقہ کے نزدیک محمود نہیں ہے۔ آپ ٹھکانے سے ہمارے حضرت مولانا کے تمہیدی سوالات کا جواب دیجئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر آپ کو احقاقِ حق منظور ہوگا تو آپکی بھی گفتگو میں کیفیت آجائے گی۔ مشکل تو یہ ہے کہ آپ سے گفتگو وہ کرے جو اول گالیوں کا نشانہ بننے کو مستعد ہو جائے۔ اسی وجہ سے اکثر حضرات آپ کے گروہ سے نہیں الجھتے۔ مگر ہمارے مولانا مد فیوضہم العالیہ کو اس کی کچھ پروانہیں۔ آپ جس قدر چاہیں سب وشتم لکھیں مگر خدا کے لئے گفتگو کریں۔ اس کے صلہ میں سب گوارہ ہے۔ غیر مقلدوں سے ہمیشہ گفتگو رہتی ہے اب آپ سے بھی سہی۔ اہلِ حق کو تو تمام فرقہ سے مناظرہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ اب تک آپ اپنے اور اپنے مجمع کی بدزبانی کی وجہ سے فارغ تھے اب یہ سپر بھی بوسیدہ ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حلم صبر کے تیر اس کو پاش پاش کر کے رہیں گے۔ جو تحریر فرمانا ہو جلد تحریر فرمایئے ورنہ ہم کو بھی اجازت ہو۔

واللہ تعالیٰ هو المستعان وعليه التكلان وهو المدعو بالحمد والثناء والمجد والبقاء، والصلوٰة والسلام على راس الاتقياء وسيد الانبياء مولانا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين.

بندہ عبدالرحیم عفاعنہ

۲۳ محرم یوم چہار شنبہ ۱۳۲٦ھ

نقل خط جناب مولوی عبدالرحیم صاحب متعلم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

بنام شیخ ظفرالدین

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم.

عنایت فرمائے بندہ جناب مولوی ظفرالدین صاحب دام عنایتکم بعد ہدیہ تحیہ ماثورہ عرض مرام ہے۔ چونکہ آپ کا مخاطب وہی شخص ہے جو مسلمان ہو اور شاید کیا بلکہ یقینی آپ کے نزدیک اکثر علماء بھی مرتد اور کافر ہیں۔ اس وجہ سے بندہ اپنا عقیدہ عرض کرتا ہے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ والجنۃ حق والنار حق وماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلہ حق امنت باللہ کما ھو باسماء وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ.

اگر اب میں آپ کے نزدیک مسلمان ہوں تو میری عرض سن لیجئے ورنہ جلا دیجئے مکرم بندہ یہ تو فرمایئے یہ خشونت اور درشتی سب وشتم تبرابازی تو روافض کی شان ہے۔ اہل سنت والجماعت کو کب سے یہ مرض ہوا۔ اگر کسی شخص نے آپ کے مولوی سید احمد رضا خاں صاحب سے طلب مناظرہ کیا اور آپ کے نزدیک وہ شخص اس قابل نہیں تو آپ یہ تحریر فرما سکتے تھے کہ آپ فلاں فلاں وجہ سے قابل خطاب نہیں۔ آپ کی سمجھ میں یہ مسائل علمیہ نہ آ سکیں گے مگر افسوس آپ نے ایسے شخص کو جو ایک زمانے سے علوم درسیہ نہایت زور وشور سے پڑھاتے ہیں بلکہ ان کے تلامذہ بکثرت فارغ التحصیل اور نہایت مستعد مدرس اور ہر طرح درس وتدریس اور مناظرہ وگفتگو کے لائق موجود ہیں۔ ان کی شان میں اور ان کے اساتذہ کی شان میں ایک معقول امر کے طلب پر کافر ومرتد وغیرہ کی جن الفاظ کو بازاری اور مجنون

بھی استعمال نہ کرے گا آپ نے استعمال فرمایا۔ یہ کس علم و دیانت وتقویٰ وورع کا مقتضے ہے۔لیاقت اور عدم لیاقت معاملہ ہی پڑنے سے معلوم ہوتی ہے۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اس قدر تعلّی وتشخص اہل علم وفضل کی شان کے شایاں نہیں ہے۔اس سے قطع نظر آپ کے گروہ جو جناب مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ کی لیاقت علمی اور مدارج مجددیت وغیرہ بیان فرماتے ہیں تو یہ دل چاہتا ہے کہ ان کے قدم چومیں مگر روشنی اور فحش کلامی کو دیکھ کر مجھ کو کیا سب کو نفرت ہوتی ہے مومن فاش لعان نہیں ہوتا۔کیا مجدد صاحب کی تعلیم اور فیوضِ باطلہ کا آپ اور آپ کی جماعت پر یہی اثر ہوا۔کیا یہی گالیاں اور تبرا تعلیم وتلقین ہوتی ہیں انہیں کی توجہ دی گئی ہے۔افسوس صد ہزار افسوس اگر آپ کے نزدیک دوسروں کی عظمت نہیں تو مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تو ہے یا ان کی بھی نہیں۔آپ نے دوسروں کے مقتداؤں کو برا کہا اور جو الفاظ ان کو کہے تھے وہ اور اس سے زائد اپنے مولوی صاحب کو کہلائے اور کہلواؤ گے۔ہم تو یہی کہیں گے کہ وہ سب گالیاں آپ نے ہی دیں۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ نادانی کے ساتھ محبت بھی عداوت سے زیادہ مضر ہوتی ہے۔علاوہ ازیں اگر مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب فاضل بریلوی صاحب سے گفتگو کے لائق نہیں تو یہ بھی تو خط میں لکھا تھا کہ تمہیدی سوالات کا جواب وہ خود دیں یا تحریر میں ہوتو اس کا حوالہ دیں اور کتاب بذریعہ ویلو مرحمت ہو۔اگر خود نہ لکھ سکیں تو اپنی جماعت سے کچھ لوگ منتخب فرما کر ان سے جواب لکھوادیں۔اور آخر میں اپنا دستخط فرمادیں۔اگر وہ خود گفتگو کرنا نہ چاہیں تو پہلے کسی دوسرے سے گفتگو ایک مسئلہ میں کرا کر دیکھ لیں۔اس کی مغلوبیت کے بعد فاضل صاحب خود تکلیف فرمادیں،اس میں کون سی بات بے جا ہے،جس کسی شخص کو محققانہ مناظرہ منظور ہو اس سے زیادہ اور کیا کرسکتا ہے۔سوالات میں کوئی سوال دور از کار ہو تو اس سے مطلع فرمایئے۔اگر کسی سے کوئی شخص کسی وجہ سے مناظرہ نہ کرے،اس کی تحریر کا جواب نہ دے تو کیا تمام دنیا کے واسطے اس سے گفتگو مناظرہ ناجائز ہو جاتا ہے خاص کر جب آپ کے مجدد صاحب کو

احقاق حق منظور ہے۔ اگر گفتگو کسی وجہ سے منظور نہیں تو صاف لکھا دیجئے۔ قرض تو نہیں ہے کہ دیوانی میں نالش ہو جاوے گی۔ یہی وجہ ہے کہ عوام انگریزی تعلیم یافتہ کے قلوب سے علماء کی عظمت اٹھی جاتی ہے۔ ان کے مناظرہ و گفتگو بالکل فحش اور نا مہذب کلمات سے مملو ہوتے ہیں۔ اگر علماء حرمین شریفین کثرہم اللہ تعالیٰ نے کسی پر فتویٰ کفر اور ارتداد دیا ہے تو یہ امر آپ کے واسطے کیا خوشی کا باعث ہو سکتا ہے۔ جواب سوال کے مطابق ہوتا ہے۔ اس مناظرہ سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ ان فتووں کے سوالات کہاں تک صحیح ہیں۔ اس گفتگو سے خدا کو منظور ہے تو تمام قصے ہی طے ہو جائیں گے۔ یوں تو آپ اور آپ کی جماعت غیر اللہ تعالیٰ کے واسطے مثبت الاستمداد ہیں اور فقہاء حنفیہ کی تکفیر اس پر موجود ہے۔ انہی قصوں کے طے کرنے کے واسطے گفتگو ہوتی ہے تو پھر ابھی سے ان کا ذکر بے جا نہیں ہے تو کیا کہیئے۔ الغرض جو تحریر ہو نہایت مہذب ہو اور اس پر کم از کم فاضل بریلوی کے دستخط ضرور ہونے چاہئیں ورنہ ہرگز ہرگز قابلِ التفات نہ ہوگی۔ جب آپ نے ہمارے مولانا اور اساتذہ کی نسبت سخت کلامی کی ہے تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو نام لے لے کر گالیاں دیں۔ نہایت شرم کی بات ہے۔ آپ کو دور اندیشی سے کام لینا چاہئے۔ اگر گالیاں دینے اور دلانے ہی کو دل چاہتا ہے تو آپ کا اختیار ہے۔ آپ جو جی چاہے کیجئے اس طرف سے جواب آپ کو خدا چاہے حسب مراد آپ کے ضرور ملے گا۔ تحقیق کا جواب تحقیق ہے اور سب و شتم کا جواب سب و شتم ہے۔ اب جو مرضی ہو پسند فرمائیں۔ اگر مسلمانوں کی قسمت ہی ڈوب گئی ہے اور ان کا زہد و تقویٰ اس میں منحصر ہو گیا ہے تو ہم اس کو کیا کر سکتے ہیں۔ اب دل کھول کر تبرا بازی کا بازار گرم کیجئے۔

واللہ ھو المستعان وعلیہ التکلان ھو حسبی ونعم الوکیل وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

بندہ عبدالرحیم عفا عنہ ۲۳ محرم الحرام یوم چہار شنبہ ۱۳۲۶ھ

نقل صحیفہ قدسیہ حضرت مولانا صاحب مدفیوضہم العالیہ

بنام بریلوی خاں صاحب

باسمہ تعالیٰ حامدا و مصلیا و مسلما.

بمطالعہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ یہ تیسرا خط تمہارے پاس جاتا ہے۔ اگر تم کو تمہیدی سوالات کا جواب اور تقریری گفتگو منظور نہیں تو بندہ کے سوالات اور ٹکٹ واپس کر دیجئے۔ دوسرے خط کو یہاں سے گئے ہوئے انیس دن ہو گئے مگر اب تک سناٹا ہے۔ ابھی جواب نہیں۔ اس دفعہ میاں ظفر الدین نے تو گالیاں لکھ کر بھیج دی ہیں۔ اس دفعہ تو معلوم ہوتا ہے کہ قسم کا کچھ اثر ان پر بھی ہو گیا، وہ بھی ایک آواز دے کر چپ ہو گئے۔ اگر جواب نہ دینے کی علت وہی ہے جو ظفر الدین نے لکھی ہے تو اول تو میرے سوالات اور ٹکٹ واپس نہ کرنے کی کیا وجہ ہے، دوسرے تم یہ لکھو کہ تم کو کس درجہ کا علم ہے اور کیا دعویٰ ہے اور اس مناظرہ کے واسطے کس قدر علم کی ضرورت ہے۔ ایک ہفتہ کی رخصت لے کر پہلے اسی کا امتحان دیا جاوے کہ تم اپنے دعویٰ میں کہاں تک سچے ہو۔ اس جلسہ میں اس ناچیز کو بھی بفضلہ تعالیٰ دیکھ لینا۔ اس کے بعد ہم تم خود فیصلہ کر لیں گے۔ غرض کچھ کہو تو سہی، ہوشیاری سے کام نہیں چلتا۔ گھر میں بیٹھ کر جس کو چاہا لکھ دیا۔ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ اب مقابلہ کا وقت آیا ہے۔ جھوٹے اور سچے کی حقیقت کھل جائے گی۔ ہم کو یہ افسوس ہے کہ آپ کو خاں صاحب بھی لوگ کہتے ہیں۔ رگ پٹھانی بھی اس وقت جوش میں نہیں آتی۔ سچ ہے کہ غصہ بھی موقع دیکھ کر نہیں آتا۔ اگر ہم کو یہ معلوم ہوتا تو ہم پٹنہ کا واقعہ نہ لکھتے۔ ہم کو تو یہ خیال تھا کہ اس قصہ کی وجہ سے آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ہم ضرور آپ سے گفتگو کریں گے۔ یہ خبر نہ تھی کہ یہ یقین ہی گفتگو کے واسطے مضر ہو جائے گا۔ خاں صاحب

یاد رکھئے کہ تم نے بہت اہل اللہ کی شان میں سخت سخت گستاخیاں کی ہیں۔ یہ فعل اغلب ہے کہ خدا چاہے کچھ ضرور رنگ لائے گا۔ اور اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو مردِ میدان ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور خداوندِ قدیر کی قدرت کا تماشا دیکھو۔ یہ سچ ہے کہ میں ایک طفل سے بھی کم ہوں مگر تمہارے واسطے خدا چاہے تو کافی وزائد ہوں۔ اگر تم میں کچھ عقل ہے تو سوالات سے ضرور اندازہ کرلیا ہوگا کہ خاں صاحب خدا کا فضل اس کے اختیار میں ہے جس پر چاہے کردے۔ میں صاف لکھتا ہوں کہ تم مجھ سے بفضلہٖ تعالیٰ ہرگز ہرگز مناظرہ تقریری کر سکتے اور اگر کرو گے تو خدا چاہے تمام عمر کے اہل اللہ کے ساتھ سب وشتم وتبرا بازی کی کسر نکل جائے گی۔ اگر کچھ ہمت ہے اور عزت ہے تو مقابلہ میں آؤ، ورنہ صاف جواب لکھو۔ ہم کو اور بہت سے کام کرنے ہیں۔ تمہاری طرح بیکار نہیں ہیں۔ تمہاری المعتمد المستند میرے پاس ہے۔ اسی سے خدا چاہے تو تمہارا گھر ڈہ جائے گا۔ کاش اگر اور تصنیف بھی مل جاوے تو اچھی طرح بتا دوں اور اگر نہ ملے تو کچھ پرواہ نہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہ بھی کافی ہے۔ افسوس ہے کہ بندہ نے تمہاری تصنیفات طلب کیں تو ان کو بذریعہ ویلو کے بھی نہ بھیجا اس قدر خوب اگر حقانیت ہے تو اپنے بڑے فتاوے کی کل جلدیں اور علمِ غیب کے متعلق رسائل اور سبحان السبوح اور جس تحریر میں بدعاتِ مختلفہ کو سنت ثابت کیا ہے سب بھیج دو ورنہ اس خط کا جواب نہ آنا تمہارے عجز در عجز کی دلیل ہوگی اور پھر ہم بھی کسی تحریر کی طرف اصلاً التفات نہ کریں گے۔ ایک ہفتہ کا انتظار ہوگا۔ اسی خط کی ایک نقل بذریعہ اہلِ بریلی بھی پیش کروں گا۔ تم کو اپنی حنفیت کا بڑا دعویٰ ہے حتیٰ کہ ہم لوگوں کو غیر مقلد اور گلابی وہابی کا لقب دیا جاتا ہے۔ یہاں عنقریب غیر مقلدین کا ایک جلسہ بہت بڑا ہونے والا ہے جس میں اکابر غیر مقلدین جمع ہوں گے۔ اگر واقعی سچے حنفی ہو تو اپنے زادِراہ سے بواپسی مطلع کیجئے تاکہ روانہ کیا جائے۔ ہم بھی ان کے مقابلہ میں جلسہ کرنے والے ہیں۔ اس میں شریک ہو کر کچھ بھی تو اپنی حنفیت ثابت کیجئے۔ ہر جگہ کاغذی ہی گھوڑے دوڑانے کا وقت نہیں ہوتا۔ کہیں زبان بھی تو کھولنی چاہئے اگر تشریف لانے میں کوئی عذر ہے تو مطلع فرمایئے وہ عذر آپ کا خدا چاہے دفعہ کیا جائے گا مگر ہمارا جہاں تک خیال ہے تم اس میں بھی سکوت ہی اختیار کرو گے یا کوئی

غیر معقول عذر پیش کرو گے مگر ہم خدا چاہے[1] اس کو بھی ضرور دفع کر کے دروازے تک پہنچا کر ہی رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ ہو المستعان وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفا عنہ ۹ صفر یوم جمعہ ۱۳۲۶ھ

نقل خط میاں جی ظفر الدین بجواب صحیفہ قدسیہ رابعہ جو تبوسط اہل بریلی کے بریلوی صاحب کے پاس بھیجا گیا جس کے جواب لکھنے کا حکم بریلوی صاحب نے میاں جی مذکور کو دیا جس کا جواب یہاں سے فوراً دیا گیا جو اس وقت تک لاجواب ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

در بھنگی صاحب کا خط آیا جواب وہی ہے جو اول سے گزارش کیا کہ گنگوہی صاحب پر سو سال سے تقاضی رہے آخر فرار عن المناظرہ کا اقرار لکھ کر گزر گئے۔ تین سال سے تھانوی صاحب بھی زیر بار ہیں جو علانیہ اقرار فرار فرما چکے ان کے ہوتے ہوئے اطفال سے مخاطبہ کی حاجت نہیں۔ تھانوی صاحب اگر خود عاجز ہو کر در بھنگی صاحب کو اپنا مشکل کشا جانتے ہیں مہر کر دیں کہ یہ ہمارے امام الطائفہ ہیں۔ ہم سے جو سوالات ہوئے ہیں یہ جواب دیں گے۔ ان کا جواب تھانوی کا جواب ہوگا اور ان کا فرار مکرر تھانوی کا فرار ہوگا۔ اس وقت فقیر بھی بزرگِ طائفہ کی خدمت کرے گا۔

والعون من اللہ تعالیٰ۔

فقط فقیر ظفر الدین قادری رضوی

۱۱۔ ربیع الآخر یوم چہار شنبہ ۱۳۲۶ھ

1۔ یہی ہوا کہ آج تک جواب نہ دیا۔ ۱۲ منہ

نقل آخری لاجواب تحریر جناب مولوی عبدالسلام صاحب کی جو بجواب آخری خط میاں ظفر الدین کے روانہ کی گئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

حامدا ومصلیا ومسلما   کما تدین تدان

السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین.

اہلِ بریلی کے واسطے سے جو بریلوی صاحب کے پاس قاطع عروق المشرکین مع اصول المبتدعین جناب حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب دامت برکاتہم گرامی نامہ گیا تھا اور بوساطت جناب منشی عبدالمجید صاحب کے ان کے پاس پہنچایا گیا تھا اور عصر سے لے کر آٹھ بجے شب تک کی گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کو جواب کا حکم دیا گیا وہ آپ کی تحریر ۱۱ ربیع الثانی کی ۲۹ ربیع الثانی کو یہاں پہنچی۔ مولوی صاحب ہم کو تعجب پر تعجب اور حیرت ہے کہ ایسی بے انصافی اور خلافِ شان اہلِ علم وصلاح بات آپ کی جانب سے کیوں ہوئی ہے۔ ہم آپ ہی کو منصف قرار دیتے ہیں۔ اب جو آپ کا دین وایمان کہے وہ حکم دیجئے۔ کون سا تدین اور علم ہے کہ کسی کی تحریر کا جواب تک نہ دینا۔ یہ جو کچھ بریلوی صاحب نے آپ سے لکھوایا ہے اگر خود ہی لکھتے تو کیا ہوتا محضرت محی السنۃ قامع البدعت محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے کیا گفتگو اور طلب مناظرہ آپ نے کی تھی جو اس وقت اس کا ذکر آپ کرتے ہیں۔ اس کا ذکر تو اسی کو مناسب ہے جو طالب مناظرہ تھا۔ علی ہذا القیاس فاضل کامل تھانوی کی نسبت گزارش ہے۔ اگر بالفرض آپ ہی طالب مناظرہ ہوتے اور آپ سے وہ حضرات کسی وجہ سے مناظرہ نہ کرتے تو کیا جو شخص بریلوی صاحب سے مناظرہ کا طالب ہو اس کے مقابلہ میں بھی یہی جواب مناسب ہے۔ آپ کسی سے مناظرہ کی درخواست کریں وہ آپ کو جواب نہ دے مناظرہ نہ کرے تو اس وجہ سے بریلوی صاحب سے کوئی شخص بھی مناظرہ نہ کر سکے۔ اس کا کیا مطلب، انصاف شرط ہے۔ اگر بریلوی صاحب ہی

نے درخواست مناظرہ کی اور ان سے کسی نے گفتگو نہ کی تو مجھ سے یا کسی شخص سے بریلوی صاحب مناظرہ نہ کریں یہ کس قیاس کا نتیجہ ہے۔ ہمارے حضرت مولانا دامت برکاتہم نے کسی شخصِ کی طرف سے گفتگو کا اعلان نہیں دیا ہے جس کا جواب یہ ہو سکے کہ جب فلاں آپ کے بڑے نے گفتگو نہ کی تو آپ سے بھی گفتگو نہ ہوگی۔ ہر شخص اپنا دین اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اگر مولانا صاحب گفتگو کے خواستگار ہیں تو اپنے معتقدات کی وجہ سے اگر ان عقائد میں کوئی اور بھی شریک ہو تو ہو اس، وقت تو فقط حمایتِ حق منظور ہے نہ کسی کی تقلید اور وکالت۔ اگر دنیا بریلوی صاحب سے گفتگو نہ کرے نہ کرو۔ جس شخص کا مطلب حق منظور ہے اس سے بھی بریلوی صاحب گفتگو نہ کریں یہ کون سا جواب ہے۔ غور فرمائیے۔ آخر ایک دن مرنا اور خداوندِ عالم کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ بریلوی صاحب کو اطفال سے گفتگو کی حاجت نہیں مگر دوسروں کو تو ان سے گفتگو کی ضرورت ہے تاکہ ان کا حق و باطل ظاہر ہو جائے۔ الساکت عن الحق کی وعید سے ڈرنا چاہیے۔ جن مسائل میں تمام عمر صرف ہوئی ہو ان کے تمام پہلوؤں پر نظر ہو۔ اس کے متعلق اگر کچھ دریافت کیا جائے تو سکوت محض ہو۔ خاموشی بے وجہ نہیں بے خود کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اگر گفتگو نہ کرتے تو تمہیدی سوالات کے جواب تو تحریر فرما دیتے جن سے گفتگو کا خود بخود ہی خاتمہ ہو جاتا۔ تین ماہ سے مطالعہ ہو رہا ہے۔ اگر جو بات بن پڑتے تو فبہا ورنہ سکوت تو پردہ پوشی ہی ہے۔ ''ایک چپ سو کو ہرادے'' مثل مشہور ہے۔ فاضل کامل تھانوی صاحب سے اگر بریلوی صاحب گفتگو کی درخواست کرتے اور حضرت مولانا دامت برکاتہم ان کی طرف سے مناظرہ فرماتے تب یہ تحریر البتہ بجا تھی کہ فاضل موصوف کی جانب سے مہری دستخطی وکالت نامہ چاہیے۔ یہاں تو فاضل موصوف کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ ان کو درمیان میں لانے سے کیا نفع۔ اس وقت ایک مستقل گفتگو ہے جو تمہیدی سوالات کے جوابات پر مبنی ہوگی۔ ہاں بریلوی صاحب گفتگو سے گریز کرتے ہیں اور آپ ان کے حمایتی کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ کو مہری دستخطی تحریر مشکل کشائی بریلوی صاحب کی پیش کرنی چاہیے کہ آپ صدر جرگہ ہیں اور آپ کی ہار جیت ان کی ہار جیت ہے۔ تب آپ کو کچھ لکھنے کا حق حاصل ہے ورنہ مان نہ مان میں تیرا مہمان دخل

درمعقولات بالکل بے جا اور حق کے خلاف ہے۔اس جانب سے کسی کی حمایت کا دعویٰ نہیں ہے جس سے مہری دستخطی سند حاصل کی جائے۔ یہ منصب آپ کا ہے آپ مہری دستخطی دستاویز بریلوی صاحب کی حاصل کیجئے۔ پھر خدا چاہے تو آپ کی حقیقت بھی کھل جائے گی ورنہ فضول تضیع [1] اوقات ہے۔ آپ کو ناگوار تو ہوگا مگر معاف فرمایئے آپ کے بریلوی صاحب درحقیقت مناظرہ کر ہی نہیں سکتے۔ ورنہ اس قدر خاموشی اور سکوت خاں صاحب سے دشوار تھا۔ ان کو اپنی تحریرات اور پرزور دلائل کا حال خوب معلوم ہے۔ جس مسئلہ میں سو سو دلائل لکھتے ہیں۔ وقت پر خدا چاہے تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ سب تحریرات نام کی تھیں کام کی بات ایک بھی نہیں۔ یہ تو فرمایئے اگر مناظرہ منظور نہیں تو جیسے آپ کو یہ جواب لکھنے کا حکم دیا تھا تین آنے کے ٹکٹ اور تمہیدی سوالات بھی واپس کیوں نہیں کرا دیے ہیں آپ سے شرعی طور سے استفتاء کرتا ہوں کہ ٹکٹ اور سوالات کے رکھ لینے کا بریلوی صاحب کو کیا استحقاق ہے۔ خیر بس! ہم اور کیا کہیں، ''عاقلاں خود میدانند تر کی تمام شد'' والنصر من اللّٰہ العزیز العلیم ینصر من یشاء لا مانع لنصرہ خیر الناصرین. یہ تمام باتیں کسی عاقل کے نزدیک قابلِ پذیرائی نہیں یوں تو کل حزب بما لدیھم فرحون گھر میں جس کو جو چاہا کہہ دیا، لکھ دیا، مردانگی نہیں ہے اگر خداوندِ عالم کے دربار میں یہ تعلیٰ اور تشخص فرضی بریلوی صاحب کی شرعی مسائل میں گفتگو نہ کرنے کی علت ہو سکے اور جواب مقبول ہو تو وہ خود اور آپ بھی خیال کر لیں۔ ہمارا جو کام تھا کر چکے اور آئندہ کو ہر اہلِ باطل کو یہ کہنے کی گنجائش ہوگی کہ تم چونکہ قابلِ خطاب نہیں اس وجہ سے تم سے گفتگو نہ ہوگی اور آئندہ سے کبھی یہ نہ کہنا کہ ہم سے فلاں فلاں نے مناظرہ نہیں کیا۔ چونکہ بریلوی صاحب باتفاق علمائے ہند قابلِ خطاب نہیں ہیں بس یہی آپ کا مسلم جواب ہے۔

المرء یوخذ باقرارہ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللّٰہ

علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحبہ اجمعین.

عبدالسلام یکم جمادی الاولیٰ یوم سہ شنبہ ۱۳۲۶ھ تمت

1۔ اب تو ایک سال سے بھی زائد ہو گیا۔ ۱۲ منہ

اعلان

یہ کتاب چھپنے کے بعد فوراً جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کی خدمت میں بغرض جواب بھیجی جائے گی اور زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک جواب کا انتظار کیا جائے گا۔ خاں صاحب ممدوح کی درخواست پر اس سے زیادہ مہلت بھی مل سکتی ہے۔ والسلام

ناچیز: محمد عبدالوہاب عفاعنہ الملک المنام

نوٹ

بریلوی بزرگوں نے مناظرہ سے فرار کا جو بہانہ تراشا وہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا چونکہ خدامِ اکابر علماء دیوبند، احمد رضا خاں صاحب کو حضرت تھانویؒ تک پہنچانا چاہتے تھے اس لئے حضرت تھانویؒ کو احمد رضا خاں صاحب کے ساتھ مناظرہ کرنے کیلئے تیار کرلیا اور ان سے دی گئی مناظرہ کی تحریر حاصل کرلی باوجودیکہ خدام اکابر علماء دیوبند سمجھتے تھے کہ احمد رضا خاں صاحب جیسے انسان جو ایک عالمِ دین ہونا تو درکنار کسی مدرسہ کے فارغ اور سند یافتہ بھی نہ تھے۔ کے مقابلہ میں حضرت تھانوی کو لانا حضرت تھانویؒ کی بہت بڑی توہین ہے لیکن احقاقِ حق وابطال کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کیا مگر احمد رضا صاحب نے جس طرح فرار اختیار کیا اس کو پوری تفصیل قاصمۃ الظہر فی بلند شہر میں ملاحظہ فرمائی جائے جو عنقریب انجمن کی طرف سے شائع کی جائے گی۔

قاری محمد عارف ناظم نشرواشاعت

انجمن ارشادالمسلمین لاہور

فتحِ بریلی کا دلکش نظارہ

یہ ایک تاریخی مناظرے کی مکمل روداد ہے جو مناظر اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور مناظر اہل بدعت مولوی سردار احمد گورداسپوری کے مابین بریلی کی سرزمین میں بلکہ بریلویوں کے مرکز مدرسہ رضویہ میں ہوا۔ اور مناظر اہلِ سنت مولانا نعمانیؒ نے مبتدعین کو جس ذلت ناک شکست سے دوچار کیا قارئین اس کا اندازہ بخوبی کر سکیں گے۔

انعقادِ مناظرہ کے اسباب کے متعلق بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ لکھیں مناسب سمجھتے ہیں کہ بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ کا وہ تحریری بیان نقل کر دیں جو انہوں نے انعقادِ مناظرہ کے متعلق اشتہار کی شکل میں شائع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں:

حضرات! میں شہر کہنہ بریلی کا باشندہ ہوں اور ایک عرصہ سے تجارتی سلسلہ سے لکھنؤ رہتا ہوں، خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دیوبندی، بریلوی مناقشاف سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہوئی۔ کچھ دن ہوئے کہ میں اپنے وطن بریلی آیا۔ میرے اہل محلہ سید اعجاز نبی صاحب، مولوی لیاقت حسین صاحب، ثناء اللہ صاحب، سید حبیب الحسن صاحب، ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور ان کے کرایہ دار (جن کا نام اس وقت یاد نہیں) ان تمام حضرات

نے جو مولوی حامد رضا خاں صاحب کے ماننے والے ہیں۔ مجھ سے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی وہابی ہو گئے ہیں اور وہ مولوی اشرف علی صاحب کو مانتے ہیں۔ لہٰذا ان سے سلام وکلام وغیرہ سب چھوڑ دو۔ اور اس کے متعلق بڑے مولوی صاحب (مولانا حامد رضا خاں صاحب) سے فتویٰ دریافت کرلو۔ چنانچہ میں نے اس کے متعلق سوال [1] لکھا۔ اور مؤخر الذکر صاحب جو بڑے مولوی صاحب کے غالباً مرید بھی ہیں مجھ کو ہمراہ لے کر مولوی حامد رضا خان صاحب [2] کے پاس پہنچے۔ مولوی صاحب نے سوال دیکھا اور زبانی جواب دیا کہ

''مولوی اشرف علی کافر ہیں۔ ان کے ماننے والے بھی کافر ہیں۔ ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔''

میں نے عرض کیا کہ آپ اس کو لکھ دیجئے۔ میں دوسرے علماء صاحبان سے بھی جواب لکھاؤں گا۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے مدرسہ کے بڑے مدرس صاحب سے لکھالو۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے مجھ کو مولوی سردار احمد صاحب [3] کے پاس بھیج دیا۔ اور انہوں نے وہی جواب [4] لکھا جو مولوی حامد رضا خاں صاحب نے زبانی

1۔ سوال کی عبارت یہ تھی۔ ''کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرا بڑا بھائی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو عالم مانتا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے۔ اور بعض لوگ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو وہابی کہتے ہیں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ دراصل مولوی اشرف علی صاحب وہابی ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہابی ہیں تو مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ اپنے بڑے بھائی سے ملوں یا نہ ملوں اور وہابی کس کو کہتے ہیں؟

2۔ فرزند اکبر مولوی احمد رضا خاں صاحب

3۔ جو گزشتہ سالوں سے لائلپور (فیصل آباد) میں تکفیری مہم چلا کر اپنے اسلاف کی سنت کو تازہ کر رہے ہیں۔

4۔ الجواب: اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس سرورِ دوعالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس ورفیع میں صریح توہین وکھلی گستاخی کے کلماتِ ملعونہ بکے ہیں۔ علمائے عرب وعجم نے ایسے کلمات کہنے والے کو کافر خارج از اسلام فرمایا ہے وہ کلمات یہ ہیں۔

آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔

بقیہ اگلے صفحہ پر

فرمایا تھا۔ پھر میں نے وہ فتویٰ مولانا رفاقت حسین صاحب عمروی کے سامنے پیش کیا، انہوں نے اس کا رَد لکھا اور کفر کے فتوے کو غلط، باطل ثابت کیا۔[1] اس کے بعد میرے انہی

ایسا علم ☆ تو زید و عمر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص٦) اشرف علی تھانوی وہابی بلکہ وہابیوں کا پیشوا ہے۔ وہابی اسے کہتے ہیں جو محمد بن عبدالوہاب نجدی (جو رسول کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتا تھا) کا تبع ہو یعنی جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع میں گستاخی کرتا ہے وہابی کا لفظ اس کے لئے مشہور ہو گیا۔ صورت مذکورہ میں اگر وہ شخص اشرف علی کی عبارتِ مذکورہ پر مطلع نہیں ہے تو اسے مطلع کر دیا جائے۔ اطلاع پانے کے بعد اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے قطعاً علیحدگی اختیار کی جائے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام، کھانا، پینا، سب حرام ہے۔ قال تعالی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ واللہ اعلم

''فقیر محمد سردار غفرلہ الاحد گورداسپوری''

☆ مجیب کی چالاکی اور عیاری قابل غور ہے کہ اصل عبارت حفظ الایمان میں لفظ ''ایسا علمِ غیب'' ہے اور اس مجیب نے اس میں سے لفظِ ''غیب'' کو اڑا کر صرف لفظ ''علم'' لکھا ہے۔ اور اس طرح خلق اللہ کو دھوکے میں ڈال کر گمراہ کرنا چاہا ہے اور اپنے اسلاف محرفین کی سنت مستمرہ پر عمل کیا ہے۔ **فنعوذ باللہ من شرورِ انفسھم**۔ مرتب

1۔ مرتب روئداد ہذا احقر رفاقت حسین غفرلہ، اس لائق نہیں ہے کہ مفتیانِ دین میں اس کا شمار ہو اور نہ فتویٰ نویسی اس کا کام ہے۔ البتہ اپنی استعداد اور استطاعت کے مطابق حسبِ توفیق وہ حق کی حمایت اور باطل کے خلاف جہاد کا جذبہ اپنے اندر ضرور رکھتا ہے۔ چونکہ مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے اس فتویٰ کفر میں نہایت بیدردی کے ساتھ حق و صداقت کا خون کیا ہے۔ اس لئے اظہار الصواب جناب محمد شبیر صاحب سائل کے اصرار پر ناچیز نے اس کفری فتوے کا مختصر جواب لکھ دیا۔ جس کا نام بھی احباب کی خواہش پر ''بطشِ شدید بر مفتری عنید'' رکھ دیا گیا۔ ناظرین کی آگاہی کیلئے وہ جواب بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

بطش شدید بر مفتری عنید

حامداً مصلیاً اما بعد۔ معلوم ہونا چاہئے کہ مجیب نے اس جواب میں اپنے مجدد ملت محدث فی الدین مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا اتباع کرتے ہوئے نہایت سخت خیانت اور شرمناک بددیانتی سے کام لیا ہے۔ خانصاحب بریلوی نے بھی حفظ الایمان کی یہی عبارت اسی طرح ناقص نقل کر کے اور اس میں تحریفات کر کے علماء حرمین کے سامنے پیش کی تھی اور ان حضرات کو دھوکہ دے کر اپنے فتویٰ کفر کی ان سے تصدیق کرائی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ جب اس عبارت کا صحیح مطلب علماء حرمین شریفین .... بقیہ اگلے صفحہ پر......

محلّہ داروں نے (جو مولوی حامد رضا خاں صاحب کے خاص آدمی تھے) مجھ سے کہا کہ ان

بقیہ حاشیہ............ کے سامنے رکھا گیا تو ان حضرات نے اس کو بالکل بے غبار اور نا قابلِ اعتراض بتلایا اور صاف لکھ دیا کہ ایسا لکھنے والا صحیح العقیدہ سنی ہے۔ علماء حرمین کا یہ آخری فتویٰ ''التصدیقات'' کے نام سے اب سے تقریباً بیس سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ بہر حال بریلوی صاحب نے بھی اس عبارت کے متعلق یہ خلاف دیانت کاروائی کی تھی اور انہیں کی اقتداء میں اس مجیب نے بھی وہی خیانت کی ہے اور عبارت کو ناقص نقل کیا ہے۔ ورنہ اگر اس کا ماسبق اور مالحق پورا لکھ دیا جاتا تو کسی کو کوئی شبہ نہ ہوتا۔ چنانچہ حفظ الایمان کی اس عبارت کو توضیح علماء اہلسنت نہایت شرح و بسط کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اور خود حضرت علامہ تھانوی مدظلہ بھی ''بسط البنان'' میں اس بہتان کا کافی شافی جواب دے چکے ہیں اس لئے اب کسی مزید تفصیل کی تو حاجت نہیں۔ ہاں مختصراً اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت تھانوی زید مجدہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں۔ بلکہ آپ کا مطمحِ نظر صرف لفظ در عالم الغیب'' کے اطلاق کا جواز و عدم جواز ہے۔ اور آپ صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ در عالم الغیب'' سے یاد کرنا درست نہیں۔ اور اس دعوے کی ایک دلیل مولانا اس عبارت سے پہلے بیان فرما چکے ہیں۔ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ جو گمراہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عالم الغیب'' کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس بنا پر۔ آیا اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے نزدیک تمام غیوب غیر متناہیہ کا علم ہے یا اس وجہ سے کہتے ہو کہ آپ کو بعض غیوب کا علم ہے۔ پہلی بات تو بالکل ہی باطل ہے۔ (اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی اس کو خالص الاعتقاد'' میں باطل کہتے ہیں۔ رہی دوسری بات یعنی یہ کہ آپ کو بعض غیوب کے معلوم ہونے کی وجہ سے عالم الغیب کہا جاوے تو اس صورت میں تمہارا قاعدہ ٹھہرا کہ جس کو بھی بعض غیب کا علم ہوگا اس کو تم عالم الغیب کہہ دیا کرو گے، تو پھر اس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا امتیازی شان رہے گی۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح سے ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بات تو انسان کے علاوہ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ پس تمہارے اس قاعدہ پر لازم آئے گا کہ دنیا کی حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہو پس اگر تم جواب دو کہ ہاں ہم تو سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے میں آپ کی کیا تعریف ہوئی جب کہ تمہارے نزدیک غیر انسان کو بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔

یہ ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کی اس عبارت کا مختصر خلاصہ۔ اگر تفصیل مطلوب ہو تو ''بسط البنان'' اور ''توضیح البیان'' اور معرکۃ القلم'' کی چوتھی بحث ملاحظہ فرمائی جاوے۔ بہر حال حضرت مولانا کی اس عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی ہے تو سخت بد دیانتی اور اعلیٰ درجہ کی بے حیائی ہے۔ بقیہ آگے

جھگڑوں کا ٹھیک فیصلہ مناظرہ سے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تم مولوی منظور احمد صاحب [1] مدیر

1۔ اس کا ثبوت قرآنی آیات کلمہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات بھی روئیداد ہذا میں آئندہ آئیگا۔

بقیہ حاشیہ............ بالخصوص جب کہ حضرت مولانا مدظلہ ''بسط البنان'' میں مفتریوں کے اس ناپاک افتراء سے اپنی برأت اور بیزاری کا اعلان فرما چکے ہیں۔

یہاں تک تو اس جواب پر تنقید تھی۔ اب اصل سوال کا صحیح جواب ملاحظہ ہو کہ ''جو شخص حضرت تھانوی کو عالم مانتا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے وہ سراسر حق پر ہے''۔ بے شک حضرت ممدوح اس وقت کے اکابر علماء حقانی میں سے ہیں اور آپ کی کتابوں نے ہندوستان کی سرزمین میں رشد و ہدایت کے دریا بلکہ بیرون ہندوستان میں بھی فیوض و برکات کے چشمے بہا دیئے ہیں۔ بہت سے گمراہ لوگ صرف حضرت ممدوح کی تالیفات کا مطالعہ کر کے راہِ راست پر آگئے۔ آج بحمد اللہ حضرت کے متوسلین میں ہزاروں سے اوپر ذاکر اور شاغل ہیں۔ جن کی زندگی ایمان و عرفان کا صحیح نمونہ ہے۔

ہم دیانۃً کہتے ہیں اور شہادت دے سکتے ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا (ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جن کو دیکھ کر اللہ اور یوم آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جس کو اس میں شک ہو اس سے ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ وہ باطل کی آلائشوں سے اپنے باطن کو پاک کر کے ایک دفعہ حضرت ممدوح کی خدمت اقدس میں حاضر ہو اور ہماری ان معروضات کی تصدیق کرے۔ رہا کسی شخص کا حضرت مولانا تھانوی مدظلہم کو وہابی کہنا سو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

جب کہ صدیق و فاروق اور عثمان و مرتضٰی رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر اور منافق کہنے والے بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں تو پھر یہ کون سے تعجب کا مقام ہے کہ کسی عالمِ حقانی کو برا بھلا کہا جائے۔

ہندوستان کے عالم جاہل ہر متبع سنت اور پابند شریعت کو وہابی کہتے ہیں۔ تعزیہ پرستوں کے نزدیک ہر وہ شخص وہابی ہے جو تعزیہ داری کی مشرکانہ رسوم سے منع کرے۔ اسی طرح قبر پرست ہر اس خدا پرست کو وہابی کہتے ہیں جو قبر پرستی کے خلاف جہاد کرے۔ سجدۂ قبر، بوسۂ قبر اور طوافِ قبر وغیرہ وغیرہ بدعات و منکرات کو منع کرے اور بعض علاقوں میں اس کو وہابی کہا جاتا ہے جو سود اور قمار بازی کے حرام ہونے کا وعظ کہے۔

پس اگر وہابیت اسی کا نام ہے تو بے شک حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدفیوضہم اور ان کے خدام سخت سے سخت اور کٹر سے کٹر وہابی ہیں اور اس وہابیت پر وہ جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے۔

خدا گواہ کہ گر جرم ما ہمیں عشق است
گناہ گبر و مسلماں بجرم ما بخشند

اور اگر وہابیت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت یا معاذ اللہ آپ کی شانِ اقدس میں اہانت

بقیہ آگے...

الفرقان اور مولوی سردار محمد صاحب کے درمیان مناظرہ کراؤ۔ دونوں جماعتوں اور دونوں عالموں کی ہر قسم کی ذمہ داری ہم لیں گے۔

چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے حامد یار خاں صاحب، لعل محمد صاحب اس کام کے انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے اور میں بھی تیار ہوگیا۔ اور ہم لوگوں نے ایک تحریر [1] لکھی

............بقیہ حاشیہ............ اور گستاخی کا نام ہے تو حضرت تھانوی اور آپ کے متوسلین اس سے اسی طرح بری اور بیزار ہیں جس طرح کے دوسرے موجباتِ کفر سے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن یا آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا خدا کا دشمن اور ابدالآباد کے لئے جہنم کا سزاوار ہے۔ وہ دنیا میں واجب القتل ہے اور خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کردینا چاہئے۔ واللہ علی مانقول شہید

پس سائل کا بڑا بھائی جو حضرت مولانا تھانوی کی کتابیں دیکھتا ہے اس سے تعلقات منقطع کرنا حرام اور بدترین گناہ ہے اور ایسے شخص سے قطع تعلق کی رائے دینے والا اس خائب و خاسر جماعت میں سے ہے جس کے متعلق قرآنِ عزیز کا بیان ہے۔

ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک ھم الخسرون.

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

حررہ العبد الراجی الی رحمۃ الکونین محمد

المدعو برفاقت حسین غفرلہ رب المشرقین والمغربین العمروی وطنا

العمری نسبا والحنفی ملھبا یوم عاشوراء محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

1۔ جو فیصلہ کن مناظرہ کے نام سے اس مجموعہ میں شامل ہے۔

ہم حیران تھے کہ مولوی سردار احمد صاحب کے فتوے کا رد تو لکھا اس ناچیز نے اور مناظرہ کے لئے نامزد کیا گیا مولانا محمد منظور صاحب کو اور غالباً ہمارے ناظرین کو بھی یہ احساس ہوگا۔ لیکن تحقیق اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ کاروائی درحقیقت مولوی حامد رضا خان صاحب کی تھی۔ کیونکہ مولانا محمد منظور صاحب نے ''الفرقان'' میں مولوی حامد رضا خان صاحب سے ایک فیصلہ کن تحریری مناظرہ شروع کر رکھا ہے اور حسام الحرمین کی چاروں بحثوں کے متعلق مولانا موصوف اپنا دعویٰ نہایت مدلل طور پر پیش فرما چکے ہیں۔ جس نے مولوی احمد رضا خان کی خیانت اور افتراء پردازی کو طشتِ از بام کردیا ہے۔ اور باوجود شدید مطالبہ کے مولوی حامد رجا خان ابھی تک اس کے جواب میں خاموش ہیں۔ اب جناب مدیر الفرقان نے تین مہینہ کی آخری مہلت دی ہے بہرحال مولانا موصوف کی اس سخت گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ چال چلی تھی اور مصلحت اس میں یہ سوچی تھی کہ بقیہ حاشیہ آگے......

جس میں مولانا محمد منظور صاحب سے یہ درخواست کی گئی کہ "ہم لوگ مولوی سردار احمد صاحب اور آپ کے درمیان مناظرہ کرانا چاہتے ہیں۔کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں یہ تحریر لے کر میں خود مولانا محمد منظور صاحب کے پاس حاضر ہوا۔انہوں نے جواب دیا کہ۔

میرا اور مولوی حامد رضا خاں صاحب کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔اس سے فائدہ اٹھایئے۔مولانا حامد رضا خان صاحب سے میرے مناظرانہ مضامین کا جواب اصالتاً یا وکالتاً دلوایئے اور اگر مولوی سردار احمد صاحب ہی سے مناظرہ کرانا ہے تو میری تخصیص بلاوجہ ہے۔

اور تقریباً یہی جواب مولانا نے اپنے قلم سے لکھ بھی دیا۔لیکن جب میں نے اس پر اصرار کیا کہ آپ خود ہی اس کو منظور فرمالیجئے۔تو آپ نے ازراہِ عنایت میری اور درخواست کو منظور فرمالیا۔اور پہلے جو چند سطریں آپ نے لکھی تھیں ان کو قلم زد فرما کر (اسی درخواست کے ذیل میں) مندرجہ ذیل تحریر لکھدی:

"باسمہ تعالیٰ حمداً وسلاماً مندرجہ بالا تحریر میرے سامنے پیش کر کے مجھ سے تیاری وعدم تیاری کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔میں متوکلاً علی اللہ تعالیٰ عرض کرتا ہوں کہ تمام نزاعی امور میں بترتیب الاہم فالاہم (جو خان صاحب کا مسلمہ ہے) مولوی سردار احمد

.... بقیہ حاشیہ .... مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار صاحب سے مخاطبہ گوارہ نہ فرمائیں گے کیونکہ وہ ان کے قرین نہیں ہیں اور بس ہم فوراً ہی اعلان کردیں گے کہ مولانا محمد منظور صاحب ہمارے مدرسہ کے مدرس صاحب سے مناظرہ کرنے کو آمادہ نہ ہوئے اور بھاگ گئے اور ہماری فتح ہوگئی۔ بہرحال اس مصلحت سے مولانا محمد منظور صاحب کو نامزد کر کے یہ تحریک اٹھائی گئی تھی اور درحقیقت بجھانے والے نے خوب بجھائی تھی۔مگر قسمت بری تھی کہ مولانا موصوف نے محمد شبیر صاحب کے اصرار پر بلالحاظ کفائت مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنا منظور فرمالیا۔اور مولوی حامد رضا خان صاحب کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔

واللہ لا یھدی کید الخائنین. ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔۱۲۔مرتب

صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔ جلسہ کی [illegible] ات
مولوی حامد رضا خان صاحب فرمائیں گے۔[1] [illegible]
مولانا کی یہ تحریر مولوی حامد رضا خان صاحب کے [illegible] مدین نے
مجھ سے لے لی اور مولوی سردار احمد صاحب کے پاس لے گئے۔ انہوں نے [illegible] پر فرمایا:

"بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلی علی رسوله الكريم.

فقیر کے سامنے ایک تحریر پیش کی گئی جس میں مولوی منظور صاحب نے فقیر کے ساتھ مناظرہ کی تیاری کا اظہار کیا ہے۔ فقیر کو ہرگز مناظرہ سے انکار نہیں۔ مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر وفکر منظور ہے۔ جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بحمدہ تعالیٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے۔ اور انتظامی امور سے فقیر کو کوئی تعلق نہیں۔"

فقیر سردار احمد غفرلہ الاحد گورداس پوری

۱۴۔ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

یہ تھے انعقادِ مناظرہ کے وہ اسباب جو بانی مناظرہ نے خود اپنے قلم سے لکھے ہیں۔
(ماخوذ از اشتہار جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ مشتہرہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۳۵ء)

آغازِ مناظرہ سے پہلے جو امور رضا خانی حضرات کی طرف سے پیش آئے وہ بجائے خود اگرچہ کچھ کم دلچسپ نہیں لیکن ہم بقصدِ اختصار ان کو چھوڑ کر اب ناظرین کو مجلسِ مناظرہ کی سیر کراتے ہیں۔

1۔ درحقیقت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ انتہائی فراخ حوصلگی تھی کہ انہوں نے مولوی حامد رضا خان صاحب کو فریقین کے لئے جلسہ مناظرہ کا انتظامی صدر تجویز کیا۔ مخالف اور حریف کے ساتھ اس سے زیادہ کوئی رعایت نہیں ہو سکتی لیکن نہ معلوم کن وجوہ سے مولوی حامد رضا خان صاحب کو مولانا سے اس قدر گریز ہے کہ وہ اس صدارت کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ سچ ہے یعارف الورہ الموت الشراب۔ مرتب

مناظرہ کا پہلا دن

۲۰ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم پنجشنبہ

مناظرہ کا وقت رضا خانی صاحبان نے بلا ہمارے مشورہ کے دس بجے سے مقرر کیا تھا اور مولانا محمد منظور صاحب معہ اپنے احباب کے تقریباً ساڑھے نو بجے مدرسہ اشفاقیہ میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) پہنچ بھی گئے تھے اور آپ نے اس کی اطلاع بھی بانی مناظرہ کو کرادی تھی۔ لیکن چونکہ منتظمین مناظرہ ضابطہ کی کسی کارروائی کے لئے تھانہ میں بلائے گئے تھے اور وہ گیارہ بجے تک وہاں سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد مولانا کو لینے کے لئے آئے اس لیے دن کی کارروائی بارہ بجے کے قریب شروع ہوئی۔ اہلسنّت کی طرف سے جناب مولانا رونق علی صاحب اول مدرس مدرسہ اشفاقیہ صدر منتخب ہوئے۔ اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بہاری۔

اس کے بعد موضوع مناظرہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ مناظرہ چونکہ آپ کے مرکز میں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہی فیصلہ کن مناظرہ ہو اور تمام اختلافی مسائل پر اس میں بحث ہو۔ اس لئے میں نے اپنی پہلی تحریر میں تمام نزاعی امور کا لفظ لکھا ہے اور آپ نے بھی اس کو منظور کرلیا ہے۔ چنانچہ آپ کی تحریر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ''وہ یعنی محمد منظور جن امور میں مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بحمدہ تعالیٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے۔'' پس میں چاہتا ہوں کہ یہ مناظرہ تمام مسائل مختلف فیہا پر ہو۔

مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ اس مناظرہ کی بنیاد میرے اس فتوے پر ہے جس میں میں نے حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کی ہے۔

لہٰذا یہ مناظرہ محض حفظ الایمان کی عبارت پر ہوگا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب کہ آپ خود لکھ چکے ہیں ان تمام امور میں مناظرہ کو تیار ہوں جن پر محمد منظور چاہے تو پھر اب جب کہ مناظرہ کا وقت آ گیا تو آپ دوسرے مباحث سے کیوں گریز کرتے ہیں۔

ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون. (آل عمران ۳. ۱۴۳)

اس کے بعد مولانا نے ثابت کیا کہ اگر چہ اس فتوے میں آپ نے صرف حفظ الایمان ہی کی عبارت لکھی ہے۔ لیکن آپ حضرات کی تکفیر صرف اسی ایک عبارت پر مبنی نہیں ہے۔ اس لئے فقط حفظ الایمان کے فیصلہ سے تو صرف مسئلہ تکفیر کا بھی فیصلہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ دوسرے مسائل۔ لہٰذا اس صورت میں مناظرہ بالکل بے سود ہوگا۔

پھر مولانا نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آج مجھے اہل بریلی پر پورے طریقے سے اتمام حجت کرنا ہے۔ حق تعالیٰ نے صرف اپنی عنایت سے مجھے آج یہ موقع دیا ہے کہ بریلی کی وہ سادہ لوح پبلک جو حامیانِ کفر اور علمبردارانِ تکفیر کے غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے ہماری بات سننا حرام سمجھتی ہے۔ آج وہ میرا مناظرہ سننے کے لئے آئی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی صحبت میں پورے طور پر صداقت کا پیغام سنا دوں۔ اور ہر اختلافی مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا اور اپنے اکابر کا نقطۂ نظر واضح کر دوں۔

لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ.

(انفال ۸. ۴۲)

مجھے معلوم نہیں کہ پھر کبھی یہ موقع مجھ کو میسر ہو یا نہیں۔

امیر جمع ہیں احباب ، حالِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

بہت دیر تک اسی پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولوی سردار احمد صاحب چاہتے تھے کہ

صرف عبارت حفظ الایمان پر مناظرہ ہو، اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ تمام مسائل پر بحث ہو۔ بالآخر ایک بار مولوی سردار احمد صاحب کی زبان سے نکلا کہ۔ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ یہاں موجود ہیں ان سے دریافت کرلیا جاوے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ چنانچہ محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ میں تمام مسائل پر مناظرہ کرانا چاہتا ہوں۔ تا کہ پورے طور پر حقانیت روشن ہو جائے۔ بانیٔ مناظرہ کے اس فیصلہ کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو کوئی چارہ نہ تھا۔ جبراً قہراً ان کو ماننا پڑا کہ مناظرہ تمام مختلف فیہ مسائل میں ہوگا۔

اس کے بعد مباحث کی ترتیب کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر میں اپنی طرف سے کوئی ترتیب پیش کردوں تو ممکن ہے آپ کو اس سے اختلاف ہو، اس لئے بہتر یہ ہے کہ مباحث کی ترتیب وہی رہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے تکفیری فتوے ''حسام الحرمین'' میں قائم کی ہے۔ یعنی اول عباراتِ تحذیر الناس پر گفتگو ہو۔ اس کے بعد اس جعلی فتوے پر جو حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ بعد ازاں عباراتِ براہین قاطعہ پر۔ اس کے بعد عبارتِ حفظ الایمان پر۔ یہی ترتیب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ہے امید ہے کہ اس سے آپ کو کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ تکفیر کی ان چاروں بحثوں کے بعد دوسرے اختلافی مسائل پر بھی الاہم فالاہم کی ترتیب سے گفتگو ہوگی جو مولوی احمد رضا خان صاحب کا مسلمہ اصول ہے۔

مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو یہ ترتیب منظور نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے حفظ الایمان پر گفتگو ہوگی دوسرے مباحث کے متعلق اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں نے جو ترتیب پیش کی ہے وہ میری ایجاد نہیں ہے بلکہ آپ کے امامِ مذہب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ترتیب ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اس میں کوئی نقصان ہے تو بیان کیجئے۔ لیکن بلا کسی وجہ کے صرف میری ضد میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی ترتیب کو چھوڑنا بالکل بے جا ہے۔ دوسرے یہ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کوئی جاہل تو نہیں تھے اور آپ سے یقیناً زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے جو ترتیب قائم کی آخر کچھ سوچ کر ہی قائم کی ہوگی۔ آپ کو اس سے کیوں اختلاف

ہے؟ جب کہ خود انہوں نے حفظ الایمان کی بحث کو سب سے آخر میں رکھا ہے۔تو آپ اس کو سب سے پہلے رکھنے پر کیوں مصر ہیں؟ ابھی تو مناظرہ شروع نہیں ہوا ابھی سے آپ اپنے اعلیٰ حضرت کا دامن چھوڑنے لگے۔

سحر ہے دور تمہارا رنگ فق ابھی سے ہے

غرض مباحث کی اس ترتیب کے متعلق بھی بہت دیر تک گفتگو جاری رہی اور مولوی سردار احمد صاحب کی برابر یہی ضد رہی کہ پہلے حفظ الایمان کی عبارت پر گفتگو ہوگی۔ مولانا منظور صاحب نے بار بار دلائل سے سمجھایا لیکن مولوی سردار احمد صاحب زمین پکڑ گئے۔ اور اپنی اس بے جا ضد سے نہ ٹلے۔ بالآخر بعض منتظمین مناظرہ نے مولانا محمد منظور صاحب سے عرض کیا کہ جب آپ کو تمام مباحث پر گفتگو کرنی ہے تو اس میں کیا حرج ہے کہ پہلے حفظ الایمان کے متعلق بحث ہو۔

مولانا نے فرمایا درحقیقت میرا اس میں کوئی حرج نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی گفتگو سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ دوسرے مباحث پر گفتگو کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ حفظ الایمان پر تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد وہ کسی حیلہ سے مناظرہ ختم کر دیں گے [1]۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ دوسرے مباحث پر پہلے گفتگو ہو اور بعد میں حفظ الایمان پر تا کہ مناظرہ ناتمام ختم نہ ہو۔

اس کے جواب میں رضا خانیوں کے صدر مولوی مجیب الرحمٰن صاحب بہاری نے کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ حفظ الایمان کے بعد دوسرے مباحث پر بھی گفتگو ہوگی آپ صرف اس کو مان لیجئے کہ پہلے بحث حفظ الایمان پر ہو۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اچھا اپنے مناظر صاحب سے مجھ کو اس کی تحریر دلوا دیجئے کہ حفظ الایمان کی بحث کے بعد دوسرے مباحث پر بھی وہ ضرور گفتگو کریں گے۔

مولوی سردار احمد صاحب نے اس موقع پر ایک عجیب وغریب شاخسانہ نکالا فرمانے لگے کہ نہیں جناب جب میں حفظ الایمان کی عبارت کا کفر ہونا ثابت کر دوں اور

1۔ اللہ کی عجیب شان ہے کہ مولانا کا یہ خیال حرف بحرف صحیح ہوا جیسا کہ ناظرین کو روئداد ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے۔ اتقوا فراسة المؤمنين فانه ينظر بنور الله۔ ۱۲ مرتب

آپ مجمع عام میں توبہ کریں تب میں دوسرے مباحث پر گفتگو کروں [1] گا جب تک آپ حفظ الایمان کے کفر سے توبہ نہیں کریں گے میں ہرگز [illegible] پر مناظرہ نہیں کروں گا۔

مولانا منظور صاحب نے فرمایا کہ جناب مجھے تو معلوم ہے کہ آپ کسی حال میں بھی دوسرے مسائل پر گفتگو نہیں کریں گے۔ اور چونکہ آپ کا دل جانتا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت خالص اسلامی عبارت ہے اور کوئی [illegible] کا حامی قیامت تک اس کا کفر ہونا ثابت نہیں کرسکتا۔ اس لئے آپ یہ لغو شرط لگا رہے ہیں۔ کہ نہ اس عبارت کا کفر ہونا ثابت ہوگا نہ توبہ کی نوبت آئے گی۔ نہ آپ دوسرے مباحث پر مناظرہ کو تیار ہوں گے۔ مثل مشہور ہے، نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

آپ کی یہ شرط بالکل ایسی ہے کہ کسی سناتن دھرمی سے مسئلہ توحید و مسئلہ رسالت وتناسخ و حدیث روح و مادہ پر میرا مناظرہ ہو، اور جب مباحث کی ترتیب کا سوال اٹھے تو وہ آپ کی طرح یہ مہمل شرط لگا دے کہ نہیں جناب جب میں (معاذ اللہ) توحید کو باطل ثابت کر دوں اور آپ اس سے توبہ کر کے بت پرستی [2] کا اقرار کرلیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کروں گا ورنہ ہرگز نہیں۔ آپ ہی بتلائیں کہ اس سناتن دھرمی کی یہ شرط قابل قبول ہوگی؟

غرض مولوی سردار احمد صاحب کی اس لایعنی شرط پر بھی گھنٹوں گفتگو رہی اور بہت دیر کے بعد مولوی سردار احمد صاحب اپنی اس بے جا ہٹ سے باز آئے اور انہوں نے دوسرے مباحث پر بھی مناظرہ کی تحریر دے دی۔

اور آج کا پورا دن صرف انہیں دو باتوں میں ختم ہوگیا جس سے حاضرین کو بہت زیادہ کوفت رہی اور ہم کو بھی اضاعتِ وقت کا بہت زیادہ ملال ہوا۔

1۔ ناظرین اس احمقانہ شرط کی داد دیں اور رضاخانیوں کی معقولیت کا ماتم کریں۔ یہ ہے رضاخانیوں کے مایہ ناز مدرس (موجودہ شیخ الحدیث وناشر) اور مناظر کی قابلیت اس پر ان بزرگوں کو منطق دانی کا بھی دعویٰ ہے۔ کہو عقل بڑی یا بھینس؟ بے شک ان مفتی صاحب کی عقل سے تو یقیناً بھینس ہی بڑی ہے۔ مرتب

2۔ بہت سے اہل بدعت بجائے بت پرستی کے قبر پرستی کرتے ہیں۔ تشابہت قلوبہم۔ ۱۲ مرتب

مناظرہ کا دوسرا دن

۲۱ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ یوم جمعہ مبارکہ

آج عمدۃ المقررین زبدۃ الواعظین حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی بھی مراد آباد سے تشریف لے آئے اور اہلسنّت کی طرف سے صدارت کے لئے آپ ہی کا انتخاب ہوا۔ مگر چونکہ آپ کی ذات سے حامیانِ باطل کو غیر معمولی صدمات پہنچے ہیں اور بہت سے مقامات پر آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور مؤحدانہ تقریروں نے شرک و بدعت کے مرکزوں کو ویران کر دیا ہے اور لاہور وغیرہ میں اس کا کافی تجربہ ہو چکا ہے کہ آپ کی صدارت میں رضا خانیوں کو کسی بے ضابطہ کاروائی کا موقعہ نہیں ملتا۔ اس لئے بہت دیر تک رضا خانیوں کی طرف سے اس پر اصرار ہوا کہ مولانا ممدوح صدر نہ ہوں۔ حالانکہ یہ بات طے شدہ تھی کہ ہر فریق جس کو چاہے گا اپنا صدر منتخب کرے گا۔ لیکن اس کے باوجود رضا خانی حضرات بالخصوص ان کے صدر صاحب بہت دیر تک اس پر اڑے رہے کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب صدر نہ ہوں۔ بالآخران کی اس بے جا ہٹ کو رائے عامہ نے ٹھکرادیا۔ اور مولانا کی صدارت میں مناظرہ کی کاروائی اس طرح شروع ہوئی۔

مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی اعتراضی تقریر

بعد خطبہ:

انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتومنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا.

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے اور حضرت انسان کو ان سب میں افضل بنایا۔ پھر ان انسانوں میں ایک گروہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا پیدا کیا، جن کا کام ہدایت کرنا ہے۔ اور اس گروہ کو سب سے زیادہ مقرب اور معزز بنایا۔ یہاں تک کہ ان

کے غلاموں کا مرتبہ یہ بتایا کہ ان کے نورانی چہرے قیامت میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کالقمر لیلة البدر

پھر ان انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے ایک ہستی کو سب سے زیادہ برگزیدہ بنایا وہ ہستی ہمارے آقائے نامدار سرکارِ ابد قرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، انہی کی شانِ پاک میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے جو میں نے اس وقت تلاوت کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ہم نے تم کو شاہد اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآن پاک میں حضورؐ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ اکبر! خود خدا جس کا مداح ہو بھلا اس کی عظمت اور رفعت کا کیا کہنا۔ مگر افسوس ہے کہ آج بہت سے لوگ خدا کے اس برگزیدہ محبوب کی توہین کرتے ہیں اور پھر بھی ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب جو تمام دیوبندیوں کے سرگروہ سمجھے جاتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ جیسا علم ان کو ہے ایسا تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے ان کی اصل عبارت یہ ہے لکھتے ہیں:

''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔''

دیکھئے اس عبارت میں حضورؐ کی کتنی بڑی توہین کی گئی ہے اور آپ کو کیسی سخت گالی دی گئی ہے کہ معاذ اللہ جیسا علم آپ کو ہے ایسا جانوروں اور پاگلوں کو بھی ہے۔ توبہ توبہ۔

ان کی اس گستاخی کی وجہ سے میں نے اپنے فتوے میں ان کو کافر لکھا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو بھی حضورؐ کی توہین کرے خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو وہ کافر ہے۔ اور میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا کہ تو کافر ہے۔ ہم کو حضورؐ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب کی پہلی جوابی تقریر

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین.

یامعین بک نستعین. بسم اللہ الرحمن الرحیم.

حاضرین کرام! آپ حضرات نے میرے فاضل مخاطب مولوی سردار احمد کی تقریر سنی آپ نے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فضائل بیان کئے ہیں جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے وہ تو آپ کی حقیقی فضائل وکمالات کا مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اس کو آپ کی شان عالی سے وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہے۔ درحقیقت آپ ساری مخلوق حتیٰ کہ کل انبیاء کے بھی سردار ہیں۔ اور ایک حیثیت سے سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

انا سید ولد ادم ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا تحت لوائی ولا فخر. [1]

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ کنت امام المرسلین وصاحب شفاعتھم. [2]

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔

انا امیرھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا مبشرھم اذا یئسوا ولواء الحمد یومئذ بیدی ولا فخر. [3]

1۔ میں کل بنی آدم کا سردار ہوں۔ اور مجھے اس پر ناز نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور سارے نبی حتی کہ حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ سب کے سب میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ مرتب

2۔ قیامت کے دن میں سارے رسولوں کا امام ہوں گا۔ اور ان کا شفیع۔ مرتب

3۔ جب سارے نبی خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا امیر وفد ہوں گا۔ اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا۔ اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ ۱۲ مرتب

اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت جبرائیلؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "میں نے تمام عالم کا چکر لگایا ہے، مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک زمین کا چپہ چپہ میں نے دیکھا ہے۔ آسمانوں کی بھی سیر کی ہے۔ لیکن میں نے کسی مخلوق کو آپ کے ہم مرتبہ نہیں پایا۔ اور نہ خدا کے نزدیک کسی شخص کی قدر و منزلت ہے جو آپ کی ہے۔ اسی حدیث کا ترجمہ کسی شاعر نے اس طرح کیا ہے۔

آفاقہا[1] گردیدہ اَم ، مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

بہر حال ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے آقا و مولا ارواحنا وقلوبنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔ بلکہ دوسری مخلوقات کو آپ سے وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ستاروں کو آفتاب سے ہے بلکہ ہمارے اکابر نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ روضۂ اقدس کی وہ پاک اور خوش نصیب مٹی جو جسد اطہر سے ملی ہوئی ہے وہ بھی عرشِ اعظم سے افضل ہے۔ اور یہ بھی جو کچھ عرض کیا گیا ان کے مراتب رفیعہ کے اعتبار سے بہت کم ہے۔ درحقیقت ان کی شانِ اقدس اس سے اعلیٰ و بالا ہے کہ کماحقہٗ اس کو بیان کیا جا سکے ہمارا ایمان ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بس حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل آپ نے بیان فرمائے وہ بلکہ اس سے بہت زیادہ ہم کو تسلیم ہیں بلکہ ہمارے نزدیک ان پر ایمان کا مدار ہے۔ علی ہذا القیاس آپ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضورؐ کی توہین کرے وہ کافر ہے۔ یہ بھی بالکل صحیح ہے۔ بے شک جو بدنصیب حضورؐ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ ملعون ہے خارج از

1۔ مذکورہ بالا حدیث اور فارسی کے اس شعر کو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے بھی اپنی مقبولِ عام کتاب "نشر الطیب" میں نقل فرمایا ہے۔ ۱۲ مرتب

اسلام ہے۔

دنیا میں واجب القتل اور آخرت میں ابدالآباد کے لئے جہنمی ہے۔ بلکہ حضورؐ کی شان تو بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی بدنصیب حضورؐ کے غلام بلالِ حبشیؓ کی توہین بھی حضورؐ کی غلامی کی حیثیت سے کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ میرے عقیدے میں تو وہ شخص بھی مومن نہیں جو مدینہ طیبہ کی اس مقدس خاک کی توہین کرے جس کو حضورؐ کی قدم بوسی کا فخر حاصل ہوا ہے۔

ومن عادتی حب الدیار لاھلھا

وللناس فیما یعشقون مذاھب

رہا حضرت مولانا تھانوی مدظلہ پر آپ کا یہ بہتان کہ معاذ اللہ انہوں نے حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ مجھے آپ حضرات کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہے کہ جب کہ خود مولانا مدظلہ اس ناپاک خیال سے اپنی برأت اور بیزاری ظاہر فرما چکے ہیں۔ اور بارہا دلائل قاہرہ سے اس بہتان کا افتراءِ محض ہونا ثابت کیا جا چکا ہے تو کیوں کر آپ حضرات کو اس کے زبان پر لانے کی جرأت ہوتی ہے؟

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک شخص کی طرف آپ ایک عقیدہ منسوب کرتے ہیں۔ وہ اس سے بیزاری اور تحاشی کرتا ہے اور اس کی عبارت میں اس ملعون عقیدہ کی بو بھی نہیں آتی۔ مگر پھر بھی آپ یہی کہے جاتے ہیں کہ اس کا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور باطل کوشی کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھی لیکن چونکہ آپ کو خود یقین تھا کہ اس میں حضورؐ کی توہین وتنقیص کا شائبہ بھی نہیں ہے اس لئے اس عبارت کے پڑھنے کے ساتھ ہی آپ نے اپنی طرف سے لوگوں کو یہ بھی بتلایا کہ:

> ''حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ جیسا کہ علم حضورؐ کو ہے ایسا تو بچوں اور پاگلوں اور جانوروں کو یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے''۔

حالانکہ یہ محض آپ کا بہتان ہے۔ حفظ الایمان میں کہیں یہ موجود نہیں کہ جیسا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا کسی دوسرے کو حاصل ہے۔ یہ ''جیسا'' کا لفظ آپ نے خود اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اور یہ صرف آپ ہی کا قصور نہیں بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت صاحب نے بھی ''حسام الحرمین'' میں یہی حرکت کی ہے۔ آپ تو صرف ان کے مقتدی ہیں۔ بہرحال یہ محض آپ کا افتراء ہے۔ (وقد خاب من افترى)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ جنابِ صدر (حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب) نے اطلاع دی کہ آپ کے وقت میں دو منٹ باقی ہیں لہٰذا حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب بیان کیا جاوے چنانچہ اپنی تقریر کا رخ مولانا نے اسی طرف پھیر دیا۔ اور فرمایا:

''حفظ الایمان کی اس عبارت میں درحقیقت یہ بحث ہی نہیں ہے کہ حضورؐ کو غیب کا کس قدر علم تھا اور آیا اس میں کوئی دوسرا آپ کے برابر ہے یا نہیں؟ بلکہ یہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب اس میں کلام فرما رہے ہیں کہ حضور کو عالم الغیب کہا جاوے یا نہیں۔ مولانا کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کو رازق اور خالق نہیں کہا جاسکتا اسی طرح آپ کو عالم الغیب بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور حفظ الایمان میں مولانا نے اپنے اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔ دلیل اول اس عبارت سے پہلے مذکور ہے جس پر اس وقت بحث ہو رہی ہے۔ اور یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ اور اس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں یا بعض غیب کی وجہ سے؟ اگر کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں تو غلط ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہیں تو اس بعض میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے۔ کیونکہ مطلق بعض غیوب کا علم تو ہر انسان بلکہ ہر حیوان کو عالم الغیب کہا جاوے۔ تو پھر اس عالم الغیب کہنے میں حضورؐ کی کوئی مدح نہ ہوئی۔ غور کیا جاوے کہ اس میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے؟ یا اس برابر سے بچایا گیا ہے جو ان عالم الغیب کہنے والوں کے اصول پر لازم آتی ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب پہلے ہی سے آنکھوں پر کفر کی عینک لگا کر کسی کے کلام کو دیکھا جائے گا تو لامحالہ اس میں کفر ہی نظر آئے گا۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب است

میرا وقت ختم ہو گیا۔ اس لئے تقریر کرنا تمام ختم کرتا ہوں ابھی اس کے متعلق مجھے کچھ اور عرض کرنا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تقریر میں عرض کروں گا''۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے ایک لمبا سا وعظ کہہ دیا اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے حفظ الایمان کی وہ عبارت بعینہ پڑھ کر سنائی تھی جس میں حضورؐ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ اور حضورؐ کے علمِ اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں ''جیسا'' کا لفظ نہیں ہے۔ میں بھی کہتا ہوں کہ بے شک اس میں ''جیسا'' کا لفظ مذکور نہیں ہے۔ لیکن محذوف ہے اور حرف تشبیہ کثرت سے محذوف ہوتا ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں کہ ''زید شیر ہے'' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زید شیر جیسا ہے۔ تو دیکھئے یہاں جیسا کا لفظ محذوف ہے۔ ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت میں بھی لفظ ''جیسا'' محذوف ہے۔ اس کے بعد میں حفظ الایمان کی اس عبارت کی ایک مثال پیش کرتا ہوں اس کو ذرا ٹھنڈے دل سے سنئے اور جواب دیجئے۔

اگر میں یوں کہوں کہ مولوی اشرف علی صاحب کو جو لوگ عالم کہتے ہیں تو کیوں آیا کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ کل علم تو ان کو یقیناً حاصل نہیں اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جائے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو گدھے کو بھی ہے، کتے کو بھی ہے، سور کو بھی ہے۔

کہئے اس سے آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ یقیناً ناراض ہوں گے کہ ہمارے مولانا کو ایسا ویسا کہہ دیا۔ تو جب اس عبارت سے آپ کے مولوی اشرف علی صاحب کی توہین ہوتی ہے حالانکہ اس میں جیسا کا لفظ نہیں ہے۔ تو حفظ الایمان

کی عبارت سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیوں نہ ہوگی؟ اس میں بھی تو یہی کہا گیا ہے۔ مولوی صاحب یہاں وعظ کہنے سے کام نہیں چل سکتا۔ آپ کو میری بات کا جواب دینا ہوگا۔ میں بغیر جواب کے آپ کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جدھر کو آپ جائیں گے میں آپ کو ادھر سے ہٹا کر اپنے سامنے لاؤں گا۔[1]

مولانا محمد منظور صاحب

میرے لائق اور مہذب مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کو شکایت ہے کہ میں وعظ کہتا ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تقریر کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اس لئے مجھے بھی کچھ اس سلسلہ میں عرض کرنا پڑا۔ اگر یہ آپ کو ناگوار ہے تو میرے پاس اس کا کیا علاج ہے؟

افسوس عشقِ نبویؐ کا دعویٰ تو اس قدر بلند اور دل کی یہ حالت کہ ان کے فضائل وکمالات کا سننا بھی گراں گزرتا ہے۔ بحمد اللہ اپنا حال تو یہ ہے۔

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہوجانا

اس کے بعد میں اصل مبحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پہلی تقریر میں عرض کیا تھا کہ مولانا تھانوی مدظلہ کی عبارت میں "جیسا" کا لفظ نہیں ہے۔ اور مولوی سردار احمد صاحب بار بار "جیسا" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے اس کو تسلیم کر لیا کہ واقعی اس میں لفظِ جیسا نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ آپ نے یہ بات نہایت پر لطف فرمائی ہے کہ "جیسا" کا لفظ یہاں سے محذوف ہے۔ اللہ رے شوخیٔ تکفیر، کہ اگر الفاظِ موجودہ سے کفر ثابت نہ ہو تو ایک مسلمان کو کافر بنانے کے لئے لفظ جیسا محذوف مان لو کیوں؟ اس لئے کہ کافر تو کسی نہ کسی طرح اس کو ضرور ہی بنانا ہے۔ لیکن کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس لفظ کے محذوف اور مقدر ہونے کی کیا دلیل ہے؟

1۔ ناظرین کرام! یہ ہے رضا خانی مولویوں کا طرز کلام اور طریقۂ گفتگو جس سے لکھنؤ کے ہیجڑے بھی شرمائیں۔ یہ اس بابِ تہذیب کی ابتدا ہے، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ۱۲ مرتب

کیوں کہ مولوی سردار احمد صاحب فرماتے ہیں۔

جنابِ مولانا!! اگر اسی طرح من مانے الفاظ محذوف اور مقدر مان کر کفر ثابت کیا جائے گا تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ مثلاً کوئی مسلمان کہے گا کہ اللہ ایک ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ تو کافر ہو گیا۔ کیوں کہ تیرا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک نہیں ہے۔ اور نہیں کا لفظ اگرچہ تو نے بولا نہیں مگر تیرے کلام میں محذوف ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بہر حال یہ لفظ ''جیسا'' کے محذوف ہونے کی آپ نے ایک ہی کہی۔ لیکن آپ کی اس بات سے اتنا معلوم ہو گیا کہ حفظ الایمان کی موجودہ عبارت آپ کے نزدیک بھی موجبِ کفر نہیں ہے۔ ہاں اگر اس میں ایک ''جیسا'' کا لفظ اور مان لیا جاوے تو کفر ہوگا۔ پس حفظ الایمان کی موجودہ عبارت کا غیر موجبِ کفر ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا اور یہی میرا مقصد تھا۔ فللہ الحمد

اس کے بعد میں اپنے وعدے کے مطابق حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح کرتا ہوں۔ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں یہ بحث نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علومِ غیبیہ عطا فرمائے گئے تھے۔ اور کوئی دوسرا ان میں آپ کا شریک ہے یا نہیں۔ بلکہ مولانا تھانوی مدظلہ کا مدعا یہاں صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست نہیں۔ اسی پر مولانا نے یہ دلیل قائم کی ہے اور حاصل اس کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتا ہے، وہ تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضورؐ کو غیب کی بعض باتوں کا علم ہے۔ یا اس وجہ سے کہ آپ کو غیب کی کل باتیں معلوم ہیں۔ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے۔ اور پہلی شق یعنی بعض علم غیب کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہنا اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ غیب کی کوئی نہ کوئی بات تو سب ہی کو معلوم ہو جاتی ہے۔ پس اس شق میں چونکہ سب انسانوں حتیٰ کہ حیوانوں کو بھی عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہٰذا یہ شق یعنی زید کا

بعض علومِ غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا بھی باطل ہوگی۔ یہ ہے مولانا کی اس عبارت کا خلاصہ۔

اب میں خود حفظ الایمان کے الفاظ آپ کے سامنے مختصر شرح کے ساتھ پیش کرتا ہوں بغور سنئے۔

مولانا فرماتے ہیں:

آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذاتِ قدسی صفات پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقولِ زید صحیح ہوتو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جس کی وجہ سے وہ عالم الغیب کہتا ہے مراد) بعض غیب ہے یا کل غیب۔ (یہاں حضرت مولانا مدظلہٗ اس عالم الغیب کہنے والے شخص سے یہ دریافت فرمارہے ہیں کہ تم جو حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہوتو کس اعتبار سے۔ آیا اس لحاظ سے کہ حضورؐ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ کل غیوب کا علم ہے) اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی اگر تم حضورؐ کو بعض علومِ غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہو) تو اس میں (یعنی اس مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضورؐ کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا (بعض) علم غیب (کہ جو عالم الغیب کہنے کے لئے تمہارے اس اصول پر کافی ہو یعنی کچھ نہ کچھ غیب کا علم) تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیوں کہ [1] ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ (تمہارے اس غلط اصول کی بناء پر) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی عبارت، اور یہ ہے اس کا صحیح مطلب جو میں نے عرض کیا۔ افسوس ہے کہ آپ حفظ الایمان کی عبارت پڑھتے ہیں لیکن اس کا وہ آخری فقرہ

۔ مولوی سردار احمد صاحب نے کل مناظرہ میں حفظ الایمان کی عبارت غالباً سو دفعہ سے کم نہ پڑھی ہوگی، بلکہ وہ [illegible] ایک تقریر میں کئی کئی دفعہ اس کو پڑھتے تھے۔ جس کی شہادت بریلی کی عام پبلک سے لی جاسکتی ہے۔ [illegible] ہر دفعہ آپ نے یہ عبارت ناقص ہی پڑھی اور کبھی بھول کر بھی یہ آخری فقرہ نہیں پڑھا جس سے ان کے بہتان کی سب قلعی کھل جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

چھوڑ جاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے زید وعمر وغیرہ کے لئے صرف غیب کی کچھ نہ کچھ باتوں کا علم یعنی مطلق بعض علم غیب تسلیم کیا ہے۔ نہ کہ وہ علم جو واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

اس کے بعد میں آپ کی مثال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق جو مثال پیش کی تھی اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ عرف میں مولانا اشرف علی صاحب کو عالم کہا جاتا ہے اور ہر عالمِ دین کو شرعاً عالم کہنا جائز ہے۔ بخلاف عالم الغیب کے اس کا اطلاق خدا کے سوا کسی اور پر درست نہیں۔ لہٰذا حفظ الایمان کی عبارت کی صحیح مثال وہ بن سکتی ہے جس میں کسی مخلوق پر ایسے لفظ کے اطلاق کے متعلق کلام کیا جاوے جو عرف شرع میں خدا کے سوا کسی اور کے لئے نہ بولا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کی صحیح مثال ''رازق'' کا لفظ ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا فیاض ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور وہ ہر روز ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہنے لگے کہ میں تو اس بادشاہ کو رزاق کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص کہے کہ تم جو اس بادشاہ کو رزاق کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس لحاظ سے کہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ بعض آدمیوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پہلی شق تو یقیناً باطل ہے۔ اب رہی دوسری شق یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جاوے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو اس میں اس بادشاہ کی کیا تخصیص ہے۔

ایک غریب سے غریب انسان اور معمولی درجہ کا مزدور بھی اپنے بچوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اور انسان تو انسان چھوٹی چڑیاں اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہیں۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ ان کو رازق کہا جاوے۔ غور فرمایا جاوے کہ کیا اس میں فیاض بادشاہ کی توہین ہے۔ یا زید کی حماقت اور جہالت کا اظہار ہے۔ جو اپنے غلط اصول کی وجہ سے اس بادشاہ کو خواہ مخواہ رازق کہہ کر ایک شرک کا دروازہ کھول رہا تھا۔ اور کیا کوئی صاحب عقل انسان اس تقریر سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس میں ہر غریب مزدور بلکہ ہر چرند پرند کو اس فیاض بادشاہ کے برابر کر دیا؟

چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ بھی اس کے متعلق کچھ اور عرض کروں گا۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ نے دیکھ لیا، مولوی منظور صاحب ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں۔ اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ مولوی صاحب! یاد رکھئے میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ آپ جدھر کو جائیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ادھر کو آؤں گا۔ اور جب تک آپ سے جواب نہیں لے لوں گا یا توبہ نہیں کرالوں گا اس وقت تک سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ میں پنجابی ہوں پنجابی۔ آپ کا کسی پنجابی سے واسطہ نہیں پڑا ہے۔ پنجابی بڑا کرا ہوتا ہے۔[1]

مسلمانو! پھر سن لو حفظ الایمان کی وہ کفری عبارت یہ ہے۔ اس کے بعد حفظ الایمان کی وہی عبارت پڑھ دی۔ اس کے بعد اس طرح تقریر شروع کی) دیکھئے اس عبارت کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسا علمِ غیب حضورِ اقدس کو ہے ایسا ہر بچہ کو ہر پاگل کو اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر حضور کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت میں ''جیسا'' کا لفظ نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ہاں نہیں ہے۔ مگر ''ایسا'' کا لفظ تو ہے۔ وہ بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ دیکھئے اگر میں کہوں کہ مولوی منظور صاحب کا علم گدھے ایسا ہے، کتے ایسا ہے تو کیا تشبیہ نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ اور آپ لازمی طور پر اس سے ناراض ہوں گے حالانکہ اس میں ''جیسا'' کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ''ایسا'' ہے۔ پس حفظ الایمان کی عبارت میں چونکہ ''ایسا'' موجود ہے اس لئے اس میں ضرور حضورؐ کے علم کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور آپ کے علم شریف کو ان کے برابر بتلایا گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے مولوی اشرف علی صاحب کی ایک مثال پیش کی تھی کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے۔ کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ اگر بعض علم کی وجہ سے

1۔ ملاحظہ ہو رضا خانی شیخ الحدیث کا طرزِ کلام۔ ناشر

کہا جاتا ہے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو کتے کو بھی ہے، گدھے کو بھی سور اور بندر کو بھی ہے۔ اور میں نے آپ سے پوچھا کہ اس سے مولوی اشرف علی کی توہین ہوگی یا نہیں۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ رازق کی مثال بیان کر دی۔ مولوی صاحب! میں نے رازق کو آپ سے تھوڑی پوچھا تھا۔ آپ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ جو میں پوچھوں اس کا جواب دیجئے۔

لیجئے اب میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔

اگر کوئی شخص آپ کے مولوی تھانوی صاحب سے سبق حاصل کر کے خدا کے متعلق یوں کہے کہ خدا کو ''قادر'' کیوں کہا جاتا ہے۔ آیا اس وجہ سے کہ وہ کل چیزوں پر قدرت رکھتا ہے یا اس لئے کہ اس کو بعض چیزوں پر قدرت ہے۔ کل کی وجہ سے کہنا تو اس لئے غلط ہے کہ خدا ممتنعات پر قادر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے جیسا ایک اور خدا نہیں بنا سکتا۔ اور اگر بعض چیزوں پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اس کو قادر کہا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی کیا خصوصیت ہے۔ ایسی قدرت تو ہر چوڑھے، چمار بلکہ کتے بلے کو بھی حاصل ہے۔ بتلایئے کیا اس میں خدا کی توہین نہیں ہوئی؟ ہوئی اور ضرور ہوئی پس جب کہ حفظ الایمان میں بھی حضور کے متعلق بالکل ایسی ہی عبارت لکھی گئی ہے تو اس سے بھی ضرور حضور کی توہین

مولوی صاحب! آپ دو رنگی چال کو چھوڑ دیجئے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ مدینہ شریف کی مٹی کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ اور ایک طرف مولوی تھانوی صاحب کو آپ اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضور کی شان میں نہایت سخت گستاخیاں کی ہیں۔

مولوی صاحب! آپ کو جتنی محبت مولوی اشرف علی صاحب سے ہے اگر اتنی بھی حضور سے ہوتی تو کبھی مولوی اشرف علی کو آپ اپنا پیشوا نہ مانتے۔ جو شخص آپ کو یا آپ کے کسی بزرگ کو کبھی ایک دفعہ بھی گالی دے گا آپ کبھی اس سے بات کرنا بھی گوارا نہ کریں گے۔ مگر مولوی تھانوی صاحب نے حضور کو اتنی گندی گالیاں دیں اور پھر بھی آپ ان کو

چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے اپنی اس تقریر میں مجھے سخت ایذا پہنچائی۔ اور واللہ العظیم میرا بہت زیادہ دل دُکھا۔ میں آپ کی اور سب گالیاں برداشت کر سکتا ہوں اور حاضرین دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر برداشت کر رہا ہوں۔ اور انتقام لینا تو در کنار میں ان پر نوٹس بھی نہیں لیتا۔ لیکن یہ گالی میری برداشت سے باہر ہے کہ میرے متعلق یہ کہا جاوے کہ آقائے کونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی اور شخص سے محبت ہے۔ میرے نزدیک ایک مسلما کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اگر حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے کچھ محبت ہے تو وہ صرف اس لئے کہ میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانبردار اُمتی اور متبع سنت سمجھتا ہوں۔

خدا کی قسم اگر آج مجھے معلوم ہو جائے کہ مولانا اشرف علی صاحب بھی مولوی احمد رضا خان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں اور وہ میرے آقا کی سنتوں کی جگہ اپنی یا اپنے باپ دادا کی ایجاد کردہ بدعات و رسوم کو رواج دینا چاہتے ہیں تو میرا جو زبانی اور قلمی جہاد آپ لوگوں کے ساتھ جاری ہے وہی بلکہ اس سے زیادہ سخت مولانا اشرف علی صاحب سے ہوگا۔ آپ تو اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح مولانا کو کوستے ہیں۔ مگر منظور جس طرح سنن نبویہ کو سر بلند اور بدعات کے جھنڈے کو سرنگوں کرنے کے لئے بریلی آگیا ہے اور بحمد اللہ اس کی گفتار اور اس کی قلم کی رفتار نے جس طرح بریلی کے حامیانِ باطل کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ اسی طرح وہ تھانہ بھون بھی جائے گا۔ اور وہ مولانا تھانوی سے بھی حق کی حمایت کے لئے بے دریغ جنگ کرے گا۔ منظور کا کوئی رشتہ مولانا تھانوی سے نہیں ہے وہ صرف اس وجہ سے ان کی حمایت کرتا ہے کہ ان کو ایک خدا پرست مومن اور متبع سنت بزرگ جانتا ہے۔ مجھ پر آپ کا یہ نہایت ناپاک بہتان ہے اور نا قابل برداشت حملہ ہے کہ مجھ کو معاذ اللہ آقائے کائنات روحی وقلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مولانا اشرف علی صاحب سے محبت ہے۔

مالکِ عرش کی قسم! ایک مولانا اشرف علی صاحب نہیں بلکہ ایسے ایسے کروڑوں اشرف علی قربان ہوں ان کی خاکِ پا پر۔ میرے آقا و مولا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس ناقہ مبارک پر ایک دفعہ سوار ہوئے اس کی ٹھوکر سے جو گرد اڑے واللہ العظیم اس کے ذرات کی جو محبت وعظمت منظور کے قلب میں ہے وہ نہ اپنے باپ کی ہے نہ ماں کی، نہ استاد کی، نہ پیر کی، نہ مولانا اشرف علی صاحب کی، اور نہ کسی دوسرے بزرگ کی۔ میرا ایمان ہے کہ جب تک ایک شخص کو اپنے ماں باپ حتیٰ کہ اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو۔ اس وقت تک وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ قرآن عزیز کا کھلا اعلان ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآءُ كُمْ وَاَبْنَآءُ كُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ [1]

(التوبہ: ۲۴)

بہر حال آپ براہِ کرم اور جو چاہیں گالی دیں اور جی بھر کر دیں میں برداشت کروں گا۔ لیکن یہ الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فلاں شخص سے محبت ہے۔ اس گزارش کے بعد میں آپ کی تقریر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور میری کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں میں اس کے علاوہ اور کیا عرض کروں کہ اللہ آپ کو وہ کان دے جس سے آپ میری بات سن سکیں۔

بحمد اللہ یہ ہزاروں کا مجمع ہے جس کی موجودگی میں متعدد بار جواب پا کر آپ کا یہ

1۔ ترجمہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو) اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور رہنے والے اور جو مال کہ تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت کہ جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور اپنے پسندیدہ مکان (یہ سب چیزیں اگر) تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو (عذاب الٰہی کے) منتظر ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس کی نسبت) اپنا حکم نافذ کرے۔۱۲

کہنا کچھ زیبا نہیں معلوم ہوتا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کا ضمیر انسانیت اور شرافت سے محروم نہیں ہے تو وہ بھی آپ کی اس بات پر نفرین کرتا ہوگا۔

بل الانسان علی نفسه بصیره.

آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہارا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ میں نہ اس قسم کی باتیں کرنے کا عادی ہوں اور نہ ایسی باتوں کے جواب دینے کا۔ لیکن اب مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو شرمانا چاہئے۔ پیچھے آپ پڑے ہیں یا آپ کے اور آپ کے بڑوں کے پیچھے میں پڑا ہوں۔ جو اپنا گھر بار چھوڑ کر خود آپ کے مرکز بریلی میں ایک سال سے نازل ہوں اور برابر للکار رہا ہوں، مگر جواب میں زبانیں بند ہیں۔ اور قلم شکستہ اور دواتیں خشک۔ اور آج الحمدللہ! اللہ کا نام لے کر میں نے آپ کے خلوص قلعہ پر حملہ کیا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جامعہ رضویہ میں کھڑا ہو کر دامن باطل کی دھجیاں اڑا رہا ہوں۔ پھر اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ شرم! شرم! شرم!

معاف کیجئے گا اس وقت آپ کی مثال بالکل اس بے غیرت [1] شخص کی سی ہے جس کو کسی شیخ صاحب نے بازار میں پکڑ لیا تھا۔ شیخ صاحب کا ہنٹر اس پر چل رہا تھا اور وہ برابر یہی کہے جاتا تھا کہ سیک جی میں چھوڑوں گا ناہی۔ سیک جی میں چھوڑوں گا ناہی۔

ہاں اس مرتبہ آپ نے بڑے فخر سے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''میں پنجابی ہوں پنجابی'' بے شک میں خوب جانتا ہوں کہ آپ پنجابی ہیں۔ اور اسی ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں جہاں کا غلام احمد قادیانی تھا۔ فرق اتنا ہے کہ وہ اپنے کو غلام احمد کہتا تھا اور اس کے باوجود بغاوت کر کے شریک نبوت ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اور آپ اپنے کو سردار احمد کہتے ہیں۔ اللہ خیر کرے آپ نہ معلوم کہاں تک اڑیں گے۔

خیر یہ تو آپ کی لغویات کا جواب تھا۔ اب اصل بحث کے متعلق سنئے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ''جیسا'' کا لفظ نہیں ہے لہٰذا

1۔ یہ مثال حقیقت میں کسی چمار کی مشہور ہے۔ مولانا نے ازراہِ شرافت کسی چمار کا نام نہیں لیا۔ مگر مولوی سردار احمد صاحب کا مہذبانہ کلام تو اس سے زیادہ کو چاہتا تھا۔ ۱۲ مرتب

اس میں تشبیہ نہیں ہے۔اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے یہ فرمایا کہ ''جیسا'' اگر چہ لفظوں میں موجود نہیں لیکن یہاں محذوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغواور لچر بات کا رد کیا اور آپ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اس مرتبہ اس حذف کے قصہ کو آپ نے بھی حذف کر دیا۔ اور اب آپ فرماتے ہیں کہ اگر چہ ''جیسا'' کا لفظ وہاں نہیں ہے مگر ایسا کا لفظ تو ہے۔لہٰذا پھر بھی تشبیہ ضرور ہے۔

درحقیقت یہ بھی آپ کا مغالطہ ہے۔ سنئے! لفظ ''ایسا'' اگر لفظ ''جیسا'' کے ساتھ ہو جب تو وہ تشبیہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔لیکن اگر ''ایسا'' بغیر ''جیسا'' کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ دیکھئے! محاورات میں کہتے ہیں کہ ''خدا ایسا قادرِ مطلق ہے'' اب اس فقرہ میں لفظ ''ایسا'' بغیر ''جیسا'' کے ہے اور تشبیہ نہیں ہے۔ پس حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ''ایسا'' تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے ''اتنا'' کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد وہی مطلق بعض غیوب کا علم ہے۔ جس کو زید اطلاق عالم الغیب کی علت قرار دے رہا ہے۔

اس قدر سمجھ لینے کے بعد حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں حفظ الایمان کی عبارت کی پوری توضیح کر چکا ہوں۔ اب بار بار اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کے متعلق آپ نے جو مثال پیش کی تھی کہ ان کو کل علم کی وجہ سے عالم کہا جاتا ہے یا بعض علوم کی وجہ سے۔ اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور اسی کو کچھ زیادہ تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں بغور سنئے۔

عرفِ عام میں ہر اس شخص کو عالم کہتے ہیں جس کو معتدبہ (یعنی کافی اور اچھی خاصی) مقدار میں دینی علوم حاصل ہوں۔ ہم اسی لحاظ سے مولانا اشرف علی صاحب اور دوسرے علماء کو عالم کہتے ہیں۔ نہ کل علوم کی وجہ سے اور نہ مطلق بعض علوم کی وجہ سے۔ بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق عرف شریعت یا عرفِ عام میں خدا کے سوا کسی دوسری ہستی پر کسی حیثیت سے بھی نہیں ہوتا۔لہٰذا عبارت حفظ الایمان کا صحیح فوٹو وہ نہیں جو

آپ نے پیش کیا بلکہ اس کی صحیح مثال وہی (رازق والی) بن سکتی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔

اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک نئی مثال لفظ ''قادر'' کے اطلاق کی پیش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ عرفِ عام اور عرفِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کو قادر کہتے ہیں۔ لہٰذا اس میں اگر اس قسم کی تشقیق کی جاوے گی تو استخفاف لازم آئے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ عُرفِ عام میں کہا جاتا ہے نہ عرفِ شرع میں۔ لہٰذا اگر اس کے متعلق یہ تشقیق کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ پس آپ کی یہ دوسری مثال بھی بے موقع ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لفظ ''قادر'' میں حفظ الایمان کی یہ تقریر جاری نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو قادر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا استثناء تمام ممکنات پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔ اور جو احمق قدرت عامہ کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ ممتنعات اور محالات پر بھی قدرت ہو وہ اعلیٰ درجہ کا جاہل ہے۔ نیز خدا کی قدرت ذاتی ہے اور دوسروں کی عرضی اور عطائی۔ سمجھنے والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ خالق اور مخلوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے لگے ہیں۔ درحقیقت یہی آپ کی بنیادی گمراہی ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کو تقریر کا مختصر مگر بحمد اللہ کافی اور شافی جواب دے دیا۔

اس کے بعد نفسِ مبحث کے متعلق ایک چیز اور عرض کرتا ہوں۔

یہ تو حضرات حاضرین کو اس وقت تک کی گفتگو سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان اصول اور مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس پر ہم سب متفق ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں لکھا ہے۔ جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔ اور اگر اس کا مطلب وہ ہو جو میں عرض کر رہا ہوں تو مولوی سردار احمد صاحب کے نزدیک بھی اس سے کفر ثابت نہیں ہوتا۔ بہر حال اختلاف

صرف اس عبارت کے مطلب میں ہے۔ اور دنیا بھر کے عقل مندوں کا مسلمہ اصول ہے کہ مصنف ہی اپنی تصنیف کا مطلب سب سے زیادہ صحیح سمجھ سکتا ہے۔ غالب کے اشعار کا جو مطلب خود غالب نے سمجھا دوسرے لوگ یقیناً ایسا نہیں سمجھ سکتے۔

تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

اسی اصول کے ماتحت مرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے اختلاف کا فیصلہ بہت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ حفظ الایمان کے مصنف حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ بحمد اللہ حیات ہیں [1] ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ اس عبارت کا مطلب ان کے نزدیک کیا ہے۔ اور کس مقصد کے لئے انہوں نے یہ عبارت لکھی ہے؟ اور اگر اتنی بھی تکلیف گوارا نہ کی جاسکے تو ان کا مطبوعہ رسالہ ''بسط البنان'' اس میں مولانا ممدوح نے خود اپنی اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ اور بحمد اللہ وہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اگر دیانت اور خدا کا خوف ہو تو اس نزاع کا فیصلہ اس طرح بہت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد میں اس بسط البنان کی ابتدائی چند سطریں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یہ بسط البنان حضرت مولانا نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔ سوال یہ تھا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ''حسام الحرمین'' میں آپ کی نسبت کہتے ہیں کہ آپ نے ''حفظ الایمان'' میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔

۱۔ کیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲۔ اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

۳۔ یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے۔

1۔ مناظرہ حکیم الامت اشرف العلماء حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی حیات میں ہوا تھا۔

۴۔ تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان کہتے ہیں یا کافر؟

مولانا کا جواب ملاحظہ ہو:

۱۔ میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی کبھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گزرا۔

۲۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آیا۔

۳۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا، تو میری مراد کیسے ہوسکتا ہے۔

۴۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے کہ میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ (بسط البنان ص ۲)

اس کے بعد حضرت مولانا نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بھی لکھا ہے اور وہ بحمد اللہ وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ حضرت مولانا مدظلہ کی ان تصریحات کے بعد گنجائش باقی رہتی ہے؟

فبای حدیث بعدہ یومنون.

پس اس کے بعد کس بات پر ایمان لاؤ گے۔

اس کے بعد بھی اگر مریض قلب کی شفا نہ ہو اور وہ شفا کا طالب ہو تو میں اس سے اخیر یہ اور عرض کروں گا کہ ایک دو دن کے لئے خود تھانہ بھون چلا جائے اور حق پرستی کی آنکھ سے حضرت مولانا کے حالات کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ آقائے کونین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثاران غلام اور اطاعت شعار امتی ایسے ہوتے ہیں۔ میں بحمد اللہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدا نے دل پر مہر نہ لگادی ہوگی تو انشاء اللہ ضرور بالضرور عارف جامی کی زبان میں یہی کہتا ہوا آئے گا:

چنیں کردند و خلقے در تماشا

ہمیں گفتند حاشاثم حاشا
کزیں روئے نکو بد کاری آید
وزیں دل وار دل آزاری آید

مولوی سرداراحمد صاحب

حضرات! آپ نے دیکھ لیا اس مرتبہ بھی مولوی منظور صاحب نے وعظ میں اور ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزار دیا اور میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب! میں کتا ہوں حضرت غوث پاک کا، میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ جدھر کو دوڑیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ادھر کو دوڑوں گا۔

آپ کہتے ہیں کہ ''ایسا'' اگر بغیر ''جیسا'' کے ہو تو تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ اچھا بتلائیے اگر ہم یوں کہیں کہ مولوی منظور صاحب کا علم کتنے ایسا ہے۔ یا مولوی اشرف علی صاحب کا علم گدھے ایسا ہے۔ تو اس میں تشبیہ ہوگی یا نہیں؟ آپ کے کہنے کے مطابق تو اس میں تشبیہ نہ ہوگی تو کیا آپ اس کو گوارا کریں گے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کبھی بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اور ابھی شور مچا دیں گے کہ سرداراحمد نے ہم کو گالی دے دی۔ اور ہمارے علم کو کتے اور گدھے کے برابر بتلا دیا۔ پھر جب حفظ الایمان میں بھی یہی ''ایسا'' کا لفظ موجود ہے تو آپ اس میں کیوں تاویلیں کرتے ہیں۔ اور صاف صاف مولوی تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار کیوں نہیں کر لیتے؟ کیا حضورؐ کی عزت اتنی بھی نہیں ہے جتنی کہ آپ کی؟ یا آپ کے تھانوی صاحب کی؟

اس تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لفظ ''ایسا'' بلا تشبیہ کے ''اتنا'' کے معنی میں بھی آتا ہے۔ آپ اس کو محاورات اور لغت سے ثابت کیجئے۔ مولوی صاحب! حفظ الایمان اردو زبان میں ہے وہ ایرانی یا تورانی میں نہیں ہے۔ اس میں آپ کی یہ تاویلیں نہیں چل سکتیں۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اگر کوئی شخص مولوی تھانوی صاحب کی نسبت یوں کہے کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے؟ کل علوم کی وجہ سے یا بعض علوم کی وجہ سے؟ تھانوی

صاحب کو کل علوم کا حاصل ہونا تو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے باطل ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں تھانوی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا بعض علم تو گدھے کو بھی ہے، کتے کو بھی ہے، سور اور بندر کو بھی ہے۔ تو اس میں تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ نے ابھی تک اس کا کوئی صاف جواب نہیں دیا۔ جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے۔ آپ چھپاتے کیوں ہیں؟

مولوی صاحب! یہاں آپ کی چالاکیوں سے کام نہیں چلے گا۔ میں بڑا ٹیڑھا پنجابی ہوں۔ یاد رکھئے جب تک میں آپ سے تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار نہیں کرالوں گا اور توبہ نہیں کرالوں گا، اس وقت تک آپ کا پیچھا چھوڑ نہیں سکتا۔

آپ نے اس مرتبہ تھانوی صاحب کے بسط البنان کی بھی عبارت پڑھی ہے۔ بس اسی سے ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگیا۔ دیکھئے انہوں نے خود لکھ دیا کہ جو شخص حضور کی شان میں ایسا کفر بکے کہ غیب کا علم جیسا حضور کو ہے ایسا ہر بچہ، ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے تو وہ خارج از اسلام ہے۔ ہم بھی بس یہی کہتے ہیں۔ دیکھئے حق کی طاقت یہ ہے حضرت غوث پاک کی کرامت یہ ہے کہ خود تھانوی صاحب ہی کے منہ سے ان کا کفر قبول کروالیا۔ میں ثابت کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان میں ایسا لکھا گیا ہے۔ اور تھانوی صاحب اقرار کرتے ہیں ایسا لکھنے والا خارج از اسلام ہے۔ تو نتیجہ صاف یہ نکلا کہ تھانوی صاحب خارج از اسلام ہیں۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ خارج از اسلام کا لفظ بول رہے ہیں آپ اور ہم ٹھیٹ کافر کہہ رہے ہیں۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی منظور صاحب نے اپنی اس تقریر میں تھانوی صاحب کی بڑی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ یہ مولوی صاحب کی دورنگی چال ہے۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ حضور کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے، ملعون ہے، واجب القتل ہے اور دوسری طرف تھانوی صاحب کو اپنا سرتاج مانتے ہیں اور لوگوں کو ان کے مرید بننے کی دعوت دیتے ہیں۔ حالانکہ

انہوں نے حضورؐ کی شان میں نہایت گندی گالیاں لکھی ہیں۔ جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ اور دربار رسالت میں ان کی گالی ایک یہی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے کفریات ہیں۔ وہ تو اپنا کلمہ بھی پڑھواتے ہیں۔ دیکھئے ان کا رسالہ ''الامداد'' میں ایک واقعہ چھپا ہے کہ ان کا ایک مرید دن بھر لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ رٹتا رہا۔ اور مولوی صاحب نے اس کو کچھ بھی تنبیہ نہیں کی بلکہ اس کی خوش اعتقادی کی اور داد دی، اور صاف لکھ دیا کہ

''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف رجوع کرتے ہو
وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔''

اور سنئے خود تھانوی صاحب نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے۔ خواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر میں تشریف لائیں۔ اور اس کی تعبیر انہوں نے یہ نکالی کہ کسی کم سن لڑکی سے میرا نکاح ہوگا۔

مسلمان اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر سوچیں، اس سے بڑھ کر گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کوئی شریف آدمی بھی خواب میں ماں کو دیکھ کر جورو کی تعبیر نہیں نکالے گا۔

مولوی صاحب آپ کہاں تک جواب دیں گے۔ ابھی تو میں نے آپ کے تھانوی صاحب کے تین ہی کفر گنائے ہیں ابھی سینکڑوں باقی ہیں۔

آپ سے ابھی تک حفظ الایمان کا کفر ہی نہیں اٹھ سکا۔ اب یہ دو کفر آپ پر اور سوار ہو گئے۔ مگر یاد رکھئے کہ ان کا جواب بھی آپ قیامت تک نہیں دے سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مولانا محمد منظور صاحب

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سردار احمد گھر سے قسم کھا کر آئے ہیں کہ اپنی تقریر میں یہ ضرور فرمایا کریں گے کہ منظور نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ مسلمانانِ بریلی کو یاد ہوگا کہ اب سے کئی ماہ پیشتر پنڈت گوپی چند صاحب سے بریلی میں میرا مناظرہ ہوا تھا۔ وہ

اعتراضات پیش کرتے تھے اور میں بعونہ تعالیٰ جواب دیتا تھا۔ لیکن اپنی ہر تقریر میں وہ یہ ضرور فرمادیتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی حق کے مقابلہ کے لئے آتا ہے وہ ایسا ہی سخن پرور ہٹ دھرم ہوتا ہے۔ **تشابهت قلوبهم**.

اس تقریر میں آپ نے فرمایا کہ میں پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کا صحیح مگر دندانِ شکن جواب پالینے کے بعد پھر اس کو منہ پر لانا آپ ہی کی جرأت اور غیرت ہے۔ آپ کے ساتھیوں کو چاہئے کہ اس دیدہ دلیری پر آپ کی خوب کمر ٹھونکیں۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حضرت مولانا تھانوی کے متعلق وہی مثال پیش کی ہے۔ میں دو بار اس کا مفصل جواب دے چکا ہوں۔ اور اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں فرق بیان کر چکا ہوں۔ بار بار جواب پالینے کے بعد پھر اسی کا ذکر کرنا ترش چھاچھ کو بلوانا ہے۔ اور اگر واقعی آپ کی سمجھ میں وہ فرق نہیں آیا، تو آپ کے مدرسہ کے شیخ الحدیث مولوی عبدالعزیز صاحب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کو جانتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے ضرور اس فرق کو سمجھ لیا ہوگا۔ آپ ان سے دریافت کیجئے اور اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو اپنی عقل پر ماتم کیجئے۔

لفظ ''ایسا'' کے متعلق میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ بغیر ''جیسا'' کے تشبیہ کے لئے آتا ہی نہیں۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ اگر ''ایسا'' بغیر ''جیسا'' کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ اس صورت میں وہ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

میرے متعلق جو مثال آپ نے پیش کی ہے اس میں لفظ ''ایسا'' بے شک تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور میری یا مولانا تھانوی کی ہی خصوصیت نہیں۔ بلکہ آپ سے سیکھ کر اگر کوئی بدتمیز اور بدتہذیب مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق یہ کہے کہ ان کا علم سور ایسا تھا گدھے ایسا تھا تو بے شک اس نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی سخت توہین کی۔ کیوں کہ از روئے محاورات ایسے موقع پر لفظ ''ایسا'' تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ ''ایسا'' ہر جگہ تشبیہ ہی کے لئے ہو، بلکہ جس طرح کہ میں عرض کر چکا ہوں۔

در بعض اوقات بغیر تشبیہ کے بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسا کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں۔ وہ بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ آپ نے مجھ سے "ایسا" بمعنی اتنا مستعمل ہونے کا ثبوت لغت اور محاورات سے طلب کیا ہے۔ یہ مطالبہ آپ کا بے شک صحیح ہے۔ سنئے!

امیر مینائی مرحوم نے امیر اللغات جلد دوم صفحہ ۲۰۳ پر لفظ "ایسا" کی کامل تحقیق کی ہے اور اس کے چند معنی بیان کئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں جو میں نے عرض کئے۔

اس موقع پر ان کی عبارت یہ ہے

ایسا (معنی) اس قدر۔ فقرہ۔ ایسا مارا کہ ادھ موا کر دیا۔

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصاف

زنا پر گمان ہے موجِ شراب کا

لیجئے اب تو میں نے لغت سے ثابت کر دیا کہ "ایسا" بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اردو کے نظم ونثر کے محاورات میں اس کا استعمال شائع ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں جو حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلائے۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب نے خود اپنے کفر کا اقرار کر لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شریر آدمی مولوی حامد رضا خان صاحب سے کہے کہ آپ سود لیتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ وہ اس کے جواب میں فرمائیں کہ یہ بالکل غلط ہے میں نے آج تک کبھی ایک پائی بھی کسی سے سود کی نہیں لی۔ میں تو سود کو حرام اور سود خور کو جہنمی سمجھتا ہوں۔ اس پر وہ کمینہ شریر اعلان کر دے کہ مولوی حامد رضا خان نے خود اپنے حرام خور اور جہنمی ہونے کا اقرار کر لیا۔ تو کیا یہ اس کا پاجی پن نہ ہوگا۔ مہربانِ من! یہ مناظرہ کا پلیٹ فارم ہے۔ یہاں کچھ سوچ سمجھ کر بات کہا کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے عاجز آکر حفظ الایمان کی بحث سے گریز کر کے دوسری دو بحثیں چھیڑی ہیں۔ چونکہ میرا وقت قریب الختم ہے۔ اس لئے اس وقت نہایت مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

افسوس ہے کہ اس دوسرے پرچے میں بھی آپ نے نہایت شرمناک افتراء پردازی سے کام لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب کا ایک مرید دن بھر لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ رٹتا رہا۔ معاذ اللہ تعالیٰ یہ محض آپ کا افتراء اور نہایت حیاء سوز افتراء ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جو آپ کے پنجاب ہی کا رہنے والا تھا خواب دیکھا کہ وہ کلمہ اس طرح پڑھ رہا ہے۔ اور یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ خواب کی بات پر کوئی حکم شرعی عائد نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کافر خواب میں اسلام لے آئے تو اس کا اسلام معتبر نہیں۔ اور اسی طرح اگر کسی مسلمان سے خواب میں کلماتِ کفر سرزد ہو جائیں تو وہ ان کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے۔ "لا تفریط فی النوم" نیند میں جرم جرم نہیں [1]۔ آپ ہی بتلایئے کہ اگر کوئی شخص خواب میں زنا کر لے کیا آپ اس پر حد جاری کرائیں گے؟

بہرحال یہ کلمات اس شخص سے صرف حالتِ خواب میں سرزد ہوئے تھے۔ لہٰذا اس پر کفر عائد نہیں ہوتا۔ نیز ان کے علاوہ جو دوسرے کلمات خواب کے بعد اضطراری حالت میں اس شخص کی زبان سے نکلے ہیں جن کا ابھی آپ نے ذکر نہیں کیا۔ ان کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ بلا اختیار خطأً جو کلماتِ کفر کسی کی زبان سے سرزد ہو جائیں وہ بھی شریعت میں موجبِ کفر نہیں۔ [2]

1۔ فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب شامی میں امام ابن الہمام کی تحریر الاصول کے حوالہ سے منقول ہے کہ تبطل عبارته من الإسلام والردة والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وكذب كالحان الطيور سونے والے کا کلام (مثلاً) اسلام لانا یا مرید ہو جانا، یا طلاق دینا، یہ سب لغو اور بے کار ہے۔ نہ اس کو خبر کہا جا سکتا ہے نہ انشاء اور نہ سچ نہ جھوٹ، مثل پرندوں کی آواز کے۔ مرتب

2۔ حدیث شریف میں ہے۔ رفع عن امتی الخطاء والنسیان یعنی خطاء اور نسیان پر میری امت سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور شامی میں ہے ومن تکلم بها مخطئا او مکرها لا یکفر عند الکل جس سے کلمۂ کفر خطأً (یعنی بلا قصد و ارادہ سرزد ہو جائے یا کوئی زبردستی کہلوائے تو ایسی صورت میں کسی کے

.....بقیہ آگے

علیٰ ہذا جو دوسرا خواب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی نہایت شرمناک غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ ایک جھوٹ تو آپ نے یہ بولا کہ خود مولانا اشرف علی صاحب نے وہ خواب دیکھا۔ حالانکہ یہ آپ کا خالص جھوٹ ہے۔ وہ خواب کسی دوسرے شخص کا ہے۔ پھر آپ نے جو توہین آمیز اور بازاری الفاظ ادا کیے وہ بھی محض آپ کی تصنیف کردہ ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی ان سے بری ہیں۔ رہا آپ کا یہ اعتراض کہ خواب میں ام المؤمنین کی تشریف آوری سے جدید نکاح کی تعبیر کیوں اور کس طرح نکالی گئی؟ سو یہ فنِ تعبیر سے آپ کی جہالت اور ناواقفیت ہے۔ جس کی کوئی شکایت نہیں۔

علامہ عبدالغنی نابلسیؒ اپنی کتاب "تعطیر الانام بتعبیر المنام" میں ارقام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ ازواجِ مطہرات امہات المومنینؓ میں سے کوئی اس کے گھر تشریف لائی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی نیک عورت سے اس کا نکاح ہوگا۔

اب فرمایئے کہ ان علامہ کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ جو صرف حضرت عائشہؓ کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام امہات المومنین کی تشریف آوری کی یہی تعبیر لکھ رہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ وہی عبدالغنی نابلسی ہیں جن کو آپ کے اعلیٰ حضرت اپنی تصانیف میں کہیں "امام" علامہ" عارف اللہ" اور کسی جگہ "علامہ جلیل القدر، عظیم الفخر، امام ظاہر و باطن رحمۃ اللہ وغیرہ وغیرہ اعلیٰ خطابات سے یاد فرماتے ہیں۔[1]

پس اگر واقعی آپ کے نزدیک مولانا تھانوی مدظلہ، اس تعبیر کی وجہ سے کافر ہیں تو اب ان علامہ کو ڈبل کافر کہیئے اور چونکہ آپ کے اعلیٰ حضرت ان کے مداح ہیں اور ان کو اپنا امام ظاہر و باطن تسلیم کررہے ہیں لہٰذا ان کو بھی کافر کہیئے۔

.... بقیہ حاشیہ ....نزدیک بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ شامی صفحہ ۲۸۵)۔ اس بحث کی مکمل اور لاجواب تحقیق جس کے بعد کسی معاند کو بھی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ "سیف یمانی" میں تقریباً ۳۰، ۳۵ صفحات پر کی گئی ہے۔ ناظرین اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ مرتب

1۔ ملاحظہ ہو خان صاحب کا رسالہ "بریق المنار" صفحہ ۶، ۷ ۱۲ مرتب

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

دوسرے دن کا مناظرہ ختم ہوا

واضح رہے کہ ہم نے ہر دو مناظروں کی بعض وہ تقریریں جن میں مضامین کی محض تکرار تھی ذکر کرنے سے چھوڑ دی ہیں اور درحقیقت ان کو نقل کرنے میں بے کار طوالت کے سواء کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ نیز ناظرین کو یہ بھی خیال ہوگا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی تقریریں مولانا محمد منظور صاحب کے مقابلہ میں عموماً مختصر ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ مولوی سردار احمد صاحب بعض اوقات اپنے وقت سے بہت پہلے تقریر ختم فرمادیتے تھے۔ چنانچہ ان کی بعض تقریریں صرف تین منٹ اور چار منٹ کی بھی ہوئیں۔ بخلاف مولانا محمد منظور صاحب کے کہ آپ کی ہر تقریر پورے وقت میں ہوتی تھی اور پھر بھی آپ کو وقت کی تنگی کی وشکایت رہتی تھی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب اکثر وبیشتر ایک ہی تقریر میں ایک بات کو تین تین بار اور چار چار دفعہ دہراتے تھے جن کی شہادت خود ان کی جماعت بھی دے سکتی ہے۔ ہم نے ان کی اس بے کار تکرار قلم بند کرنا غیر ضروری سمجھا۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب کے مقابلہ میں بولتے بھی بہت تیزی سے تھے۔ اس کی شہادت بھی موافق ومخالف پبلک سے لی جاسکتی ہے۔ بہرحال ہر دو صاحبان کی تقریروں کی مقدار میں جو تفاوت ہے وہ ان وجوہات سے ہے۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم شنبہ

مولوی سردار احمد صاحب

بعد خطبہ... انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا. الایۃ

حضرات! کل سے مولوی منظور احمد صاحب پر میرا مطالبہ قائم ہے اور وہ ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ میرا دعویٰ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حفظ الایمان میں حضور سید عالم نورِ مجسم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور آپ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ میں کل سے برابر اس کو ثابت کر رہا ہوں۔ اور مولوی منظور صاحب نہ اس کو رد ہی کرتے ہیں اور نہ حفظ الایمان کے اس کفری مضمون سے توبہ ہی کرتے ہیں۔ لیجئے اب میں پھر اس عبارت کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد فرمایا)

دیکھئے! اس میں صاف ''ایسا'' کا لفظ موجود ہے لہٰذا ضرور اس میں تشبیہ ہے۔ اور بے شک حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب نے کل فرمایا تھا کہ یہاں لفظ ''ایسا'' اتنا کے معنی میں ہے۔ لیجئے اب تو میرا اعتراض اور زیادہ واضح ہو گیا۔ آپ کے اس قول پر تو حفظ الایمان کی عبارت کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ۔

''غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو

ہے اتنا بچہ کو اور ہر جانور اور ہر پاگل کو ہے۔''

لیجئے مولوی صاحب اب تو آپ نے خود میرے دعوے کو ثابت کر دیا۔

جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے

مولوی صاحب! یہ آپ کی کمزوری نہیں ہے یہ حضرت غوث پاک کی کرامت ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت ہے۔ دیکھئے جو انہوں نے حسام الحرمین میں لکھا تھا۔ اب خود آپ نے اپنی زبان سے اس کا اقرار کر لیا۔ اعلیٰ حضرت کا دعویٰ بھی تو یہی تھا کہ حفظ الایمان میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ کل آپ نے خود تسلیم کر لیا کہ حفظ الایمان میں ''ایسا'' کا لفظ ''اتنا'' اور ''اس قدر'' کے معنی میں ہے۔ تو جب حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب صاف یہ ہو گیا کہ ''غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ''ایسا'' یعنی بقول آپ کے ''اتنا'' اور ''اس قدر'' ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ اب تو آپ نے خود اقرار کر لیا۔ اب تو توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

مولوی صاحب! آپ اسی قابلیت پر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب سے مخاطبہ کرتے تھے۔ آج ان کے ایک ادنیٰ غلام نے آپ کی زبان سے اقرار کرا لیا۔ کہ حفظ الایمان کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں لکھا ہے۔ اور جس کہ وجہ سے تکفیر کی ہے۔ آپ نے کل مولوی اشرف علی کی بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی جس میں صاف اقرار تھا کہ ''جو شخص حضورؐ کے علمِ غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلائے وہ خارج از اسلام ہے۔'' اور آپ نے مان لیا کہ حفظ الایمان میں لفظ ''ایسا'' ''اتنا'' اور اس قدر کے معنی میں ہے جس سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی کہ حفظ الایمان میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ لہٰذا اب مولوی اشرف علی صاحب خود اپنے اور آپ کے اقرار سے کافر ٹھہرے۔ ایسے ہی کافروں کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یکفرون بافواھھم [1]۔ یعنی وہ خود اپنے منہ سے

1۔ جو قرآن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اس میں کہیں یہ آیت موجود نہیں۔

کافر بنتے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دم میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب نے پہلے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں ''ایسا'' بغیر ''جیسا'' کے ہے لہٰذا تشبیہ کے لئے نہیں۔ مگر جب میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے یا آپ کے مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ''ان کا علم گدھے ایسا ہے'' تو اس میں تشبیہ اور آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟ تو بہت دیر تک مولوی صاحب اس جواب میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ لیکن جب مولوی صاحب نے سمجھا کہ سردار احمد پنجابی ہے وہ جواب لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑے گا تو آپ نے کل آخر میں اس کا جواب دیا اور تسلیم کرلیا کہ اس میں تشبیہ اور توہین ہے۔ آپ سب لوگوں کو مولوی صاحب کی یہ بات یاد ہوگی۔

بس مسلمانو! اب خود فیصلہ کرلو۔ وہی ''ایسا'' بغیر ''جیسا'' کے اگر مولوی منظور صاحب یا مولوی تھانوی صاحب کی شان میں بولا جائے تو اس سے ان صاحبوں کی توہین ہو جائے۔ اور وہی لفظ جب حضورؐ کے متعلق مولوی تھانوی صاحب لکھ دیں تو اس میں حضورؐ کی کچھ توہین نہ ہو۔

اللہ اکبر! مولوی منظور صاحب اور تھانوی صاحب کی عزت حضورؐ سے بھی زیادہ ہوئی، کیوں مولوی صاحب یہی ہے آپ کا دھرم۔

مولانا محمد منظور صاحب

اللھم رب جبرئیل ومیکائیل منزل التوراۃ والانجیل والقرآن الجلیل فاطر السموت والارض انت تحکم بین عبادک فیما ھم فیہ تختلفون. اھدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنک، انک تھدی من تشآء الی صراط

مستقیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا خیال تھا کہ اس بیس گھنٹے کی فرصت میں مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی خاص تیاری کی ہوگی اور وہ کچھ نئی نئی باتیں سوچ کر لائے ہوں گے، مگر

غلط بود آنچہ ما پند اشتیم

مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ آج بھی اسی منزل میں ہیں جس میں آپ کل تھے۔ بخدا مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جن باتوں کا آپ بار بار جواب پا چکے پھر کس طرح ان کو زبانوں پر لاتے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ہر بار آپ یہ فرماتے ہیں کہ میری کسی بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ صحیح بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث میں ایک روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں وفات شریف سے تین چار روز قبل ایک دن فرمایا کہ ایک کاغذ لاؤ میں تم کو ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اس کے بعد صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ ''قالوا ھجرا استفھموہ''یعنی حاضرین نے (یا حاضرین میں سے کسی نے) کہا'' آپ سے پوچھو تو سہی کیا آپ نے ہم کو چھوڑ دیا؟''

کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ کیا حضورؐ ہمیشہ کے لئے ہم سے مفارقت اختیار فرما رہے ہیں جو اس قسم کا وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں۔''

اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہاں حاضرین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اب شیعہ صاحبان جو بزرگانِ دین کی تکفیر میں آپ کے بھی استاد ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ قول (ھجرا استفھموہ) انہی کا ہے اور اس میں جو ''ھجر'' کا لفظ ہے وہ ھُجر سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''بیہودہ بکواس'' کے ہیں۔ اور معاذ اللہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے ہذیان بکا'' (نعوذ باللہ من مثل ھذہ الکلمۃ الخبیثۃ)۔

شیعہ صاحبان کو یہ اعتراض پیش کئے سینکڑوں برس ہوگئے اور اس وقت سے اب

تک اہلسنّت نے ہزار ہا مرتبہ تحریروں اور تقریروں میں ان کے اس ناپاک افتراء کے نہایت معقول اور دندانِ شکن جوابات دیئے۔ جو آج تک لا جواب ہیں۔ مگر شیعہ صاحبان آج تک یہی گائے جاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (معاذ اللہ) ضرور توہین کی۔ اور آپ کو ''ہذیان گو'' بتلایا۔ ان کو بار بار بتلایا گیا کہ یہ لفظ ''ھَجر'' ''ھُجر'' معنی ہذیان گوئی سے مشتق نہیں ہے بلکہ ''ہجر'' بمعنی جدائی سے مشتق ہے۔ اور بعد میں ''استفھموہ'' کا لفظ اس کا قرینہ بھی موجود ہے۔ کیونکہ ہذیان والے سے استفہام ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ ھَجر ''ہجر'' اور ''ہجران'' سے مشتق ہے۔ جو وصال کے مقابلہ میں آتا ہے۔ اور اس قول کا صحیح اور واقعی مطلب وہی ہے کہ کیا حضورؐ کا ارادہ ہم کو دماغِ مفارقت دینے کا ہے ذرا آپ سے دریافت تو کرو۔

لیکن شیعہ صاحبان بقول شخصے ''مرغی کی ایک ٹانگ'' یہی کہے جاتے ہیں کہ نہیں صاحب! ہجر کے معنی تو ''بیہودہ بکواس'' ہی کے ہیں اور اس میں ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ لہٰذا معاذ اللہ (حضرت) عمر یقیناً کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

بہر حال شیعہ صاحبان بھی آپ کی طرح صدہا مرتبہ جواب پانے کے بعد یہی کہے جاتے ہیں۔ زبان ہم سے نہ ان کی پکڑی گئی نہ آپ کی پکڑی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ خود آپ کا ضمیر جانتا ہوگا کہ آپ کی ہر بات کا کیسا لا جواب جواب دیا جا رہا ہے۔ میں کل لغت اور محاورات سے ثابت کر چکا کہ ''ایسا'' تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ لیکن آپ اپنے شیعہ بھائیوں کی طرح یہی کہے جاتے ہیں کہ نہیں ''ایسا'' تو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں ضرور توہین ہے۔ اب اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور نے اقرار کر لیا کہ حفظ الایمان میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ انا للہ انا الیہ راجعون۔ اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس چیز کو میں کل سے بار بار رد کر رہا ہوں۔ آج آپ اسی کو میرے ذمہ رکھ رہے ہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان میں ''جیسا'' کا لفظ نہیں ہے۔ اگر اس

میں ''جیسا'' یہاں محذوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو بات کو رد کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''ایسا'' اگر بغیر ''جیسا'' کے ہو جب بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ پھر جب میں نے آپ کی اس بات کی تردید کی اور ثابت کیا کہ ''ایسا'' تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا شبہ کے ''اتنا'' کے معنی میں مستعمل ہے تو آپ نے مجھ سے اس کا ثبوت طلب کیا کہ ''ایسا'' بلا تشبیہ کے ''اتنا'' کے معنی میں کہاں آتا ہے؟ چنانچہ میں نے اس کو لغت اور نظم و نثر کے محاورات سے ثابت کر دیا۔ جس کا آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب اس تقریر میں آپ نے یہ جدت اختیار کی کہ ''ایسا'' کو ''اتنا'' کے معنی میں لینے کے بعد ہمارا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ غیب کا جتنا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اتنا ہر زید و عمر اور جانوروں اور پاگلوں کو بھی حاصل ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ کیا واقعی آپ ایسا ہی سمجھ رہے ہیں یا دیدہ ودانستہ دوسرے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ باتیں کر رہے ہیں۔

ان کنت لا تدری فتلک مصیبة

وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

بہر حال اگر آپ میری اس بات کو ابھی تک نہیں سمجھے ہیں تو اب سمجھ لیجئے کہ ''حفظ الایمان'' میں ''ایسا'' ''اتنا'' کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد مطلق بعض علومِ غیبیہ ہیں۔ اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور کو عالم الغیب کہنے والے مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں۔ اور اگر ان کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہوں گی، اسی کو عالم الغیب کہا جاوے گا تو لازم آئے گا کہ ہر زید و عمر بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ ایسا علم غیب، یعنی اتنا علم غیب جو ان لوگوں کے نزدیک کسی کو عالم الغیب کہنے کے لئے کافی ہے۔ یعنی مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف۔

اگر اب بھی اس عبارت کا مطلب آپ نہ سمجھے ہوں تو دوسرے طور پر یوں سمجھئے

ـ کہ یہاں لفظ ''ایسا'' ''یہ'' کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ اور ''ایسا'' کا استعمال ''یہ'' کے معنی میں اردو محاورات میں شائع وذائع ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ ''میں زید کو ماروں گا'' دوسرا کہے ''ایسا کام ہرگز نہ کرنا'' تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ''یہ کام ہرگز نہ کرنا'' 1 پس یوں سمجھئے کہ حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں بھی یہ ''ایسا'' کا لفظ ''یہ'' کی جگہ مستعمل ہے اور اس صورت میں عبارت کی شرح یوں ہوگی۔

''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا (یعنی حضور کو عالم الغیب کہنا) اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے جو حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس اطلاق کو جائز سمجھتا ہے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیوب کے علم میں) کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علمِ غیب (یعنی یہ علمِ غیب جو اوپر مذکور ہوا یعنی مطلق بعض غیب کا علم تو زید وعمر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو (اس زید کے اصول پر) چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس شرح کے بعد ایک جاہل سے جاہل شخص کو بھی اس عبارت میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ بہرحال حفظ الایمان کے لفظ ''ایسا'' کو ''اتنا'' کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور ''یہ'' کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور دونوں صورتوں میں اس سے مطلق بعض غیوب کا علم مراد ہوگا۔ اور فرق صرف تعبیر اور عنوان کا ہوگا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف کسی طرح بھی مراد نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد مزید توضیح کیلئے اس عبارت کی میں ایک مثال اور پیش کرتا ہوں۔

فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت زیادہ رعیت نواز ہو اور رعایا کی بہت زیادہ

1۔ چنانچہ اس محاورہ کے مطابق شاعر کہتا ہے:

وصل بتِ خودسر کی تمنا نہ کریں گے ۔۔۔ ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ''ایسا'' نہ کریں گے

خبر گیری کرتا ہو، ہزاروں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہو۔ اب اگر کوئی احمق شخص جس کا نام زید فرض کر لیجئے کہے کہ میں اس بادشاہ کو ”رب العالمین“ کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص مولوی اشرف علی صاحب کی طرح یوں الزام کرے کہ ”تم جو اس بادشاہ کو رب العالمین کہتے ہو تو بعض کی تربیت کی وجہ سے یا کل کی تربیت کی وجہ سے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ بادشاہ کل مخلوقات کی تربیت نہیں کرتا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہو تو اس میں بادشاہ کی کیا تخصیص ایسی تربیت یعنی مطلق بعض کی تربیت تو سب کرتے ہیں۔ ہر شخص کم از کم اپنی اولاد کو پالتا ہے۔ جانور بھی اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول پر ہر شخص کو بلکہ ہر حیوان کو بھی رب العالمین کہا جاوے۔ ذرا غور فرمایا جائے کیا اس میں اس بادشاہ کی توہین ہوئی اور کیا اس کا یہی مطلب ہوا کہ اس شخص نے اس بادشاہ کو ہر معمولی انسان بلکہ جانوروں کے برابر کر دیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالے گا۔

اس وقت تک میں نے حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح میں جو کچھ کہا ہے اگر کسی اعلیٰ درجہ کے جاہل کے سامنے بھی یہ باتیں پیش کرتا تو وہ بھی مطمئن ہو جاتا اور صداقت کا اعتراف کرتا۔ مگر آپ ماشاءاللہ مولوی ہیں اور وہ بھی بقول خود بڑے کرے پنجابی مولوی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے ہٹ دھرم کے ہم وطن۔ اس لئے آپ سے یہ توقع دشوار ہے۔

ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود

لیکن چونکہ میں آج آپ حضرات پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ بغور سنئے۔

حفظ الایمان کی جس عبارت میں بحث ہو رہی ہے اس میں مولانا عالم الغیب کہنے والوں کو ان کے اصول پر الزام دے رہے ہیں کہ تمہارے اس لغو اور غلط اصول پر لازم آتا ہے کہ حضورؐ کی طرح زید و عمر بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ بہر حال یہاں مولانا کا کلام بطور الزام ہے۔ اس عبارت کے کسی فقرے میں مولانا نے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ نہیں بیان فرمایا ہے۔ البتہ اسی حفظ الایمان میں زیر بحث عبارت سے چند سطر کے بعد مولانا نے اس کے متعلق اپنا ذاتی عقیدہ بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے اس کی عبارت یہ ہے۔

کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو تمام حاصل ہو گئے تھے۔

غور فرمایا جاوے جو شخص حضورؐ کے لئے تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل مانے کیا وہ اسی کا قائل ہوسکتا ہے۔ کہ حضورؐ کا سا علم حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ انصاف شرط ہے۔ خدا کا خوف کیجئے۔ اور اس کے سخت محاسبہ سے ڈریئے۔''

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! میرا ابھی خیال تھا کہ مولوی منظور صاحب رات بھر کی محنت کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کا کوئی ٹھیک جواب سوچ کر لائے ہونگے۔ مگر مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اب بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اور لا جواب بات کا جواب ہی کیا ہوسکتا ہے۔

میں نے کہا تھا اگر کوئی شخص آپ کے متعلق یوں کہے کہ'' آپ کا علم گدھے ایسا ہے'' تو اس میں لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے لئے ہوگا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے تسلیم کرلیا کہ ہاں یہ ''ایسا'' تشبیہ کے لئے ہوگا اور اس میں توہین ہوگی پھر جب میں کہتا ہوں کہ یہی ''ایسا'' کا لفظ حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ہے۔ لہٰذا اس میں بھی توہین ہوگی تو مولوی صاحب اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔

مولوی صاحب! میں نے تو آپ کی بڑی شہرت سنی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے مناظرے کئے ہیں مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نے کوئی مناظرہ دیکھا بھی نہیں۔

آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال پیش کرتے ہیں وہ تو اگر آج دنیا میں ہوتے

تو سارے توہین کرنے والوں کا خاتمہ کر دیتے۔ حضورؐ کے زمانہ میں ایک منافق اور ایک یہودی میں جھگڑا تھا۔ جب معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ اس کے بعد وہ منافق دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضور سید یوم النشورؐ پہلے اس کا فیصلہ فرما چکے ہیں اور اس بد بخت نے اس فیصلہ کو تسلیم نہین کیا ہے تو آپ گھر میں سے تلوار لائے اور فرمایا کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔

مولوی صاحب! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان تو یہ تھی۔ آپ ان کو تھانوی صاحب کی مثال میں پیش کرتے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

آپ نے اپنی تقریر میں حفظ الایمان کی ایک اور عبارت بھی پڑھ کر سنائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو نبوت کے لئے لازم وضروری ہیں۔ مولوی صاحب آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں دیکھی۔

اذا جآءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنافقون لکاذبون.

ترجمہ: اے محبوب جب یہ منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ اور خدا جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔ صرف آپ کو خوش کرنے کے لئے زبان سے ایسا کہتے ہیں۔ درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے

پس اسی طرح تھانوی صاحب نے بھی صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھ دیا کہ حضور کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل تھے۔ درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے۔

عقیدہ ان کا وہی ہے جو وہ حفظ الایمان میں پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ حضور کا علم جانوروں اور پاگلوں کے برابر ہے۔ پھر سن لیجئے ان کی عبارت یہ ہے۔

''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر الخ'' مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر اس مرتبہ بھی فرمائی جو اس سے پہلے بارہا فرما چکے تھے۔ پھر اخیر میں فرمایا کہ:

مولوی صاحب! آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ میری باتوں کا جواب دیجئے یا بس توبہ کر لیجئے۔

مولانا منظور صاحب

میں نے عرض کیا تھا کہ مسلمانان بریلی اس مناظرہ کو نہ بھولے ہوں گے جو نومبر میں میرے اور پنڈت گوپی چند کے درمیان ہوا تھا۔ وہ بھی اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور کہہ دیا کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ حالانکہ ان کی ایک ایک بات کا جواب کئی کئی دفعہ دیا جاتا تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی سردار احمد صاحب کا بھی بالکل وہی ڈھنگ ہے۔ معلوم نہیں پنڈت جی کا اثر آپ پر پڑا ہے، یا پنڈت جی پر آپ کا۔

آپ کی ہر بات کا جواب مکرر سہ کرر دیا جا چکا مگر بایں ہمہ آپ پنڈت گوپی چند کی طرح ہر مرتبہ یہ ضرور فرما دیتے ہیں کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ مجھے آپ کی اس بات پر ہنسی بھی آتی ہے۔ اور افسوس بھی ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی مخلوق میں ایسے ایسے محرومانِ عقل وحیا بھی موجود ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی معذور ہیں۔ اس موضوع کے متعلق جو کچھ دو چار باتیں آپ کو یاد تھیں آپ پہلی ہی دو تین تقریروں میں ان کو ختم کر چکے اب اگر ہر بار پھر آپ انہی کو نہ دہرائیں تو اور کیا کریں۔ طوطی بے چاری بول سکتی ہے جتنا اس کو یاد کرایا جائے۔ مگر مجھے اس مناظرہ میں بریلی والوں کو بہت کچھ سنانا ہے۔ لہٰذا اب آئندہ میں آپ کو مکر باتوں کے جواب میں صرف اپنی سابقہ تقریروں کا حوالہ دوں گا۔ اور اپنے باقی وقت میں نئی چیزیں پیش کروں گا۔ میرے نزدیک اس مناظرہ کا وقت بہت قیمتی ہے۔ جو بعد میں

کی قیمت پر نہیں خریدا جا سکے گا۔ اور یہ امید بھی نہیں کہ اس مناظرہ کے تلخ تجربہ کے بعد آپ بھی پھر ہم کو اس طرح احقاق حق کا موقع دیں۔ اس لئے میرے دل کا مجھ سے تقاضہ ہے کہ

میر جمع ہیں احباب حال دل کہہ لے
پھر التفات دلِ دوستاں رہے نہ رہے

میں کئی بار عرض کر چکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے لئے بھی آتا ہے اور تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور میں لغت اور محاورات سے اس کا ثبوت بھی پیش کر چکا۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ اور میرا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیعہ حضرات کے مقابلے میں علماء اہلسنت کا یہ دعویٰ کہ ''ہجر'' بے ہودہ گوئی کے معنی میں بھی آتا ہے اور جدائی کے معنی میں بھی لیکن حدیث قرطاس میں وہ جدائی ہی کے معنی میں مستعمل ہے نہ کہ بے ہودہ گوئی کے معنی میں۔ لیکن جس طرح شیعہ صاحبان محض از راہ ہٹ دھرمی یہی کہے جاتے ہیں کہ ''ہجر'' کے معنی بے ہودہ بکواس ہی کے ہیں اور اس معنی میں صحیح بخاری کی اس حدیث میں مستعمل ہے۔ اور ضرور اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ معاذ اللہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہیں۔''

اسی طرح آپ بھی یہی کہے جاتے ہیں کہ لفظ ''ایسا'' تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور وہ حفظ الایمان کی عبارت میں تشبیہ ہی کے لئے ہے اور ضرور اس میں معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ لہٰذا مصنف حفظ الایمان مولانا اشرف علی صاحب ضرور اس کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب بتلایا جائے کہ شیعہ صاحبان کی اور آپ کی ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے؟

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مولانا تھانوی (مدظلہ) کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت؟ سو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ میں تو آپ کی مثال شیعوں سے دے رہا ہوں نہ کہ حضرت تھانوی کی مثال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے۔ اور اگر بفرض میں یوں بھی

کہوں کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر توہینِ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا بہتان رکھا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا تھانوی پر بھی۔ جب بھی یہ مثال صحیح ہو گی۔ اور اس میں ایک خاص مناسبت یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ، حضرت فاروقِ اعظمؓ ہی کی نسل سے ہیں۔ **فنعم الوفاق.**

آپ نے اس مرتبہ بالکل بے موقعہ اور بے جوڑ حضرت فاروقِ اعظمؓ کے اس منافق کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر آج دنیا میں آپ ہوتے تو سب توہین کرنے والوں کا خاتمہ کر دیتے۔ بے شک میرا ابھی یہی ایمان ہے۔ اور حضرت فاروقِ اعظمؓ کی تو بڑی شان ہے۔ یہ کیفیت تو ہر مومن کی ہونی چاہئے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آج کوئی بد بخت میرے سامنے حضورؐ کی شانِ پاک میں گستاخی کرے تو میں بھی اس کے ساتھ انشاء اللہ وہی معاملہ کروں گا۔ جو حضرت فاروقِ اعظمؓ نے اس بدنصیب کے ساتھ کیا تھا۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لے یا دنیا میں وہ نہیں ہوگا یا میں نہیں ہوں گا یا دونوں نہیں ہوں گے۔

حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے۔

ما بقاء امة بعد سَبّ نبيّها.

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیئے جانے کے بعد امت کی کیا زندگی ہے؟

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ اسی حفظ الایمان میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

''نبوّت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ سب آپ کو بتمامہا حاصل تھے۔''

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ: یہ صرف مسلمانوں کے خوش کرنے کے لئے لکھ دیا گیا ہے جیسا کہ منافقین حضورؐ کے سامنے زبانی اسلام کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ (استغفر اللہ العظیم)

آپ بھی عجیب آدمی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی الہی نے بتلایا کہ منافقین جو کچھ آپ کے سامنے کہتے ہیں اپنے ضمیر کے خلاف کہتے ہیں۔ لیکن آپ کو کس نے بتلایا کہ مولانا تھانوی کا عقیدہ وہ نہیں جو انہوں نے لکھا ہے۔ کیا آپ کے ہم وطن مرزا غلام احمد کی طرح آپ پر بھی وحی ہونے لگی۔ اللہ خیر کرے۔ یہ عجیب الٹی منطق ہے کہ جو چیز مولانا کی عبارت میں نہ صراحتہ پائی جائے نہ اشارۃ وہ تو ان کا عقیدہ ہے اور جو انہوں نے صاف صریح طور پر لکھا ہے وہ عقیدہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور کیا ہوسکتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی دعویٰ کیا ہے جو کل سے آپ فرمارہے ہیں۔ میں اس کا نہایت مفصل اور شافی جواب دے چکا۔ آپ اس کو یاد کیجئے۔ اس وقت اس کے متعلق ایک مختصر بات اور عرض کرتا ہوں بغور سنئے۔

یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضورؐ کے علم شریف کی مقدار پر گفتگو نہیں ہے۔ بلکہ اصل بحث یہاں حضورؐ کو عالم الغیب کہنے کی ہے اور اس میں دو فریق ہیں۔ ایک زید فرض کر لیجئے کہ وہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں۔ دوسرے مولانا اشرف علی صاحب۔ فریق اول یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب مثلاً حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں۔ فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور اس پر اس طرح دلیل قائم فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو عالم الغیب کہنے والے فریق اول کل غیوب کے علم کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں یا بعض غیوب کے علم کی وجہ سے؟

اگر کل کی وجہ سے کہتے ہیں تو اس لئے صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت نہیں ہے۔

اور اگر بعض غیب کے علم کی وجہ سے کہیں تو لازم آتا ہے کہ زید وعمر بلکہ حیوانات وبہائم کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیوں کہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم سب کو ہے۔

اب غور فرمائیے کہ یہ برابری عالم الغیب کہنے میں فریق اول یعنی مولوی احمد

رضا خان صاحب کے اصول پر لازم آئی یا فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب کے اصول پر؟ ظاہر ہے کہ یہ اس کے اصول پر لازم آئے گی جو حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہے گا۔ مولانا تھانوی تو آپ لوگوں کو اس پر متنبہ فرما رہے ہیں کہ آپ حضرات کے اس اصول پر ایسا لازم آتا ہے۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ وہ خود اس کے قائل ہیں کہ حضور کی طرح ہر زید وعمرو وغیرہ کو عالم الغیب کہا جائے۔ آپ ان کلی عبارت کو بغور دیکھئے۔ وہ تو آپ لوگوں کو بھی اس گمراہی سے بچا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ آپ میری اس بات کو سمجھ گئے ہوں۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ تو نے کبھی مناظرہ دیکھا بھی نہیں۔

میں بحمد اللہ خود ستائی کا عادی ہوں اور نہ اس کو اچھا سمجھتا ہوں۔ مگر آپ کی اس بات کے جواب میں مجھے عرض کرنا پڑتا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اس تھوڑی سی عمر میں جتنے مناظرے اس ناچیز نے کئے ہیں اتنے آپ کی جماعت کے کسی بڑے بوڑھے نے بھی نہیں کئے۔ بلکہ اگر یوں عرض کروں تو انشاء اللہ مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی ساری جماعت کے مناظروں کے مجموعی تعداد بھی اتنی نہ ہوگی جتنی میرے مناظروں کی ہے اور مجھے اس پر فخر نہیں، حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت لیتا ہے۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمے کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ کل سے دیکھ رہے ہیں کہ میں بار بار حفظ الایمان کی عبارت پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہوں اور ثابت کر رہا ہوں کہ اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور آپ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب ادھر ادھر کی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ کبھی وعظ شروع کر دیتے ہیں، کبھی شیعوں کا قصہ چھیڑتے ہیں، کبھی اپنی تعریفیں کرتے ہیں اور اپنے مناظرے گناتے ہیں۔ اور میری اصل بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور جب میں شکایت کرتا ہوں کہ صاحب

آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟ تو آپ ناراض ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ سردار احمد پنڈت گوپی چند کی سی باتیں کرتا ہے۔ وہ بھی ہر تقریر میں کہا کرتے تھے کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ تو مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ جو شخص بھی آپ سے مناظرہ کرے گا وہ ضرور یہ شکایت کرے گا۔ کیوں کہ آپ جواب دیتے ہی نہیں۔ اگر پنڈت گوپی چند یہ شکایت کرتے تھے تو بجا کرتے تھے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نہایت معقول اعتراضات کرتے تھے۔ اور آپ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے تھے [1] تو جناب قصور میرا یا پنڈت گوپی چند کا نہیں، قصور خود آپ کا ہے۔ اگر آپ ٹھیک ٹھیک جواب دیں تو کسی کو بھی جواب نہ دینے کی شکایت نہ ہو۔ خیر اب تک آپ نے جواب نہیں دیا تو اب دے دیجئے۔ میرا اعتراض یہ ہے (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی اسی عبارت کو پڑھ کر پھر وہی تقریر فرمائی جو پہلے بار بار فرما چکے تھے پھر اخیر تقریر میں فرمایا کہ) اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں توہین نہیں ہے تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے۔ اور ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر جو آپ بتلا رہے ہیں وہ بھی اس میں لکھ دیجئے۔ بلکہ آپ کی سہولت کے لئے عبارت میں خود لکھے دیتا ہوں۔ آپ صرف دستخط کر دیجئے۔

(چنانچہ مولوی سردار احمد صاحب نے یہ ایک پرچہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی)

''مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول مولوی منظور صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم۔ اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں مولوی اشرف علی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم تو ہر چمار چوڑھے بلکہ ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر گدھے، سور، بندر، الو، بچھیا، بچھڑے، کتیا،

1۔ کیا اسلام کے دعوے کے ساتھ اسلام دشمنی کا اس سے بدترین کوئی مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ اسلام پر دریدہ سماجی کے اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلایا جا رہا ہے۔ افسوس صد افسوس یہ ہیں چودھویں صدی کے مسلمان بلکہ اسلام کے ٹھیکیدار۔ عار دارکفر از اسلام تو۔ مرتب

کٹرے کو بھی حاصل ہے [1] اور اگر تمام علوم مراد ہے تو اس کا بطلان دلیلِ عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔ غلام

(یہ تحریر مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا منظور کے پاس اس فرمائش کے ساتھ بھیجی کہ اس پر دستخط کر دیجئے)

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے اپنی اس تقریر میں ایک ایسی بات کہی ہے جو یقیناً کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتی اور چونکہ وہ میرے متعلق یا میرے کسی بزرگ کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق براہِ راست اسلام اور آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ہے۔ اس لئے اس کو معاف بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ:

''پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہایت معقول تھے۔

اور منظور اس کا جواب نہیں دے سکا''۔

استغفر اللہ ربی۔ اس بغض کی کوئی انتہا ہے۔ کہ آپ صرف میری عداوت کی وجہ سے پنڈت گوپی چند کے ان اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلا رہے ہیں۔ جو انہوں نے اسلام اور تعلیماتِ رسالت مآب علی الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے۔ پنڈت گوپی چند کے وہ اعتراضات منظور پر نہ تھے، مولانا اشرف علی صاحب کی ذات پر نہ تھے بلکہ براہِ راست اسلام اور قرآن کریم پر تھے۔ آقائے کائنات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے لائے ہوئے دین پر تھے۔ آپ ان نجس اور ناپاک اعتراضات کو نہایت معقول کہہ رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ آپ کا نہایت سنگین جرم ہے۔ بلکہ صریح کلمۂ کفر ہے۔ آپ بہت جلد اس سے توبہ کیجئے۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ منظور ان اعتراضات کے جواب نہ دے سکا۔ اس کے جواب میں میں آپ کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ اگر وہ اعتراضات آپ کو یاد ہوں تو ابھی اس مناظرہ کے

1۔ مولوی سردار احمد صاحب نے اسی طرح لکھا ہے۔ مگر کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ آپ پنجابی ہیں اور وہ بھی غلام احمد ... وطن۔ مرتب

ختم ہونے کے بعد اسی پلیٹ فارم پر ان کو بھی پیش کیجئے اور جواب لیجئے۔اور اگر یاد نہ ہوں تو پنڈت گوپی چند کو بلکہ ہندوستان بھر کے آریہ سماجی مناظروں کو بلا لیجئے۔اور وہی اعتراضات جن کو آپ معقول کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی جو اعتراضات اسلام پر ہوں۔ان سب کو آریہ سماج کے وکیل بن کر آپ پیش کیجئے۔اور دیکھئے کہ بعون اللہ تعالیٰ منظور کیسے تشفی بخش جوابات دیتا ہے۔

دسمبر ۱۹۳۲ء میں میرا جو مناظرہ اسی بریلی میں ''صداقتِ قرآن'' کے موضوع پر آریہ سماج سے ہوا تھا جو چار دن تک رہا تھا۔اور جس میں آریہ سماج کی طرف سے قرآن پاک پر اعتراضات پیش کئے جاتے تھے اور میں جوابات دیتا تھا۔اس وقت مجھ سے بریلی کے بعض لوگوں نے بیان کیا تھا کہ آریہ سماج نے آپ کو جو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے درحقیقت اس میں آپ کے دوسرے مخالفین [1] کا ہاتھ ہے۔نیز اسی وقت یہ بھی مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ حضرات کی طرف سے آریہ سماج کی میرے خلاف امداد بھی پہنچائی گئی۔اور ان کو اعتراضات بھی لکھ لکھ کر دیئے گئے۔تاکہ کسی طرح منظور بریلی میں ذلیل ہو جائے۔لیکن مجھے کبھی ان باتوں پر پورا یقین نہیں ہوا۔اور میں ان کو صرف افواہ سمجھتا رہا۔لیکن آج آپ کی اُس بات نے ان تمام چیزوں کی بڑی حد تک تصدیق کر دی۔جب آپ میری عداوت کی وجہ سے ہزاروں کے مجمع میں کھلے طور پر پنڈت گوپی چند کے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا رہے ہیں جو انہوں نے براہ راست اسلام اور تعلیماتِ حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے تو کیا بعید ہے کہ میرے ذلیل کرنے کے لئے آپ لوگوں نے کوئی سازش آریہ سماج سے کی ہو۔

بہر حال وہ پرانا قصہ تھا جو رفت وگزشت ہو گیا۔اب آپ نے کھلے لفظوں میں جو کفر کی حمایت کی ہے اس سے کھلے طور پر توبہ کیجئے۔اور یقین کیجئے کہ توبہ کرنے سے عزت جاتی نہیں بلکہ عزت ملتی ہے۔گناہ کے بعد توبہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔اور تمرد وسرکشی شیطان کی خصلت۔

1۔یعنی رضاخانی صاحبان۔مرتب

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے یاد کیجئے آپ نے دریافت فرمایا کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو کیا وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھی جا سکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحب بلکہ میں اپنے تمام بزرگوں کے حق میں لکھ سکتا ہوں لیکن جو عبارت آپ نے لکھ بھیجی ہے وہ حفظ الایمان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور ہمارا آپ کا نزاع حفظ الایمان کی عبارت میں ہے۔ اب لیجئے میں اتماماً للحجۃ حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں جاری کرتا ہوں۔ سنئے:

> "پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہوں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علمِ غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہو۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔"

دیکھئے یہ بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ ہیں۔ انہی کے متعلق یہ بحث ہو رہی ہے کہ ان میں توہین ہے یا نہیں؟ آپ نے آخری فیصلہ اسی پر رکھا تھا کہ اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھ دی جائے۔ میں نے بعینہ وہی الفاظ مولانا کے حق میں بھی کہہ دیئے۔ اور آپ فرمائیں تو لکھنے کو بھی تیار ہوں۔ اب تو مان لیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اصل موضوع یعنی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ اور اگر ان کا فیصلہ ہو جائے تو ہمارے آپ کے اس جھگڑے کا فیصلہ بھی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور

وہ دو باتیں یہ ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے۔

۲۔اور دوسرے یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات کو بھی ہے۔

پہلے مقدمہ پر ابھی تک آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اگر آپ اس کا بھی ثبوت طلب کریں تو میں ابھی اس کو بھی عرض کر دوں گا۔اس وقت کی ساری بحث دوسرے مقدمہ پر ہے اب میں اس کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان کے کلام سے ثابت کرتا ہوں۔سنئے۔

اس سے غالباً آپ کو انکار نہ ہوگا کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفاتِ مقدسہ غیب کی چیزیں ہیں۔اور آپ کے اعلیٰ حضرت تصریح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے وحدت بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم بھی کائنات کی ہر چیز حتی کہ جمادات و حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ان کی اصل عبارت یہ ہے:

> ''ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ''۔(ملفوظات،حصہ چہارم صفحہ ۷۷)

چند سطر کے بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:

''ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے۔اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا کچھ اور۔اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ۔حدیث میں ہے۔ما من شیء الا ویعلم انی رسول اللہ الا مردۃ الجن والانس. ''کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسان کے۔''

خاں صاحب کی ان دونوں عبارتوں میں تصریح ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہے۔اور تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔اور بغیر علم کے نہ ایمان ہو سکتا ہے نہ تسبیح۔تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کہ جمادات و نباتات کو بھی کم از کم خدا کا علم ہے۔اس کی وحدانیت کا علم ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم ہے۔اور یہ سب چیزیں

غیب کی ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اور یہی مولانا اشرف علی صاحب کا دعویٰ ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کی اسی کھلی شہادت نے ثابت کر دیا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ نے دیکھ لیا۔ میں نے ایک فیصلہ کی بات کی تھی کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو آپ مولوی تھانوی صاحب کے لئے ایسی ہی عبارت لکھ دیجئے۔ بلکہ میں نے عبارت خود لکھ کر دے دی۔ اور کہا تھا کہ آپ اس پر دستخط کر دیجئے۔ مولوی منظور صاحب اس پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں اور انہوں نے ابھی تک اس تحریر پر دستخط نہیں کئے۔ بس معلوم ہو گیا کہ دیوبندی دھرم میں مولوی اشرف علی صاحب کی توہین تو جائز نہیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا بالکل جائز ہے۔ اور اس پر ایمان کا دعویٰ ہے۔ بس یہ ایمان کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ منافق کیا کرتے تھے۔

مسلمانو! کیا اب بھی تم کو اس میں شبہ رہا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضورؐ کی توہین ہے۔ مولوی اشرف علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ شریف کو گدھے، کتے، سور، بندر کے برابر بتلا دیں جب بھی حضورؐ کی توہین نہ ہو اور ہم تھانوی صاحب کے علم کو کتے، سور، بلی، بندر، بچھیا[1] بچھا، کتیا، کتا کے برابر کہیں تو مولوی اشرف علی کی توہین ہو جائے۔ مسلمانو! یہ ہے دیوبندی دھرم!

مولوی صاحب! اب یا تو آپ صاف اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے اور حضورؐ کے علم شریف کو گدھے، کتے، سور، بندر کے برابر کہا گیا ہے۔ اور اگر اس میں توہین نہیں ہے تو پھر مولوی اشرف علی صاحب کے لئے بھی ایسے ہی الفاظ لکھ دیجئے۔ اس

1۔ یہ بچھا اور کتا پنجابی اردو ہے اور وہ بھی خاص ضلع گورداسپور کی جہاں کا مرزا قادیانی تھا۔ مرتب

کے بغیر میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میں کہتا ہوں حضرت غوث پاک کا آپ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے۔

آپ نے اس دفعہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا کلام بھی پیش کیا ہے۔ بھلا اس سے اور حفظ الایمان کے کفری مضمون سے کیا تعلق۔ اس میں یہ ملعون عبارت کہاں سے ہے کہ ''ایسا علمِ غیب ہر زید وعمر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔'' بلکہ اس میں تو سرے سے غیب کا لفظ ہی نہیں۔ آپ محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اعلیٰ حضرت کا نام مبارک لیتے ہیں۔ بھلا وہ ایسی کفری بات کہہ سکتے ہیں۔ ارے وہ تو ایسے عاشقِ رسول تھے کہ حضورؐ کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ آپ تھانوی صاحب کی مثال ان سے دیتے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

آپ بتلایئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ملفوظات شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ''غیب کا جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر چوڑھے، چمار، ہر گدھے، کتے، ہر بندر، سور، اور ہر بچھیا، بچھا کٹیا کٹا کو حاصل ہے۔'' اور اگر آپ اتنا نہ دکھلا سکیں تو جایئے اس میں صرف ''ایسا'' کا لفظ ہی دکھلا دیجئے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ''ایسا'' کا لفظ ہی دکھلا دیجئے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ''ایسا'' کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ اپنی باری میں اس کا جواب ضرور دیں کہ اعلیٰ حضرت کے ملفوظ شریف ہیں ''ایسا'' کا لفظ ہے یا نہیں؟

مولانا محمد منظور صاحب

مناظرہ درحقیقت بہت مشکل کام ہے اور اس کے لئے علم اور قابلیت کی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی شخص بے حیائی اور ڈھٹائی پر کمر باندھ لے تو اس کے لئے نہایت آسان

ہے۔ کسی بے حیاء عورت کا مقولہ مشہور ہے کہ۔

''اس نے مجھے بہت ہرادیا میں ہاری ہی نا''

اگر آپ کا مناظرہ بھی اسی اصول پر ہے تو یقیناً آپ کو قیامت تک بھی نہیں ہرایا جا سکتا۔

بندۂ خدا میں نے حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا تھانوی کے حق میں جاری کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپ تحریر چاہیں تو میں لکھ بھی دوں۔ بلکہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بلکہ اپنے تمام بزرگوں کے حق میں اس پر بھی آپ وہی کہے جاتے ہیں کہ منظور تحریر دینے کے لئے تیار نہیں۔ سچ ہے۔ بے حیاء باش وہر چہ خواہی کن

رہی وہ عبارت جو آپ نے لکھ کر بھیجی ہے اس کے متعلق تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ وہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور بحث حفظ الایمان کے الفاظ میں ہے نہ کہ آپ کے الفاظ میں۔ یہ عجیب منطق ہے کہ گفتگو تو ہے حفظ الایمان کی عبارت میں اور دستخط کرانا چاہتے ہیں۔ آپ اپنی عبارت پر جس کا حفظ الایمان میں پتہ نشان بھی نہیں۔ آپ کے اس مطالبہ کی معقولیت کی داد کچھ اہل بریلی ہی دے سکتے ہیں۔

بہر حال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اس کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اور آپ نے خود اس کا آخری فیصلہ یہ تجویز کیا ہے کہ میں وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھ دوں چنانچہ اب آخری اتمامِ حجت کے لئے میں بعینہ وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں۔

(اس کے بعد مولانا نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھی اور دستخط کر کے مولوی سردار احمد صاحب کے حوالہ کی جس کی نقل یہ ہے)

''پھر یہ کہ آپ (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا غیب تو ہر زید و

عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ تو چاہیۓ کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

یہ تحریر مولانا منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دی جس کا مجمع پر بہترین اثر ہوا اور اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو مخاطب کر کے مولانا نے فرمایا کہ آپ نے اس پر آخری فیصلہ رکھا تھا کہ جیسی عبارت حفظ الایمان کی ہے ویسی ہی مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دی جائے۔ میں نے بحمد اللہ ویسی ہی بلکہ بعینہ انہی الفاظ میں لکھ دی ہے۔ اب اگر آپ کے اندر کچھ بھی صداقت اور شرافت ہے تو اپنے قول کے بموجب اسی پر فیصلہ کر لیجئے اور اب مجھ کو تحریر دے دیجئے کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ ''حفظ الایمان'' کی زیر بحث عبارت کی بنیاد دو مقدموں پر ہے۔ ایک یہ کہ دلائل نقلیہ وعقلیہ سے حضورؐ کو کل غیب کا علم نہ ہونا ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ہر انسان بلکہ غیر انسان کو بھی ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے اس آخری بات کے ثبوت میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات کی دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ اور عرض کیا تھا کہ خان صاحب کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ اس میں حفظ الایمان کے الفاظ کہاں ہیں اور اس میں تو غیب کا لفظ بھی نہیں۔ اور اس میں ''ایسا'' کا لفظ نہیں۔

آپ تو مجھ سے فرما رہے تھے کہ تو نے کبھی مناظرہ نہیں دیکھا اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ کو کبھی اہل علم بلکہ اہل عقل کی صحبت بھی نصیب نہیں ہوئی۔

میرا یہ دعویٰ ہی نہیں کہ ملفوظات میں حفظ الایمان کی عبارت لکھی ہوئی ہے نہ میں

نے یہ کہا کہ اس امر میں ''ایسا'' کا لفظ موجود ہے۔ میرا مدعا یہ ہے کہ اس میں یہ بات ثابت ہے کہ مطلق بعض غیب کا علم کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ نباتات و جمادات تک کو حاصل ہے۔

کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ دنیا کی ہر چیز ایمان اور تسبیح خداوندی کے ساتھ مکلف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات، غیب میں سے ہیں اور ایمان اور تسبیح بغیر علم کے ممکن نہیں۔ تو صاف نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کی ہر چیز کو بعض غیب کا علم ہے۔ اور اگر آپ اس کے متعلق بھی خان صاحب کی تصریح چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات غیب میں سے ہیں تو لیجئے وہ بھی حاضر ہے۔ خاں صاحب موصوف ''الدولۃ المکیہ ص ۱۳'' پر حق تعالیٰ اور اس کی صفاتِ اصلیہ اور قیامت اور جنت و دوزخ کا ذکر فرما کر لکھتے ہیں:

کل ذالک غیب وقد علمنا کلا بجاله ممتازا عن غیر فوجب حصول مطلق العلم التفصیلی بالغیوب کل مومن.

یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک ہمارے علم میں ممتاز ہے پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر مومن کے لئے واجب ہوا۔

لیجئے یہ خان صاحب ہی کی عبارت ہے۔ اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ حق تعالیٰ اور جنت و دوزخ وغیرہ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ اور یہ تصریح ہے کہ ہم کو ان تمام چیزوں کا علم ہے۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ مومن کو مطلق بعض غیوب کا علم تفصیلی ہے بلکہ حاصل ہونا واجب ہے۔

اس کے بعد مجھے خان صاحب کی ایک اور عبارت یاد آگئی جس میں آپ نے گدھے کے لئے بھی بعض مخفی باتوں کا علم تسلیم کیا ہے اور چونکہ آپ کو گدھے سے بہت شوق ہے کہ ہر بار آپ کی زبان پر اس کا نام آتا ہے۔ اس لئے میں اس عبارت کو ضرور پیش کروں گا۔ سنئے خان صاحب نے مصر کے ایک صاحب کشف گدھے کی حکایت اس طرح نقل کی ہے کہ:

''ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔

ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس
گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے۔
جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔"

خان صاحب نے اس قصہ کو نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس گدھے کو کشف تھا۔
(ملاحظہ ہو۔ ملفوظات۔ حصہ چہارم ص ۱۱)

لیجئے اب تو خان صاحب کی تصریح سے گدھے کو بھی مطلق غیب کا علم ثابت ہو گیا۔ یہ تو گدھے کے متعلق تھا اس کے بعد اگر آپ چاہیں گے تو خان صاحب ہی کے کلام میں سور، اور بندر کے متعلق اور ثبوت دوں گا۔ کیوں کہ یہ دونوں چیزیں بھی شاید کسی وجہ سے آپ کو محبوب ہیں کہ آپ اپنی ہر تقریر میں ان کا بھی نام لیتے ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ خان صاحب کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ تو ایسے عاشق رسول تھے کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ (جل جلالہ) کاش یہ باتیں آپ کسی ناواقف کے سامنے کرتے۔ آپ اس سے یہ باتیں کر رہے ہیں جو خان صاحب کی ہسٹری سے آپ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ کیسے عاشق رسول تھے۔ اور انہوں نے کیسا کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ ان سے زیادہ تارک الدنیا کون ہوگا کہ مرتے وقت بھی مرغن کھانے ہی یاد کرتے رہے۔ ذرا خان صاحب کا تحریری وصیت نامہ کا بارہواں نمبر ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

"اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو ہفتہ میں دو تین بار
ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ ۱۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ
بھینس کے دودھ کا ہو۔ ۲۔ مرغ کی بریانی، ۳۔ مرغ پلاؤ۔ بکری کا
شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی، اردکی پھریری دال مع ادرک
ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی
بوتل، دودھ کا برف۔"

(وصایا شریف: ص ۹، ۱۰ مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

سنا آپ نے؟...... یہ ہیں وہ بزرگ اور عاشقِ رسول جنہوں نے عشقِ رسول میں کھانا پینا تک چھوڑ دیا تھا۔ اور صرف یہی ایک درجن کھانے چکھ لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد اب بعونہٖ تعالیٰ میں وہ طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان سے اقرار کریں کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے۔ آپ پہلے صفائی کے ساتھ ان چند سوالوں کا جواب دیجئے۔

۱۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باعثِ تخلیق ہونے کی حیثیت سے ''خالق'' کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲:۔ قاسم نعم الٰہیہ ہونے کی حیثیت سے ''رازق'' کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۳:۔ واسطہ فی الترتیب ہونے کی وجہ سے ''رب العالمین'' کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۴:۔ حضور کی شان میں اگر کوئی شخص یہ آیت پڑھے ''**عالم الغیب والشہادۃ ھو الرحمٰن الرحیم**'' تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟

۵:۔ اگر ناجائز ہوگا تو مکروہ یا حرام؟

۶:۔ جو شخص مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہتا ہے اگر اس پر اس طرح الزام قائم کیا جائے۔

''مطلق بعض غیب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ہے لہٰذا تمہارے اصول پر لازم آئے گا کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔''

تو کیا اس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوگی اور یہ الزام قائم کرنے والا شخص کافر ہو جائے گا؟

۷:۔ مطلق بعض غیب کا علم عام انسان بلکہ حیوانات بلکہ نباتات و جمادات کے لئے ہونا آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟

۸:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کل غیوب غیر متناہیہ کا علم مانتے ہیں یا بعض کا؟

۹:۔ قرآن و حدیث کے محاورات میں غیب کس کو کہتے ہیں؟

۱۰:۔ حق تعالیٰ اور اس کی وحدانیت غیب میں سے ہے یا شہادت میں؟

۱۱:۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ''الدولۃ المکیہ'' میں تسلیم کیا ہے کہ ہر مومن کو بعض غیوب کا علم تفصیلی حاصل ہے۔ اور ملفوظات سے میں مصر کے اس گدھے کا قصہ نقل کر چکا جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ اب بتلائیے کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے ہر مومن کو اور مصر کے اس صاحب کشف گدھے کو ''عالم الغیب'' کہنا جائز ہے یا نہیں؟

۱۲:۔ کہیں قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہا گیا ہے یا نہیں؟ یا کسی صحابی یا کسی تابعی یا امت کے کسی مسلّم امام نے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر ''عالم الغیب'' کا اطلاق کیا ہے یا نہیں؟

سرِ دست یہ صرف ایک درجن سوال ہیں۔ اگر آپ نے ان کا صاف جواب دے دیا تو انشاء اللہ بہت آسانی سے ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور فیصلہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہوگا۔ بس ضرورت اس کی ہے کہ آپ ان سوالوں کے صاف صاف جواب دیں اور تقیہ سے کام نہ لیں۔

اس کے بعد میں آپ کے سنگین جرم کی طرف آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ جو آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر کیا ہے۔ آپ یا کھلے لفظوں میں اس سے توبہ کیجئے یا ان اعتراضات پر مستقل مناظرہ کرنے کے لئے ابھی وقت مقرر کیجئے۔ میں آپ کے اس جرم کو کبھی ہرگز معاف نہیں کر سکتا کیوں کہ آپ کا وہ حملہ مجھ پر نہیں تھا بلکہ براہِ راست اسلام پر تھا۔ آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھا۔ اس لئے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہ مجھ پر تھے نہ میرے کسی بزرگ پر تھے بلکہ اسلام اور تعلیماتِ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر تھے۔ آپ نے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا کر تمام مسلمانوں کا دل دُکھایا ہے۔ اس لئے مسلمان آپ کے اس جرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے۔ آپ اگر میری ذات پر حملہ کریں تو میں برداشت کر سکتا ہوں۔ میرے ماں باپ، میرے اکابر یا اساتذہ پر حملے کریں میں ان کو بھی ایک حد تک برداشت کر سکتا ہوں۔ آپ، مجھ کو

جسمانی تکلیف پہنچائیں میں اس پر بھی صبر کر سکتا ہوں۔لیکن دینِ مقدس اور حضور سرورِ عالمؐ کی ذات اقدس پر کوئی حملہ ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا بھر کے دشمنانِ اسلام کو ہمارا کھلا اعلان ہے۔

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا کہ نبیؐ کا جاہ جلال دیں گے

لہٰذا میں پھر مکرر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یا اپنے اس سنگین جرم سے توبہ کیجئے یا ابھی اس کے لئے مناظرہ کا وقت مقرر کیجئے۔اور جو اعتراضات مذہب مقدس پر پنڈت گوپی چند نے کئے تھے جن کو آپ نے ''نہایت معقول'' کہا ہے اُن کی نامعقولیت بھی دیکھ لیجئے۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! پہلے زمانہ میں کافر بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔کبھی کسی غیر مسلم کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ حضورؐ کی ذاتِ پاک پر کوئی حملہ کرتا۔مگر جب سے دیوبندی پیشواؤں نے حضورؐ کی شان میں گستاخیاں کیں تو دوسروں کو بھی اس کی جرأت ہوگئی۔اگر پنڈت گوپی چند نے حضورؐ پر اعتراضات کئے تو اس کی ذمہ داری بھی دیوبندیوں ہی پر ہے۔راجپال اور نتھو رام نے جو کچھ کیا وہ بھی دیوبندیوں کی دیکھا دیکھی کیا۔آپ ہی لوگوں نے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دلوائیں۔ورنہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا تھا۔حضور اقدسؐ کی شان میں گستاخیاں کرنے کا دروازہ ہندوستان میں سب سے پہلے آپ کے امام طائفہ اسمٰعیل دہلوی نے کھولا ہے۔یہ راجپال، نتھو رام اور پنڈت گوپی چند سب انہی کے مقلد اور آپ کے بھائی بند ہیں۔دیکھئے انہوں نے حضور کی شانِ اقدس در یغ میں کس قدر شنیع گالیاں بکی ہیں:

تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۷ پر ہے:

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مختار نہیں''

اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ٦٦ پر ہے "پر رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا"

اسی کے صفحہ ٢٧ پر ہے "جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنی کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔"

اور اسی کے صفحہ ٦٣ پر ہے۔ "سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔"

اسی کے صفحہ ١٦ پر لکھا ہے۔ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔"

اسی کے صفحہ ٢٩ پر لکھا ہے "ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار"

پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ "ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔"

اسی کے صفحہ ٢٥ پر انبیاء کرام وغیرہ کے متعلق لکھا ہے۔ "ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی۔"

اسی کے صفحہ ٦٨ پر ہے۔ "انسان آپس میں بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔"

اور اسی صفحہ پر ہے "اولیاء وانبیاء، وامام زادہ پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں۔"

اسی کے صفحہ ٩٦ پر لکھا ہے "میں بھی ایک دن مٹی میں ملنے والا ہوں"

اسی کے صفحہ ٣٤ پر حضرات انبیاء کرام کی شان میں لکھا ہے۔ "اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں۔"

اسی کے صفحہ ٣٥ پر ہے۔ "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کلمۂ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن فرشتے، جبرائیل، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

برابر پیدا کر ڈالے۔''

حضرات! یہ ہیں امام الوہابیہ کی گستاخیاں انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی جناب میں۔ درحقیقت ان ہی کی وجہ سے راجپال اور نتھو رام اور دوسرے گستاخوں کو یہ جرأت ہوئی۔ اور میں تو کہوں گا کہ جو آریہ یا عیسائی بھی حضورؐ کی ذات پاک پر حملہ کرتا ہے اس کی ذمہ داری دیوبندیوں پر ہی ہے۔ لہٰذا آریوں سے اگر سازش ہو سکتی ہے تو آپ کی نہ کہ ہماری۔ آپ الٹا ہم پر الزام رکھتے ہیں۔

آپ نے اس تقریر میں بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کچھ عبارتیں پڑھی ہیں۔ بتلایئے ان میں ''ایسا'' کا لفظ کہاں ہے؟ ان کی زبان مبارک سے کبھی ایسی ناپاک بات نکل نہیں سکتی۔ وہ تو عشق رسول میں فنا تھے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اعلیٰ حضرت کے وصیت نامہ شریف کا بھی ذکر کیا ہے وہ بالکل شریعت کے مطابق ہے اس میں فاتحہ ہی کو تو وصیت اس میں کیا حرج ہے؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت اپنے سنی بھائیوں کو کی ہے آپ کا تو معاملہ یہ ہے ''مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود'' اور اصل بات یہ ہے کہ آپ کو یہ نفیس کھانے ملتے نہیں اس لئے آپ ان کے ذکر سے بھی چڑتے ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ جو بارہ سوال کئے ہیں وہ بحث سے غیر متعلق ہیں لہٰذا ان کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔ آپ نے یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے میں نے اس کا مطالعہ نہیں کیا تھا آپ کو وہ تحریر دینی ہوگی جس کا میں نے مطالبہ کیا ہے۔ آپ یا میری تحریر پر دستخط کیجئے یا اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے اور توبہ کیجئے۔ میں اس کے بغیر آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ آپ بہت ادھر ادھر بھاگتے ہیں مگر میں آپ کو آگے سے ملنے نہیں دوں گا۔ میں کتا ہوں حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کا جن کے نام سے دنیائے وہابیت میں آگ لگتی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ یہ پیچھا چھوڑنے کا لفظ کئی دفعہ کہہ چکے ہیں۔ اور اس کا دندان شکن رہان

دوز جواب بھی پا چکے ہیں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی غیرت مند انسان ہوتا تو اس جواب کے سن لینے کے بعد کبھی زبان پر یہ لفظ نہ لاتا۔ آپ تو بقول خود کتے ہیں مولوی احمد رضا خان صاحب کے۔ میں نے تو ان کے فرزندِ اکبر اور آپ کے آقائے نعمت (مولوی حامد رضا خان صاحب) کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ میری رجسٹریاں ان کے پاس جاتی ہیں وہ وصول کر لیتے ہیں مگر جواب دیتے ہوئے بخار چڑھتا ہے۔ آپ ذرا ان کے دل کو تو پوچھئے کہ منظور کے مناظرانہ واروں نے کیا حال کر رکھا ہے؟

آج بحمد اللہ منظور کے حقانی نعروں سے بریلی کی فضا گونج رہی ہے۔ حامیانِ باطل کے دل لرز رہے ہیں اور جو کفر تکفیر کے علمبردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدۂ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز جامعہ رضویہ میں حق کا جھنڈا لئے کھڑا ہوں اور رضا خانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں۔ ان کی قبروں میں کیسی واویلا مچ رہی ہے۔ اور اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ درحقیقت یہ صرف آپ ہی کی غیرت ہے۔

این کار از تو آید ومرداں چنیں کنند

میں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب ''الدولۃ المکیہ'' اور ان کے ملفوظات سے ان کی چند عبارتیں پیش کی تھیں اور ثابت کیا تھا کہ خان صاحب کے عقیدہ میں ''ہر مومن بلکہ ہر انسان بلکہ گدھے جیسے حیوانات بلکہ تمام نباتات اور جمادات کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ہوتا ہے۔'' حالانکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ان عبارات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔ الفاظ کے متعلق میرا دعویٰ نہیں اور نہ صرف لفظوں سے بحث ہے۔ اصل چیز تو مضمون ہے۔ ہاں اگر اس کا اقرار کر لیں کہ حفظ الایمان کا مضمون صحیح ہے اور صرف اس کے الفاظ پر ہم کو اعتراض ہے تو پھر انشاء اللہ خاص ان الفاظ کا ثبوت بھی دیا جائے گا۔

میں نے اپنی تقریر میں بارہ سوال پیش کئے تھے اور عرض کیا تھا کہ اگر آپ ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیں تو انشاء اللہ بہت جلد میں خود آپ کی زبان سے اقرار کرا لوں گا کہ حفظ الایمان کی عبارت صحیح اور بے غبار ہے۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ سوالات

مبحث سے خارج ہیں۔ درحقیقت یہ نہایت آسان جواب ہے کہ جس بات کا جواب نہ آئے یا نہ دینا ہو اس کو یہ کہہ دیا کہ خارج از بحث ہے۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ نے بلا وجہ اس بحث کو طول دیا اور خواہ مخواہ آپ تین دن سے الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے اس وقت تک جتنی باتیں بھی کی ہیں آپ ان سب کے جواب میں یہی فرما دیتے کہ یہ خارج از بحث ہیں۔ پھر تو بڑی آسانی سے اور بہت جلد آپ کی چھٹی ہو جاتی۔ فیصلہ حاضرین خود کرتے رہتے۔

خدا کے بندے کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کرو۔ یا یہ کچھ ضروری ہے کہ ہر بات بے تکی ہی کی جائے۔ کیا ان بارہ سوالوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کو مبحث سے بے تعلق کہا جا سکے؟

آپ نے اس تقریر میں پھر مجھ سے تحریر کا مطالبہ کیا ہے۔ مجھے رہ رہ کر آپ کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہوتی ہے۔ میں ابھی ابھی اس مجمع کے سامنے بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ میں تحریر پیش کر چکا۔ اور یہ بھی عرض کر چکا کہ آپ جس تحریر پر دستخط کرانا چاہتے ہیں اس کے الفاظ خود آپ کے تصنیف کردہ ہیں حفظ الایمان میں وہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ پھر اسی کا مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔

اچھا اب میں کہتا ہوں کہ پہلے آپ یہ تسلیم کر لیجئے کہ حفظ الایمان کے الفاظ میں توہین نہیں ہے۔ کیونکہ وہی الفاظ بعینہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیئے ہیں اور انہی پر اصل بحث ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی پیش کردہ تحریر کے متعلق بھی عرض کروں گا۔

آپ نے اپنی پہلی تقریر میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا حال بیان کیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ میں نے لوگوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے یا مرغن کھانوں کے؟ ان کے وصایا" میں سے فاتحہ نامہ پڑھ کر سنایا۔ کہ وہ مرغ بریانی، مرغ پلاؤ، بکری کے شامی کباب، اردکی پھریری دال، پراٹھے، بکری کا قورمہ، سوڈے کی بوتل، سیب اور انار کا پانی

وغیرہ وغیرہ یاد کرتے ہوئے اس دنیا سے گئے۔ اس فاتحہ نامہ کا پڑھ دینا کوئی گالی نہیں تھی لیکن نہ معلوم کہ آپ کے کیوں اس سے آگ لگ گئی اور آپ نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ ''مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود'' میں اس قسم کی لغو باتوں کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن اگر سننا چاہیں تو اس کے جواب میں عرض کر سکتا ہوں کہ:

''مر گئے مردود از فاتحہ چہ سود''

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ چونکہ منظور کو یہ نفیس کھانے نہیں ملتے اس لئے وہ ان کے نام سے چڑ تا ہے۔ یہ چڑنے کی بات تو غلط ہے۔ لیکن یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ ''منظور کو یہ کھانے نہیں ملتے'' واقعی ان میں سے بعض کھانے تو شاید میں نے عمر بھر دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ میں تو نہایت تنگی اور عسرت کے ساتھ روکھی پھیکی کھا کر گزارا کرتا ہوں اور اگر کسی وقت بالکل نہ ملے جب بھی خدا کا شکر کرتا ہوں۔ اور اس فاقہ کشی پر نازاں ہوں، کیونکہ یہ میرے آقاؐ کی سنت ہے۔ حضورؐ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

الفقر فخری.... ''فقیری میں میرے لئے فخر ہے''

جو چیز ہمارے آقا و مولاؐ کے لئے باعث فخر ہو وہ ہمارے لئے صد ہزار بار مایۂ فخر و ناز ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

ما شبع ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز الشعیر منذ یومین متتابعین.

حضورؐ کے اہلبیت کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر شکم سیر نہ ہوئے۔

تو جناب! ہم تو ان آقا کے غلام ہیں جو کبھی عمر میں دو دن جو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہ ہوئے۔ جو بھوک میں شکم مبارک پر دو دو پتھر باندھا کرتے تھے۔ جو ریشمی قالینوں یا مخملی گدوں پر نہیں بلکہ بطحاں کی کنکریوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ جو اونچی اونچی مسہریوں پر نہیں بلکہ ٹوٹی پھوٹی چٹائی پر رات گزارتے تھے۔ کہ بعض اوقات جسدِ اطہر پر بوریے کے نشان پڑ

جاتے تھے۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فقیرانہ زندگی ہم کو مبارک، اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے انڈے، پراٹھے، مرغ پلاؤ، بکری کا قورمہ، اور شامی کباب، آئس کریم، اور فیرینی، ادرک کی پھریری دال مع گرم مسالہ وادرک اور گوشت بھری کچوریاں اور پھر ان سب کے ہضم کرنے کے لئے سوڈے کی بوتل، یہ تمام چیزیں آپ کو مبارک۔

آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی جس سے مسلمانوں کے دل دُکھے اور جس پر میں نے احتجاج کیا اور آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی۔ بجائے اس کے کہ آپ اس سے توبہ کرتے آپ نے اس کے جواب میں راجپال، اور نتھو رام جیسے خبیث باطنوں کی حمایت شروع کر دی۔ آپ ان کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کہا کیا دیوبندیوں کی دیکھا دیکھی اور ان ناپاک روحوں کو اس درجہ بے قصور ثابت کرتے ہیں کہ ان کی ملعون گستاخیوں کی ذمہ داری بھی ان پر نہیں بلکہ دیوبندیوں پر رکھتے ہیں؟ آپ کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہئے۔

اللہ! اللہ! ایک غازی علم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم تھے جنہوں نے ان دریدہ دہن گستاخوں کو جہنم میں پہنچایا اور خود اپنے آقا و مولاً پر قربان ہو گئے۔ اور ایک آپ ہیں کہ ان بدکرداروں کو بے قصور ثابت کر رہے ہیں اور اس پر دعویٰ ہے عشقِ رسول کا؟ پھر یہ کس قدر شرمناک بہتا ہے کہ دیوبندی حضرات نے حضور اقدسؐ کی شان پاک میں یہ گستاخیاں کرائیں۔ آپ کا یہ افتراء ایسا ہی ہے جیسے کہ آج کوئی رافضی کہنے لگے کہ جس قدر عیسائی یا پنڈت حضورؐ کی توہین کرتے ہیں ان سب کے ذمہ دار (معاذ اللہ تعالیٰ) حضرت عمرؓ ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے حضورؐ کی شان میں گستاخی کی، اور آپ کو ہذیان گو بتلایا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ عشقِ نبوی کے مدعی ہیں۔ بتلایئے کہ راجپال ایجی ٹیشن میں آپ نے کیا حصہ لیا؟[1] اور کیا قربانی پیش کی؟ کون اس سلسلہ میں جیل خانوں

1۔ یہ تو ماضی کا ذکر تھا دورِ حاضر کی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ان کی عدم شرکت اور لاتعلقی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جب کہ پوری کی پوری امتِ مسلمہ علمائے کرام و پیرانِ عظام سے لے کر عوام الناس تک دورِ ابتلا میں گزر رہی تھی لیکن مولوی صاحب موصوف راجپال ایجی ٹیشن کی طرح ان دنوں بھی حسین و جمیل حجروں میں خلوت نشین رہے۔ ناشر

میں گیا؟ آپ گھر بیٹھے آرام سے گوشت بھری کچوریاں اور بکری کے شامی کباب کھاتے رہے۔ فیرنی اور سوڈا واٹر اڑاتے رہے۔ اور جیل خانوں کو آباد کیا دیوبندیوں نے۔ میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ خاص واچیال ہی کے معاملہ میں ہماری جماعت کے محترم بزرگ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کو تین سال قید ہوئی۔ لیکن کیا آپ میں سے بھی کوئی صاحب اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کی حفاظت کے لئے کبھی دو چار منٹ ہی کے واسطے جیل خانے گئے۔ یا آپ صرف حلوے پراٹھے کھانے کے لئے عاشقِ رسول ہیں؟

آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالے سے جو چند عبارتیں پیش کی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے تفصیلی اور تحقیقی جواب تو انشاء اللہ ان کا اس وقت عرض کروں گا جب ان کی بحث آئے گی۔ اور حسام الحرمین کی چار بحثوں کے بعد انشاء اللہ تقویۃ الایمان کی انہی عبارات پر بحث ہوگی۔ اس وقت بعونہ تعالیٰ ان عبارتوں کے متعلق میں آپ کی چوری دکھاؤں گا اور ثابت کروں گا کہ تقویۃ الایمان کی وہ تمام عبارات جن میں قطع وبرید کر کے آپ نے یہ حوالے دیئے ہیں۔ وہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہیں۔ بلکہ ان میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی گئی ہے۔[1]

سردست تو ان تمام عبارات کے متعلق صرف ایک مختصر بات عرض کرتا ہوں۔ لیکن ایسی فیصلہ کن کہ آپ بھی یاد ہی کریں۔ سنئے۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ ان عبارتوں میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت

1۔ افسوس ہے کہ رضا خانیوں نے اپنی کشتی ڈوبتی دیکھ کر حفظ الایمان کی عبارت ہی پر مناظرہ ختم کر دیا اور عباراتِ تقویۃ الایمان پر بحث کی نوبت نہ آئی اگر ناظرین روداد ان عبارتوں کا صحیح مطلب اور ان میں مولوی سردار احمد صاحب کی خیانت معلوم کرنا چاہیں تو وہ خود تقویۃ الایمان ملاحظہ فرمائیں وہیں ان کو وہ آیات واحادیث بھی مل جائیں گی جن کی ترجمانی ان عبارات میں کی گئی ہے۔ ۱۲۔ (شاہ شہیدؒ کی تکفیر اور اعتراضات کے جواب کے لئے (۱) حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور معاندین اہل بدعت کے الزامات: از افادات حضرت مولانا منظور نعمانی مدظلہ۔ ۲۔ شہیدؒ کی سچی باتیں: از مولانا نور کنز العلوم ٹانڈہ۔ ۳۔ تذکارِ شہیدؒ ماہنامہ الفرقان لکھنو کا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نمبر ملاحظہ ہو۔

توہین ہے۔ بلکہ آپ کے نزدیک انہی عبارات نے راجپال اور نتھو رام جیسے دریدہ دہنوں کو گستاخی کی جرأت دلائی۔ اور یہ ایک مسئلہ ہے کہ جس طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اسی طرح جو اس بد بخت کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اگر ثبوت درکار ہو تو سنئے۔

آپ کا اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب ''تمہید ایمان'' میں لکھتے ہیں کہ:

''تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے۔ اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔''

اور آپ کے یہ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو (ان کی تمام کتابیں بالخصوص تقویۃ الایمان کا لفظ بہ لفظ دیکھنے کے باوجود) کافر نہیں کہتے۔ شہید مرحوم کے متعلق اسی تمہیدِ ایمان صفحہ ۴۳ پر ان کا فیصلہ یہ ہے:

''اور امام طائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے''۔

اور اسی تمہید ایمان صفحہ ۴۲ پر حضرت شہید مرحوم ہی کے متعلق لکھتے ہیں:

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے۔

وھو الجواب وبہ یفتٰی وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد.

یعنی یہی جواب اور اسی پر فتویٰ ہو اور سی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور اسی پر سلامتی ہے اور اسی پر استقامت۔

پس جو عبارتیں آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے پیش کی ہیں اگر آپ کے

نزدیک ان میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے تو مولوی احمد رضا خان صاحب، شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ اور اگر توہین نہیں ہے تو آپ جھوٹے ہوئے۔ اب آپ کے لئے صرف دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ کھلے لفظوں میں آپ اقرار کریں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارات میں درحقیقت توہین نہیں ہے۔ اور میں نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان میں خیانت اور ناجائز قطع و برید کی تھی۔ اور اگر آپ یہ اقرار نہ کریں اور ان عبارات میں توہین ہی بتلائیں تو پھر آپ کو اپنے اعلیٰ حضرت کے کفر کا اقرار کرنا ہوگا۔

بہرحال جو شخص شہید مرحوم کو کافر کہے اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر کا بھی اقرار کرنا پڑے گا۔

خوش نوایانِ چمن کو غیب سے مژدہ ملا
صیاد اپنے دام میں خود مبتلا ہونے کو ہے

دیکھی آپ حضرات نے شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت، جیسے ہی آپ نے ان کی عبارات میں خیانت کی اور ان کے متعلق لب کشائی کی، خدا نے آپ کے اعلیٰ حضرت کو صفائی کا گواہ بنا کر پیش کر دیا۔ وہ فرما رہے ہیں "میں ان کو کافر نہیں کہتا اور علمائے محتاطین کو چاہئے کہ وہ بھی ان کو کافر نہ کہیں اسی میں سلامتی ہے۔" اب فرمائیے کہ ان اعلیٰ حضرت کے متعلق کیا رائے ہے؟ اب یا ان کو بھی کافر کہئے یا شہید مرحوم کی عبارات کو بے غبار مان کر اپنی خیانت اور فریب کاری کا اعتراف کیجئے۔ اس کے بغیر آپ کو چارہ نہیں۔

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب وداماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب! یہ آپ نے بالکل غلط کہا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اسمٰعیل کو کافر نہیں کہتے۔ اعلیٰ حضرت نے اسمٰعیل کے کفر پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "الکوکبۃ

الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ ہے۔ اس میں دہلوی صاحب کے سینکڑوں کفریات لکھے ہیں۔ اور صاف لفظوں میں ان کو کافر لکھا ہے آپ بالکل جھوٹ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں کہا۔

اور تمہید ایمان شریف کی جو عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں ان کا مطلب آپ نے نہیں سمجھایا۔ آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی وہ کتاب دیکھئے جس میں ان عبارتوں کا مطلب خود اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام ''الموت الاحمر'' ہے۔ جس کے معنی ہیں ''سرخ موت'' اور درحقیقت دیوبندیوں کے لئے وہ سرخ موت ہی ہے۔ اس کتاب نے دیوبندیت کو ذبح کر ڈالا ہے۔ اس میں آپ کی اس سب خرافات کا جواب موجود ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں میں ترجمانی ہے قرآن وحدیث کی۔ توبہ توبہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! بھلا قرآن وحدیث میں ایسی گستاخیاں ہوسکتی ہیں۔ قرآن تو بھرا پڑا ہے حضورؐ کی مدح سے۔ اس میں ہر ہر سورت بلکہ ہر ہر آیت میں تعریف ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ جا بجا خطبہ پڑھتا ہے حضورؐ کی مدح کا۔ اس میں کس طرح حضورؐ کی توہین ہوسکتی ہے؟

خیر تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں کی تو اس وقت بقول آپ کے بحث نہیں۔ آپ حفظ الایمان ہی کی عبارت کو کسی ایک آیت سے ثابت کر دیجئے۔ اور بتلایئے کہ وہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ لیجئے میں پھر اس عبارت کو پڑھتا ہوں (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھ دی اور اس کے متعلق پھر وہی تقریر کی جو پہلے بارہا کر چکے تھے اور مولانا منظور صاحب سے مطالبہ کیا کہ اس عبارت کو آپ قرآن کریم سے ثابت کر کے دکھلایئے اس کے بعد فرمایا کہ) آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ حفظ الایمان کا مضمون اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے ثابت کروں گا مگر آپ ابھی تک ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ اس دفعہ تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کرلیا کہ اعلیٰ حضرت کی عبارات میں ''ایسا'' کا لفظ نہیں ہے۔ خدا نے خود آپ کے منہ سے حق بات نکلوا دی۔ ایسے ہی انشاء اللہ وشاء رسولہ آپ قرآن شریف کے متعلق بھی اقرار کریں گے اور میں آپ سے اقرار کرا کے چھوڑوں

گا۔ میں ادنیٰ غلام ہوں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا۔

آپ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ (مولانا حامد رضا خان صاحب) آپ کو جواب نہیں دیتے۔ تو وہ آپ کو کیوں جواب دیں، آپ کو ان سے مخاطبہ کا کیا حق ہے وہ تو ہمارے آقا اور سردار ہیں۔ وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں۔ آپ کے لئے ان کے خدام کافی ہیں۔ میں ان کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے۔ سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کس طرح میرے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ بہت بھاگنا چاہتے ہیں مگر بھاگ نہیں سکتے اور نہ میں بھاگنے دوں گا۔ بڑی مشکل سے تو آپ پھنسے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں تمہارے گھر آیا ہوں آپ یہ غلط کہتے ہیں، ہم نے آپ کو زبردستی بلایا ہے۔ جس طرح آپ نے اپنے جلسہ میں پنڈت گوپی چند کو بلایا تھا تو اس میں فخر کی کیا بات ہے؟

آپ تو اپنے گھر سے بس یہاں تک آئے ہیں مگر مجھے دیکھئے کہ میں پنجاب سے چل کر آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں اور اس طرح پیچھے پڑا ہوں کہ میں آپ کی فکر میں پنجاب سے چلا، راستہ میں مراد آباد پڑتا ہے اسی کے قریب کہیں سنبھل ہے میں وہاں آپ کی فکر میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ یہاں سے بریلی بھاگ گئے ہیں تو میں وہاں سے چل کر پیچھے پیچھے یہاں آیا ہوں۔ اور میں نے یہاں آ کر آپ کو پکڑ لیا ہے اب میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا اور یہاں سے جہاں بھی آپ جائیں گے وہیں میں جاؤں گا اب آپ میرے پنجہ سے نہیں نکل سکتے۔

مولانا محمد منظور صاحب

اس سے پہلے بھی بہت سے بے غیرتوں سے مناظرہ کا اتفاق ہوا مگر اس فن میں جو کمال آپ نے پیدا کیا ہے وہ کسی میں نہیں دیکھا گیا۔ اور شاید آپ کی اسی خصوصیت کی وجہ سے آپ کے آقا صاحب (یعنی مولوی حامد رضا خان صاحب) نے آپ کو اس ڈیوٹی کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہاں کی تمام پبلک جانتی ہے کہ آپ مولوی حامد رضا خان صاحب کے

مدرسہ میں نوکر ہیں اور یہیں رہتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ کس قدر دلیری سے فرما رہے ہیں کہ میں تم سے مناظرہ کرنے کے لئے پنجاب سے آیا ہوں اور اس پر یہ صریح اور سفید جھوٹ کہ میں سنبھل گیا تھا وہاں سے بریلی آیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے میں آپ اپنے ہم وطن مرزا قادیانی سے بھی زیادہ بہادر ہیں۔ شاباش (پنجاب کے جوان شاباش!)

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجھ کو زبردستی بلایا ہے۔ "دروغ گوئیم بروئے تو" اسی کا نام ہے۔ میرے پاس آپ کی یہ تحریر موجود ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ "میں منظور کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔" اب فرمایئے کہ کس نے مناظرہ کے لئے منظور کیا؟

آپ فرماتے ہیں کہ تجھ کو مولوی حامد رضا خان صاحب سے مخاطبہ کا حق نہیں وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں۔ یہ عذر جب کیا جا سکتا تھا کہ لاہور میں وہ مجھ کو اپنا مخاطب نہ تسلیم کر چکے ہوتے۔ وہاں انہوں نے مجھ کو حضرت حکیم الامت کا وکیل ہونے کی حیثیت سے اپنا مخاطب تسلیم کر لیا۔ اور مجھ سے مناظرہ کرنے کے لئے مولوی حشمت علی صاحب کو اپنی طرف سے وکیل بھی نامزد کر دیا اور مجھ کو اس کی تحریر بھی دے دی جو میرے پاس بحمد للہ محفوظ ہے۔ لہٰذا یہ عذر تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

رہا یہ کہ آپ کی جماعت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں تو ہوا کریں میں اپنی جماعت کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں مگر میری جماعت نے آپ کے سب سے بزرگ کے مقابلہ کے لئے میرا انتخاب کیا ہے اس لئے مجھ کو ان سے مخاطبہ کا جائز حق حاصل ہے۔ پھر جیسے کچھ وہ بزرگ ہیں میں خوب جانتا ہوں۔ میں ان کی ہسٹری سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے بدایوں کے رنگین واقعات بھی معلوم ہیں۔

من خوب مے شناسم پیرانِ پارسا را

مگر افسوس یہ ہے کہ مقابلہ میں وہ خود موجود نہیں ہیں ان کی عدم موجودگی میں ان کی رنگین زندگی کا تذکرہ میں کچھ اچھا نہیں سمجھتا۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبر نیست کہ نیست

آپ نے گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی اس کی داروگیر سے بچنے اور غلط مبحث کرنے کے لئے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے چند عبارتیں نہایت شرمناک خیانت اور ناجائز قطع و برید کر کے آپ نے پیش کیں۔ لیکن جب میں نے حضرت شہیدؒ کی طرف سے خود آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کی گواہی میں پیش کر دیا اور حضرت شہید مرحوم کے کافر ہونے کے متعلق ''تمہید ایمان'' سے خان صاحب کا فیصلہ پڑھ کر سنا دیا تو کمال حیاداری کے ساتھ آپ فرماتے ہیں کہ ''یہ بالکل جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے تھے۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ ہے............''بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن''

حاضرین کرام! پھر شہید مرحوم کے متعلق مولوی احمد رضا خاں صاحب کا فیصلہ سنیں اور مولوی سردار احمد صاحب کی حیاداری کی داد دیں۔ اس کے بعد مولانا نے تمہید صفحہ ۴۲، ۴۳ سے پھر وہی دونوں عبارتیں پڑھ کر سنائیں جو اس سے پہلے مولانا سنا چکے تھے۔ جن میں صاف تصریح ہے کہ ''میں امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر حکم نہیں کرتا'' اور ''علماء محتاطین ان کو کافر نہ کہیں، یہی ٹھیک ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔'' (ان دونوں عبارتوں کو پڑھنے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ) حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ کھلا فیصلہ ہے اور سیدھی سادی اردو میں ہے۔ مگر مولوی سردار احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ان عبارتوں کا تو نے مطلب نہیں سمجھا۔ ان کا صحیح مطلب اعلیٰ حضرت نے ''الموت الاحمر'' میں لکھا ہے۔

ماشاءاللہ یہ بھی آپ کی ایک نئی ادا ہے۔ جس بات کا جواب نہ آیا۔ بس اس کے متعلق کہہ دیا کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں دیکھ لو۔ ہمارے اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایڈی موٹی موٹی کتابیں لکھ دی ہیں۔ حضرات! اگر ایسا ہی مناظرہ کرنا تھا تو یہاں تشریف ہی کیوں لائے تھے گھر ہی سے کہلا بھیجا ہوتا کہ ہمارے اعلیٰ حضرت کے فلانے

فلانے رسالے لکھے ہیں، دیکھ لو ان میں تمہاری سب باتوں کے جواب لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ آپ سمجھے تھے کہ مناظرہ کرنا بھی تعویذ گنڈے کرنا، مولود پڑھنا ہے۔ منظور سے مناظرہ کر کے ہم بھی مناظر مشہور ہو جائیں گے۔ یہ خبر نہ تھی کہ وہاں جا کر آیا وایا بھی بھول جائے گا۔

اب تو آپ جی جی میں مولوی حامد رضا خان صاحب کو خوب کوس رہے ہوں گے کہ مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا۔

اس کش مکشِ دام سے کیا کام تھا مجھے
اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو!

مگر بات یہ ہے کہ آپ ان کے ملازم ہیں نوکری کے پیسے حلال کرنے ہیں۔ آپ نے بڑے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ''الکوکبۃ الشہابیہ'' میں مولانا شہیدؒ کو کافر لکھا ہے۔ اگر یہ بات آپ کسی ایسے شخص کے سامنے کہتے جس نے ''کوکبۃ الشہابیہ'' نہ دیکھی ہوتی تو وہ شاید آپ کے دھوکہ میں آجاتا۔ لیکن آپ اس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جس نے آپ سے زیادہ آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو کھنگالا ہے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

سنئے! اسی کوکبۂ شہابیہ کے آخر میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ مذہب مختار یہی ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے۔ اس کے آخری صفحہ پر خان صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

''ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط میں اکفار سے کف لسان (یعنی کافر کہنے سے زبان روکنا) ماخوذ مختار و مرضی مناسب'' واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم''

انہی الفاظ پر ''الکوکبۃ الشہابیہ'' ختم ہے۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید مرحوم کی زندہ کرامت۔ کہ جس کتاب میں کو آپ

نے ان کے کفر کی دستاویز سمجھا تھا اسی سے ان کا اسلام ثابت ہو گیا۔ بہر حال حضرت شہید مرحوم تو فی الحقیقت اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے بیانات سے مسلمان رہے لیکن اب ذرا اعلیٰ حضرت کی خبر لیجئے وہ کہاں پہنچے؟

یہ تو نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب ''شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے'' اور یہ بھی میں خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر چکا ہوں کہ جو شخص حضورؐ کی توہین کرے اس کو کافر نہ کہنے والا بھی باجماع مسلمین کافر ہے۔ اور آپ کے نزدیک مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ حضورؐ کی توہین [1] کی بلکہ انہوں نے ہی توہین نبوی کا دروازہ کھولا، لہٰذا مولوی احمد رضا خان صاحب کسی دوسرے کے نزدیک کافر ہوں یا نہ ہوں لیکن آپ کے نزدیک حضرت مرحوم شہید کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے ضرور بالضرور کافر ہوئے اور اگر آپ ان کو کافر نہ مانیں تو انہی کے اصول سے آپ بھی کافر ہوئے۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید ملت اور حضرت حکیم الامت کی کرامت۔ آپ ان کو کافر ثابت کرنا چاہتے تھے اور خود مع اپنے اعلیٰ حضرت کے اقراری کفر کی دلدل میں پھنس گئے۔ دیکھا آپ نے مجرم یوں اپنے اقرار سے پکڑے جاتے ہیں۔ اصلی کافروں کا کفر اس طرح ثابت ہوتا ہے۔ مناظرہ اس کو کہتے ہیں کہ ''جو وار ہو جگر سے پار ہو'' کیا ہے کوئی بدعت کا فرزند کہ حضرت شہیدؒ کو کافر کہنے کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان ثابت کر سکے؟ ''اذنِ عام ہے آئے جس کا جی چاہے۔''

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے مانگا ہے۔ جزاک اللہ اب ذرا حاضر حواس ہو کر قرآنِ عزیز سے ثبوت سنئے۔ یہ میں بتلا چکا ہوں کہ حفظ الایمان کے اس مضمون کی بنیاد دو چیزوں پر ہے اور وہی درحقیقت حضرت مولانا تھانوی کی اس دلیل کے دو اہم جز ہیں۔

1۔ بلکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کوکبہ ص ۳۱، ۳۴ پر اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا وہ خود اپنے اقرار سے کافر ہوئے۔ اس بحث کی پوری تفصیل ''آئینہ رضا خانیت'' میں ملاحظہ ہو۔

۱۔ یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسان بلکہ حیوان کو بھی ہے۔
۲۔ اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہیں تھا۔
پہلی بات کا ثبوت قرآن عزیز سے سنئے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ. (بنی اسرائیل. ۴۴)

تمام چیزیں اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد کرتی ہیں۔ مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس خدا کی معرفت کے ممکن نہیں۔ لہٰذا اس آیت سے ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کائنات کی ہر چیز کو خدا تعالیٰ نے عزّ اسمہ اور اس کی صفات غیب سے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کی بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے۔ اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔

دوسرا جزو یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے۔ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم سے سنئے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ. (سورة انعام رکوع ۴)

"اے ہمارے رسول آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔"

دوسری آیت۔

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ

السُّوْءُ.

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذاتِ خاص کے لئے بھی کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا لیکن جو خدا چاہے اور اگر میں تمام غیبوں کو جانتا تو میں بہت کر لیتا اور کوئی برائی مجھے نہ چھوتی۔"

تیسری آیت:

قُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ.

(یونس ع ۲)

آپ فرما دیجئے کہ سب غیب کا علم خدا ہی کے لئے ہے سو تم منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔"

چوتھی آیت:۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ.

(پ ۱۲، ہود)

اور آسمان وزمین کے سب غیوب کا علم بس خدا ہی کو ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوٹیں گے۔

پانچویں آیت:

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ.

صرف اسی کو ہے آسمان وزمین کے کل غیب کا علم وہ کس قدر بصیر اور کتنا سمیع ہے۔

چھٹی آیت۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ.

اور آسمان وزمین کی تمام پوشیدہ باتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا، بلکہ اس سے بھی

جلدی۔

یہ چھ آیتیں ہیں جو بانگ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ کل غیوب کا علم صرف حق تبارک وتعالیٰ کو ہے مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔

وقت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعد میں انشاء اللہ اور آیات بھی پیش کروں گا۔ آپ نے قرآنِ کریم سے ثبوت طلب کر کے حق وصداقت کے ساز کے اس تار کو چھیڑ دیا ہے جواب کم از کم ایک سو آیات پیش کر کے دم لے گا۔ واللہ ولی التوفیق

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب! آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ یہاں کوئی آپ کے دھوکہ میں نہیں آئے گا۔ قادیانی بھی جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو آیتیں ہی پڑھا کرتے ہیں۔ رام چند آریہ بھی مناظرہ میں قرآن شریف پڑھا کرتا ہے۔ ایسے ہی آپ بھی قرآن شریف پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ بتلایئے کہ ان آیتوں میں سے کس آیت کا ترجمہ ہے حفظ الایمان کی عبارت۔ آپ کے پاس مولوی اشرف علی کے ترجمہ کا قرآن شریف ہوگا۔ آپ اسی میں دکھلا دیجئے کہ انہوں نے کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان والی عبارت لکھی ہو۔ بھلا قرآن مجید میں یہ گستاخانہ مضمون ہوسکتا ہے؟ وہ تو بھرا پڑا ہے حضور کی مدح سے۔ اس میں تو جا بجا حضور اقدس کی تعریفیں ہیں۔ حضورؐ کے علمِ غیب کے متعلق اس کا بیان یہ ہے:

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا.

''اور اے محبوب ہم نے تم کو وہ تمام غیب کی باتیں سکھلائیں جو تم نہیں جانتے تھے۔''

دیکھئے اس میں حضور کا علم غیب کیسا صاف ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی ایک کیا ایسی ایسی سینکڑوں ہزاروں آیتیں حضور کی مدح میں موجود ہیں۔ وہ تو حضورؐ کے کمالات کا خطبہ

دیتا ہے پھر آپ تھانوی صاحب کی گالیوں کا ثبوت بھلا قرآن پاک سے کس طرح دے سکتے ہیں۔کیا دیوبندی دھرم میں قرآن بھی حضورﷺ کی توہین کرتا ہے۔

مولوی صاحب! آپ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر میرے پنجہ سے چھوٹ نہیں سکتے۔میں بڑا کرا پنجابی ہوں۔آپ کو یا تو حفظ الایمان کے کفری مضمون سے توبہ کرنی ہوگی یا اس کا ثبوت دینا ہوگا۔آپ ایسی بے محل بے موقع آیتیں مت پڑھیں۔آپ سونہیں ایک ہی آیت ایسی پیش کر دیجئے جس سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہو۔اور بس! تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے میں اسی کو مان لوں گا۔آپ ادھر ادھر مت بھاگئے قاعدہ میں مناظرہ کیجئے۔میں نے تو سنا تھا کہ آپ بہت بڑے مناظر ہیں۔اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اصولِ مناظرہ کی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی ہے۔

مولوی صاحب! یہاں وعظ کہنے اور آیتیں پڑھنے سے کام نہیں چلے گا، آپ کو حفظ الایمان کے ملعون مضمون کا ثبوت قرآن سے دینا ہوگا یا توبہ کرنی ہوگی۔اس کے بغیر آپ کو نہیں چھوڑا جائے گا۔حاضرین حفظ الایمان کی اس ملعون کفری عبارت کو پھر سن لیں وہ یہ ہے۔

اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق تقریباً وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بارہا کر چکے تھے۔مرتب

مولوی محمد منظور صاحب

معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت شرافت اور غیرت کا جو ہر تقسیم ہو رہا تھا اس وقت آپ کہیں سو رہے تھے۔حاضرین دیکھ رہے اور آپ کا دل جانتا ہے کہ اس وقت آپ کس مصیبت میں ہیں۔لیکن اس کے باوجود آپ بار بار مجھ سے فرماتے ہیں کہ ''میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں۔آپ میرے پنجے سے نکل نہیں سکتے۔''

اس وقت آپ کی مثال بالکل اس مچھلی کی سی ہے جو کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی تھی پہلے بہت کچھ تڑپی پھڑکی مگر جب رہائی سے مایوس ہوگئی تو نہایت شوخ چشمی

سے شکاری سے کہنے لگی کہ ''تو ہزار کوشش کر مگر میں تیرے جال کو چھوڑ نہیں سکتی۔ تو اب میرے قبضہ سے نکل نہیں سکتا۔ میں اب تیرے گھر تک جاؤں گی اور تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گی''۔ شکاری اس کی ان باتوں پر ہنستا تھا۔ اسی طرح مجھے بھی آپ کی ان باتوں پر ہنسی آتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی گہرافشانی فرمائی ہے جن کا جواب میں بارہا دے چکا، میرے پاس اتنا بے کار وقت نہیں کہ میں ایک ہی بات کو بار بار دہرائے جاؤں۔ آپ کو اگر کچھ اور یاد نہیں ہے تو آپ مجبور ہیں۔

میں نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں اب تک سات آیتیں پیش کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بتلاؤ کہ حفظ الایمان کی عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی علمی حلقہ میں بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ بلکہ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ اس کا مضمون قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔ میں ثابت کر رہا ہوں سات آیتیں پیش کر چکا ہوں اور اب اور پیش کروں گا۔ آپ سے ہو سکے تو رد کیجئے۔ اور ثابت کیجئے کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کے زیر بحث مضمون کے دو اہم عنصر ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم (یعنی کسی نہ کسی غیب کی چیز کا علم) عام انسان بلکہ حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ جمیع غیوب کا علم حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا۔ پہلے جز کے ثبوت میں ایک آیت اور دوسرے کے ثبوت میں چھ صاف صریح آیتیں میں پیش کر چکا ہوں۔ اب اس سلسلہ کی دوسری آیتیں سنئے۔

ساتویں آیت۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ. (انعام: ۵۹)

''اسی کے علم میں ہیں مفاتح الغیب، نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی''۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مفاتح الغیب'' جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ پانچ چیزیں ہیں جو سورۂ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں۔ یعنی ۱۔ قیامت کا وقتِ مخصوص۔ ۲۔ بارش کا ٹھیک وقت کہ کب نازل ہوگی۔ ۳۔ مافی الارحام۔ ۴۔ مستقبل کے واقعات ۵۔ موت کا صحیح مقام۔ اس کے بعد سورۂ لقمان کی وہ آیت بھی سنئے۔

آٹھویں آیت:

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ. (لقمان رکوع آخر)

بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو (یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی) اور وہی جانتا ہے جو کچھ مادہ کے رحم میں ہوتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا۔ اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا۔ بہ تحقیق اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خمس من الغیب استاثر بھن اللہ فلم یطلع علیھن ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا. (تفسیر ابن کثیر)

یہ پانچ چیزیں غیب کی وہ ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ علام الغیوب نے اپنے لئے خاص کرلیا ہے۔ ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی ورسول کو۔''

نویں آیت:

قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون. (نمل ع ۵)

(اے ہمارے رسول) آپ فرما دیجئے کہ جتنی مخلوقات بھی زمین و آسمان میں موجود ہے (یعنی جن وانس اور فرشتے) کوئی بھی تمام غیب کونہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس زمین وآسمان کی مخلوقات کوخبرنہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔یعنی کسی مخلوق کوقیامت کاوقت معلوم نہیں۔''

دسویں آیت:

وَعِنْدہ علم الساعة والیه ترجعون. (زخرف ع ٦)

''بس اللہ ہی کو ہے قیامت کاعلم اورتم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے''۔

''تلک عشرة کاملة'' یہ دس آیتیں ہیں جن سے نہایت صفائی کے ساتھ معلوم ہورہا ہے کہ کل غیوب کاعلم حق تعالیٰ کے سوا کسی کونہیں۔نہ حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کونہ کسی دوسری مخلوق کو۔اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا عنصر تھا۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ قرآنِ عزیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے یا بالکل ٹھیک ہے۔بے شک قرآنِ عزیز نے بہت سے مقامات پر کمالات بیان فرمائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ نہ آپ خدا ہیں نہ صفاتِ خداوندی میں شریک، نہ خزائنِ قدرت کے مالک ومختار، نہ آپ کوتمام غیوب کاعلم ہے۔ لیکن چونکہ ایسا کہنا آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اس لئے آپ کے اصول پرقرآنِ پاک میں معاذ اللہ ضرور حضور کی توہین ہے۔

آپ نے اس تقریر میں ایک آیت بھی پیش کی ہے اس آیت بلکہ قرآنِ پاک کی ہر ہرآیت پر ہمارا ایمان ہے لیکن کل غیب کاعلم کا ثبوت اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ''ہم نے آپ کووہ علوم دیئے جوآپ نہیں جانتے تھے۔''

سو بے شک حق تعالیٰ نے لاکھوں بلکہ کروڑوں علومِ عالیہ کمالیہ حضور کوایسے عطا فرمائے جوآپ کو پہلے سے معلوم نہ تھے بلکہ حضورؐ کے تمام علوم شریفہ ایسے ہی تھے۔آپ کے

متعلق قرآنِ عزیز کا بیان ہے۔

ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان. (الشوریٰ ۵۲)

''اے محبوب تم تو پہلے یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا چیز ہے''۔

بہرحال حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمارے آقا و مولا کو بے حد و شمار علوم عطا فرمائے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اب خدا کے خزانہ غیب میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ نہ اس آیت میں یہ مذکور ہے۔ بہرحال اس آیت اور ایسی تمام آیتوں پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن ان سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہوسکتا اور حفظ الایمان میں کل غیب کے علم کو ہی دلائل نقلیہ وعقلیہ سے باطل کہا گیا ہے۔

آپ نے ایک آیت پیش کی تھی اس کا جواب میں عرض کر چکا۔ میں نے اس وقت تک گیارہ آیتیں پیش کی ہیں ان کا جواب دیجئے۔ صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلتا کہ قرآن قادیانی بھی پڑھا کرتے ہیں اور آریہ بھی۔

اور جناب آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت کے کفر کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ ذرا سنئے! خان صاحب کی روح اپنی قبر میں سے آواز دے رہی ہے کہ مجھے اس کفر کی دلدل سے نکالو! خدارا اس کی کچھ تو سنو، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کرو۔ اور غضب یہ ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہہ رہا۔ وہ خود آپ کے اصول پر کافر ٹھہرتے ہیں۔

مسلمانانِ بریلی ذرا اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ اس مناظرہ میں حضرت حکیم الامت پر کفر کا دعویٰ کیا گیا مگر الحمدللہ ان کے وکیل نے ان کو بری کر کے دکھلایا۔ اور ثابت کر دیا کہ ان کی عبارت بے داغ ہے۔ اور اس کی تائید قرآنِ کریم کر رہا ہے۔ مگر اسی سلسلہ میں جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی تیار کئے ہوئے کفر کے جال میں پھنس گئے تو اب کوئی ان کا روحانی یا صلبی فرزند ان کے نکالنے کے لئے تیار نہیں۔ ''کردنی خویش آمدنی پیش'' اسی کو کہتے ہیں۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میری باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ بس مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے آیتیں پڑھے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہاں کوئی مسلمان آپ کی ان چالوں میں نہیں آ سکتا۔ آپ تھانوی صاحب کی گستاخیوں اور سڑی گالیوں کا ثبوت قرآن سے دینا چاہتے ہیں ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن میں کہیں حضورِ اقدس ﷺ کی توہین نہیں۔ قرآن تو ہر ہر صفحہ میں خطبہ پڑھ رہا ہے حضور سراپا نور ﷺ کے مدائح کریمہ کا۔ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھنے سے آپ کا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ آپ تھانوی صاحب کے کفر کا جواب دیجئے یا کھلے لفظوں میں توہین کا اقرار کر کے توبہ کیجئے میں آپ کو اپنے آگے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ آپ بڑے چالاک ہیں لیکن کسی پنجابی سے آپ کا واسطہ نہیں پڑا۔ آپ بتلایئے کہ تھانوی صاحب کی کفری عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے۔ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ سے ثابت کر دیجئے مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ قیامت تک ثابت نہیں کر سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مولوی صاحب! آپ کو بتلانا پڑے گا کہ تھانوی صاحب کی یہ کفری عبارت کہ:

''اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ہر زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔''

کس آیت کا ترجمہ ہے؟ آپ بتلایئے کہ قرآن شریف کی کس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ کا سا علم ہر گدھے، کتے، ہر سور، بندر، ہر چوہے، بلی ہر مچھر، پسو ہر کیڑے مکوڑے اور ہر کتیا کتا اور ہر بچھیا بچھا کو حاصل ہے۔ آپ ذرا ایک آیت سے تو اس کو ثابت کر دیجئے؟

اس کے بعد میں حضورؐ کے علم غیب کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور پڑھ کر سناتا ہوں۔قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء.

''اور اے محبوب ہم نے تم پر ایک ایسی کتاب مبین نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے۔''

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک میں غیب وشہادت کی ہر چیز کا بیان ہے اور جب حضورؐ پر وہ نازل ہوا تو اس کے ذریعہ حضورؐ کو بھی تمام باتوں کا علم ہوگیا۔دیکھا آپ نے قرآن شریف کس طرح حضورؐ کے علمِ غیب کا ثبوت دے رہا ہے۔مگر دیکھنے کے لئے ایمان کی آنکھ چاہئے اور وہ دیوبندیوں وہابیوں کو کہاں نصیب۔''

مولوی سردار احمد صاحب کی اس تقریر پر مجلسِ مناظرہ ختم ہوگئی۔آج کے مناظرہ کی کیفیت خصوصیت کے ساتھ قابلِ دید تھی جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی۔حق کا غلبہ بہت نمایاں تھا اور پبلک اس کو محسوس کررہی تھی کہ فریقین میں شیر وبکری کا بھی تناسب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ مولوی سردار احمد صاحب اوران کے ساتھ کے تمام مقامی وبیرونی علماء کے چہروں بشروں سے بھی یہ ظاہر تھا کہ ان کے دل کس قدر پژمردہ ہیں۔پھر اسی پیوست زدہ اور افسردہ منہ سے مولوی سردار احمد صاحب کی تعلیاں اور بھی زیادہ لطف پیدا کررہی تھیں دَرحقیقت اسی چیز نے ان کو اس پر مجبور کیا کہ کسی حیلہ بہانے سے مناظرہ درہم برہم کیا جائے چنانچہ اگلے دن انہوں نے کرہی دیا۔

مناظرہ کا چوتھا دِن

مولانا محمد منظور صاحب

(بعد خطبہ مسنونہ) رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی .

حضرات گرامی! حفظ الایمان کی عبارت پر اس کا مناظرہ کا آغاز ہوا تھا، میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک جو کاروائی ہوئی ہے آپ حضرات اس پر ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

مولوی سردار احمد صاحب کا اعتراض یہ تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ اور اس اعتراض کی بنیاد ''ایسا'' کے لفظ پر تھی۔

میں نے آپ کے اس اعتراض کا بحمد اللہ کافی شافی جواب دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں، اور اس میں زید وعمر اور صبیان و مجانین اور حیوانات و بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

ا۔ مولوی سردار احمد صاحب بار بار حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے ''جیسا'' کا لفظ بولتے تھے کہ ''جیسا'' علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو ہر زید وعمر وغیرہ کو حاصل ہے۔

میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں یہ ''جیسا'' کا لفظ کہاں ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ ''لفظوں میں مذکور تو نہیں مگر محذوف اور مقدر

ہے'' مگر جب میں نے ان کی اس لغو بات کا زبردست رد کیا تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

۲: اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ''ایسا'' اگر بغیر جیسا کے ہو جب بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے، میں نے ان کی اس بات کا بھی مدلل رد کیا۔ اور بحمد اللہ محاورات اور لغت سے ثابت کر دکھایا کہ ''ایسا'' بغیر جیسا کے تشبیہ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پھر اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

۳: میں نے ثابت کیا کہ حفظ الایمان میں لفظ ''ایسا'' سے مطلق بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں۔ اور اس کی دو صورتیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ ''ایسا'' کو بلا تشبیہ کے ''اتنا'' کے معنی میں لیا جاوے، جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ہے

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
زنّار پر گمان ہے موجِ شراب کا

یا اُس کو ''یہ'' کے معنے میں لیا جاوے۔ اور ثابت کیا کہ ''ایسا'' یہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے [1]۔ مگر مولوی سردار احمد صاحب ان میں سے کسی بات کو رَد نہ کر سکے۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔

۴: مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا تھانوی کے متعلق ایک مثال پیش کی کہ'' ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے، کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے الخ، میں نے اُس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں کھلا فرق دکھلایا کہ کسی ذی علم شخص کو عُرفاً اور شرعاً عالم کہنا درست ہے۔ اور ''عالم الغیب'' کہنا نادرست۔ لہٰذا عالم الغیب کی مثال عالم سے نہیں دی جا سکتی۔

1۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

وصل بت خود سر کی تمنا نہ کریں گے
ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

کہ چونکہ حق تعالیٰ کو ''قادر'' کہا جاتا ہے۔ اس لئے اگر اس میں یہ تقریر جاری کی جائے تو استخفاف لازم آئے گا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عالم الغیب'' نہیں کہا جاتا، اس لئے اگر اس میں یہ تقریر کی جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

مولوی سردار صاحب اس کو بھی رد نہ کر سکے۔

۵: پھر میں نے بتلایا کہ اس کی صحیح مثال رزاق، اور رب العالمین کا لفظ ہے، ان کا اطلاق بھی مخلوق پر نہیں ہوتا اور اگر ان الفاظ میں حفظ الایمان کی تقریر کی جائے تو توہین نہیں لازم آتی۔ اسی طرح ''عالم الغیب'' کے متعلق جب ''ایسا'' کلام کیا جاوے گا تو توہین نہیں ہوگی۔

۶: اس کے بعد آپ نے ''قادر'' کی مثال پیش کی، اس کا جواب بھی نہایت شافی دے دیا گیا اور بتلایا گیا

۷: ۸: پھر آپ نے خلط مبحث کرنے کے لئے حضرت مولانا تھانوی مدظلہ، کے متعلق دو خوابوں کا ذکر چھیڑا لیکن جب میں نے اس میں آپ کی خیانت پکڑی اور آپ کے افتراء کا پرزور رد کیا تو آپ اس کو بالکل ہی بھول گئے اور اس کے بعد آپ نے ان خوابوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

۹: لغایت

۲۰: پھر میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کے متعلق آپ سے بارہ سوال کئے، آپ نے قسم کھانے کو بھی ان کا جواب نہیں دیا۔

۲۱: پھر میں نے بتلایا کہ حفظ الایمان کی عبارت کے جس حصہ پر آپ کو اعتراض ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی حاصل ہے اور اس کا اعتراف خود آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی ہے پھر میں نے اس کے ثبوت میں ان کی مشہور کتاب ''الدولۃ المکیہ'' اور ''ملفوظات'' سے کئی عبارتیں پیش کیں ان کا بھی آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔

۲۲: پھر آپ نے خلط مبحث کرنے کے لئے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ عبارتوں کے حوالے دیئے۔ لیکن جب میں نے بتلایا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے، اور اس کے ثبوت میں ''تمہید ایمان'' کی عبارات پیش کیں تو آپ اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے کہ ''اعلیٰ حضرت نے ''الکوکبۃ الشہابیہ'' میں مولانا شہید کو کافر لکھا ہے۔ اور

تمہید ایمان" کی عبارتوں کا مطلب اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھ دیا۔ لیکن جب میں نے ثابت کیا کہ "کوکبہ شہابیہ" ہی میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے آخری فیصلہ شہید مرحوم کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "ان کو کافر نہ کہنا ہی مذاہب مختار اور مرضی و مناسب ہے۔ اور بتلایا کہ تمہید ایمان کی عبارتوں کا مطلب صاف ہے وہ کسی شرح کا محتاج نہیں کہ الموت الاحمر میں ان کا مطلب دیکھا جائے، اور مناظرہ کا یہ اصول ہے کہ فریق مقابل کی کسی بات کے جواب میں کہا جائے کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے تم اس کو دیکھ لینا۔ تو آپ ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

۲۳: آپ نے پنڈت گوپی چند کے کافرانہ اعتراضات کو معقول بتلا کر اسلام پر سخت ترین حملہ کیا اور جب میں نے آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی تو اس کے جواب میں آپ نے راجپال اور نتھورام جیسے دریدہ دہن اور ننگ انسانیت گستاخوں کو بے قصور بتلایا اور ان کی گستاخیوں کا ذمہ داران کو نہیں بلکہ دیوبندیوں کو ٹھہرایا، گویا اس پہلے جرم سے توبہ کرنے کی بجائے آپ نے یہ دوسرا سنگین جرم کیا اور ان دشمنان اسلام کی حمایت کر کے مسلمانوں کے دل دکھائے لیکن میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود نہ ابھی تک آپ نے ان سنگین جرموں سے توبہ کی، نہ گوپی چند کے اعتراضات پر مناظرہ کرنے کے لئے کوئی وقت ہی مقرر کیا۔ لہٰذا میرا یہ مطالبہ بھی ابھی تک علیٰ حالہ قائم ہے۔

۲۴: لغایت

۳۴: آپ نے کل حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے طلب کیا۔ چنانچہ میں نے اس کے مضمون کی تائید میں گیارہ آیتیں پیش کیں جن میں سے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

۳۵: پھر آپ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل غیوب کا علم ثابت کرنے کے واسطے آیت کریمہ **وعلمک مالم تکن تعلم** پیش کی۔ میں نے اس کا صحیح مطلب بیان کیا اور ثابت کر دیا کہ اس سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے، گویا کل تک میرے پینتیس مطالبے آپ کے ذمہ

فرض رہے۔

۳۶: آپ نے کل اپنی آخری تقریر میں علم غیب کے ثبوت میں آیہ کریمہ **و نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء** بھی تلاوت فرمائی تھی۔ اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں "کل شیء" سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں اور انسان کو نجات اخروی کے لئے جن کی ضرورت ہو۔ اور اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ دین کی تمام ضروری باتیں قرآن کریم میں بیان کردی گئی ہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ قرآن عزیز میں ہر مکھی، مچھر اور مچھلی مینڈک کی سوانح عمری بھی درج ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ عام مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مفسرین کی وہ عبارات بھی پیش کروں گا۔ [1]

۳۷: اس کے بعد میری طرف سے ایک نئی دلیل اور سنئے: " **وما یعلم جنود ربک الا ھو** " "اور خدا کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"

مع اس آیت کے اب آپ کے ذمہ میرے سینتیس مطالبے ہیں اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں۔ تو میں اوپر کے سات معاف کرتا ہوں آپ صرف تیں کا جواب دے دیجئے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے اعلیٰ حضرت کے کفر کو ضرور اٹھائیں۔ آپ ان کے مدرسہ میں نوکر ہیں، ان کا نمک کھاتے ہیں کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کیجئے۔ آپ نے شہید مرحوم اور حضرت حکیم الامت کے لئے جو کفر کا جال بچھایا تھا وہ بے چارے اُس میں پھنس گئے ان کو کسی طرح نکالئے، میں بھی اس معاملہ میں آپ کی مدد کروں گا۔

اور ہاں گوپی چند کے اعتراضات کے معاملہ کو بھی ضرور صاف کیجئے۔ یا اپنے کلمات سے توبہ کیجئے، یا ان اعتراضات پر مناظرہ کرنے کے لئے وقت مقرر کیجئے۔

1۔ چنانچہ علامہ نسفی حنفیؒ کی مشہور و مستند تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔ "**تبیانا لکل شیء من امور الدین**" یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔" اس کے علاوہ تفسیر جلالین ص ۲۲۲، تفسیر معالم التنزیل ص ۱۷۷، تفسیر ابوالسعود ص ۶۴ ۳، تفسیر خازن۔ ص ۲۲۲ تفسیر بیضاوی ص ۳۲۲، تفسیر کبیر ص ۳۴۴، میں بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اصل عبارات "صاعقہ آسمانی حصہ دوم میں درج ہیں۔ مرتب

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ پرسوں سے برابر دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میرے اصل اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیتے، بے کار ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں کبھی اپنے بارہ سوالوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اصل مبحث سے کوئی تعلق نہیں کبھی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھتے ہیں۔ میں بھی اگر چاہوں تو ادھر سے کسی حافظ کو کھڑا کر دوں وہ مولوی منظور صاحب سے بھی زیادہ آیتیں پڑھ دے گا، مگر میں بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے آیتیں تو بہت سی پڑھ دیں مگر یہ آپ ابھی تک نہیں بتلا سکے کہ حفظ الایمان کی عبارت ان میں سے کس آیت کا ترجمہ ہے؟

میں پھر آپ کو چیلنج دیتا ہوں آپ بتلایئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ''اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے'' آپ بتلایئے کہ یہ گستاخانہ الفاظ کس آیت کریمہ کا ترجمہ ہیں۔ میں آپ سے کل کہہ چکا ہوں کہ آپ تھانوی صاحبؒ ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے۔

مولوی صاحب! قرآن شریف پڑھنے کے لئے کوئی موقعہ محل ہوتا ہے، دیکھئے فقہ کی کتابوں میں ''سجدہ میں'' قرآن شریف پڑھنے سے منع لکھا ہے۔

آپ اپنے مطالبات گناتے ہیں پچیس ہو گئے، چھتیس ہو گئے، آپ کو معلوم نہیں کہ حفظ الایمان کی اس کفری عبارت کے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین سو سوالات کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں تین سو۔ آپ پہلے ان کا تو جواب دے دیجئے۔

آپ بار بار گوپی چند کا ذکر کرتے ہیں، میں کہہ چکا ہوں کہ گوپی چند نے یا دوسرے پنڈتوں، پادریوں نے جو حملے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں ان کے ذمہ دار آپ ہیں، آپ لوگوں نے ان کو یہ جرأت دلائی۔ میں نے کل آپ کے امام الطائفہ دہلوی صاحب کی بہت سی عبارتیں نمونہ کے طور پر پیش کی تھیں۔ آپ سے ان کا تو کوئی

جواب نہیں دیا گیا۔ اور اس کے بجائے آپ نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کردی۔ میں کل ہی جواب دے چکا ہوں کہ اعلیٰ حضرت نے خاص اس موضوع میں ''الموت الاحمر'' تصنیف فرمادیا ہے۔ آپ ان سب باتوں کا جواب اس میں دیکھ لیجئے۔ آج میں آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی ایک توہین اور پیش کرتا ہوں۔

تذکرہ الرشید صفحہ ۴۶ پر حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے متعلق لکھا ہے:

''اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے، اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔''

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حاجی امداد اللہ کے مرید بھی دیوبندی مولوی تھے، تو گویا معاذ اللہ حضورؐ دیوبندیوں کے باورچی اور بھٹیارے ہوگئے۔ توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ [1] بھلا اس سے زیادہ حضورؐ کی اور کیا توہین ہوسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھٹیارا بنا دیا گیا۔ مولوی صاحب! آپ کے پیشواؤں کی ان ہی گستاخیوں نے آریہ پنڈتوں اور عیسائیوں کو توہین کی جرأت دلائی ہے۔ مولوی صاحب میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ آپ بے کار باتوں کو چھوڑیئے میری اصل بات کا جواب دیجئے۔ میں آپ کو سامنے سے ہٹنے دوں گا۔ اور آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب

خدا کا شکر ہے اس نے مجھے اعلاء کلمۃ الحق کی ایسی توفیق بخشی ہے کہ آپ کے ہم وطن مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ مرزائیت کی کفریات کا رَد میں نے خاص قادیان میں پہنچ کر

1۔ حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مہاجر مکی کو طائفہ بریلی کے مشہور مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری اور بریلوی مکتب فکر کے اکثر لوگ بھی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید ان کی تصانیف سے ہوسکتی ہے۔ ناشر

کیا۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب موجدِ رضا خانیت کی خرافات کا رد ان کے وطن بلکہ اس وقت خاص ان کے گھر (جامعہ رضویہ) میں گھس کے کر رہا ہوں۔ مگر کسی قدر حیرت کا مقام ہے کہ آپ پھر بھی یہ کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ درحقیقت بے حیائی بھی بڑی کرامت ہے۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تو نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کر دی۔ حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ آپ نے خلط مبحث کرنے کے لئے حضرت شہید مرحوم کی کچھ عبارتیں پڑھیں اور دعویٰ کیا کہ ان میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے لہٰذا اسمٰعیل دہلوی کافر۔ میں نے حضرت شہیدؒ کی طرف سے بطور گواہِ صفائی آپ کے اعلیٰ حضرت کو پیش کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اسکو آپ کے اعلیٰ حضرت کے کفر کا پہلے اقرار کرنا پڑے گا۔ آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ یہ بحث میں نے شروع کی یا آپ نے شروع کرائی؟ نہ آپ شہید مرحوم کے متعلق بحث چھیڑتے نہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کفر ثابت ہوتا ے

گل و گلشن کا گلہ بلبل ناشاد نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس کفر کی دلدل میں نے خود آپ پھنسایا ہے اور پھر یہ کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ ان کو نکالنے کی فکر بھی نہیں کرتے۔ بس یہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ''الموت الاحمر'' میں اس کا جواب دے دیا ہے۔

جناب! اگر یہی جواب کافی ہے تو پھر اس تکلیف فرمائی اور مناظرہ کی دردسری کی کیا ضرورت تھی۔ گھر ہی سے ایک پرچہ پر لکھ کر بھیج دیا ہوتا کہ آپ کی تمام باتوں کے جواب اعلیٰ حضرت نے فلاں فلاں کتابوں میں لکھ دیے ہیں اور اگر درحقیقت آپ کے نزدیک اعلیٰ حضرت کے وہ جوابات صحیح ہیں تو پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر ایک طرف سے پڑھنا شروع کر دیجئے۔ اور جواب سنتے جایئے۔ تا کہ لوگ آپ کے اعلیٰ حضرت کی قابلیت بھی دیکھ لیں۔ بہر حال صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چل سکتا

کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

آپ نے اس مرتبہ تذکرہ الرشید کے حوالہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معاذ اللہ اس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باورچی اور بھٹیارہ کہا گیا ہے، (استغفر اللہ العلی العظیم)

گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا۔ اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین علمائے کرام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے۔ اور درحقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دستر خوان کرم کے خوشہ چین ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ نوش فرمایا۔ اور بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پلا دیا۔ اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی۔ پس جس طرح اس خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ''باورچی'' یا ''بھٹیارہ'' کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے۔

آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب ''مشکوٰۃ شریف'' پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ **کان یخصف نعلہ ویحلب شاتہ** یعنی میرے آقا خود ہی اپنی پاپوش مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ معلوم کیا کیا کہیں گے؟ کیوں کہ آپ کے اس گندے اصول پر ہر

جوتے سینے والے کو موچی (یا چمار) اور ہر دودھ والے کو گھوسی کہا جاوے گا، ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ مولوی صاحب! اعتراض کرنے کے لئے بھی سلیقہ چاہیے یہ مجلس مناظرہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں۔

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتمرا شد قلندری داند

یہاں تک تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا۔ اس کے بعد میں اصلی مبحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ تھا کہ ''حفظ الایمان'' کے مضمون کو قرآن کریم سے ثابت کیا جائے۔ میں اس سلسلے میں گیارہ آیتیں پیش کر چکا ہوں، اب دو آیتیں اور پیش کرتا ہوں:

یسئلک الناس عن الساعة قل انما علمها عندالله.

(الاحزاب ۳۳/۶۳)

اے ہمارے رسولؐ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں (یعنی یہ کہ کب آئے گی) آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے۔''

پچیسویں پارہ کی سب سے پہلی آیت ہے۔

الیه یرد علم الساعة ۔''اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم''۔

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے۔ اس کے سوا کسی کو نہیں، اور وہ بھی غیب میں سے ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب کا علم حاصل نہ تھا اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا اہم جزو ہے۔ اور پہلے جز کے متعلق بھی ایک آیت میں پیش کر چکا ہوں۔ اور ساتھ ہی خود آپ کے اعلیٰ حضرت کے اقوال سے بھی اس کو ثابت کر چکا ہوں۔

آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب پیش کر کے اور اس سے ایک گندہ نتیجہ نکال کر اپنی مخصوص ذہنیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس کا تحقیقی جواب تو

آپ سن چکے۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی ایک خواب ملاحظہ فرمایئے اور اس پر بھی فتویٰ لگایئے۔

آپ کے قبلہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر بھائی ''مولوی برکات احمد صاحب'' کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان کے انتقال کے دن مولوی سیّد امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی، یارسول اللہ؟ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے''

اس خواب کو نقل فرمانے کے بعد آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ''بحمداللہ یہ جنازہ مبارکہ میں پڑھایا۔'' (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۵)

اس خواب میں دو باتوں کی تصریح ہے۔ ایک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقول خان صاحب مولوی برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے۔ اور دوسری یہ کہ اس نماز کی امامت خود بدولت اعلیٰ حضرت نے فرمائی۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے بقول خود امامت کی امام المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اللہ رے خان صاحب کا دل گردہ، حالانکہ بہترین امت اور افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ما کان لابن ابی قحافہ ان یوم الناس و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم"

یعنی ''ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں کی امامت کرے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہوں۔''

لیکن آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر سے فرماتے ہیں کہ الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا، اب ذرا اپنے ان بزرگوار کے متعلق بھی فتویٰ ارشاد ہو۔

سینتیس مطالبے میرے آپ کے ذمہ پہلے ہیں اور دو آیتیں اس تقریر میں اور

پیش کی گئی ہیں۔ اور ایک آپ کے اعلی حضرت کا یہ دعویٰ امامت ہوا۔ اس کا جواب بھی آپ کو دینا ہے۔ اب یہ کل چالیس ہو گئے۔ اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں تو صرف ان میں سے بیس کا جواب دے دیں، بیس میں معاف کرتا ہوں۔ دیکھئے! آپ کے اعلی حضرت نے تو بہت سے حیلوں سے سود بھی جائز کر دیا ہے کہیں نوٹ اور روپیہ کے تبادلہ کی صورت میں کہیں دوسرے حیلوں سے، لیکن مجھ کو دیکھئے میں اپنے اصل مطالبہ میں سے بھی نصف چھوڑ رہا ہوں اس زمانہ میں ایسا قرض خواہ بھی آپ کو نہ ملے گا۔

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب! آپ نے بالکل جھوٹ کہا کہ اعلیٰ حضرت نے امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ کو مسئلہ معلوم نہیں کہ جس نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوں اس میں حضور ہی امام اول ہوتے ہیں اور جماعت کا امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدی ہوتا ہے، اور باقی جماعت اس امام کی مقتدی ہوتی ہے۔ تو اعلیٰ حضرت کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس جنازے کی نماز کا امام اول حضور کا مقتدی تھا اور میں نے باقی جماعت کو نماز پڑھائی۔ مولوی صاحب! اعلیٰ حضرت سے کبھی بھول کر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی، وہ تو فنا ہو گئے تھے عشق رسولؐ ہیں۔

آپ نے اس تقریر میں دو آیتیں اور پڑھ دیں۔ مولوی صاحب! قادیانی بھی آپ ہی کی طرح آیتیں پڑھا کرتے ہیں۔ اس طرح بے محل آیتیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قرآن شریف پڑھنے کا بھی ایک موقع ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ فقہائے کرام سجدہ میں قرآن شریف پڑھنے کو ناجائز لکھتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟ آپ یہ بتلایئے کہ حفظ الایمان کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے، میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن دکھلا دیجئے، میں انہی کے ترجمہ کو مان لوں گا، اور اگر آپ یہ نہ دکھلا سکیں اور کبھی نہ دکھلا سکیں گے، تو پھر آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیں۔

حاضرین خیال رکھیں میرا یہ اٹل مطالبہ ہے۔ مولوی صاحب ! اب جب تک آپ قرآن شریف کے ترجمہ میں کہیں حفظ الایمان کی عبارت نہ دکھلا دیں گے میں آپ کو چلنے نہیں دوں گا، لیجئے اب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں آیتیں پڑھتا ہوں۔

ا عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضٰی من رسول. (سورة الجن)

یعنی خدا غیب کا جاننے والا ہے وہ نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا برگزیدہ رسول کے۔''

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ برگزیدہ تھے تو آپ کو بھی ضرور خدا نے علم غیب دیا۔

۲:تلک من انباء الغیب نوحیھاالیک. (ھود : ۴۹)

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اے محبوب ہم اس کو تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔''

دیکھئے اس آیت کریمہ سے بھی حضور کو علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

۳: خلق الانسان علمه البیان.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور ان کو تمام چیزوں کا بیان سکھایا۔

۴: فاوحی الی عبده ما اوحی.

''خدا نے اپنے محبوب پر وحی بھیجی جس قدر کہ بھیجی''۔

۵: وما ھو علی الغیب بضنین.

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں ہیں''۔

یہ پانچ آیتیں ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا۔

خیر یہ تو میں نے آپ کی آیتوں کے جواب میں آیتیں پڑھ دیں۔ اصل بحث تو حفظ الایمان کی گستاخی کی ہے آپ اس کو قرآن شریف سے ثابت کیجئے۔ لیجئے میں اس کا ایک فوٹو اور پیش کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص آپ کے مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ان کے چہرے کو حسین کیوں کہا جاتا ہے۔ کل حسن کی وجہ سے یا بعض حسن کی وجہ سے۔ کل حسن تو ان کو یقیناً نہیں ملا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاتے تو اس میں ان کے چہرے کی کیا تخصیص ہے جیسا ان کا چہرہ ہے ایسا تو گدھے کا بھی ہے، سور کا بھی ہے، بندر کا بھی ہے،" تو بتلائے کہ اس میں مولوی تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ اس کا جواب ضرور دیجئے۔

آپ نے اپنی تقریر میں قادیان جانے کا بھی ذکر کیا تھا۔ آپ گئے ہوں گے مگر قادیانیوں کی تردید کے لئے نہیں بلکہ ان کی تصدیق کے لئے کیوں کہ ان کی طرح آپ بھی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آپ کے مولوی قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی نے "تحذیر الناس" میں صاف لکھا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور نبیوں کے آنے میں کوئی حرج نہیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔ جب خود آپ کا عقیدہ یہ ہے تو آپ قادیانیوں کی کیا تردید کریں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب

قادیانیت کے فنا کرنے کے لئے جو کام اس وقت تک ہماری جماعت نے کیا ہے اور کر رہی ہے اس سے ہندوستان کا ہر واقف حال باخبر ہے۔ بہاولپور کا تاریخی مقدمہ، احرار کی یلغار، اور ردّ قادیانیت ہی کے سلسلہ میں ہمارے محترم بزرگ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سزایابی جس کی اپیل اس وقت زیر سماعت ہے۔ یہ وہ واقعات ہیں جس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔[1] ان حالات میں آپ کا یہ فرمانا کہ تم مرزا کی تصدیق

1۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "علمائے ربانی کے بیانات" حصہ اول، دوم، سوم، مسمیٰ بہ (مقدمہ فیصلہ بہاولپور) و "سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ" از جناب سورش کاشمیری مدیر چٹان لاہور۔ (ناشر)

کے لئے قادیان گئے تھے، ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بد بخت کہنے لگے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جولشکر روم یا ایران جہاد کرنے کے لئے گیا تھا وہ درحقیقت اسلام کے خلاف قیصر وکسریٰ سے سازش کرنے کے لئے گیا تھا۔

تحذیر الناس کی بحث چھیڑ کے آپ نے اپنے لئے ایک نئی مصیبت خریدی ہے۔ اب میں بتلاؤں گا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اُس کی عبارات میں کیسی شرمناک خیانت کی ہے کہ مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر ایک مسلسل مضمون بنایا، اور اس کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکالا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے لہٰذا اس کا مصنف کافر۔ درحقیقت جیسی کھلی بد دیانتی انہوں نے تحذیر الناس کے معاملہ میں کی ہے ایسی کوئی کھلا کافر بھی مشکل سے کرے گا۔ اب حفظ الایمان کی بحث عنقریب ختم ہوا چاہتی ہے۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ تحذیر الناس کے مضمون پر مفصل روشنی ڈالوں گا اور آپ کے اعلیٰ حضرت کی دیانت اور امانت دکھلاؤں گا۔[1]

میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کا ایک ملفوظ پیش کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ اس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ''نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی اور میرے پیچھے باقی جماعت نے پڑھی'' اگر عبارت کا مطلب اسی طرح نکالا جاتا ہے تو پھر جس عبارت کا جو چاہا مطلب بیان کر دیا جناب من! اس ملفوظ کو غور سے دیکھئے آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نماز پڑھنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور اپنے متعلق پڑھانے کا۔ لہٰذا اس میں آپ کی یہ تاویل نہیں چل سکتی ع

ولن يصلح العطار ماافسد الدهر.

آپ کئی دفعہ فرما چکے ہیں کہ تم بے موقع آیتیں پڑھتے ہو۔ اور دلیل یہ ہے کہ ''سجدہ میں قرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے'' اگر آج دنیا میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو

1۔ افسوس کہ اس وقت کے آنے سے پہلے ہی رضا خانیوں نے مناظرہ ختم کر دیا۔ شائقین ''تحذیر الناس'' کے متعلق مفصل بحث ''معرکۃ القلم'' اور صاعقہ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔'' مرتب

آپ کے اس اجتہاد کی داد دیتے۔ معلوم نہیں مناظرہ اور سجدہ میں آپ نے کیا مشابہت سمجھی ہے۔ اور پھر غضب یہ کہ آپ خود بھی کبھی کبھی آیتیں پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی آپ نے پانچ آیتیں پڑھی ہیں، جن کو آپ کے مدعا سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کو فن مناظرہ سے کیونکہ بحث کل علم غیب کی ہے اور اسی کو حفظ الایمان میں دلائل نقلیہ وعقلیہ سے باطل کہا گیا ہے اور اسی کی تائید میں میں نے اس وقت تک بارہ آیتیں پیش کی ہیں۔ لیکن آپ کی پیش کردہ پانچ آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی کل غیب کا ذکر نہیں۔

کیونکہ پہلی آیت کا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ اس سے کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا بلکہ مطلق غیب کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں۔

اور دوسری آیت میں ایک خاص واقعہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی اطلاع ہم بذریعہ وحی آپ کو دیتے ہیں۔"

اس آیت سے بھی غیب کے بعض واقعات ہی کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی لاکھوں، کروڑوں باتوں کی اطلاع تھی لیکن کل کی نہیں، وہ صرف حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بہر حال یہ آیت بھی ہمارے مخالف نہیں۔

تیسری آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ "ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو گویائی سکھائی" اس کو تو آپ کے مدعا سے کوئی دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

چوتھی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ اس کو کل غیب کے دعوے سے کیا واسطہ؟

پانچویں آیت کا مطلب یہ ہے کہ "آپ کو غیب کی جن باتوں کی اطلاع دی گئی ہے آپ ان کے بتلانے میں بخیل نہیں" اس سے بھی کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو میری تائید ہوتی ہے، کیوں کہ میں اب تک کئی ایسی آیتیں پیش کر چکا ہوں کہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے اور حضورؐ فرما دیتے تھے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے اور کبھی ایک دفعہ بھی حضورؐ نے قیامت کا وقت نہیں بتلایا۔ تو ماننا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ تھی، اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو اطلاع تو تھی لیکن اوروں کو نہیں بتلاتے تھے تو بخل لازم آئے گا۔ اور آپ کی پیش کردہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آپ غیب پر بخیل نہیں۔

مولوی صاحب! دیکھا مناظرہ اس کا نام ہے کہ مخالف کی دلیل سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا جائے۔ ابھی کسی مناظر سے کچھ دنوں مناظرہ سیکھئے ۔

بہ بستاں رو کہ از بلبل طریقہ عشق گیری یاد
بہ محفل آ کہ از ناصح سخن گفتن بیا موزی

آپ کی پانچویں دلیلوں کا جواب میں دے چکا۔ میری طرف سے سارا حساب بے باق ہے۔ حفظ الایمان کے دوسرے جز کی تائید میں بارہ آیتیں میں پہلے پیش کر چکا اب دو آیتیں اور سنئے، سورہ انبیاء کے تیسرے رکوع میں ارشاد ہے:

ویقولون متٰی هذا الوعد ان کنتم صدقین. قل انما العلم عنداللّٰه وانما انا نذیر مبین. (الملک ۲۷/۲۶،۲۵)

''یہ کفار (آپ سے) کہتے ہیں بتلاؤ یہ وعدہ (یعنی قیامت) کب ہوگی اگر سچے ہو، آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس ڈرانے والا ہوں صاف صاف بیان کرنے والا ہوں۔''

سورہ اعراف کے تیسویں رکوع میں ارشاد ہے:

یسئلونک عن الساعة ایان مرسها قل انما علمها عند ربی لا یجلیها لوقتها الا هو ثقلت فی السموت والارض لا تاتیکم الا بغتة یسئلونک کانک حفی عنها قل انما علمها عند الله ولکن اکثر الناس لا یعلمون.

''(اے ہمارے رسولؐ) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب آئے گی؟ فرما دیجئے اس کا علم بس میرے رب

ہی کو ہے، نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ بھاری
ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی
وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔
کہہ دیجئے کہ اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے لیکن بہت سے لوگ اس
راز سے ناواقف ہیں۔''

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا، حالانکہ وہ بھی غیب میں سے ہے تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہیں تھا۔ اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا جزو ہے۔ اور میرا دعویٰ صرف یہی ہے کہ حفظ الایمان کے دونوں جز قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ ''حفظ الایمان'' کی عبارت بعینہ کسی ترجمہ قرآن میں لکھی ہوئی دکھلا دو کیا کسی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن وحدیث ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بعینہٖ ترجمہ ہو قرآن وحدیث کا۔ اگر آپ کا یہی اصول ہے تو پہلے اپنے اعلیٰ حضرت کے فاتحہ نامہ کو اسی معیار پر قرآن وحدیث کے موافق ثابت کر دیجئے۔

بتلایئے ''دودھ کا برف خانہ ساز'' قرآن وحدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ''مرغ پلاؤ'' اور ''مرغ کی بریانی''، ''بکری کا شامی کباب'' اور ''قورمہ'' کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ''پراٹھے، ارد کی پھریری دال مع ادرک وگرم مسالحہ'' یہ کس آیت میں ہے؟ اور وہاں ''گوشت بھری چٹانخے دار کچوریاں'' اور ''سوڈا واٹر کی بوتل'' یہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ اور 'خان صاحب کی قبر پر جو ترحلوا چڑھتا ہے' اور جو'' گاگر چڑھائی جاتی ہے'' وہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟

آپ پہلے ان چیزوں کو قرآن وحدیث کے ترجموں میں دکھلا دیجئے اس کے بعد مجھ سے حفظ الایمان کی عبارت کا مطالبہ کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے حسین کی ایک مثال اور پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ، تو ایک عالم باعمل اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندے ہیں۔ اگر کوئی بے تمیز اور بدتہذیب آپ سے سیکھ کر مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق بھی یہ کہے کہ جیسا چہرہ ان کا تھا ایسا ہر بندر کا ہے، اور جیسی آنکھیں ان کی تھیں ایسی ہر الّو کی ہیں، اور جیسے کان ان کے تھے ایسے ہر گدھے کے ہیں، اور جیسے دانت ان کے تھے ایسے ہر کتے کے ہیں اور جیسی ناک ان کی تھی ایسی ہر سور کی ہے۔ تو میرے نزدیک تو اس میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی بھی سخت توہین ہوگی۔ اور یہ بدتہذیب شخص جو آپ سے سیکھ کر ایسے بیہودہ کلمات بکتا ہے، میری رائے میں اس قابل ہے کہ اس کو بریلی کے پاگل خانہ میں داخل کرا دیا جائے، میرے نزدیک یہ بدنصیب شخص انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں، بلکہ وہ اپنی بداخلاقی کی وجہ سے حیوانوں سے بدتر ہے، لیکن حقیقت سے جس قدر دوری اس شخص کی اس بکواس کو ہے اس سے کہیں زیادہ آپ کی گندی مثال کو حفظ الایمان کی عبارت سے ہے۔
اگر آپ کو میرا یہ تلخ جواب ناگوار ہوا ہو تو معذرت کے طور پر میں صرف اتنا عرض کروں گا۔

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے
یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سنے

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان کی عبارت نہیں دکھلا سکے۔ حتیٰ کہ خود تھانوی صاحب کے ترجمہ میں بھی نہیں دکھلا سکے۔ اور بھلا وہ گستاخانہ عبارت کس طرح قرآن شریف میں نکل سکتی ہے۔ وہ تو نازل ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بڑھانے کے لئے، وہ جا بجا خطبے دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کے۔ مولوی صاحب آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی میں آیتیں پڑھتے ہیں اور قرآن شریف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے منکروں کو کافر کہتا ہے۔ کسی منافق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہہ دیا تھا کہ "ان کو غیب کی کیا خبر" تو اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قد کفرتم بعد ایمانکم ''تم ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

بھلا جس قرآن میں منکرین علمِ غیب کو صاف صاف کافر کہا گیا ہو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی کس طرح ہو سکتی ہے؟

آپ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت کی فاتحہ اور حلوے کا ثبوت بھی طلب کیا ہے۔ اور اپنے انداز میں اس پر تمسخر بھی کیا ہے۔ آپ تو تمسخر کریں گے ہی، فاتحہ تو ایمان والوں کے لئے ہے، بے ایمانوں کے لئے کچھ نہیں ''مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود'' اور اصل بات یہ بھی ہے کہ آپ کو حلوا نصیب ہی نہیں ہوتا، اس لئے ہمارے حلوے دیکھ کر آپ کے پیٹ میں آگ لگتی ہے۔ اچھا لیجئے اب فاتحہ اور حلوے کا ثبوت سنئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! امّ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے ان کو ثواب پہنچے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے کنواں بنوا دو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں بنوا دیا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم کوئی نیک کام کر کے اس کا ثواب اموات کو پہنچا سکتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کی وصیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ ان نفیس اور عمدہ کھانوں کا ثواب مجھ کو پہنچایا جائے۔ اور بزرگوں کی قبروں پر جو حلوا وغیرہ جاتا ہے وہ بھی اس غرض سے۔ دیکھئے کیسا صاف ثبوت نکل آیا۔ اب آپ بھی ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت قرآن شریف کے کسی ترجمہ میں دکھلا دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت بعینہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے آپ سے دریافت کیا کہ ''خان صاحب کے چٹ پٹے مصالحہ دار وصیت نامہ میں گوشت بھری کچوریاں اور ارد کی پھریری دال، اور سوڈا واٹر کی بوتل وغیرہ یہ چیزیں کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ ہیں؟

اس کے جواب میں آپ نے حضرت سعدؓ کے کنوئیں کی روایت نقل کردی۔ جس میں خان صاحب کے تحریر کردہ ایک درجن کھانوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں بلکہ اس میں تو سرے سے فاتحہ کا بھی ذکر نہیں یا آپ نے کسی روایت میں دیکھا ہے کہ کنواں بنوانے کے بعد حضرت سعدؓ نے اس پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ بھی پڑھی تھی جس طرح آپ لوگ حلوے اور مالیدے پر پڑھتے ہیں؟ بہر حال اس روایت سے تو صرف مطلق ایصال ثواب ثابت ہوتا ہے [1] نہ کہ فاتحہ مروجہ، اور بالخصوص آپ کے اعلیٰ حضرت کا چٹا خے دار فاتحہ۔ لیکن اس وقت مجھے اس سے بحث نہیں، مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ خان صاحب کے فاتحہ نامہ کے ثبوت میں حضرت سعدؓ کی روایت پیش کر کے آپ نے خود ثابت کر دیا کہ کسی عبارت کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بعینہ ترجمہ ہو کسی آیت یا حدیث کا۔ پس اسی طرح حفظ الایمان کی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن و حدیث ہونے کے لئے بھی اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اس کا مضمون آیات واحادیث سے کسی طرح ثابت ہونا چاہیے۔ چنانچہ میں بحمد اللہ اس وقت پندرہ آیتیں اس سلسلہ میں پیش کر چکا ہوں۔ جن میں سے ایک آیت سے حفظ الایمان کے مضمون کا پہلا جزو ثابت ہوتا ہے۔ اور چودہ آیتوں سے اس کا دوسرا جزو۔

اب ایک آیت اور سنئے۔ ''سورۃ طٰہٰ'' میں قیامت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

ان الساعة اٰتية اكاد اخفيها.

بہ تحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو چھپاؤں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

يقول لا اظهر عليها احدا غيري.

(رواہ ابن ابی حاتم درمنثور)

یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا اس قیامت پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔

1۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔ ۱۲ مرتب

اوراس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہؒ سے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں۔

لعمری لقد اخفاھا الله من الملئکة المقربین و من الانبیاء المرسلین.

''بخدا قیامت کو چھپالیا ہے اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔''

اس کے بعد ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقیت لیلة اسری به ابراھیم وموسیٰ وعیسٰی فتذاکروا امر الساعة فردوا امرھم الیٰ ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الیٰ عیسٰی فقال اما وجبتھا فلا یعلمھا احد الا الله.

''شب معراج میں (حضرت) ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ (علیہم السلام) سے میری ملاقات ہوئی۔ پس انہوں نے آپس میں قیامت کے وقت کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ سے سوال کیا گیا، انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں۔''[1]

یہ خدا کے چار اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ اور اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اور یہ اصول ہے کہ امت کے چاروں امام اگر کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں۔

1۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اس حدیث کا محض مطلب بیان کیا تھا ہم نے تکمیل فائدہ کے لئے اس کے اصل الفاظ بھی مولانا ہی سے حاصل کر کے لکھ دیئے ہیں۔ ۱۲ مرتب۔

تو پھر کسی کو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں رہتی اور یہاں خدا کے چار عظیم المرتبہ پیغمبر اتفاق کرر ہے ہیں اور آپ لوگ پھر بھی اس سے اختلاف کرتے ہیں؟

آپ نے اپنی اس تقریر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ''قرآن عزیز منکرین علم غیب کو کافر کہتا ہے۔'' استغفر اللہ آپ بھی کس قدر تلبیس سے کام لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کے منکر تھے اور وہ کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی ایک بات کی بھی اطلاع نہیں اور آپ کا وحی کا دعویٰ (معاذ اللہ) غلط ہے، اس وجہ سے قرآن کریم نے ان کو کافر قرار دیا، اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر سمجھتے ہیں جو یہ کہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے بھی غیب کی کسی بات کی اطلاع نہیں ہوئی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا یہ تو خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ جس کا ثبوت کافی دیا جا چکا ہے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ اگر آپ نے ہمت کی اور یہ مناظرہ جاری رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک سو آیتیں اور ایک سو حدیثیں اس موضوع پر پیش کروں گا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس مناظرہ میں مجھے پورے طور پر حجتِ حق تمام کر دینی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے مجھ کو طعنہ دیا ہے کہ تجھ کو حلوا نصیب نہیں ہوتا۔ درحقیقت میں ایسا ہی کم بخت ہوں، آپ حلوے کو کہتے ہیں مجھ کو تو اگر جو کی روٹی بھی مل جائے تو وہ محض اللہ کا کرم ہے۔ ہاں اگر میں بھی خدانخواستہ کسی قبر کا مجاور بن کر بیٹھ جاتا تو شاید مجھ کو بھی روز حلوا مل جایا کرتا۔ مگر کیا کروں کہ میرا مذہب ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ پیشہ اور یہ حلوا آپ لوگوں کو مبارک۔

مولوی سردار احمد صاحب

الحمد للہ ثم الحمد للہ! آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب نے اقرار کر لیا کہ چونکہ مجھ کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا اس لئے کم بخت ہوں۔ معلوم ہوا کہ جس کو فاتحہ کا حلوا نہ ملے وہ کم بخت ہوتا ہے۔ اب تو مولوی منظور صاحب نے خود اپنے کم بخت ہونے کا اقرار کر

لیا۔ درحقیقت جو فاتحہ کے حلوے سے محروم ہیں وہ سب کم بخت ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر آیتیں پڑھی ہیں۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا مت دیجئے۔ آپ یہ بتلایئے کہ ''حفظ الایمان'' کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے؟

لیجئے سنئے! میں حفظ الایمان کی عبارت پھر پڑھتا ہوں (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بارہا کر چکے تھے۔ (مرتب)

مولانا محمد منظور صاحب

حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب میں کئی بار بیان کر چکا ہوں اور آپ کے اعتراض کا نہایت شافی جواب بحمداللہ دے چکا ہوں اس کو یاد کر لیجئے۔ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا ترجمہ ہے یا نہیں، اس کا جواب بھی میں کئی بار دے چکا ہوں چونکہ آپ کو اس کے سوا کچھ اور یاد ہی نہیں اس لئے آپ بار بار وہی بات کہے جاتے ہیں۔ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ، حفظ الایمان کی عبارت کے دونوں جز و قرآن عزیز سے ثابت ہیں۔ پہلے جز کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور دوسرا جز کے ثبوت میں پندرہ آیتیں میں اس وقت تک پیش کر چکا ہوں اب سولہویں آیت سنئے۔ (سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے۔)

یوم یجمع الله الرسل فیقول ماذا اُجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب. (المائده ۱۰۹/۵)

''جس دن کو جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو پس فرمائے گا (ان سے) تم کو (امتوں کی طرف سے) کا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں''۔

اس کی تفسیر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ''انبیاء علیہم السلام جو یہ فرمائیں گے کہ ''ہم کو علم نہیں'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خداوندا! ہم کو

ان کے باطن کا علم نہیں (اور ایمان وکفر کا تعلق باطن ہی سے ہے)۔

اس سے پہلی تقریر میں میں نے ایک حدیث پیش کی تھی جس سے معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے چار اولوالعزم پیغمبر جو جماعت انبیاء کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت خاص کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اور ''سورۃ مائدہ'' کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام پیغمبر خدا کے دربار میں یک زبان ہو کر عرض کریں گے کہ ہم کو اپنی قوموں اور اپنی امتوں کے باطن کا حال معلوم نہیں صرف آپ ہی تمام غیوب کے جاننے والے ہیں'' تو گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ کل غیب کا علم حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگر ایسے روشن دلائل سے بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو یقین کیجئے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ می آرو سکندر را

آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا وہ سب کم بخت ہیں اور تو اپنے اقرار سے کم بخت ہے۔ بے شک مجھ کو چڑھاوے کا حلوا نہیں ملتا، اور آپ کے اصول پر میں کم بخت ہی ہوں اور اسی حیثیت سے میں نے پہلے اپنے کو کم بخت کہا تھا۔ خوش بخت اور خوش نصیب تو آپ کے نزدیک فرعون تھا، ہامان اور قارون تھا، شداد اور نمرود تھا اور آج کل کے موٹے موٹے کافر خوش نصیب ہیں جن کو آپ سے بھی زیادہ حلوا اور مرغن کھانے ملتے ہیں۔

میں کیسے خوش بخت اور خوش نصیب ہو سکتا ہوں مجھ کو تو پیٹ بھر کے روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے۔ مگر خدا کی قسم جس قدر آپ کو اپنے حلوے پراٹھے پر، بالائی اور فیرینی پر، گوشت بھری کچوریوں اور سوڈے کی بوتل پر ناز ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجھے اپنی فاقہ کشی پر ناز ہے کیوں کہ وہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھوکے رہتے تھے، خدا میرا حشر بھی ان ہی کے ساتھ کرے۔

حضرت مولانا غیر معمولی ایمانی جوش کے ساتھ یہ تقریر فرمار ہے تھے۔ اور آپ کی

تقریر یہیں تک پہنچی تھی کہ رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن کھڑے ہو گئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ توبہ کرو، توبہ کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد[1] ہو گئے، تم واجب القتل ہو۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر اہلسنّت نے مولوی حبیب الرحمٰن کا یہ فساد انگیز رویہ دیکھ کر ان کو متنبہ کیا اور فرمایا کہ آپ صدر ہیں اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں۔ ورنہ اگر کوئی ہنگامہ ہو گیا تو اس کی ذمہ داری محض آپ پر عائد ہو گی۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ مولوی حبیب الرحمٰن کی یہ کاروائی وقتی نہیں تھی، بلکہ کسی خاص مشورہ اور سازش کے ماتحت تھی کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے اس انتباہ کے بعد بھی وہ باز نہیں آئے۔ بلکہ اب ان کے ساتھ ان کا سارا پلیٹ فارم کھڑا ہو گیا اور سب نے یہی شور مچانا شروع کر دیا کہ ''تم نے حضور کو بھوکا کہہ دیا۔ تم مرتد ہو گئے۔ تم واجب القتل ہو۔ ابھی توبہ کرو۔ جب رضا خانی پلیٹ فارم سے سب نے یہی آواز بلند کی، تو رضا خانی غنڈوں کے ایک جتھے نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور آپ کے رفقاء پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن اہلسنّت کی ایک کثیر جماعت نے جیسے ہی صورت حال کو نازک ہوتے دیکھا اپنے علماء کرام کو ایک زبردست حصار میں لے لیا۔ اور اسی حفاظت کے ساتھ مقام مناظرہ سے باہر لایا گیا۔ اور رضا خانیوں نے اس طرح ہنگامہ فساد برپا کر کے مناظرہ ختم کر دیا۔

اگرچہ مناظرہ کے اس ناخوشگوار طریقہ پر درہم برہم ہونے کا ہم کو بے حد افسوس ہے مگر اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ رضا خانی علماء اور عوام کی شرافت وانسانیت بے نقاب ہو گئی۔ اور برأ العین سب مسلمانوں نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ لوگ جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو کس طرح شرارت اور بدتمیزی کی عریاں تصویر بن جاتے ہیں۔

جس وقت اس فساد کی ابتداء ہوئی ہے تو یہ دیکھا گیا کچھ رضا خانیوں نے اندر سے لاٹھیاں اور چھریاں وغیرہ نکالیں جس سے اس خیال کی اور تائید ہوئی کہ یہ ہنگامہ وقتی

1۔ اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ تمہارے نزدیک تو مولانا مسلمان ہی نہیں تھے، پھر اب یہ ارتداد کیسا'' کہو کہ صرف مناظرہ سے جان بچانے کا ایک حیلہ تھا۔ مرتب

نہیں تھا بلکہ پہلے سے اس کے متعلق کوئی مشورہ ہو چکا تھا۔ اوران لوگوں کے ارادے بہت زیادہ خطرناک تھے مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ان کے شر سے محفوظ رکھا اوراس وقت اس آیت کا مصداق اپنی آنکھ سے دیکھ لیا گیا۔

لن یصیبنا اِلّا ما کتب اللّٰہ لنا ھو مولٰنا وعلی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون. (التوبہ ۹، ۵۱)

''ہم کو صرف وہی تکلیف پہنچ سکتی ہے جو حق تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے اور اسی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے''۔

مناظرہ کے اس طرح درہم برہم ہو جانے کے بعد اس وقت مدرسہ اشفاقیہ کی وسیع مسجد میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) اہلسنّت کا ایک جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا محمد منظور صاحب نے تقریریں فرمائیں اور واقعات مناظرہ پر تبصرہ کرنے کے ساتھ اہلسنّت کو نہایت مؤثر انداز میں امن وامان کے ساتھ رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر کوئی تم کو گالیاں دے تو تم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس کے حق میں دعائے خیر کرو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدی سے پیش آئے تو اس کا جواب نیکی سے دو۔ اگر ایسا کرو گے تو قرآن کا وعدہ ہے کہ یہ دشمن بھی ایک دن تمہارے دوست بن جائیں گے۔

نیز مولانا محمد منظور صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا تھا کہ آپ بھوکے رہتے تھے یہ میرا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ کتب حدیث وسیر میں اس کے متعلق صدہا روایات موجود ہیں چنانچہ مولانا نے چند حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کے متعلق بیان فرمائیں۔ لیکن چونکہ اس کے متعلق ہم مولانا کا ایک مکتوب بھی اس روداد میں درج کر رہے ہیں اس لئے بقصد اختصار یہاں ان احادیث کو ذکر نہیں کرتے۔

یہاں تک مناظرہ کے واقعات تھے۔ ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی

کمی بیشی نہ ہو، ممکن ہے کہ رضا خانی صاحبان بھی اس مناظرہ کی کوئی روداد شائع کریں۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ان کی روداد ایک مستقل تصنیف ہوا کرتی ہے جس کو مناظرہ کے اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے ہماری پیشین گوئی ہے کہ اس مناظرہ کی روداد بھی ایسی ہی گھڑی جائے گی، اگر ایسا ہی ہوا تو اس پر ایک مستقل رسالے میں ہم تنقید کریں گے اور دنیا دیکھے گی کہ انجام کار انشاء اللہ صداقت ہی غالب آئے گی۔ والعاقبہ للمتقین.

بانی مناظرہ کا فیصلہ

مناظرہ ختم ہو جانے کے بعد جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ نے اپنا فیصلہ دیا جو بعض مقامی اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اس فیصلہ کی تمہید میں جناب موصوف نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی بالخصوص دیوبندی بریلوی مناقشات سے اپنی کامل بیزاری ظاہر فرمانے کے بعد اجمالاً وہ اسباب لکھے ہیں جن کی وجہ سے باوجود خلاف مذاق ہونے کے وہ اس مناظرہ میں حصہ لینے بلکہ اس کا باعث اور بانی بننے پر مجبور ہوئے۔ مگر چونکہ ان اسباب کے متعلق جناب موصوف کا مفصل بیان ہم اس روداد کے ابتدائی اوراق میں درج کر چکے ہیں اس لئے فیصلہ کے اس تمہیدی حصہ کو حذف کر کے صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے مناظرہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے چنانچہ تمہید ختم کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں:

یہ مناظرہ چار یوم تک مرزائی مسجد [1] میں ہوا۔ اور میں نے پورے اطمینان اور توجہ کے ساتھ پورا مناظرہ سنا اور فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتویٰ غلط ہے اور مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ سنی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور وہابی بتانے والے غلطی پر ہیں۔''

1۔ جامعہ رضویہ اس مسجد میں واقع ہے۔

یہ فیصلہ میرے دل نے مندرجہ ذیل وجوہات سے کیا

ا: مولوی سردار احمد صاحب مدرس مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو اعتراض حفظ الایمان کی عبارت پر کیا تھا، مولوی اشرف علی صاحب کے وکیل مولوی محمد منظور صاحب نے اس کا جواب نہایت کافی دے دیا جس کی وجہ سے میری تسلی اور تشفی ہوگئی۔

۲: مولوی منظور صاحب نے بار بار صاف طریقہ سے فرمایا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا بلکہ مدینہ طیبہ کی خاک پاک کی توہین کرنے والا بھی کافر اور جہنمی ہے۔

۳: مولوی محمد منظور صاحب نے خود مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب ''بسط البنان'' سے دکھایا کہ مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اور آپ کے علم شریف کی تنقیص کرے۔

۴: مولوی محمد منظور صاحب نے نہایت مدلل طریقہ سے ثابت کیا کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں صرف دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ غیب کی کچھ باتیں تمام انسانوں بلکہ حیوانات تک کو معلوم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ کل غیب کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا تھا۔ پھر مولانا نے پہلی بات کے ثبوت میں ایک قرآنی آیت اور مولوی احمد رضا خان کے چند اقوال پیش کئے۔ اور دوسری بات کے ثبوت میں قرآن پاک کی سولہ آیتیں اور چند حدیثیں اور صحابہ کرامؓ کے ارشادات پیش کئے تھے جن کا مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی بھی جواب نہیں دیا۔

۵: حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پالینے کے بعد بھی وہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے۔ جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب صرف وقت گزاری کے لئے ایک ہی بات کو باوجود متعدد بار جواب مل جانے کے بلا وجہ دہراتے ہیں۔

۶: دیوبندی جماعت کے صدر مولانا محمد اسماعیل صاحب مرادآبادی نے نہایت خوبی کے ساتھ صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ اور اپنی جماعت کو قابو میں رکھا اور کسی

وقت بھی مشتعل ہونے نہ دیا۔ بخلاف رضائی جماعت کے صدر مولوی حبیب الرحمن صاحب بہاری کے کہ وہ بار بار مجمع کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ انہی کی اشتعال انگیزی نے بالآخر مناظرہ کو درہم برہم کردیا۔ میرے نزدیک یہ خلاف اصول کاروائی جو صدر بھی کرتا اسی کی شکست ہوتی۔ کیونکہ شورش اور فساد عاجزی کی دلیل ہے۔ مثل مشہور ہے کہ

تنگ آمد بجنگ آمد

یہ وہ خاص خاص باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی منظور صاحب حق پر ہیں۔

ایک افتراء کی تردید

مجھے معلوم ہوا ہے کہ رضوی جماعت نے مولانا محمد منظور صاحب کو بدنام کرنے اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ شہرت دی ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا کہ۔

''میں بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا بھی بھوکے مرتے تھے''

میں دیانت کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں سنے بلکہ بعض تعلیم یافتہ حاضرین سے جب میں نے اس کی تحقیق کی تو انہوں نے مجھ کو بتایا کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ:

''میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا بھی بھوکے رہتے تھے خدائے تعالیٰ میرا حشر بھی ان کے ساتھ کرے۔''

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی فریق کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اور صرف سچائی کی پیروی کریں اور دونوں فریق میں سے جو غلط پروپیگنڈا کرے اس کی شکست سمجھیں فتح مند کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

علاوہ اس کے یہ کہ مولانا محمد منظور صاحب بریلی میں موجود ہیں۔ ان سے خود

دریافت کیا جا سکتا ہے کہ ان کے کیا الفاظ تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق دے۔

ایک افسوسناک انکشاف

مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی [1] کہ ''مولوی محمد منظور صاحب ٹھیک جواب نہیں دیتے اس لئے مناظرہ بند کر دیا جائے۔'' اس سے ان کا جو مقصد تھا وہ ظاہر ہے مگر میں ان کی چالوں میں نہ آیا۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ تم صرف سادہ کاغذ پر دستخط کر دو مضمون ہم خود لکھ لیں گے مگر میں اس ضمیر فروشی کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوا۔ بلکہ ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس اعلان حق کے بعد شاید ان لوگوں کی طرف سے مجھے تکلیفیں پہنچیں گی اور گالیاں دی جائیں گی۔ اور ممکن ہے کہ کوئی اور

1۔ افسوس ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اس واقعہ کو یہاں نہایت مجمل لکھا تھا کہ ان صاحب کا نام بھی ظاہر نہیں کیا جو ان سے یہ تحریر لینا چاہتے تھے۔ لیکن بعد میں زبانی طور پر آپ سے اس کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ شنبہ اور یکشنبہ کی درمیانی شب میں ''حامد یار'' نے (جو رضا خانیوں کی طرف سے مناظرہ کے منتظم تھے) جناب محمد شبیر صاحب سے کہا کہ آپ کل صبح کو اس مضمون کی ایک تحریر مناظرہ شروع ہوتے وقت پیش کر دیجئے کہ ''مولوی منظور صاحب، مولوی سردار احمد صاحب کی بات ٹھیک جواب نہیں دیتے لہٰذا اب مناظرہ بند کر دیا جائے۔''

جناب محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ اوّل تو یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ ابھی مناظرہ جاری ہے جب مناظرہ ختم ہو جائے گا تو میں اپنی رائے ظاہر کر دوں گا، ابھی آپ مناظرہ کو کیوں ختم کراتے ہیں؟ اس کے بعد اگلے دن جس دن کہ مناظرہ ختم ہوا ہے، صبح کے آٹھ بجے کے بعد ''حامد یار'' جناب محمد شبیر صاحب کو پھر اپنے گھر لے گئے اور بہت منت و سماجت کی اور کہا کہ آپ صرف دستخط کر دیجئے مضمون ہم خود لکھ دیں گے، اور قرآن شریف اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے کہ میں آپ کو اس کا واسطہ دیتا ہوں آپ ہماری یہ بات مان لیجئے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم اور آپ ایک جگہ اور ایک محلہ کے رہنے والے ہیں اور ایک ہی جگہ رہنا ہے مولوی منظور سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن جناب محمد شبیر صاحب نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اپنے اور آپ کے تعلق کی وجہ سے ایسی خلاف انصاف بات نہیں کر سکتا۔''

یہ واقعہ خود جناب محمد شبیر صاحب نے ہم سے بیان کیا جس کی تصدیق خود ان سے کی جا سکتی ہے۔

خطرناک کاروائی بھی کی جاوے، مگر میں ان خطرات کی وجہ سے حق کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ میرا مددگار ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے سچائی کے ساتھ لکھا ہے اور میں حلف کے ساتھ ان واقعات کا اظہار کرتا ہوں۔

یہ میری طرف سے اس مناظرہ کے متعلق مختصر بیان ہے اگر ضرورت پڑی تو اس کے بعد ایک اور مفصل بیان شائع کروں گا۔

آخر میں مسلمانان بریلی سے خصوصاً اور مسلمانان ہند سے میری گزارش ہے کہ وہ فتنہ وفساد کی باتوں سے بچیں اور سب اتفاق واتحاد پیدا کر کے خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی فکر کریں کہ دنیا وآخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔

خادم قوم وملت
محمد شبیر بریلوی۔ بانی مناظرہ
سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ
۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء

مناظرہ کے اثرات

اس مناظرہ میں حق کی جو شاندار فتح اور باطل کی جو شرمناک شکست ہوئی اس کا کچھ اندازہ ہمارے ناظرین کو روئداد ہذا کے ملاحظہ سے ہو چکا ہوگا پھر بانیٔ مناظرہ کے حق پرور فیصلہ نے اور بھی اس کو زیادہ نمایاں اور روشن کر دیا اور بریلی میں رضاخانیت کے اقتدار کو غیر معمولی صدمہ پہنچا۔ اور رضاخانی حضرات باآنکہ جھوٹی اشتہار بازی میں بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں اور مناظرہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی فتح کا اشتہار بھی چھپوا لیتے ہیں۔ مگر اس مناظرہ نے اس طرح ان کو سرنگوں کیا کہ بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ بلکہ اس عرصہ میں ان کے بعض سرغنے اس کا اعتراف کرتے تھے کہ میدان مناظرہ مولانا محمد منظور صاحب کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود ہی اس کا سبب وہ مولوی سردار احمد صاحب کی ناقابلیت اور

ناتجربہ کاری کو بتلاتے تھے اوہ کہتے تھے کہ اگر ہمارا مناظر بھی کوئی تجربہ کار ہوتا تو فتح ہماری ہوتی۔

بہرحال مناظرہ کے بعد تقریباً بیس روز تک رضاخانی بالکل خاموش تھے بلکہ پرائیوٹ گفتگوؤں میں، اپنی شکست کا اعتراف کرتے تھے۔ لیکن بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ چونکہ مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہوگیا اوراس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں یہ غلغلہ بند کردیا کہ رضاخانیوں کے خاص مرکز میں رضاخانیت کو شکست ہوگئی اور ملک اس آواز سے گونج اٹھا۔ اوراطراف وجوانب سے عمائد رضاخانیت کے پاس بہت سے خطوط آئے تو رضاخانی کمیٹی نے بھی ایک لمبا چوڑا اشتہار ''مناظرہ بریلی کی مختصر روئداد'' کے عنوان سے مرتب کیااور چھاپ چھاپ کر بیرونجات میں بھیجا گیا۔ مگر بریلی میں اس کی عام اشاعت نہیں کی گئی بلکہ صرف اپنے خاص خاص مریدوں کو بھیجا گیا۔

یوں تو رضاخانی مولوی صاحبان کو دروغ بیانی اور غلط گوئی کے فن میں خصوصی مہارت ہے۔ لیکن اس ناپاک فن کی جیسی مشق اور مہارت اس اشتہار میں دکھلائی گئی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ جو حضرات بریلی کے مناظرہ میں شریک تھے ان سے پر زور درخواست ہے کہ وہ اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اور رضاخانی پیروں اور سجادہ نشینوں کی صداقت شعاری اور راست بازی کو داد دیں۔ ہم نے اس اشتہار پر ایک مختصر تبصرہ بھی لکھا ہے جو انشاءاللہ عنقریب ''الفرقان'' کے کسی نمبر میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔ 1

تذئیل

بریلی کے اس مناظرہ میں جس شرح وبسط کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت پر روشنی پڑی ہے اور جیسی جامع اور مکمل بحث اس پر اس مناظرہ میں ہوئی ہے، اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

1۔ موجودہ ایڈیشن میں اسے بھی شامل کردیا گیا ہے۔ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ناشر)

مگر پھر بھی مناظرہ کے قبل از وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے ایک آخری چیز باقی رہ گئی اور مولانا موصوف اس کو اپنی اس تقریر میں پیش کرنے کا اردہ رکھتے تھے جس تقریر کے اثناء میں رضاخانیوں نے ہڑبونگ مچا کر مناظرہ درہم برہم کر دیا، اب ہم مولانا کے حکم سے اس کو یہاں درج کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ:

''حفظ الایمان کی جس عبارت پر یہ مناظرہ ہوا اگرچہ وہ بحمد اللہ بالکل بے غبار ہے اور اس میں اس مطلب کا شائبہ بھی نہیں جو رضاخانی حضرات لیتے ہیں۔ جیسا کہ روئداد ہذا کے مطالعہ سے بھی ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا۔ لیکن حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ نے برعایتِ عوام، قطعِ نزاع کے لئے اس عبارت کا بھی عنوان بدل دیا ہے۔

چنانچہ ۱۳۴۲ھ سے اس وقت تک جتنے ایڈیشن حفظ الایمان کے شائع ہوئے ہیں ان سب میں اس پہلی عبارت کی جگہ یہ عبارت ہے:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علومِ غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔''

اگر رضاخانیوں کی نیتوں میں کچھ بھی اخلاص ہوتا تو چاہیے تھا کہ مولانا کی اس ترمیم پر وہ خاموش ہو جاتے اور اس جنگ کو ہمیشہ کے واسطے بند کر دیتے۔ لیکن چونکہ ان کی روزی مسلمانوں کی اسی خانہ جنگی سے وابستہ ہے اس لئے ان کی تکفیر میں ابھی وہی دم خم ہیں۔

صدق اللہ عز وجل وما تغنی الأیات والنذر عن قوم لا یؤمنون.

رضا خانیت کا آخری سہارا

اب رضا خانیوں نے ہر طرف سے عاجز آ کر یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہے کہ مناظرہ میں مولانا محمد منظور صاحب نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ''بھوکا'' کہا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہوئی۔ کیوں کہ آپ زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک اور بادشاہ کونین تھے۔'' اور افسوس ہے کہ بعض نیک بخت سادہ لوح بھی ان کے اس فریب میں آ جاتے ہیں۔ اس لئے بعض احباب نے خود مولانا محمد منظور صاحب سے درخواست کی کہ آپ اس کے متعلق ''الفرقان'' میں چند سطریں تحریر فرمادیں۔ چنانچہ مولانا ممدوح نے ایک مختصر سا مضمون اسی درخواست پر ارقام فرمایا جو تکمیلاً للفائدہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

میرے آقاؐ بھوکے رہتے تھے

یہ وہ حقیقت ہے جو تاریخ و حدیث کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہے اور اس کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو علم اور حیا دونوں سے عاری ہو۔ لیکن چونکہ آج کل بریلی کے بعض حیا باختہ شدت سے اس کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اس کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتلا رہے ہیں اس لئے بعض احباب کے توجہ دلانے پر حضور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی معاشرت کے متعلق چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبت الليالي المتتابعة واهله طاويا لا يجد ون عشاءً. (الحديث) —

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال پے درپے کئی کئی راتیں بھوکے رہ کر گزار دیتے تھے، رات کا کھانا نہیں ملتا تھا۔

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں۔

لقد رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یظلّ الیوم یلتوی مایجد من الدقل مایملا به بطنه.

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ دن بھر بھوکے رہتے تھے معمولی کھجوریں بھی اتنی نہ ملتی تھیں جن سے آپ پیٹ بھریں۔

نیز ترمذی شریف میں حضرت ابوطلحہؓ سے مروی ہے کہ۔

شکونا الی النبی صلی الله علیه وسلم الجوع ورفعنا ثیابنا عن حجر حجرِ الٰی بطوننا فرفع صلی الله علیه وسلم عن حجرین.

"ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہمارے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا جس کو ہم نے کپڑے اٹھا کر دکھایا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے اٹھا کر دو پتھر بندھے دکھائے"۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے اپنے بھانجے عروہ بن الزبیرؓ سے فرمایا:

یا ابن اختی انا کنا ننظر الی الهلال ثم الهلال ثلاثه اهله فی شهرین وما اوقد فی ابیات النبی صلی الله علیه وسلم نار قال قلت یا خالة فما کان یعیشکم قالت الاسود اون التمر والماء. (الحدیث)

"اے بھانجے ہم یکے بعد دیگرے تین تین چاند دو مہینے میں دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ بھی نہ جلتی تھی۔ حضرت عروہؓ نے دریافت کیا کہ خالہ جان پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی تھی؟ فرمایا کہ بس کھجوریں اور پانی۔"

اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

توفی النبی صلی اللہ علیه وسلم وذرعه مرهونة عند یهودی فی ثلثین صاعا من شعیر.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ کی زرہ مبارک تیس صاع جو کے بدلے میں ایک یہودی کے یہاں گروی رکھی ہوئی تھی۔

نظر بہ اختصار یہاں صرف یہ پانچ روایتیں حضور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کے متعلق نقل کر دی گئی ہیں ورنہ حدیث وسیر کے دفتر میں اس قسم کی صدہا روایات موجود ہیں۔

رہا یہ وسوسہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے محبوب اور مقرب ترین بندے تھے تو آپ کا یہ حال کیوں تھا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خود ہی اپنے لئے دنیا کے عیش و آرام کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے گھر میں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں ہے اور آپ ایک بوریے پر استراحت فرما رہے ہیں، اور کھجور کی چھال کا تکیہ سر مبارک کے نیچے ہے۔ اور جسد اطہر پر بوریے کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ قیصر و کسریٰ خدا کے باغی ہیں اور عیش و راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور حضور خدا کے رسول ہیں اور اس قدر تکلیف میں ہیں۔

ارشاد ہوا، اے ابن الخطاب! تم کو یہ وسوسہ کیوں ہے؟

اولئک قوم عجلت لهم طیباتهم فی الحیوة الدنیا وما لَهُم فی الأخرة من خلاق.

''وہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مرغوبات دنیا ہی میں دے دیے

گئے ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم اس سے راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ کے لئے دنیا کی لذتیں ہوں اور ہمارے لئے دارِ آخرت۔ بہرحال دنیاوی عیش و راحت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنے لئے پسند فرمایا نہ اپنی ذریت کے لئے نہ اپنے محبین کے لئے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ان الفقر اسرع الی من یحبنی من السیل الی منتهاه.

سیلاب جس تیزی سے اپنے منتہا پر پہنچتا ہے اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ فقر اس شخص کی طرف دوڑتا ہے جو مجھ سے محبت کرے۔

والسلام علی من التبع الهدیٰ.

محمد منظور نعمانی عفا اللہ

۱۴ صفر ۱۳۵۴ھ

دعا ہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح اس مناظرہ کو حاضرین کے لیے باعث ہدایت بنایا اسی طرح اس روئداد کو بھی ناظرین کے لئے نافع بنائے۔ **وماهو علی الله بعزیز وله الحمد وعلی رسوله الصلوة والسلام.**

خاکسار

محمد رفاقت حسین فاروقی عمروی غفرلہ

صفر: ۱۳۵۴ھ

ضمیمہ رودادِ مناظرہ بریلی

''مختصر روداد پر مختصر تنقید''

(جناب مولانا رفاقت حسین صاحب فاروقی)

ہم مناظرہ بریلی کی مفصل روداد (فتح بریلی کا دلکش نظارہ) کے خاتمہ میں جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ کا فیصلہ بجنسہ درج کر چکے ہیں اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ جناب موصوف نے مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد متصلاً ہی اپنا یہ فیصلہ شائع کر دیا تھا اور مقامی اخبارات نے بھی اس کو شائع کیا جس کی وجہ سے دور دراز تک یہ غلغلہ بلند ہوگیا کہ رضاخانیت کو اپنے مرکز میں شکست ہوگئی۔ خود بریلی کے رضاخانی صاحبان بھی اپنی اس کھلی شکست اور بانیٔ مناظرہ کے اس فیصلہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خلاف عادت بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ مگر اللہ بھلا کرے ان بیرونی رضاخانیوں کا جنہوں نے بریلی کے قبلوں کعبوں کو خط پر خط لکھ کر جھنجھوڑا اور لکھا کہ اگر شبیری فیصلہ کے خلاف کوئی بیان آپ کی طرف سے شائع نہ ہوا تو ساری برادری کی سخت ذلت اور رسوائی ہوگی اور اس سے جو جماعتی ساکھ کو نقصان پہنچے گا وہ ناقابل تلافی ہوگا۔ ان چیزوں سے مجبور ہوکر یہاں کے عمائد رضاخانیت نے بھی ایک اشتہار ''مناظرہ بریلی کی مختصر روداد'' کے عنوان سے مرتب کیا اور بیرونجات میں کثرت کے ساتھ بھیجا۔ لیکن بریلی میں صرف اپنے خاص خاص آدمیوں کو دیا گیا۔ اس اشتہار پر تاریخ اگرچہ ۱۷۔ مئی لکھی گئی ہے لیکن ہم کو بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس کی ایک کاپی مئی کی آخری تاریخوں میں مل سکی۔ اس اشتہار میں دروغ بیانی اور غلط گوئی کا جو حیرت انگیز کمال دکھلایا گیا ہے درحقیقت اس کی نظیر کسی مذہبی لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔

جو حضرات اس مناظرہ میں شریک تھے ان سے تو ہماری صرف یہ درخواست ہے

کہ وہ علماء رضاخانیت کے اس اعمال نامہ کو دیکھیں اور ان کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں اور جو حضرات وہاں موجود نہیں تھے ان کے لئے اگر چہ اصل حقیقت کا پتہ چلانا دشوار ہے لیکن ہم انشاء اللہ ایسے پختہ اصولوں پر تنقید کریں گے کہ غائبین بھی حقیقت حال معلوم کر سکیں۔ وماتوفیقی الا باللہ

رضاخانیوں کا یہ طویل وعریض اشتہار ''حامد یار'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے گویا مناظرہ کے متعلق یہ اس بے چارہ کا تحریری بیان ہے۔ لیکن جو لوگ اس شخص سے واقف ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ وہ غریب تو دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا اور جو واقف نہیں ہیں وہ اس سے گفتگو کر کے اور اسی اشتہار کی دو چار سطریں بطور املا لکھا کے معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا یہ اسی بے چارہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی دوسرے حامد کا۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستم گاری میں
کوئی محبوب ہے اس پردۂ زنگاری میں

اس تمہید کے بعد ہم نمبر وار تنقید شروع کرتے ہیں۔

۱: اشتہار نویس صاحب (حامد) اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ:

''میں جو کچھ بھی اپنے اس اشتہار کے اندر مناظرہ بریلی کے متعلق مختصراً لکھوں گا اس کا عہد کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کو سمیع وبصیر جانتے ہوئے امانت و دیانت کے ساتھ صحیح لکھوں گا کہ قرآن کریم کا ارشاد کہ ''لعنة الله على الكذبين'' میرے پیش نظر ہے مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا۔''

لیکن اس عہد پر وہ کہاں تک قائم رہے اس کی تفصیل آگے ملاحظہ ہو۔

۲: اس کے بعد ہی متصلا لکھتے ہیں کہ ''میں وہ شخص ہوں جس نے فریقین کے علماء کو مناظرہ کی دعوت دی، انہیں مناظرہ پر آمادہ کیا۔'' حالانکہ انعقاد مناظرہ سے پہلے کبھی ایک مرتبہ بھی مولانا محمد منظور صاحب نے ان کی صورت نہیں دیکھی۔ البتہ جناب محمد شبیر صاحب اس مناظرہ کے سلسلہ میں کئی بار مولانا کے پاس آئے گئے۔ نیز اسی اشتہار میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کو مناظرہ کا چیلنج

دے دیا جس کو نہایت اولوالعزم کے ساتھ مولوی سردار احمد صاحب نے منظور کر لیا۔ پھر فریقین کو مناظرہ پر آمادہ کرنے کے کیا معنے؟ سچ ہے "دروغ گورا حافظہ نہ باشد"

۴: اس کے بعد یہی حامد میاں انعقاد مناظرہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ماہ محرم الحرام کے دوسرے عشرہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" کی ایک عبارت کے متعلق شہر کہنہ بریلی سے جناب مولانا مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری مدرس دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے پاس آیا الخ۔

اس میں ایک صاف صریح جھوٹ تو یہ ہے کہ "جناب محمد شبیر صاحب" کے جس سوال کا یہ ذکر ہے اس میں کہیں "حفظ الایمان" کا تذکرہ نہیں۔ اور دوسرا فریب یہ ہے کہ سوال کرنے والے "جناب محمد شبیر صاحب" کا نام نہیں لکھا گیا تاکہ کہیں لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ محمد شبیر صاحب ہی درحقیقت اس مناظرہ کے بانی مبانی تھے اور وہ دیوبندی نہیں تھے بلکہ رضاخانی علماء سے ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ ایک اہم مسئلہ میں ان سے فتویٰ لینے گئے تھے۔

اور تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ "یہ سوال شہر کہنہ سے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس آیا" ہم نے اپنی روئداد کے ابتدائی اوراق میں جہاں محمد شبیر صاحب کا سوال اور مولوی سردار احمد کا جواب نقل کیا ہے وہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اپنا سوال جناب مولوی حامد رضا خان صاحب کے سامنے پیش کیا تھا لیکن (شاید ساٹھ سالہ تجربہ کی وجہ سے ان کو اس سوال ہی میں مناظرہ کی بو آ گئی اس لئے) انہوں نے خود جواب نہیں لکھا۔ اور اس طرح وہ بلا بے چارے مولوی سردار احمد کے سر پڑ گئی۔

یہ تین سطروں میں صرف تین جھوٹ اس راست باز کے ہیں جو خدا کو سمیع و بصیر مان کر "لعنة اللہ علی الکاذبین" پڑھ کر ابھی ابھی یہ عہد کر چکا ہے کہ "میں جو کچھ لکھوں گا" معلوم ہوتا ہے کہ نئے مجدد کے نئے دین و مذہب میں شاید غلط اور صحیح، سچ اور جھوٹ کے معنیٰ بھی بدل گئے ہیں۔

صحیح کا نام غلط رکھدیا اور غلط کا صحیح
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۴: پھر یہی راست باز (واقعی یا فرضی حامد) مناظرہ کے پہلے دن کے متعلق لکھتے ہیں:

''وہ ساعت آ گئی جس کے تصور سے وہابی جماعت کا دل لرز رہا تھا یعنی دس بج گئے اور وہابی جماعت کے مناظر مولوی منظور صاحب میدان مناظرہ سے اس طرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔''

۵: پھر اسی سلسلہ میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:

''جب وہابیوں کے مناظر مولوی منظور صاحب کو ''پابدست وگرے دست بدست وگرے'' میدان مناظرہ میں لایا گیا[1] الخ۔''

قطع نظر اس سے کہ اس میں کیسا صدی فی صدی جھوٹ بولا گیا ہے ہم اپنے ناظرین کو یہاں صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ یہ ناپاک الفاظ اس شخص کے ہیں جو ابھی ابھی خدا کو ''سمیع وبصیر'' جان کر اور ''لعنة الله على الكاذبين'' کی تلاوت کر کے کہہ چکا ہے کہ ''مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا'' ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسے جھوٹوں پر خدا کی ایک نہیں بلکہ ہزار بلکہ بے شمار لعنتیں، کہو آمین۔

۶: پھر اسی اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ:

> ''اس مناظرہ کا انعقاد دونوں فریقوں کے اتفاق سے اس لئے ہوا تھا کہ مولانا مولوی سردار احمد صاحب نے مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان کی عبارت پر جو فتویٰ دیا ہے اس عبارت پر کلام ہوگا''۔

اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہوسکتا ہے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور مولوی

---

[1] ۔ اس عقل کے دشمنوں کے نزدیک شاید تعلیق بالمحال کا لفظ بھی کوئی ایسا دقیق اور غامض لفظ ہے جس کے لئے رازی اور غزالی کے آنے کی ضرورت ہے۔ مگر ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اس قسم کے ابات دینے کے لئے صغریٰ کبریٰ پڑھنے والے طلباء تیار ہیں مدرسہ میں آکر ان سے استفادہ کیجئے۔

سردار احمد کی تحریریں ہم اپنی روئداد کے شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کی تحریر میں یہ تصریح ہے کہ:

''میں تمام نزاعی امور میں مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔''

اور مولوی سردار احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ:

''مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بحمدہ تعالیٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے''۔

ناظرین کرام فریقینؔ کی تحریروں میں موضوع مناظرہ کی تعمیم دیکھیں اور اس اشتہار نویس کے اس بہادرانہ جھوٹ کی داد دیں۔

۷: اس کے بعد اشتہار میں لکھا ہے کہ:

''مولوی منظور صاحب نے اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کو چھوڑ کر دوسرے مسائل پر کلام کئے جانے کی شرط کو پیش کیا اور اس پر نہایت سختی کے ساتھ اصرار کیا۔''

جو حضرات مناظرہ میں موجود تھے وہ خاص طور پر اس سفید بلکہ سیاہ جھوٹ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور حامد میاں کی اس راست بازی کی داد دیں، اور جو حضرات وہاں نہیں تھے ان کو تفصیلی روئداد کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ موضوع مناظرہ کے متعلق نزاع یہ تھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کہتے تھے کہ مناظرہ صرف ''حفظ الایمان'' کی عبارت پر ہوگا اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ حسام الحرمین کے تمام مباحث پر بالترتیب اور دوسرے اختلافی مسائل پر بھی مناظرہ ہوگا۔ اور مولانا کا یہ اصرار بالکل بجا تھا جس کے سامنے بالآخر مولوی سردار احمد صاحب کو بھی جھکنا پڑا اور ان کو اس کی تحریر بھی دینی پڑی اگرچہ عمل کے وقت وہ اس سے گریز کر گئے۔

اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ۔

''آپ نے ایک موقع پر ''تعلیق بالمحال'' کا لفظ بولا اور تحریر میں لکھا جب ان سے مولانا سردار احمد صاحب نے مطالبہ کیا کہ بتاؤ تعلیق بالمحال کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا مطلب ہے تو حیران و ششدر ہو کر اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور جواب نہ دے سکے۔''

جو لوگ مجلس مناظرہ میں موجود تھے وہ تو اس جھوٹ پر لعنت بھیجیں گے ہی لیکن جو وہاں موجود نہ تھے وہ بھی مولانا محمد منظور صاحب کی علمی جلالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالباً بلا تامل کہیں گے ''ان هٰذا الّا اختلاق''

اصل واقعہ یہ تھا کہ جب مولوی سردار احمد صاحب نے یہ پوچھا کہ تعلیق بالمحال کس کو کہتے ہیں؟ تو مولانا نے یہ فرمایا کہ یہ بات مجلس میں مناظرہ پوچھنے کی نہیں ہے بلکہ مدرسہ میں پوچھنے کی ہے۔ اس وقت میں مناظرہ کے لئے کھڑا ہوں سبق پڑھانے کے لئے نہیں بیٹھا ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی مولوی سردار احمد صاحب اپنی کج بحثی سے باز نہیں آئے تو مولانا نے فرمایا کہ اگر میری منطق دانی کا امتحان لینا ہے تو پھر اچھا یہ ہے کہ آپ حضرات میں جو سب سے بہتر منطق جانتا ہو اس کو کھڑا کر دیجئے اور ایک گھنٹہ خالص علمی گفتگو کے لئے مقرر کر لیجئے خدا نے چاہا تو چند منٹ میں معلوم ہو جائے گا کہ آپ حضرات کو منطق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن اگر صرف خلط مبحث کرنے اور وقت ضائع کرنے کے لئے آپ اس قسم کی کج بحثیاں کریں گے تو میں ہرگز جواب نہیں دوں گا۔ میرے نزدیک یہ وقت نہایت قیمتی ہے اور مجھے اسی وقت میں لوگوں کو آپ حضرات کی مذہبی گمراہیوں پر مطلع کرنا ہے۔ مولوی سردار احمد صاحب نے کہا کہ اگر آپ جواب نہیں دیتے تو پھر اپنی تحریر میں سے تعلیق بالمحال کا لفظ نکال دیجئے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر آپ تعلیق بالمحال کا لفظ نہیں سمجھ سکتے تو مجھ کو اس کے نکال دینے میں کوئی عذر نہیں۔ اس کے بعد مولانا نے اپنی تحریر سے وہ لفظ نکال دیا۔''

۹: اس اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

''مولانا سردار احمد صاحب جس قدر علمی سوالات کرتے

تھے جواب دینا تو درکنار مولوی منظور احمد صاحب نے کوئی ایک بھی
ایسا سوال نہیں کیا تھا جس کو علمی کہا جا سکے۔''
معلوم ہوتا ہے کہ رضا خانی ٹکسال میں روئداد کے پر کرنے کے لئے کچھ سوالات
ڈھالے جا رہے ہیں۔ یہ انہیں کی پیش بندی ہے بہت اچھا ہم بھی کہیں نہیں گئے ہیں''۔[1]

۱۰: اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ:

'' اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کا کوئی
مطلب ایسا نہ بتا سکے جس سے اس عبارت سے توہین و گستاخی
ہونے کا حکم اٹھ جاتا۔''

جو حضرات مناظرہ میں شریک تھے وہ حضرات تو مولانا کی ان رضا خانیت شکن تقریروں کو یاد کریں جنہوں نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اس پر کفر کا فتوے دینے والے یا مفتری کذاب ہیں یا جاہل نا[illegible] ل خطاب۔ اور جو وہاں مناظرہ میں موجود نہ تھے وہ حضرات مولانا کی وہ تقریریں تفصیلی روئداد میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱: مولانا محمد منظور صاحب نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں قرآن کریم سے سولہ بلکہ سترہ آیتیں پیش کی تھیں ان کے متعلق اس اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ:

''مولوی منظور صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن حکیم کی سولہ آیتیں تلاوت کیں مگر کسی ایک کے ترجمہ سے بھی حفظ الایمان کی اس عبارت کو ثابت نہ کر سکے۔''

یہ آیتیں اپنے موقعہ پر تفصیلی روداد میں آ چکی ہیں ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

۱۲: مولوی سردار صاحب نے اپنے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت کے دو فوٹو بنا کر پیش کئے تھے۔ ایک یہ کہ:

''مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم

1۔ بریلی میں ہی ڈیرہ ڈال رکھا ہے گھبرایئے نہیں ہر طرح خدمت کو حاضر ہیں۔ ۱۲ مرتب

کیا جاتا اگر بقول زید صحیح ہوالخ''

اور دوسرا فوٹو یہ کہ:

''مولوی اشرف علی صاحب کے چہرہ پر حسین ہونے کا
حکم کیا جاتا اگر بقول زید صحیح ہو۔الخ''

مولانا محمد منظور صاحب نے ان فوٹوؤں کو غلط اور عبارت حفظ الایمان کے غیر مطابق ثابت کرنے کے بعد ان کا جو دندان شکن دہان دوز جواب دیا تھا کہ جس سے مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی تھوڑی دیر کے لئے تڑپ گئی ہوگی۔ اور جن زندہ رضا خانیوں نے بھی اس کو سنا تھا یقین ہے کہ وہ بھی تا زیست اس کو نہ بھولیں گے۔اُس کا اشتہار میں کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق یہ صریح جھوٹ بولا گیا کہ:

''نہ صرف مولوی منظور صاحب بلکہ وہابیانِ بریلی کی وہ قلیل جماعت جو میدان مناظرہ میں موجود تھی ان دونوں فوٹوؤں کی عبارت کو سن کر کرب و بے چینی سے تلملا اٹھی''۔(اور جواب کا ذکر نہ دارد)

مولانا کا وہ دندان شکن جواب اپنے موقع پر تفصیلی روداد میں نقل کیا جا چکا ہے ناظرین کرام ملاحظہ فرما کر اس اشتہار نویس کی راستبازی کا اندازہ کریں۔

۱۳: رضا خانیوں نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے رضا خانیت شکن بے پناہ واروں سے تنگ آ کر مجلس مناظرہ کو درہم برہم کرنے کے لئے جو شرمناک اور انسانیت سوز طریقہ اختیار کیا، انسانیت و شرافت ہمیشہ ہمیشہ اس پر لعنت کرے گی۔ بالخصوص رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن کا شور و شغب اور ان کے اشارہ پر رضا خانی غنڈوں کی وحشیانہ یورش۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن پر بعض ان رضا خانیوں نے بھی نفرت کی جو تہذیب و انسانیت سے بالکل محروم نہیں تھے۔لیکن اس اشتہار میں ان چیزوں پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ سفید جھوٹ بولا گیا ہے جس کی نظیر رضا خانی لٹریچر کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی اور نہ چشم دید واقعات میں فرزندانِ رضا خانیت کے علاوہ کوئی دوسرا اس دلیری کے ساتھ جھوٹ بول

سکتا ہے۔ ہم اختتام مناظرہ کے صحیح واقعات تفصیلی روداد میں لکھ چکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمالیں۔

۱۴: جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ کے فیصلہ کو بے اثر کرنے کے لئے اس اشتہار میں ان بیچاروں کو بھی دیوبندی لکھا گیا ہے ہم تو اس سے بہت خوش ہیں کہ ہماری جماعت میں ایک آدمی کا اضافہ ہوا۔ اللّٰھم زد فزد.

لیکن یہ چیز واقعہ کے بالکل خلاف اور نہایت سفید جھوٹ ہے۔ اگر جناب محمد شبیر صاحب پہلے سے دیوبندی ہوتے تو مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق فتویٰ لینے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس نہ جاتے اور ان سے نہ پوچھتے کہ میرا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کو مانتا ہے میں اس سے ملوں یا نہ ملوں، کیا کسی دیوبندی کو بھی یہ وسوسہ ہو سکتا ہے؟ پس جناب محمد شبیر صاحب کا فتویٰ لینے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس جانا اور ان کا زبانی، اور مولوی سردار احمد صاحب کا تحریری یہ فتویٰ دینا کہ اگر تمہارا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کی عقیدت سے باز نہ آئے تو اس سے ترک تعلق کر دیا جائے، اس سے میل جول، سلام کلام، کھانا پینا، سب حرام ہے۔ یہ صریح دلیل اس کی ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب دیوبندی نہیں تھے بلکہ مولوی حامد رضا خان صاحب سے علمی اور مذہبی عقیدت رکھتے تھے اور مولوی صاحب موصوف بھی ان کو اپنا برادر مذہبی جانتے تھے جب ہی تو ان کو یہ ترک موالاتی فتویٰ دیا۔

علاوہ اس کے مسلمانان بریلی کو یہ بھی یاد ہوگا کہ اب سے کئی سال پہلے جب کہ جناب محمد شبیر صاحب بریلی ہی میں مقیم تھے انہوں نے مسلمانوں کے سود و بہبود کے لئے ایک انجمن قائم کی تھی اور اس کا ایک جلسہ بھی کیا تھا جس میں صرف رضا خانی علماء کو بلایا تھا اور اسی سلسلہ میں جناب مولوی حامد رضا خان صاحب نے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے بلانے کے لئے ایک خط بھی لکھ کر جناب محمد شبیر صاحب کو دیا تھا، مولوی حامد رضا خان صاحب سے بکلف اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

نیز بعض انجمنوں میں جناب محمد شبیر صاحب اور مولی حسنین رضا خان صاحب

خلیفہ خاص و داماد جناب مولوی احمد رضا خان صاحب نے مل کر دوش بدوش کام کیا ہے۔ان انجمنوں کے رجسٹر اگر تلف نہ ہوئے ہوں تو وہ اس حقیقت کی شہادت دیں گے۔

بہر حال جناب محمد شبیر صاحب کو صرف منصفانہ فیصلہ دے دینے کی وجہ سے دیوبندی کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہود مدینہ حضرت عبداللہ بن سلام کو "خیـرنا وابـن خیـرنا" کہتے تھے (یعنی قوم یہود کا افضل ترین فرد) لیکن جیسے ہی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی شہادت دی اور اسلام قبول کیا تو وہی کذاب یہودی کہنے لگے "شـرّنـا وابـن شرّنا" (یعنی یہ تو ہم میں بدترین شخص ہے اور اس کا باپ بھی ایسا ہی خراب تھا)۔

۱۵: بعض رضا خانی ایجنٹ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ سے جو خلاف دیانت تحریر مناظرہ کے متعلق لینا چاہتے تھے اس کا ذکر روئداد میں کیا جا چکا ہے لیکن اشتہار میں اس سے صاف انکار کیا گیا ہے مگر ارباب بصیرت کے لئے اسی انکار میں اس گندے جرم کا صریح اقرار موجود ہے اس موقع پر اس اشتہار کی عبارت یہ ہے کہ:

بعض اہلسنّت جن پر یہ افتراء کیا جاتا ہے (کہ جنہوں نے محمد شبیر صاحب سے تحریر لینی چاہی) ان افراد نے جو زبردست احسان دیوبندی علماء اور دیوبندی مناظر مولوی منظور صاحب پر کیا تم سب تمام عمر اُن کے ذمہ شکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کہ چار دن تک برابر آپ کے مناظر نے ہر قسم کے گندے حملے علماء اہلسنّت پر کئے مگر ان افراد نے اثناء مناظر میں کسی قسم کی کوئی ذلت یا تکلیف نہیں پہنچنے دی۔"

جن لوگوں کے دماغ جو ہر لطیف سے خالی نہیں ہیں وہ ان سطروں کو غور سے پڑھیں جناب محمد شبیر صاحب نے اپنے فیصلہ میں ان لوگوں کا نام نہیں لکھا تھا جو ان سے وہ تحریر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا تھا کہ

"مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی۔"

بہر حال محمد شبیر صاحب کے اس فیصلہ میں کوئی ہلکا اشارہ بھی ایسا نہیں تھا جس

سے یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ کون لوگ تھے لیکن مثل مشہور ہے کہ "چور کی داڑھی میں تنکا" اس اشتہار میں ان لوگوں کو متعین کر دیا گیا کہ وہ وہی تھے جو اثناء مناظرہ میں امن قائم رکھنا چاہتے تھے اور وہ یہی "حامد یار تھے" جو پولیس میں حفظ امن کی ذمہ داری لے کر آئے تھے اور اسی ذمہ داری کی وجہ سے وہ امن قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے، دیکھو چور یوں اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے
فساد بلغمی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے

اگر واقعی حامد یار صاحب نے ایسی حرکت نہیں کی تھی تو ان کو چاہئے تھا کہ انکار کرنے سے پہلے جناب محمد شبیر صاحب سے دریافت کرتے کہ کس شخص نے آپ سے تحریر لینی چاہی تھی؟ لیکن پہلے ہی سے یہ شور مچا دینا کہ میں نہیں تھا، میں نہیں تھا، اصول تفتیش کی بنا پر الزام کو اور قوی کر دیتا ہے۔ حقانیت کا معجزہ دیکھو کہ قدرت انکار کرنے والوں سے اقرار کراتی ہے۔

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے
جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

رہا یہ بہتان کہ مولانا منظور صاحب نے رضا خانی علماء پر گندے حملے کئے یہ بھی نہایت سفید جھوٹ ہے۔ جو مسلمان مناظرہ میں موجود تھے ان کو یاد ہوگا کہ بعض اوقات مولوی سردار احمد صاحب نہایت ناپاک اور گندے الفاظ مولانا اور آپ کے اکابر کے متعلق استعمال کر جاتے تھے جس سے سننے والوں کو بھی اشتعال ہوتا تھا اور ان کا پیمانہ صبر چھلک جاتا تھا مگر مولانا محمد منظور صاحب اپنے خدا داد تحمل سے اس کو برداشت کرتے تھے اور اہلسنّت کے مشتعل جذبات کو بھی فرو کرتے تھے البتہ کبھی کبھی مولانا نے ایسا ضرور کیا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے خود مولانا یا ان کے کسی بزرگ کے متعلق سخت کلمات کہے تو مولانا نے بعینہ وہی کلمات مولوی احمد رضا خان صاحب پر لوٹا دیئے۔ گویا "عطائے تو بہ لقائے تو" پر عمل کرتے ہوئے ان کا ہدیہ انہی کو واپس کر دیا۔ مگر وہ بھی ہر دفعہ نہیں بلکہ بعض

دفعہ مجبور ہو کر ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گندی گالیاں نقل کر کے روئداد کو گندگی سے ملوث اور ناظرین کی طبیعت کو مکدر کریں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے روئداد میں ان کی وہ گالیاں نقل کرنے سے چھوڑ دیں۔ مگر رضا خانیوں کے اس اشتہار نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم ناظرین کو رضا خانی گالیوں کی بھی سیر کرائیں لیکن اب اگر ہم مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گالیاں نقل کریں جن سے انہوں نے حاضرین مجلس مناظرہ کی طبیعتوں کو منقبض کیا تھا اور جن کے بیان کرنے میں انہوں نے مسجد جیسی مقدس جگہ کا احترام بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ تو اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ مناظرہ کے دوسرے واقعات کی طرح ان کا بھی صاف انکار کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہم ان کے قبلہ وکعبہ خان صاحب بریلوی کی گندی تہذیب کے چند نمونے ان کی بعض مطبوعہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ بس ناظرین سمجھ لیں کہ یہی گندی گالیاں مولوی سردار احمد صاحب کی زبان پر چڑھی ہوئی تھیں، جن کو وہ مختلف الفاظ اور نئے نئے انداز سے بیان کرتے تھے الفاظ مختلف اور مضمون سب کا ایک ہوتا تھا۔

اس وقت ہمارے سامنے خان صاحب کی مشہور اور مایہ ناز کتاب ''وقعات السنان'' ہے جو اب سے چوبیس برس پہلے اسی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے رسالہ بسط البنان کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ہم اس وقت صرف اسی ایک کتاب سے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

رضاخانی تہذیب کی عریاں تصویر

۱:۔حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

''یہ اپنی دوشقی میں وہ تیسرا داخل کر کے......''(وقعات السنان''ص ۲۵)

۲:۔اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر مکرر ارشاد ہے:

''اس کی دوشقی میں اس تیسرے کا دخول'' (ص ۵۲)

۳:۔ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں ''مسمات یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی''(ص ۴۵)

۴:۔رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کسی کڑے سے پالا پڑا تھا''(ص ۴۹)

۵:۔''اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندھیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے''(ص ۴۹)

۶:۔''رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھیرائی پر اترو''(ص ۵۲)

۷:۔''دیکھو تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو''(ایضاً۔ص ۵۲)

۸:۔''رسلیا کی کلابازیاں ملاحظہ ہوں خصم کے کرے دار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی بول گئی''۔(ص ۶۶)

۹:حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے:

''اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے تیور پھٹ گئے دم الٹ گئے معاف کیجئے معاف کیجئے آپ جیتے میں ہارا۔ ؏ لب نازک سے آنے لگی صدا بس بس کی (صفحہ ۶۸)

۱۰:''رسلیا کی چک پھیریاں تو گو ہر کو بھی مات کر گئیں اب مسلمانوں سے کو پھر کادہ کاٹتی ہے۔''(ص ۶۹)

تلک عشرہ کاملة. یہ پورے دس نمبر ہوئے۔مگر چونکہ رضاخانی امت کو

گیارہویں سے بہت زیادہ محبت ہے اس لئے ہم ایک گیارہواں نمبر اور بڑھاتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں اسی ''وقعات السنان'' صفحہ ۶۰ پر بسط البنان ہی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور کس قدر پاکیزہ ارشاد ہے کہ نٹنیاں بھی شرما جائیں۔

۱۱: اف ری رسیلیاں تیرا بھولا پن خون پوچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔ (ص ۶۰)

مسلمانو! مسلمانو!! اے شمع محمدی کے پروانو!!! تمہیں اخلاق محمدی کا واسطہ، اپنے دین و ایمان کا واسطہ اللہ کی دی ہوئی شرافت و انسانیت کا واسطہ، خدارا غور کرو کیا کوئی مہذب انسان ایسی مغلظات بک سکتا ہے؟ کیا تم نے نٹنیوں کنجریوں کے سوا کسی کافر سے بھی یہ ناپاک گالیاں سنی ہیں، آہ ان ناپاک اور گندی باتوں سے حیا و شرم کی ناک کٹ جاتی ہے۔ جبین انسانیت عرق انفعال سے تر بتر ہو جاتی ہے۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ گندے کلمات یہ ناپاک گالیاں اس شخص کے قلم سے نکل رہی ہیں جو چودھویں صدی کی مجددیت [1] کا مدعی ہے اور جس کی ذریت اس کو حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت صاحب حجت قاہرہ، مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہ وسلم کے موٹے موٹے خطابات سے یاد کرتی ہے اور جن کو شفیع محشر ساقی کوثر [2] وغیرہ وغیرہ سمجھتی ہے۔

بہر حال مولوی سردار احمد صاحب مناظرہ میں ایسی ہی گندی ذہنیت کی نمائش کی بار بار کرتے تھے جس سے مہذب حاضرین کو بھی سخت کوفت ہوتی تھی اور مولانا محمد منظور

1۔ اگرچہ صاحب نے اس کتاب کو اپنے صاحبزادے بلند اقبال کے نام سے شائع کیا ہے۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ لب ولہجہ خان صاحب کے سوا کسی اور کو نصیب ہی نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں یہ کہ صاحبزادے صاحب کی پوزیشن بھی رضا خانیوں میں کوئی معمولی نہیں ہے وہ خان صاحب کے سچے جانشین اور رضا خانیت کے قبلہ وکعبہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کے نام کے ساتھ ''محی الدین جیلانی'' اور آل الرحمٰن (یعنی خدا کی اولاد) جیسے موٹے موٹے الفاظ لکھے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ رضا خانی حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمہ اللہ کو بھی اس کریکٹر کا سمجھتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ۱۲ مرتب۔
ے مسلمان غور کریں کہ خان صاحب اپنے صاحبزادے کو آل الرحمٰن لکھ کر خود کیا بننا چاہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو یہ دوسرے بھائی اور خلیفہ محمود کو نئے چچا مبارک ہوں ۱۲

2۔ دیکھو دائح اعلیٰ حضرت: مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۲

صاحب بڑی حد تک برداشت کرتے تھے لیکن اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کی سخت گفتاری کی شکایت کی گئی ہے۔

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

۱۶:۔اس اشتہار کے اخیر میں اس بہادر اشتہار نویس نے مسلمانان بریلی سے اپیل کی ہے کہ" ہمارا اشتہار اور دیوبندی جماعت کا وہ اشتہار جو شائع ہو چکا ہے (یعنی جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ) غور سے پڑھئے اور جس فریق کے اشتہار میں کذب بیانی سے کام لیا ہو اس پر لعنتوں کی پیہم بوچھاڑ کریں"

ہم بھی اس اپیل پر صاد کرتے ہیں: **لعنة الله والملئكة والناس اجمعين على الكذبين الدجالين الذين يفترون الكذب وهم يعلمون . آمين**

رضا خانی اشتہار پر صرف سولہ نمبروں میں سرسری تنقید کردی گئی ہے۔ ان حضرات کو گیارھویں بارھویں بہت محبوب ہے مگر ہم اس پر چند گنتیوں کا اور اضافہ کر کے یہ سولھویں شریف کا ہدیہ اور پیش کرتے ہیں۔ع

گر قبول افتد زہے عز وشرف

احقر

رُفاقت حسین فاروقی عمروی

یکم ربیع الاول ۱۳۵۴ھ

مناظرہ

بعنوان

نور و بشر

۱۹۸۴ء میں مناظر اہل سنت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی اور اہلِ بدعت کے مناظر مولوی سعید احمد اسعد فیصل آبادی کے درمیان ہونے والے ایک مناظرے کی مکمل اور مفصل روداد، جس میں اہلِ بدعت کو ذلت کی خاک چاٹنی پڑی اور اہلِ حق کو اللہ عزوجل نے اپنی نصرت وحمایت کے ساتھ فتح سے ہمکنار کیا۔

بسم الله الرحمن الرحیم

تقریر مولوی سعید اسد:

الحمد لله و کفی و الصلوٰة و السلام علی عباده الذی اصطفیٰ. اما بعد

ہم نے اپنے دعویٰ میں یہ لکھا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت کے اعتبار سے نور مانتے ہیں اور ظاہر کے اعتبار سے بشر۔ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا مطلقاً انکار کرتا ہے اسے کافر مانتے ہیں۔ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا مطلقاً انکار کرتا ہے اسے بھی کافر مانتے ہیں۔

میں نے جو آیت تلاوت کی ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ اب اللہ کو خلیفہ بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ خلیفہ اور نائب تین وجہ سے بنایا جاتا ہے۔

نمبر ا۔ اس کو اپنی موت کا خطرہ ہو۔

نمبر ۲۔ غائب ہونے کا خطرہ ہو جیسے ملکی حکمران اپنا نائب بناتے ہیں۔ جب باہر جانا ہو۔

نمبر ۳۔ خود کام نہیں کر سکتا اپنی معاونت کے لئے نائب بناتا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ کو موت نہیں آنی وہ حی القیوم ہے۔ لہٰذا پہلی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اللہ غائب بھی نہیں ہو سکتا، لہٰذا دوسری وجہ بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ صمد ہے لہٰذا تیسری وجہ بھی نہیں ہو سکتی۔

تو مفسرین فرماتے ہیں کہ نائب اس لئے بنایا کہ اللہ ہے غایت تقدس میں،

بندے ہیں غایت ظلمانیت میں۔ تو دونوں کے درمیان ایسی ذات کا ہونا ضروری تھا جس کا تعلق رب سے بھی ہوتا اور بندوں سے بھی ہوتا۔

ذو جہتیں شخصیت آتی جو اللہ سے فیض لیتی اور بندوں کو فیض دیتی۔ اس لئے اللہ نے اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو دو جہتیں رکھتا ہو۔ ایک جہت سے تعلق اللہ کی طرف ہو اور دوسری جہت سے تعلق بندوں کے ساتھ ہو۔ جیسے جبرائیل علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا فیض دینے کے لئے **فتمثل لھا بشرًا سَوِیًّا** تو جبرائیلؑ بشر کی صورت میں آئے۔

پھر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **انما انا بشر مثلکم** اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین.

تفاسیر والے لکھتے ہیں کہ نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ قرطبی والے لکھتے ہیں کہ نور سے مراد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی لی جا سکتی ہے۔ تفسیر کبیر والے نے لکھا ہے کہ نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ روح المعانی میں لکھا ہے۔

نور عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم.

جلالین جو آپ کے مدرسوں میں بھی پڑھائی جاتی ہے اس میں صاف لکھا ہے **ھو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم** بیضاوی والے نے لکھا ہے **یرید بالنور محمداً.**

مولانا تفسیروں کے نمبر گنتے جائیے۔ اس کے بعد تفسیر عثمانی جو آپ حضرات کی تفسیر ہے اس میں لکھا ہے کہ نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور کتب سے مراد قرآن مبین ہے۔ اس کے بعد تفسیر مدارک اٹھا کر دیکھئے، معالم التنزیل اٹھا کر دیکھئے۔ مولانا ان تفاسیر کو نہیں مانتے تو اپنوں کو تو مانئے۔ یہ حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب مواعظ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو نور لکھا ہے۔ آیت لکھی ہے۔

قد جآء کم من اللہ نور و کتب مبین

مولانا لکھتے ہیں کہ یہ مختصری آیت ہے اس میں حق تعالیٰ نے اپنی دونعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان دونعمتوں میں سے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود موجود ہے۔ اور یہی بات مولانا تھانویؒ کے رسالہ النور میں بھی چھپی ہے۔

مولانا! آپ نے اگر مناظرہ کرنا ہے تو تھانویؒ سے مناظرہ کرو۔ ابھی تو میں نے مفتی شفیع صاحبؒ کی تفسیر بھی پیش کرنی ہے۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ کی تفسیر بھی پیش کرنی ہے۔ یہ میرے ہاتھ میں ہے امداد السلوک۔ اس میں مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے کہ تحقیق آئے ہیں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین اور نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد للہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی. امابعد.

میرے دوستو! آپ نے مولوی سعید صاحب کی تقریر سنی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اصول موضوعہ میں درج تھا جو یہ بھول گیا کہ سب سے پہلے یہ قرآن سے استدلال کرے۔ قرآن پاک کی آیت انہوں نے ضرور پڑھی لیکن اس آیت کا تعلق ان کے موضوع سے ذرا بھی نہیں تھا۔ انہوں نے آیت پڑھی:

واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ.

اس میں آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کا ذکر ہے۔ ان کو چاہئے تھا کہ یہ آیت

اذ قال ربک للملئکة انی خالق بشرا من طین.

اس کے ساتھ یہ پڑھتے

انی خالق نورا من طین.

اب انہوں نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ جو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یہ مولوی نعیم الدین صاحب اپنے احمد رضا کے ترجمے پر لکھتے ہیں اورانہوں نے یہ بات واضح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بشر کہنے والوں کو قرآن پاک میں جابجا کافر فرمایا گیا ہے۔

آج انہوں نے پہلے مناظرے میں اپنا عقیدہ تبدیل کرلیا۔ آج سے پہلے کہا کرتے تھے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہے وہ کافر ہے۔ اور آج مولوی نعیم الدین پر پہلا کفر کا فتویٰ جڑ دیا اپنوں نے۔ پھر دیکھئے یہ کھڑے اس بات پر ہوئے تھے، انہوں نے کہا تھا کہ میں مدعی ہوں اور نور کے مسئلہ پر مدعی ہوں، اور الحمد للہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، آیتیں ساری بشریت والی پڑھتے گئے۔

تو الحمد للہ اگر ایسے ایک دو مناظر بریلویوں کو اور مل گئے تو ہمیں مناظرے کی ضرورت نہیں رہے گی، جو خود ہی باتیں مانتا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ آیت پیش کی:

قد جآء کم من اللّٰہ نور و کتب مبین.

جو میں نے بات پہلے ہی کہی تھی کہ مولوی سعید صاحب کو قرآن نہیں آتا، اگر یہ ساتھ آگے پڑھ دیتے:

یھدی بہ اللّٰہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمت الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم.

تو کتنی مرتبہ قرآن میں ہدایت کا لفظ ساتھ آ گیا ہے۔ نور ہدایت کا انکار کس نے کیا تھا؟ اور یہ بھی سعید صاحب نے مانا کہ آیت میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض قرآن کو نور کہتے ہیں اور بعض اسلام کو نور کہتے ہیں، بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہتے ہیں۔ قرآن نور ہدایت ہے یا نہیں؟ اسلام نور ہدایت ہے یا نہیں؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نورِ ہدایت

ہیں یا نہیں؟

تو یہ دیکھئے اس لئے تو یہ ڈرتے تھے کہ کہیں مجھے قرآن کی پوری آیت نہ پڑھنی پڑ جائے اور پھر قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وضاحت فرمائی ہے اسے بھی انہیں مان لینا چاہئے تھا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قد جآء کم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نورا مبینا.

اللہ تعالیٰ نے جو چیز نازل فرمائی ہے اس کو اللہ تعالیٰ خود نور فرما رہے ہیں۔ اور وہ ہے قرآن۔ تو قرآن پاک کی تفسیر سب سے پہلے قرآن سے کرنی چاہئے نہ کہ غیر قرآن سے:

یآیھا الناس قد جآء کم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نورا مبینا.

اب دیکھئے اس میں شان نزول حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے تو آپ اندازہ لگائیں کہ سورۃ المائدہ کی یہ آیت ہے، تو جب قرآن پاک نے خود تفسیر بیان فرمادی تو یہ مولوی احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی نصوص قطعیہ کے خلاف کسی اور کا قول پیش کرنا جائز نہیں۔

تو دیکھئے انہوں نے قرآن پاک کی نص قطعی کو چھپایا اور ایسے اقوال پڑھنا شروع کر دیئے جو مجمل تھے کیونکہ وجود کا لفظ بھی ما یوخذ کے معنی میں آتا ہے۔ خدا کا وجود ہے لیکن جسم نہیں ہے۔ تو اس سے ان کا عقیدہ صاف پیش نہیں ہوتا۔ خدا کی ذات ہے یا نہیں ہے؟ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا جسم نہیں ہے۔

اس لئے انہوں نے پیش یہ کرنا تھا کہ اور نام لیا حضرت تھانویؒ کا حضرت گنگوہیؒ کا۔ ہم نے بات واضح کی تھی کہ اتنے حوالے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک حوالہ پیش کر دیں کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں نور ہیں کہ بشریت کا میں انکار کرتا ہوں۔

صاحب روح المعانی نے ان معانی میں ان کو نور لکھا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں مانا جائے گا، اور یہ ان کا عقیدہ ہو، انہوں نے لکھا تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ظاہراور باطن ایک جیسا نہیں، یہ انہوں نے کہا ہے۔لیکن کیا کسی آیت کا ترجمہ انہوں نے پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں بنایا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میرا ظاہر باطن ایک جیسا نہیں ہے۔

تو ان لوگوں نے اس مسئلہ میں قرآن پاک کی آیات کو آدھا پڑھا اور **لا تقربو الصلوة** پر عمل کیا۔ تو کیا ان کے لئے اس چیز کی گنجائش تھی؟ اس لئے تو یہ قرآن مسئلہ پر نہیں آتے۔ **یهدی به الله** چھوڑا، قرآن میں جو ہے **انزلنا الیکم نورا مبینا** کہ ہم نے اتارا آپ کے پاس نور، یہ قرآن پاک اوپر سے اترا ہے۔

رہی یہ بات فرمایا

فالذین امنو به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون.

یہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود قرآن پاک میں یہ بتادیا کہ نور سے مراد یہ قرآن پاک ہے، لیکن میں اس بحث میں پھر دیکھتا ہوں کہ یہ قرآن نور ہدایت ہے یا کچھ اور۔ نور ہدایت ہے۔لیکن نور ہدایت تو زیر بحث ہی نہیں۔

یہ تو ہم نے موضوع میں لکھ دیا ہے کہ ہم نبی اقدس ﷺ کو نور ہدایت مانتے ہیں۔ جو ان کے نور ہدایت کا انکار کرتا ہے وہ حضرت ﷺ کا امتی کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ آپ نے ثابت تو یہ کرنا ہے کہ جو عقیدہ نعیم الدین کا ہے یا تو آج اسے کھل کر کافر کہہ دو کہ اس نے جو کہا تھا کہ نبی اقدس ﷺ کو بشر کہنے والا کافر ہوتا ہے۔ آج آپ نعیم الدین کو کافر نام لے کر نہیں کہہ رہے ہیں، یہ انصاف ہے کہ نام لے کر کہنا چاہئے۔

جن میرے بزرگوں کا نام لیا ہے ان میں سے کسی نے اگر تفسیر میں یہ بات لکھی تو نور ہدایت ہی لکھا، آپ لفظ ذات اور وجود کی وضاحت کریں، اور اس کی وضاحت صرف یہ ہے دیکھئے میں نے پہلے بھی مثال دی تھی، میں کہتا ہوں کہ فلاں مولانا انسان صورت ہیں اور فرشتہ سیرت ہیں۔ فرشتہ لینے سے انسانیت کی نفی نہیں، لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں مولانا

رشتہ ہیں انسان نہیں۔ یہ بات درست نہیں ہوگی۔

مولوی صاحب کو اپنا دعویٰ بھول گیا ہے، مولوی صاحب نے یہ ثابت کرنا ہے یا تو ایک آیت اس پر پڑھ دے کہ اللہ کے نبی کا ظاہر اور باطن ایک نہیں، ہم اس بات کو نہیں مانتے۔ یا یہ خدا نے بتایا ہو یا اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو، یا ایسا ہو جیسا ہم کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ہو میں فرشتہ نہیں فرشتہ نوری مخلوق ہے تو اس طرح یہ اعلان کر دیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہو کہ میں انسان نہیں ہوں، اور انسانیت کی نفی کے بعد یہ نور کا حوالہ پیش کریں اور حوالہ بھی قرآن سے پیش کریں۔ لیکن یہ قیامت تک یہ حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔ یا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے پیش کریں لیکن قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ اور فقہ حنفی کی کسی کتاب سے پیش کریں۔ یہ قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جو سرتاجِ اولیاء ہیں وہ بھی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں۔ آں برادر محمد بعلو بشر بود۔ دیکھئے دونوں باتیں انہوں نے کی، شان کا بلند ہونا بھی مانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا بھی۔

تو ایک ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنس بشر ہونا، یہ تو الحمد للہ یہ جو وعظوں میں کہا کرتے تھے نعیم الدین کے کہنے پر کہ دیوبندی کافر ہیں، کیوں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مانتے ہیں آج انہوں نے پہلے ہی مان لیا کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اپنے کفر پر خود ہی مہر لگا دی۔ ابھی تو انہوں نے مناظرہ شروع کیا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

تو ہم نے اپنا عقیدہ واضح کر دیا ہے، دیکھئے لیلۃ القدر رات ہے یا دن؟ رات ہے۔ ہم جب اسے شمار کریں گے تو رات ہی کہیں گے، لیکن جب اس کی شان کا مسئلہ آئے گا تو ہزار مہینوں کے دن بھی اس پر قربان کر دئے جائیں گے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنس بشر میں سے ہیں اور آپ کا نور ہدایت ہونا اتنا واضح ہے کہ جبرئیلؑ بھی اس مقام کو جھانک کر نہیں دیکھ سکتا۔ اور میکائیلؑ بھی اس مقام کو نہیں دیکھ سکتا۔ آپ اپنے دعوے کو سمجھیں آپ نے دلیل وہ پیش کرنی ہے کہ نور کا لفظ

ہو اور بشریت کی نفی ہو۔ جس طرح آج تک آپ دنیا کو کہتے رہے ہیں اور جس طرح آپ کے نعیم الدین نے لکھا ہے۔

یہ یاد رکھیں کہ کسی نے کہا تھا کہ آج کل ہم شہزادی سے شادی کرنے کی فکر میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کچھ کام ہوا، کہا کہ آدھا ہو گیا آدھا رہتا ہے۔ کہا آدھا کیسے؟ کہتا ہے وہ لوگ راضی ہونے چاہئیں، میں راضی ہوں اس کا پتا نہیں۔

تو اس طرح جب تک یہ دونوں باتیں اکٹھی نہ پیش کرے گا کہ نور ہے اور بشر نہیں، اس وقت تک یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ آدھا بھی ہوا۔ اب کوئی یہاں بیٹھا ہی کہے کہ میں شہزادی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور میں راضی ہوں تو آپ سمجھیں گے کہ آدھا کام ہو گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ کبھی بھی نہیں ہوا۔ اس لئے صرف نور کی آیت پڑھنا اور آدھی چھوڑ جانا قرآن سے بددیانتی کرنا اور ان آیتوں کو چھوڑ جانا جن میں صاف قرآن کو نور کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود تشریح کی ہے یہ اس بات کی وضاحت کریں۔

مولوی سعید احمد اسد

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه.

میں نے قرآن پاک کی ایک آیت تلاوت کی تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک خلیفہ بنانے لگا ہوں، مولانا فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق ہی نہیں مسئلہ نورانیت کے ساتھ۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ خلیفہ بنایا کیوں جاتا ہے، اس لئے کہ ایک ایسی ذات کا ہونا ضروری ہے جس کی دو جہتیں ہوں، میں نہیں کہہ رہا بیضاوی اٹھا کر دیکھئے، روح المعانی اٹھا کر دیکھئے سب میں لکھا ہے۔ **فلا بد من ذی جهتين.** دو جہتوں والا ہونا ضروری ہے۔ ادھر سے فیض لے، ادھر فیض دے۔ حقیقت میں نور اور ظاہر میں بشر ہو، جس طرح جبرائیلؑ حقیقت کے اعتبار سے نور تھے اور ظاہر کے اعتبار سے بشر بن کر آئے۔

مولانا نے کہا کہ آپ آدھی آیت پڑھتے ہیں۔ **لا تقربوا الصلوة** پر عمل کرتے ہیں آگے **وانتم سكارى** نہیں پڑھتے۔ آگے لکھا ہے **يهدی به الله** تو ہدایت کا ذکر

ہے۔تو اگر مولانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نور ہوتو کیا پھر ہدایت نہیں مل سکتی؟

دوسرا آپ کا یہ کہنا کہ اس میں کئی اقوال ہیں تو کیا جتنی تفسیریں ہوتی ہیں وہ ساری تفسیریں حجت نہیں ہوتیں؟ یہ بتائیں قرآن کو بھی نور مانتے ہیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بھی نور مانتے ہیں۔نور ہدایت بھی مانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بھی نور مانتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ قرآن میں آتا ہے کہ

قد جآء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا.

تو یہاں اوپر سے نازل قرآن ہوا ہے،تو قرآن کے بارے میں فرمایا گیا،قرآن نور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہیں۔

مولانا تھوڑا سا مطالعہ کرتے تھانویؒ کی کتابوں کا تو آپ یہ اعتراض نہ کر سکتے، رسالہ نور کا آخری صفحہ نمبر ۱۳۲ اٹھا کر دیکھئے میں پڑھ رہا ہوں کہ یہاں **قد جاء کم نورا** میں ہوسکتا ہے یہی مناسب ہوگا،دوسرا **انزلنا** سے بھی رسول مراد لے سکتے ہیں،دوسرا **انزلنا الیکم ذکرا رسولا** ،آگے فرمایا **رسولا** بطور تفسیر ہے،**ذکرا** سے یہاں بھی **انزلنا** کا معمول لفظ رسولاً واقع ہوا ہے،اب بتائیں جناب آپ نے کہا تھا کہ **یھدی به اللہ** یہاں ہدایت کا ذکر ہے۔

مولانا غالباً آپ نے تفاسیر کو پڑھا ہی نہیں اگر آپ نے تفاسیر پڑھی ہوتیں تو یہ نہ کہتے۔تفسیر کبیر اٹھا کر دیکھئے تفسیر کبیر کے اندر صاف موجود ہے کہ اس میں کئی اقوال ہیں **جاء کم من اللہ نور** میں کئی قول ہیں۔

ایک قول:۔ یہ ہے کہ یہاں پر مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

دوسرا قول:۔ یہ ہے یہاں نور سے مراد اسلام ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

تیسرا قول:۔ یہ ہے کہ یہاں نور سے مراد بھی قرآن اور کتاب مبین سے مراد بھی قرآن ہے۔

لیکن امام رازیؒ نے تفسیر کبیر کے اندر صاف لکھا ہے کہ تیسرا قول ضعیف ہے، کیوں لان العطف یوجب المغایات. یہاں نور کتاب مبین، نور الگ ہے اور کتاب مبین الگ ہے۔ یہ میں نہیں کہتا امام رازیؒ کہتے ہیں۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نور ماننا گناہ ہے، کفر ہے، لگایئے فتویٰ تھانویؒ پر لگایئے فتویٰ عثمانیؒ صاحب پر لگایئے، فتویٰ ادریس کاندھلویؒ صاحب پر لگایئے اور لگایئے فتویٰ مفتی محمد شفیع صاحبؒ پر، کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کیوں نور مانا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

قد جاء کم من اللّٰہ.

اللہ کی طرف سے یہ آیا ہے، تو معلوم ہوا یہاں آنے سے پہلے، سب چیزوں سے پہلے کسی چیز کو پیدا کیا تھا۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا جابر اے جابر اللہ نے ساری چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا تھا۔

مجھ سے تو یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مولوی سعید صاحب یوں کہہ رہے ہیں، ان کو چاہئے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں یہ آیت پڑھتے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف نور ہیں۔ تو مولانا آپ کو بھی چاہئے کہ خدا کے لئے ایک ہی آیت ایسی پڑھ دیں جس میں حضور یہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نور نہیں ہے، صرف بشر ہے۔

مولانا نعیم مراد آبادی نے جو لکھا تھا سچ لکھا تھا، نبی کو صرف بشر ماننا صرف کافروں کا طریقہ ہے، صرف بشر ماننا نورانیت کا انکار کرنا ہم نے جو لکھا ہے وہ بھی سچ ہے۔ مولانا مراد آبادی نے جو لکھا وہ بھی سچ ہے۔

ہم نے لکھا ہے مطلقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کفر ہے۔ جہت اشتراک تو ان کے سامنے موجود تھی، جہت امتیاز موجود نہیں تھی۔ ہم وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جہت اشتراک کی بنیاد پر آپ کی بشریت مقدسہ بھی مانتے ہیں۔ جہت امتیاز کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت بھی مانتے ہیں۔

اور دیکھئے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نور صرف آپ نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰٓاَ ایھا النبی انا ارسلنک شاھِدًا ومبشرا ونذیرا. وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے صرف نور ہی نہیں سراج بنایا، سراج چراغ کو کہتے ہیں اور قرآن میں سراج سورج کو کہا گیا ہے۔ منیر صرف نور نہیں، منیر نور دینے والا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چمکتے دمکتے آفتاب ہیں، نور بھی ہیں اور نور دینے والے بھی ہیں۔ اور سراج منیر کی تفسیر میں مولانا عثمانی صاحبؒ نے تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ آپ کی ذات نور ہے، سراج منیر نور دینے والے کو کہتے ہیں، ان آیات کی تفسیر میں جو میں نے عرض کیا تھا کہ آپ اگر یھدی بہ اللہ پر چل کر دیکھنا چاہیں تو چل کر دیکھ لیں انشاءاللہ یھدی بہ اللّٰہ سے ثابت ہوگا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نور بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، بشر بن کر تشریف لائے ہیں۔

میں آپ سے ایک ہی مطالبہ کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نور ماننے والا وہ کون ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم ویابی اللّٰہ اِلّا ان یُتِمَّ نورہ ولو کرہ الکفرون.

کہ یہاں سیدنا ابن عباسؓ حضرت کعب احبارؓ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے اس آیت کی تفسیر تو بتاؤ، مثل نورہ اللہ تعالیٰ کس چیز کی مثال دیتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ یہاں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال دیتا ہے۔

ایک ایسی آیت بتاؤ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نور نہیں، ایک حدیث بتاؤ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نور نہیں۔ ایک آیت بتاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مولانا یہ ثابت کرنا ہے کہ ساری کائنات میں سب سے پہلے اگر اللہ نے بنایا ہے تو مصطفیٰ کی ذات کو بنایا ہے۔ ارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بشر کہنے والو! بشر تو آدم سے چلے، میرا

نبی تو پہلے سے تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما ارسلنک الا رحمة للعلمین. حبیب! میں نے آپ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اب دیکھئے عالمین جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے، الف لام داخل ہے، استغراق کے لئے آیا ہے۔ معلوم ہوا کائنات کے ذرے ذرے کیلئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں۔ جس طرح الحمد للہ رب العلمین کائنات کے ذرے ذرے کے لئے اللہ تعالیٰ رب ہے، رب کے لئے ضروری ہے کہ عالمین سے پہلے ہو، مصطفیٰ عالمین کے لئے رحمت ہیں تو ضروری ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عالمین سے پہلے ہو، اور صرف میں نہیں کہتا اٹھاؤ روح المعانی جلد نو صفحہ ایک سو پانچ۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد لله و كفى والصلوٰة والسلام على عباده الذين اصطفىٰ. امابعد.

آپ نے مولوی سعید احمد کی تقریر سنی۔ اس میں آپ نے پوری وضاحت سے یہ سنا کہ آج تک وہ آیت کریمہ پیش نہیں کر سکے جس میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ لکھا ہو کہ جو انہوں نے تحریر دی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں تھا۔

البتہ معنی اس طرح کررہے ہیں کہ رحمت للعلمین سے تو کوئی انکار نہیں کرتا۔ یہ کہتے ہیں کہ رحمة للعلمین ہیں عالمین کا جو لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس تمام جہانوں سے پہلے تھا، تو کیا قرآن پاک کی انہوں نے دوسری آیت نہیں دیکھی۔ قرآن پاک نے خانہ کعبہ کو بھی هدی للعلمین فرمایا ہے۔ کیا سعید احمد اس کا ترجمہ کریں گے کہ خانہ کعبہ بھی ساری کائنات سے پہلے تھا۔ اور اس پر کسی ایک سنی کتاب کا حوالہ پیش کرسکیں گے۔

اب میرے کہنے کے بعد انہوں نے یھدی بہ اللہ پڑھا اور نور ہدایت ثابت کیا۔

جتنی آیتیں قرآن پاک کی پڑھیں ان میں کسی جگہ بھی ذات کا لفظ آپ نے دیکھا؟ قرآن میں ہے۔

یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکفرون.

کہ کافر پھونکوں سے اس نور کو بجھا نہیں سکتے، دیکھئے جو ذات ہے وہ پھونکوں سے اڑا نہیں کرتی، جو چراغ ہے اسے ہی پھونک ماری جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد ذات نہیں۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد بھی ہوں تو نور ہدایت مراد ہیں۔ بات تو اصل یہ ہے کہ ذات کا نور ہونا کس طرح ثابت ہو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ذات نور ہے، سب مانتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا باپ ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان کی والدہ ہیں؟ کوئی نہیں۔ ان کی اولاد ہے؟ کوئی نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام جب بھی دنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے کبھی کسی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا؟

تو دیکھئے جو اندر سے نور ہوتا ہے اور باہر سے بشر ہوتا ہے، اس میں بشری لوازمات نہیں ہوا کرتے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی کتنی بیویاں ہیں؟ یقیناً نہیں ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ کا مزار پاک کہاں ہے یقیناً نہیں ہے۔ تو دیکھئے ذات نور اگر ثابت کرنا ہے تو یہ ماننا پڑے گا۔ ایسی آیتیں پڑھنا پڑیں گی کہ کوئی باپ، ماں، بیوی، اولاد نہیں اور جب تک یہ نہ ہوگا ذات کا نور ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ بات ہمیشہ وہاں سے سمجھی جاتی ہے جہاں پر اتفاق ہو۔ جبرائیل علیہ السلام کی ذات کو یہ بھی نور مانتے ہیں اور ہم بھی نور مانتے ہیں اور ذات نور مانتے ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا تھا کہ جن کی ذات نور ہے وہ فرشتے ہیں، اور قرآن نے کہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروایا ہے کہ میں فرشتہ نہیں۔ یہ ہے ذات نور کی نفی، اس طرح یہ آیت کوئی پیش تو کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں ذات نور یعنی فرشتہ ہوں۔

اس طرح مولوی صاحب نے جو حدیث پاک حضرت جابرؓ سے پڑھی ہے یہ ابھی سے مولوی احمد رضا کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

مولوی احمد رضا صاحب ''ماءِ مصطفیٰ'' میں لکھتے ہیں۔

نصوص میں ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں۔ ورنہ شریعت سے ایمان اٹھ جائے گا۔ نہ احادیث احاد اگرچہ کیسی اعلیٰ درجہ کی صحیح کیوں نہ ہوں عموم قرآن کی تخصیص کر سکے گی۔ بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی۔ بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے۔ اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل کرتی ہے۔

اس لئے انہوں نے بھی یہ مانا ان آیات میں بشر کا لفظ ہے، مفسرین نے تبھی اختلاف کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں یا قرآن؟

انما انا بشر مثلکم میں کیا پانچ سات قول ہیں؟ تو یہ آیت قطعی ہوئی۔ کیونکہ اس کا کوئی دوسرا مفہوم ہے یا نہیں۔ اور انہوں نے جو یہ پیش کی یہ خود بار بار کہتے ہیں اس میں کئی قول ہیں۔ اور ہم اس قول کو مانتے ہیں اور اس قول کو نہیں مانتے۔ اس کو راجح کہتے ہیں اور اس کو مرجوح۔ اور بڑا زور اس بات پر مارا کہ عطف جو ہوتا ہے مغایرت کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں دو چیزیں ہیں۔ میں مولانا سے اس عطف پر دو ہی باتیں پوچھتا ہوں کہ

فاٰمنوا باللّٰہ ورسولہ والنور الذی انزلنا.

یہ بھی واؤ عاطفہ ہے یا نہیں؟ اس سے یہ سمجھیں گے کہ نور اور ہے اور رسول اور ہے۔

پھر سعید صاحب نے کہا اللہ اور ہے، نور اور ہے، رسول اور ہے اور واؤ عطف کے لئے آتی ہے۔ تو کیا اس اردو عبارت میں بھی یہ مان جائیں گے۔

رضا حسین حسنین تم سب محبت واتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو۔

ایک بات ہوگئی۔

''اور میرا دین مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

مولوی احمد رضا نے اپنی آخری وصیت میں یہ کہا کہ میرا دین مذہب، شریعت کے علاوہ ہے۔ کیونکہ عطف مغایرت کے لئے آتا ہے اور میرا دین مذہب نہ قرآن میں ہے،

حدیث میں ہے۔ نہ فقہ حنفی میں ہے۔ چونکہ مولوی سعید صاحب کہتے ہیں کہ میں اسی بناء پر اس قول کو ترجیح دے رہا ہوں کہ عطف مغایرت کے لئے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میں کسی قول کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

لیکن یہ تو مانتے ہیں کہ اس کی ایک تفسیر نہیں ہے کہ جس کو قطعی کہا جا سکے اور بشر والی آیت کے بارے میں وہ بھی جانتے ہیں دیکھئے کہ وہاں ایک ہی احتمال ہے۔ مزید یہ سمجھئے کہ ذات اور مرتبہ میں فرق ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ یھدی بہ اللّٰہ پڑھ کر صرف اتنا چٹکلا بیان کیا کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت ہیں، نور ہدایت ہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نور ہدایت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس وقت بحث یہ نہیں کہ ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جس طرح یھدی بہ اللّٰہ کا لفظ قرآن میں ہے، اسی طرح یہاں ذات کا لفظ قرآن میں دکھائیں اور یہ قیامت تک نہیں دکھا سکتے۔

اور جو حدیث پیش کی گئی ہے یہ اگر اس کو صحیح ثابت کریں، اس کی صحیح سند پڑھ کر اس کے اک ایک راوی کی توثیق بیان کر دیں اور یہ قیامت تک اس کی سند پڑھ کر اس کے راویوں کا ثقہ ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔ اس لئے جس کو یہ ثقہ ثابت نہیں کر سکا، مولوی احمد رضا صاحب نے تو بے چارے کو روکا تھا کہ اگر صحیح ثابت کر بھی سکو اور ہو وہ خبر واحد تو قرآن کے خلاف نہیں کرنا۔ اگر تم نے ایسی بات شروع کر دی تو شریعت سے ایمان اٹھ جائیگا۔

لیکن مولوی سعید صاحب کہتے ہیں کہ شریعت سے ایمان اٹھتا ہے تو اٹھے لیکن میں نے تو احمد رضا کی کتابوں کو قائم رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ مولوی صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ نعیم الدین صاحب نے کہا تھا صرف انسان مانے وہ کافر ہے یہ کہا ہے۔ حالانکہ وہاں صرف کا لفظ نہیں۔ یہ نہیں دکھا سکتا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کسی کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ یہ دیکھئے اسی نعیم الدین کی کتاب العقائد میرے پاس ہے۔ میں صرف کا لفظ دکھاتا ہوں۔

سوال:۔ کیا جن اور فرشتے بھی نبی ہوتے ہیں؟

جواب:۔ نہیں صرف انسانوں میں نبی ہوتے ہیں اور ان میں سے بھی فقط مرد۔ اس کا معنی بھی صرف مرد ہوتا ہے۔ ہوتا ہے یا نہیں؟ ہوتا ہے۔

تو اب سعید کے فتوے سے پہلے عبارت سے تو نعیم صاحب اکہرے کافر بنے تھے، اب ڈبل کافر ہو گئے۔ کیونکہ ایک صرف کا لفظ آ گیا اور ایک فقط کا لفظ آ گیا۔ یہ کتاب العقائد نعیم الدین صاحب کی ہے، لیکن آپ جتنا چاہیں ٹالتے رہیں گے اس انتظار میں بیٹھے ہیں آپ قرآن کی وہ آیت پڑھیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر باطن ایک جیسا ہے۔ یہ آپ قیامت تک پڑھ نہیں سکتے۔

اور یہ جو فرمایا سب عالمین سے پہلے اس سے یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حدوث کا انکار کرتا ہے یا اقرار کرتا ہے؟ یہ واضح کرے، پھر میں بتاؤں گا۔ نور الصفا کے حوالے سے کہ یہ احمد رضا کو ابھی چھوڑ رہا ہے۔ ابھی ابھی یہ بھاگنے لگا ہے۔ احمد رضا کے اصول بھی چھوڑ دیئے، احمد رضا کی کتابوں کو بھی چھوڑ دیا اور نعیم مراد آبادی بے چارے کو ڈبل کافر کہہ دیا کہ صرف کا لفظ، حالانکہ اس نے اپنی تفسیر کے اندر یہ صرف کا لفظ نہیں لکھا تھا۔

تو بات اصل میں یہ ہے عوام سارے سمجھ رہے ہیں آج تک جو اپنی تقریروں میں کہا کرتے تھے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہے وہ کافر ہے۔ تو بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جس طرح قرآن پاک میں **یھدی بہ اللہ** کے الفاظ ہیں اسی طرح ذات کا لفظ قرآن میں موجود نہیں۔ قرآن پاک میں **ھل کنت الا بشر رسولا**۔ یہ بشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد اور وصف ہے۔

اب مولوی سعید اسد صاحب اسی طرح کی ایک آیت قرآن پاک سے پڑھ دیں **ھل کنت الا نور رسولا**۔ مولوی سعید اسد قرآن سے یہ نکال کر تو دکھائے۔

اور انہوں نے پہلی تقریر میں جو کہا تھا دوسری میں اس کے خلاف کہہ بیٹھے۔ پہلی میں انہوں نے کہا:

قل انمآ انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ.

اس پر انہوں نے کہا تھا یہ بشریت ہے اور **یوحیٰ الی** وجہ امتیاز ہے۔ دیکھئے آپ سب انسان ہیں۔ آپ میں امتیاز عہدہ سے ہوگا، کوئی ڈی سی صاحب ہوگا اور کوئی اور کچھ۔ اس آیت میں **یوحیٰ الی** میں عہدے کا ذکر ہے۔ اس لئے مولوی سعید صاحب

نور ارسولا والی آیت پڑھے۔

مولوی سعید احمد اسد:

نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه.

میں نے آیت پڑھی تھی۔

واذ قال ربک للملئكة انی جاعل فی الارض خليفة.

روح المعانی والے، بیضاوی والے لکھتے ہیں خلیفہ ہوتا ہی وہ ہے جو ذوجہتیں ہو، اس کا تعلق ادھر بھی ہو اور ادھر بھی ہو۔ جس طرح جبرائیل علیہ السلام آئے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام تھے نور، آئے تھے بشر بن کر، کیوں؟ اس لئے کہ وہ صرف نور ہیں، یہ صرف بشر، فیض دینا تھا دیتے کیسے؟

فتمثل لها بشرا سويا.

بشر بن کر آئے تھے۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی کتاب پڑھی اور دھوکا دینے کی کوشش کی نبی صرف انسانوں میں ہوتے ہیں۔ تو جناب یہ مقابل ہے کہ کیا جن اور فرشتے بھی نبی ہوتے ہیں؟ فرمایا یہ جن ہوتے ہیں اور نہ فرشتے ہوتے ہیں۔ انسانوں کے پاس جو نبی آتے ہیں وہ بشر بن کر آتے ہیں۔

شیخ محدث شاہ عبدالحق محدث دہلوی انہوں نے مدارج النبوۃ میں لکھا:

''درحدیث صحیح آوردی اول ماخلق اللہ نوری''۔

دوستو! گو میری بات شروع تھی۔ میں نے کہا تھا کہ نبی رحمۃ للعلمین ہیں۔ رحمۃ للعلمین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح عالمین سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بات میں نہیں کہتا علامہ آلوسی کے حوالے سے کہتا ہوں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات رحمۃ للعلمین ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین تھے۔ اس لئے کان نورہ اول المخلوقات۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رحمت کائنات ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مصطفیٰ کے نور کو پیدا کیا۔

فی خبرہ اول ما خلق اللہ تعالیٰ نور نبیک یا جابر.

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا ہے۔ آپ یہ کہتے ہیں اول ما خلق اللہ نوری۔ سنو! اس حدیث کو کس کس نے نقل کیا روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۱۸ اول ما خلق اللہ نوری۔ معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی تفسیر، ان کی تفسیر دیکھیں انہوں نے لکھا ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ وہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ اور پھر قصیدہ بردہ اس کے اندر حدیث موجود ہے۔ صفحہ ۱۲۵ اٹھایئے بیضاوی اٹھایئے جلد ۴ صفحہ ۱۴۴ پر حدیث موجود ہے۔ مدارج النبوۃ اٹھایئے جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲ حدیث موجود ہے۔

میرے دوستو بزرگو! اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بنایا اور اس کو تو پوری امت قبول کر چکی ہے۔ اگر ذات نور مان لینے سے اول ما خلق اللہ نوری عقیدہ مان لینے سے مولوی سعید احمد اسد مشرک ہے تو تھانوی کیسے بچتا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب

الحمد للہ و کفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذی اصطفی. اما بعد.

میرے دوستو بزرگو! میں نے آپ حضرات کے سامنے واضح بات سمجھانے کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی نور ذات ہونے کی بات عرض کی تھی۔ جس کے جواب میں سعید صاحب نے صرف اتنی بات فرمائی ہے کہ وہ جب آئے **فتمثل لها بشرا سویا**۔ تو دیکھئے یہ دلیل ان کی نہیں ہماری ہے۔ جو شخص بھی نور ذات ہو اور تمثل بشر کا بن کر آ جائے اس کے لئے قرآن تمثل کا لفظ لاتا ہے۔ اسی طرح یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمثل کا لفظ دکھا دیں۔ یہ قیامت تک نہیں دکھا سکتے۔ اور میں نے بتایا تھا کہ جب فرشتے اس تمثل میں آتے ہیں تو وہ کھانا نہیں کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے

لباس بشری میں آئے ہیں تو انہوں نے کھانا کھایا ہے؟ یقیناً نہیں کھایا۔

میں نے کہا تھا کہ ذات کی پہچان کا یہاں سے پتا چلے گا کہ ان کے باپ کون ہیں؟ ان کا نکاح ہے یا نہیں۔ لیکن اس بات کو انہوں نے چھیڑا تک نہیں۔ البتہ ایک بات انہوں نے یہ کہی ہے کہ میں نے پہلے آیت پڑھی تھی کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا اور خلیفہ ذو جہتیں ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ذو جہتیں کا لفظ جو ہے قرآن پاک میں تو یہ نہیں دکھا سکے۔ اگر ذو جہتیں کا مطلب یہی ہے کہ وہ خدا سے وحی لیتا ہے اور مخلوق کو دیتا ہے۔ تو اس کا کسی نے انکار کیا ہی نہیں۔ ہم نے تو خود اپنے دعویٰ میں لکھ بھیجا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہدایت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نور ہدایت بھی ہے اور ساری امت اس میں آپ کی محتاج ہے۔

تو دیکھئے بات واضح ہوگئی میں نے لیلۃ القدر کی مثال سے یہ بات پہلے بتا دی تھی، شمار تو یہ رات ہی ہوگی لیکن فضیلت میں یہ ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

دوسری مثال سارے ہفتے کے دنوں میں جمعے کا دن بھی شامل ہے۔ لیکن جب گنتی ہوگی تو اس کو دن کہا جائے گا لیکن جب اس کی شان کا بیان آئے گا تو پھر یہ کہا جائے گا کہ باقی ہفتہ کے چھ دن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

ہمارے ملک کے صدر جو ہیں وہ جب پاکستان کی مردم شماری ہوگی، تو وہ پاکستانی شمار ہوں گے۔ لیکن جب ان کے عہدے کی بات آئے گی تو ہم یہ کہیں گے کہ پورے ملک میں ایک عہدہ ہے جو صدر صاحب کے پاس اور کسی کے پاس یہ عہدہ نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے بارے میں یہ بات آئی کہ آپ کی ذات کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم سے ہیں۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدہ کی بات آئے گی تو صدر صاحب کے بارے میں تو ہم یہ ہی کہیں گے کہ پورے ملک میں بڑا عہدہ ان کے پاس ہے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہم کہیں گے کہ تمام کائنات اور سارے جہانوں سے آپ کا عہدہ بڑا

ہے۔ سارے نبی مل کر بھی اس مقام کو جھانک نہیں سکتے جو خدا نے آپ کو دیا ہے۔

لیکن جس طرح عہدہ ذکر کرنے سے لیلۃ القدر کی رات کے رات ہونے کا انکار لازم نہیں آتا اسی طرح جمعہ کا دن ہونے کا انکار لازم نہیں آتا۔ صدر صاحب کا پاکستانی ہونے کا انکار لازم نہیں آتا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عہدوں کا ذکر کرنے سے آپ کے بشر ہونے کا انکار لازم نہیں آتا۔

میں نے ان سے مطالبہ یہی کیا تھا کہ آپ اس حدیث کو سچ ثابت کریں۔ اب مناظرے میں پیش انہوں نے کی ہے نہ کہ تھانویؒ صاحب نے اب کبھی کہتے ہیں کہ جب تھانویؒ کریں گے حضرت کا وصال ہو چکا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ مفتی صاحب پیش کریں گے۔ میں نے کہا کہ جو بات تقریر میں کہی تھی، یہ تھی کہ انہیں سمجھ نہیں آتی۔ اگر مولانا تھانویؒ کی کتاب سندوں کے ساتھ ہے۔ باقی ساری حدیثیں انہوں نے سندوں کے ساتھ لکھی ہیں تو پھر تو انہیں یہ بھی سند سے لکھنی چاہیے تھی۔ لیکن وہ تو سندوں والی کتاب نہیں۔

جب بھی حدیث کی صحت کی بات آئے گی تو روح المعانی نہیں دیکھی جائے گی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ یہ مدارج النبوۃ میں ہے۔ یہ نشر الطیب میں ہے، یہ دیکھا جائے گا کہ کس سند کے ساتھ ہے۔ لیکن یہ سند بیان نہیں کر سکتے۔

مولوی سعید احمد اسد:

نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتو كل عليه.

اصل میرے لئے مسئلہ یہ ہے کہ مولانا تو اپنی تقریر کرتے رہتے ہیں، میں تو پیش کرتا ہوں حوالے، دلائل پیش کرتا ہوں۔ سیدھی سی بات ہے انہوں نے کہہ دیا کہ تھانوی صاحب ضعیف حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ ان کو سند کا نہیں پتا تھا۔ امین اوکاڑوی صاحب کو آج زیادہ پتا ہے احادیث کی صحت کا۔

پھر انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کی کوئی اولاد تھی، کتنی شادیاں کی تھیں، نور تھا تو نور تو دوسرے کام نہیں کیا کرتے۔ اگر قرآن پڑھ لیتے تو قرآن

میں کہیں لکھا ہے کہ نور کھا نہیں سکتا۔ موسیٰ کا تھا ڈنڈا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الق عصاک فاذا ھی تلقف مایافکون.

ڈنڈا پھینکا بن گیا سانپ حقیقت میں ڈنڈا، ظاہر میں سانپ۔ جب تک ڈنڈہ تھا کھاتا پیتا نہیں تھا۔ جب وہ دوسری صورت میں آیا تو وہ کھاتا پیتا تھا، یہ قرآن پڑھا ہے۔

مولانا پھر میرا مطالبہ یہ ہے میں نے عرض کیا کہ سراجاً منیرا میں نے کہا نبی صرف نور ہی نہیں نور دینے والے بھی ہیں۔ کیا صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نور نہیں لیتے تھے؟ حضورؐ نے دونوں آنکھوں کے درمیان انگلی ماری میرے آقا کا یہ انگلی مارنا تھا کہ یہ چمکنے لگ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو صحابہ تھے، جا رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو لاٹھی پکڑا دی لے جاؤ اندھیرا ہے روشنی ہوگی، لاٹھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگنے سے لاٹھی نور ہو گئی۔

قرآن کی آیت ہے حضور نور نہیں، بشریت والی آیتیں پڑھتے رہو، پڑھتے رہو۔ ہم بشریت کا انکار نہیں کرتے اور دیکھو ہاروت اور ماروت فرشتے تھے یا نہیں؟ بشر بن کر آئے تو بشروں والے کام بھی کرتے تھے۔

میری دلیل تھی الا رحمة للعلمین. مولوی صاحب حسین احمد مدنی ان کی کتاب شہاب ثاقب اس کو بھی ذرا پڑھ لیجئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سارے بزرگ جو تھے یہ تمام حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذات پر نور کو اور یہی معانی

لولاک لماخلقت العالم واول ما خلق الله.

آپ کے بزرگ بھی مانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سب سے پہلے بنا اس لئے تھا کہ کائنات کے ذرے ذرے، قطرے قطرے کو مصطفیٰ کے واسطے سے رب کا فیض ملے۔ انہوں نے کہا یھدی بہ اللہ یہاں پر نور ہدایت مراد ہے۔ ذات مراد نہیں ہے۔ یہاں نور مراد قرآن ہے۔ اگر آپ نے کبھی پڑھا ہوتا تو آپ کو پتا چل جاتا جو اہل عرفان ہیں انہوں نے نور سے مراد بھی، مصطفیٰ کی ذات لی ہے اور قرآن سے مراد بھی مصطفیٰ کی ذات مراد لی ہے، نور بھی مصطفیٰ، قرآن بھی مصطفیٰ۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد لله و كفى والصلوٰة والسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد.

آپ نے سعید احمد کی عاجزی دیکھی، یہ کبھی تو کہتے ہیں کہ موسیٰ کا ڈنڈا جیسے سانپ بن گیا تھا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس ڈنڈے سے تشبیہ دی جارہی ہے۔ خدا کی کتاب قرآن میں انہوں نے ہمارا عقیدہ شہاب ثاقب سے بتایا کہ ہم نبی کے کمالات کے کتنے قائل ہیں اور ہم نے نور ہدایت لکھ کر موضوع میں دیا ہوا ہے ناں۔ اس بات کا تو ہم نے انکار نہیں کیا۔ لیکن دراصل انکار ہم اس چیز کا کر رہے ہیں کہ یہ جس کو ڈنڈوں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ میں آج تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ سانپ کا ذکر کر سکتے ہیں۔ اس کی ذات بدلنے کا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی صریح آیت پیش کیوں نہیں کرتے کہ ان کا ظاہر، باطن اور تھا۔

بات تو یہ ہے کہ سارا قرآن اٹھایا ہوا ہے لیکن اس قرآن سے ایک آیت تو یہ ...ل دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح میں نے ڈنڈے کو سانپ بنا دیا تھا میں ... سی ذات نور کو بشر بنا دیا ہے۔ اور یہ ڈنڈے کی تشبیہ یہ دے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تنقیص کی جارہی ہے۔ جاء الحق میں شکاری کی تشبیہ دی ہے مفتی احمد یار خاں نے کہ جس طرح شکاری بناوٹی آواز نکالتا ہے تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح اس دنیا میں شکار کرنے آئے تھے۔ (نعوذ باللہ)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ اگر قرآن پاک میں ایک آیت بھی ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات نور ہیں تو اس قسم کی بات نہ کرتے۔ دیکھو یہ قرآن جو ہے خدا کا کلام ہے یا نہیں؟ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے یا نہیں؟ اب کوئی آدمی اس کو خدا کا کلام نہ مانے وہ بھی کافر ہے، لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل مانے یہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے تو وہ بھی کافر ہے یہ معجزہ تو ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کلام کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا۔

اس طرح معجزات دوسرے جو عملی ہیں وہ معجزے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں اور کام خدا کا ہوتا ہے۔ تو اندازہ لگائیں کہ انہوں نے یہ بتایا کہ جس طرح اس سانپ کی نسل نہیں چلی دنیا میں اس اونٹنی کی نسل چلی جو پہاڑ سے نکلی تھی؟ نہیں چلی۔ تو یہ بھول گئے اگر یہ اس سانپ کی نسل ثابت کرتے تو چلو ہم مانتے کہ چلو ان کے پاس قرآن کی آیت نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں قیاس ہے۔ جعلی قیاس، لیکن یہ اپنے جعلی قیاسوں کو بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

تو دیکھئے وہ اونٹنی معجزہ تھی یا نہیں تھی؟ تو انہوں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈنڈے سے تشبیہ دی۔ تو یہ جو کہا وہ کھاتے تھے؟ قرآن پاک میں تو صاف کہا ہے کہ یہ خیال پیدا ہو رہا تھا۔ تو اب اس اندازہ میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔ کبھی شکاری کی مثال مفتی احمد یار خاں صاحب دیتے ہیں۔ کبھی ڈنڈے کی مثال یہ بیان کرتے ہیں۔ لیکن ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے۔

لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ ایک آیت پیش کریں جس میں ذات کی نفی ہے۔ انہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی یاد نہیں۔

البينة على المدعى واليمين على من انكر.

دعویٰ دلیل مدعی کے ذمے ہے۔ مدعی یہ بنے کہ نہیں بنے؟ دیکھو یہ کس قسم کا مغالطہ دے رہے ہیں۔ آپ لوگ یہ کہیں گے کہ مناظرہ ہو رہا تھا اور سعید صاحب ڈنڈے سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشبیہ دے رہے تھے۔ باہر جو لوگ کھڑے ہیں تو وہ کہیں گے کہ مناظرہ ہم نے دیکھا ہی نہیں۔ تو ان کی نفی کی بات حجت ہوگی یا آپ کی دیکھنے والوں کی؟ دیکھنے والوں کی۔ تو دلیل اس کے ذمے ہوتی ہے جو کسی چیز کا دعویٰ کرے۔ مدعی یہ ہے آیت پیش کرے۔

مولوی سعید احمد اسد

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه.

کمبوہ شریف میں لائل پور سے آیا مولانا پہلے لائل پور تھا تب آیا، اللہ فرماتا ہے۔

قد جآء کم من الله نور.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نور آئے، تو آنے سے پہلے وہاں نور تھے یا نہیں؟ اور پھر آپ نے کہا یھدی به الله من اتبع.

روح المعانی اٹھا کر دیکھو میں نے پچھلی تقریر میں کہا تھا نور سے مراد بھی مصطفیٰ کی ذات مفسرین نے مراد لی ہے۔ قرآن پاک سے بھی تو اس لئے تو کہا۔

واما اشارة الی النبی ولذالک کسرت الضمیر.

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف لوٹ رہی ہے۔ بڑا شور مچایا انہوں نے نور ہدایت ہے۔ قرآن کہتا ہے وبالنجم هم یهتدون تاروں سے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ تارا نور ہے ہدایت بھی ملتی ہے۔ بات بھی نور ہے۔

پھر میں نے عبارت پڑھی کوئی جواب نہ آیا، سراجا منیرا پڑھا کوئی جواب نہیں آیا، رحمۃ للعلمین والی آیت پڑھی تھی اس کا جواب نہیں آیا۔

الله نور السموات والارض مثل نوره کمشکوة فیها مصباح.

میں نے آٹھ تفسیروں کے نام لئے تھے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نور مراد لیا ہے۔ حضرت کعب احبارؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال ہے۔ اس کا جواب نہیں آیا۔ تھانویؒ صاحب لکھتے ہیں عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا:

یا جابر ان الله خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره

آپ کے مولانا تھانویؒ نے جو حدیث نقل کی یہ حدیث قصیدہ بردہ کے اندر موجود ہے۔ پھر بشر کی ابتدا ہوتی ہے۔ حضرت آدم سے مصطفیٰ تو پہلے سے موجود تھے۔ حضرت مولانا تھانویؒ بھی حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن ساریہؓ سے روایت ہے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا، آدم ہنوز اپنے خمیر میں پڑے تھے۔

آدم ابھی خمیر میں تھے مصطفیٰ خاتم النبیین ہو چکے تھے۔ یہ حدیث بھی تھانویؒ صاحب نقل کرتے ہیں۔ اگر ہم نقل کرتے تو نہ مانتے اب تو تمہارا ابا نقل کر رہا ہے۔

اور سنو! میرے دوستو میں ایک بات اوکاڑوی صاحب پر واضح کر دوں کہ میں نے پچھلی تقریر میں کوشش کی تھی کہ دیکھو جی اعلیٰ حضرت نے کہا میرا دین، دین تو ان کا ہوگا شریعت کے مغایر ہوگیا۔ تو میرے دوستو اور بزرگو قبر والا کیا پوچھے گا من ربک آگے تیرا دین ہوسکتا ہے تو میرا دین نہیں ہوسکتا دین تو وہی ہے۔

پھر میں یہ تذکرہ الرشید سے بھی پڑھ کر دکھا سکتا ہوں، میں افاضات یومیہ سے بھی پڑھ کر دکھا سکتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ آج کمبوہ کے اندر شکر ہے اللہ کا آگئے ہیں۔ یہ مصطفیٰ کی نورانیت کا مسئلہ سب پر واضح کر دوں۔ پتا نہیں آپ لوگوں سے دوبارہ کہاں ملاقات ہو پہلے ہی دو سال بعد قابو آئے ہیں میرے۔

پچھلے سال بھی جمعرات تھی آپ پیر ہے، میں کہتا ہوں جمعرات بھی ہماری ہے اور پیر بھی ہمارا ہے۔ دوستو بزرگو! حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میں آدم ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے۔ یعنی ان کے دل میں جان نہیں آئی تھی مصطفیٰ اس وقت بھی نبی تھا۔ اور مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں اور روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن کہا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے نبی تھے اور اگر ذات موجود نہیں تھی تو نبوت کس کو ملی۔ اور درمنشور میں اس مضمون کی کافی روایتیں موجود ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب

الحمد لله و كفى و الصلوٰة و السلام على عباده الذين اصطفىٰ. اما بعد.

اب دیکھئے سعید صاحب نے یہدی بہ اللہ والی آیت کو پھر یاد کیا اور کہا کہ میں نے وہ آیت پڑھی، وہ آیت پڑھی، جتنی آیتیں پڑھیں وہ تو ہمارا عقیدہ ہے کہ نور ہدایت ہے تو جب ان کو مانتے ہیں۔ ذات والی اس نے اب بھی نہیں پڑھی اور مثال دی کہ میں لائل پور سے آیا ہوں کمبوہ شریف آیا ہوں پہلے میں لائل پور تھا۔ تو اس نے گویا اللہ کے نبی کو خود اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹکڑا مان لیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خدا میں تھے۔ اور اس کے بعد آئے۔ یہ معنی خود احمد رضا نے لکھا ہے کہ جو یہ کہے وہ کافر ہے۔

اور یہ صلوٰۃ الصفا میں لکھا ہے کہ یہ حدیث جو ہے یہ متشابہات میں سے ہے۔ دیکھئے اس حدیث کے بارہ میں میں نے بار بار کہا کہ اس کی صحیح سند پیش کرو۔ لیکن ابھی تک یہ سند پیش نہیں کر سکے۔ نہ قیامت تک کر سکیں گے۔

اس کے بعد یہ کہا کہ میں نے جو یہ عبارتیں پیش کیں ہیں ان میں اشارہ ہے۔ عقائد کے مسئلے گونگوں کے اشاروں سے نہیں سمجھائے جاتے۔ یہ مان گیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا اشارہ نہیں صریح ہے۔ اور اس آیت میں اور کوئی تاویل بھی نہیں چلتی۔

اور اب دیکھئے جہاں سے چلے تھے اب خود یہاں اس کا انکار کر رہے ہیں۔ چلے یہاں سے تھے میں کہ جو حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور اب کہہ رہا ہے کہ بشریت آدم سے پہلے شروع ہے۔ تو جو پہلے ہو وہ بشر کیسے ہوگا۔ لہٰذا آپ نے بشریت کا انکار کر دیا تو خود اپنی تحریر کے اعتبار سے بشریت کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔

تو جو انہوں نے حدیث پڑھی کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب ابھی آدم علیہ السلام جو ہیں ان کا خمیر بھی نہیں بنا تھا۔ تو اس حدیث کی بھی پہلے سند پیش کریں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ مطلب سمجھائیں کہ حضرت ﷺ اس وقت خاتم النبیین تھے۔ تو آدم کو لے کر جتنے نبی بعد میں آئے ان کا بعد میں آنا ختم نبوت کے خلاف ہے یا نہیں؟ کیونکہ جب اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خاتم النبیین تھی ان کے نزدیک تو خاتم النبیین کے بعد آدم علیہ السلام دنیا میں آسکتے تھے، نوح علیہ السلام

آ سکتے تھے؟

اس لئے یہ ایسی احادیث کی طرف بھاگ رہے ہیں جن کے بارے میں احمد رضا نے ان کورد کیا تھا کہ۔

''خبردار! آیات قرآنیہ کے مقابلے میں خبر واحد صحیح ہو وہ بھی پیش نہ کرنا اور یہ بھی کہا تھا کہ

''بعض جاہل ایسے بدمست ہوتے ہیں جو آیاتِ قطعیات کے مقابلے میں متشابہات پیش کرتے ہیں۔

اور احکام شریعت میں مولوی احمد رضا نے کہا تھا۔

خبردار میری بات جو ہے اس کو ذہن میں رکھنا کبھی متشابہات پیش نہ کرنا۔''

اور پہلی تقریر میں چونکہ انہوں نے عطف کو مغایرت کے لئے کہا تھا۔ اس کے بعد اس عبارت کو نہیں چھیڑا۔ دین تو شریعت والی وصیت کو، کیونکہ انہوں نے خود مانا تھا کہ عطف ہمیشہ مغایرت کے لئے آتا ہے۔ اس لئے میں اس قول کو مان کر اس کو ترجیح دے رہا ہوں۔ اب سوچا کہ عطف والی بات شاید لوگوں کو بھول گئی ہو گی تو اب یہی کہا کہ کیا قبر میں یہی پوچھا جائے گا کہ تم حتی الامکان اتباع شریعت کرتے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت کا دین مذہب کتابوں والا بھی مانتے تھے یا نہیں۔ یہ سوال ہوگا کوئی قبر میں؟ نہیں۔ تو یہاں عطف مغایرت کے لئے ہے۔ اور وہ میں نے بتایا تھا کہ اعلیٰ حضرت کا دین نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں ہے نہ فقہ حنفی میں ہے۔ وہ تو ہے اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں تو اس لئے یہ جو انہوں نے۔

مولوی سعید احمد اسد

نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به و نتو كل عليه.

انہوں نے یہ جو کہا ہے کہ اللہ کی طرف سے نور آیا تو انہوں نے حضور ﷺ کے نور کو اللہ کا ٹکڑا مانا۔ میں نے کہا میں لائل پور سے آیا میرے آنے سے میں لائل پور کا ٹکڑا بن

گیا؟ پھر آپ نے کہا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا ابھی آدم کا خمیر تیار نہیں ہوا تھا۔ تو حضور ﷺ اگر اس وقت خاتم النبیین تھے تو بعد میں انبیاء کیوں آئے۔ اس سے تو ختم نبوت کا انکار ہوتا ہے۔

آپ نے یہ تقریر دلپذیر فرمائی کاش آپ تھانویؒ صاحب کی تحریر پڑھتے تھانویؒ صاحب اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت بلکہ خود ختم نبوت ہی کے ثبوت کا کیا مقتضیٰ۔ کیونکہ نبوت آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں ملی۔ اور چونکہ آپ ﷺ سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم دیا گیا۔ سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضیٰ ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے۔ مرتبہ ثبوت میں نہیں۔ جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے ملنے لگے۔ مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔ مصطفیٰ ﷺ کو ختم نبوت کا عہدہ اس وقت مل چکا تھا جب آدم کا ابھی پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ حضور ﷺ کا عہدہ بڑھ چکا تھا۔ حضور ﷺ سے فیض چل رہا تھا، ظہور ختم نبوت کا سیدہ آمنہ کے بطن سے آنے کے بعد ہوا۔ حضور ﷺ کی اسوقت ذات بھی تھی خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ ذات بھی تھی صفت بھی تھی۔

سنو یہدی بہ اللہ کس سے ہدایت ملتی ہے؟ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نور کہا اور امداد السلوک پڑھو حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نور فرما دیا اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ واضح ہے کہ نور کے علاوہ تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔ امداد السلوک صفحہ ۱۵۶۔

حضور ﷺ کی ذات نور نہیں تھی تو سایہ کیوں نہ تھا؟ آیئے مولوی صاحب لکھتے ہیں ذرا سنو مولانا عبدالحق فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نور فرما دیا اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہیں رکھتے تھے۔

شیخ محدث شاہ عبدالحق محدث دہلوی جن کو آپ بھی مانتے ہیں ہم بھی مانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ۔

''آنحضرت را سایہ نہ در آفتاب نہ در قمر۔''

مصطفیٰ ﷺ کا سایہ نہ تھا، وہ جب چاند میں چلتے تو سایہ نہ ہوتا، سورج کی روشنی میں چلتے تو سایہ نہ ہوتا۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند دکھادوں، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں مفتی شفیعؒ سے کسی نے پوچھا کہ ذرا وہ حدیث تو دکھادیں کہ جس میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ مفتی شفیع صاحبؒ نے حدیث لکھی اور کہہ دیا حضور ﷺ کا سایہ مبارک نہ تھا۔

تفسیر مدارک اٹھاؤ، حضرت عثمانؓ کہتے ہیں۔

ان اللہ ما اتیٰ ظلک علی الارض لئلا یضع الانسان قدمہ علی ذالک الظل.

حضرت عثمانؓ نے کہا آقا اللہ نے تو آپ کا سایہ بھی نہ بنایا تھا کہ آپ کے سایہ پر کسی کا قدم نہ پڑ جائے۔

جب مصطفیٰ ﷺ کا سایہ نہ تھا معلوم ہوا مصطفیٰ ﷺ کی ذات نور تھی، حضور بشر بن کر آئے، حضور ﷺ کی ذات نور تھی۔

جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں، یہ فتاویٰ دارالعلوم کی عبارت ہے۔ انہوں نے حدیث سے ثابت کیا۔ مفتی شفیع صاحب نے کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اس حدیث کا میں نے جواب دے دیا۔ آپ کا جواب نہیں آیا۔ معالم التنزیل میں حدیث ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

انا اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث.

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ و کفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

میرے دوستو بزرگو! میں نے مولانا سے پوچھا کہ خاتم النبیین کا اصل مفہوم کیا تھا۔ تو مولانا نے فرمایا کہ یہ تمہارے بابا حضرت تھانویؒ نے یہ لکھا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ علم

کی اگر کوئی بات نہیں ملتی ہے تو ہمارے ہی در سے ملتی ہے۔

میں یہی بتانا چاہتا تھا کہ ہمارے در کے یہ کتنے محتاج ہیں، اور چونکہ انہوں نے احمد رضا کو چھوڑ رکھا ہے۔ انہوں نے بار بار انہیں کہا تھا کہ متشابہات قطعیات کے مقابلے میں پیش نہ کرنا لیکن اب یہ تھانوی صاحب کو مان رہا ہے۔

اس نے ساری تقریر میں یہ زور لگایا کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں بھی یہ احمد رضا کو اکیلا چھوڑ گیا۔ وہ کہتا ہے کہ حلوانہ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ ہم کسی سفر میں تھے۔ تو ایک اونٹ بیمار ہو گیا آپ ﷺ کو سواری کی ضرورت تھی تو آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم اونٹ دے دو، انہوں نے نہیں دیا۔ تو حضور ﷺ ناراض ہو گئے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں انتظار کرتی رہی۔ حضرت ﷺ میرے گھر تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ ایک دن دوپہر کا وقت تھا۔

فاذا انا یوم نصف النهار اذا انا ظل رسول الله مقبل.

میں نے دیکھا کہ حضرت ﷺ کا سایہ میرے گھر میں آیا، دیکھنے والی کون ہیں ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ حضرت ﷺ کا سایہ تھا۔

اسی طرح روح فراح میں یہ روایت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ جماعت کروا رہے تھے۔ آپ ﷺ نماز پڑھاتے پڑھتے آگے بڑھے پھر پیچھے کی طرف ہٹے تو عرض کیا گیا کہ حضرت! کیا کوئی نماز کا نیا طریقہ تھا۔ آپ آگے بڑھے پھر پیچھے ہٹے۔ تو آپ ﷺ نے اپنے کشف کا اظہار فرمایا۔ فرمایا مجھے جنت کشف میں دکھائی گئی اور میں وہاں پھل توڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ تو دوزخ کشف میں دکھائی گئی وہ اتنی قریب تھی۔

حتیٰ رایت ظلی وظلکم فیه.

کہ میں نے اپنا اور تمہارا سایہ اس آگ کی روشنی میں دیکھا۔

آنحضرت ﷺ اپنا سایہ دیکھتے ہیں، ام المؤمنین آپ ﷺ کا سایہ دیکھتی ہیں۔ اس لئے محدثین دونوں اقوال ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جو حدیث موجود ہے اس کی تو کوئی سند موجود ہی نہیں تو فضائل ومناقب میں اگر کسی نے کوئی اختلافی بات نقل کر دی تو وہ معجزہ۔

تو اس سے عقیدہ کا مسئلہ کیسے ثابت ہوگا؟۔عقیدہ کا مسئلہ ایسی حدیثوں سے اہل سنت والجماعت کے اصولوں کے مطابق ثابت نہیں ہوسکتا۔مولانا احمد رضا بار بار آپ کو کہہ رہے ہیں کہ میرے مذہب پر بٹانہ لگاؤ۔

مولوی سعید احمد اسد

الحمد لله وكفى والصلوٰة والسلام على عباده الذين اصطفىٰ. اما بعد:

آپ تقریریں سنیں میں بار بار چیلنج کرتا ہوں کہ خدا کے لئے ایک ایک آیت پڑھو کہ اس میں لکھا ہو کہ نبی ﷺ کی ذات نور نہیں۔ایک حدیث پڑھ دو جس میں لکھا ہو کہ نبی ﷺ کی ذات نور نہیں۔کسی صحابی کا قول پڑھ دو، میں نے آیات پڑھیں اس کا جواب کوئی نہیں ہے۔ احادیث پڑھیں اس کا جواب کوئی نہیں دیا۔حضرت کعب بن زہیرؓ صحابی رسول حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کیا میں قصیدہ پڑھنا چاہتا ہوں۔مشہور قصیدہ کے نام سے۔اور آپ ﷺ کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

وان رسولا لنور يستفاد به

میرا یہ آقا، میرا رسول ﷺ نور ہے ان سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔
صحابہ روشنی مانگتے ہیں۔

وصارم من سيوف الله سلول

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تلوار ہیں۔

اٹھاؤ! المستدرك على الصحيحين.

اس کے انوار موجود ہیں۔کہ جب صحابی رسول ﷺ نے یہ کہا کہ میرے آقا نور ہیں ان سے روشنی مانگی جاتی ہے۔

ان رسولا لنور يستفاده به

اشار رسول الله اذا الخلق بكله يسمع میرے آقا نے اشارہ کیا سنو،

سنو میرا اصحابی کیا کہہ رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح ہے مستدرک اٹھا کر دیکھئے، ذہبی اٹھا کر دیکھئے، ایک دن حضرت عباسؓ میرے آقا کی بارگاہ میں آئے اور فرمایا۔

''میرے آقا میں تیری نعت پڑھنا چاہتا ہوں''

حضور ﷺ نے فرمایا میری نعت پڑھنا چاہتے ہو فرمایا یستطل اللہ بفاک۔ اللہ تیرا منہ سلامت رکھے۔ حضرت عباسؓ نے جب آپ کی موجودگی میں نعت پڑھی، میرا آقا سن رہا ہے، صحابہؓ کا مجمع ہے، حضور ﷺ دعائیں دے رہے ہیں۔ شعر ہے:

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضائت بنورک الدفق

فنحن فی ذالک الدیار وفی النور سبل الرصاد نحترق

میرے آقا جب آپ ﷺ کی بناوٹ ہوئی تھی، آپ ﷺ جب پیدا ہوئے، زمین روشن ہوگئی آپ کے نور سے، آفاق روشن ہو گئے اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کا پتا چل رہا ہے۔

میں ترجمہ تھانویؒ کا پڑھ رہا ہوں، اور روایت بھی تھانوی کی نقل کر رہا ہوں۔

تھانوی صاحب نے یہ حدیث لکھنے کے بعد قصیدہ بردہ کے دو شعر بھی نقل کئے اور سنو تھانوی صاحب لکھتے ہیں یہ کونسا قصیدہ ہے جو الہام ربانی سے لکھا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا تو مصطفیٰ ﷺ سن رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔

جس وقت انبیاء دنیا میں آئے آقا، وہ تمام کمالات ان کو آقا آپ ﷺ کے نور سے ملے۔ مصطفیٰ مہر لگا رہے ہیں۔

اور مدارج النبوۃ اٹھاؤ، شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں مصطفیٰ چوٹی سے لے کر قدم تک سارے نور تھے۔ اگر مصطفیٰ بشری لباس پہن کر نہ آتے تو کوئی بھی میرے آقا ﷺ کے جمال کو نہ دیکھ سکتا، پھر بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی صاحب انہوں نے بھی یہ کہہ دیا۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

تیرا جمال بشریت کا پردہ ہے، یہ نہیں جانتے سوا خدا کے۔

بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے تو شمس نور ہے

تو نور کا سورج ہے، اور یہ سب آنکھوں والے نبی ﷺ کا نور نہیں مانتے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد لله وكفى والصلوٰة والسلام على عباده الذين اصطفىٰ. اما بعد.

آپ سن رہے ہیں کہ قرآن پاک میں نور ہدایت تو صاف واضح تھا یہ قرآن کی کوئی آیت نہیں پیش کر سکے، قصیدہ سے پڑھا اور اس میں سے بھی بس یہی پڑھا کہ آپ ﷺ کے نور سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ تو نور نبوت اور نور ہدایت ہے۔ اس کا انکار کس نے کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو نعت پڑھی، اس میں بھی یہی تھا کہ ہم آپ ﷺ کے نور ہدایت میں ہدایت کے راستے تلاش کرتے ہیں۔

تو اس میں کس نے انکار کیا تھا اور جو بات صحابہؓ نے فرمائی نور ہدایت ہونے کی حضرت نانوتویؒ بھی تو صحابہؓ کو ماننے والے ہیں۔ انہوں نے بھی یہی بات بیان فرمائی، بات تو یہ تھی کہ یہ کس قسم کا نور مانتے ہیں۔ کبھی ڈنڈوں سے تشبیہ دیتے ہیں، کبھی سانپوں سے، کبھی شکاریوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ کوئی آیت یا حدیث پیش نہ کر سکے ہیں اور نہ کر سکیں گے۔ نور ہدایت کے بارہ میں مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہمارے علماء کی عبارتیں بھی یہ خود پڑھتا رہا ہے۔ تو دیکھو تمہارا عقیدہ بھی نور ہدایت کا ہے، وہ تو میں نے لکھ کر دے دیا ہے۔ تم میرا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہو یا اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے۔

● نور ہدایت تو ہمارا عقیدہ ہے، اس کو آپ صحابہؓ سے ثابت کریں، اہل بیت سے ثابت کریں، میرے اکابر علماء سے ثابت کریں۔ اگر چہ پاکیزہ زبان سے، یا گندی زبان سے تم ناخلف ہو، کسی طریقہ سے بھی ثابت کریں۔ لیکن یہ تو ہمارا عقیدہ ہے۔ یہ تو زیر بحث ہی نہیں، زیر بحث یہ ہے کہ آپ کے اپنے فتویٰ سے نعیم الدین ڈبل کافر ہو چکا ہے۔ وہ ابھی

تک رو رہا ہے کہ میرا ایمان ثابت کروا گر مناظرہ سے نکلنا ہے۔ اور دوسرا تم نے جو یہ ہے۔
نبی ﷺ کا ظاہر و باطن ایک نہیں، جو تم نے مجھے تحریر میں لکھ کر دیا ہوا ہے اس پر ایک بھی آیت
یا ایک بھی حدیث پیش نہیں کر سکے۔ ادھر ادھر بھاگنے سے اور کیا فائدہ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ
صرف ایک آیت پیش کرو۔

اب انہوں نے خود جن حدیثوں کے بارہ میں میں نے مطالبہ کیا تھا، یا جابر والی
حدیث کی سند پیش کی؟ قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ دیکھئے اس حدیث کو پیش کریں اس
کی سند کو پیش کریں اور اس کا اور اس کی سند کا صحیح ہونا ثابت کریں۔

دیکھئے ان کے صدر شیخ الحدیث ہیں۔ شیخ الحدیث کو تو لاج رکھنی چاہئے حدیث کی
یا نہیں؟ کہ بھائی میں سند بتا دوں، میں اجازت دیتا ہوں کہ اگر سعید احمد کو سند نہیں آتی تو
اپنے شیخ الحدیث صاحب سے پوچھ کر ہی بتا دیں، لیکن میں واضح لفظوں میں کہتا ہوں کہ
جس طرح انہیں سند نہیں آتی شیخ الحدیث صاحب کو بھی نہیں آتی۔

وگرنہ وہ بار بار کہنے سے ایک مرتبہ سے کہہ دیتے کہ سند بتا دو یا لکھ کر رکھ دیتے۔
کہ بیٹا یہ سند ہے سنا دو وہ جو بار بار کہہ رہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ثابت کرو۔ تو ایک ہی
دفعہ سنا دو کہ جان چھوٹے۔

باقی جو کچھ مولانا فرما رہے ہیں اس سارے مناظرے میں اہل سنت والجماعت
کے اصول کو بھی چھوڑا ہوا ہے۔ کیونکہ عقیدے کے اثبات کے لئے قطعی دلیل چاہئے۔ اس
سارے مناظرے میں احمد رضا بریلوی کی شریعت کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ جو ان کی کتابوں سے
ثابت ہے، کیونکہ انہوں نے بار بار کہا اخبار احاد صحیح بھی ہوں تو ان سے استدلال آیات
قرآنیہ کے خلاف نہ لینا۔ اپنے بانی اکبر کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ دیکھئے یہ طبقات مفسرین کس
لئے لکھتے ہیں۔ اس لئے تاکہ کوئی آدمی ان سے باہر ہو کر امت کو گمراہ کرنا نہ شروع کر دے۔

یہ الکلمۃ العلی میں لکھتے ہیں کہ تفسیر کے تمام طریقوں میں:

اول: تفسیر القرآن بالقرآن کا ہے یعنی ایک آیت شریف کا معنی سمجھنے میں اور شرعی
آیت سمجھنے میں دوسری آیت سے مدد لی جائے۔ کیونکہ ان القرآن یفسر بعضہ بعضا

دوسرا درجہ:

بعد ازاں تفسیر بالسنۃ کا درجہ ہے۔ یعنی حدیث شریف سے قرآن شریف کے معنی بتلائے جائیں۔

تیسرا درجہ۔

صحابی کی تفسیر کا ہے، اور خلفاء اربعہ، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کا مرتبہ ہے۔

چوتھا درجہ

تابعین اور تبع تابعین کی تفسیر کا ہے۔

جو آیت ہم نے پیش کی بشریت کے بارے میں وہ اتنی واضح ہے کہ تفسیر کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ اپنی تفسیر اس کے مطابق ثابت کریں۔

مولوی سعید احمد اسد

نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه.

شاید مولانا کو اتنا پتا نہیں چلا وہ تفسیر قابل قبول نہیں ہوتی جو قرآن کے مقابلے میں آئے۔ بھئی میں تو قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر کہہ رہا ہوں کہ مصطفےٰ کی ذات نور ہے۔ دوسرا تھانوی صاحب "نشر الطیب" میں اس عنوان کی سات حدیثیں نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نور ہیں۔

اور دیکھیں پہلی فصل نور محمدی ہی کے بیان میں ہے۔ بھئی ان کو تو مانو۔ پھر آپ نے کہا نور ہدایت مانتے ہیں۔ اشرقت الارض زمین روشن ہوگئی۔ وہ نور ہدایت سے روشن ہوگئی۔؟ آقا جب اس دنیا میں تشریف لائے اشرقت الارض آفاق منور ہو گئے۔ مولوی قاسم نانوتویؒ نے جو کہا:

رہا جمال پہ تیرے   بشریت

آقا تیرا جمال ہے، جمال پر پردہ ہے، محبوب کونسی چیز ہے، اور جمال بتائیں کیا ہے۔ بتائیں جمال کیا ہے؟

شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں چوٹی سے لے کر قدموں تک مصطفیٰ ﷺ سراسر نور تھے۔ اگر بشریت کا نقاب پہن کر نہ آتے تو کسی کے اندر یہ جرأت نہ ہوتی کہ مصطفیٰ ﷺ کے جمال کا دیدار کر سکتا۔

میں نے پھر کہا ایک آیت پڑھو جس میں مصطفیٰ ﷺ کی ذات نور نہیں۔ ایک صحابی کا قول ایسا پیش کرو کہ مصطفیٰ ﷺ کی ذات نور نہیں۔ میں تو کہتا ہوں صحابہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور آکر کہا آقا! آپ تو نور ہیں آپ اشارہ کر کے کہتے ہیں سنو سنو تا کہ گمراہ نہ ہو جانا۔ میں نے کہا تھا مصطفیٰ ﷺ کے سامنے قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا اور لکھا گیا۔ اسے کسی نے اپنی مرضی سے نہیں لکھا الہام ربانی سے لکھا اور کہا آدم علیہ السلام کو جو کمال ملا تیرے نور سے ملا، نوح علیہ السلام کو کمال ملا وہ تیرے نور سے ملا، اور موسیٰ علیہ السلام کو کمال تیرے نور سے ملا۔ اور حضور ﷺ سن کر خوش ہو رہے ہیں۔

آپ حضرات مناظرہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ مولوی سعید اسد نہ تو اپنے اپنے دعویٰ پر کوئی آیت نہ کوئی حدیث پیش کر سکا۔ آیات اور احادیث وہ پیش کیں جو نور ہدایت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے تو ہم بھی قائل ہیں۔ چنانچہ جب مناظرہ یہاں تک پہنچا تو مولوی سعید اسد نے شکست چھپانے کے لئے شور ڈالوا دیا جس پر مناظرہ ختم ہو گیا۔ لیکن حقائق کہاں چھپتے ہیں؟ آج تک یہ مناظرہ اہل بدعت کی رسوائی کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ اب ہم وہ فیصلہ قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ جو اہل علاقہ کی جانب سے شائع کیا گیا۔

مناظرہ کمبوہ شریف کا تاریخی فیصلہ

اور بریلویوں کی شان رسالت میں گستاخی

کہ حضور ﷺ کا ظاہر اور باطن اور تھا

4/12/85 کو پہاڑ پور ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں تحریر لکھی گئی کہ 6/1/86 کو علمائے اہل سنت والجماعت دیوبند اور بریلوی علماء میں اسی علاقہ میں مناظرہ ہوگا۔ جس میں انتظامی حیثیت سے مقامی لوگوں میں سے تین نام تھے۔

۱۔ محمد قاسم قریشی۔

۲۔ محمد ظاہر شاہ قادری۔

۳۔ الحاج رحمان اللہ۔

آج 6/1/86 کو کمبوہ شریف میں مناظرہ ہوا جس میں علمائے اہل سنت دیوبند کی طرف سے حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی مناظر تھے۔ اور مولانا محمد یوسف رحمانی صدر مناظر اور مولانا حبیب اللہ صاحب معین مناظر تھے۔

بریلوی جماعت کی طرف سے مولوی محمد شریف بھکروی، مولوی سعید احمد اسد، فیصل آبادی اور اشرف سیالوی حاضر تھے۔ مسئلہ بشریت پر مناظرہ ہوا۔ بریلوی علماء نے علمائے دیوبند کے عقیدے کو تسلیم کرتے ہوئے دستخط کر دیئے کہ حضور ﷺ بشر تھے۔ مولوی محمد سعید اسد کو مناظرہ میں مجبور ہو کر یہ تحریر لکھنا پڑی۔ ان کے صدر مناظر محمد شریف نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اپنی شکست پر کیسے دستخط کروں؟ مگر لوگوں کے مجبور کرنے پر انہوں نے بھی دستخط کر دیئے۔ دونوں کے دستخطوں سمیت ان کا اقرار نامہ ہمارے پاس موجود ہے۔ جس کے الفاظ بعینہ درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم حضور ﷺ کو حقیقت کے لحاظ سے نور اور ظاہر کے لحاظ سے بشر تسلیم کرتے ہیں۔ اور جو شخص آپ کو نورانیت کا مطلقاً انکار کرے ہم اسے کافر سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص آپ ﷺ کی بشریت مقدسہ کا مطلقاً انکار کرے اسے بھی کافر سمجھتے ہیں۔

محمد سعید احمد غفرلہ

محمد شریف غفرلہ

بریلوی حضرات نے یہ عقیدہ بھی بیان کیا کہ حضور ﷺ کا ظاہر اور تھا اور باطن اور۔ وہ بشر صرف ظاہر میں تھے حقیقت میں نہ تھے۔ تین گھنٹے تک مناظرہ میں وہ اس بات پر قرآن پاک کی ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے اور مجبور ہو کر ان کے صدر نے اپنے مناظر کو اشارہ کیا اور اس نے اپنے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا ''خدا کے واسطے اب تو اٹھو''۔ اس پر بریلویوں کے تین غنڈہ قسم کے لوگوں نے اٹھ کر شور مچانا شروع کر دیا۔ اور پھر پولیس آ گئی۔

دیوبندی مناظر نے بریلوی علماء کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے یہ حرکت مناظرہ سے بھاگنے کے لئے کی ہے۔ لوگوں کو شور کر کے ابھارنا اور پولیس کو مدد کے لئے بلانا یہ تمہارا اقرار شکست ہے۔

فیصلہ

ہم مناظرہ کے تین منتظمین میں سے دو یہ تحریر لکھ کر دیتے ہیں کہ اس مناظرے میں بریلوی علماء کو شکست فاش ہوئی ہے اور انہوں نے بشریت نبی ﷺ کا اقرار کر کے بریلوی مذہب کی خود ہی مخالفت کی اور حضور ﷺ کے ظاہر و باطن کو ایک دوسرے کے مخالف قرار دے کر توہین نبوت بھی کر ڈالی۔ ہم بریلویوں کی شکست پر دستخط کرتے ہیں تا کہ سند رہے۔

دستخط

الحاج رحمان اللہ

قاری محمد قاسم قریشی

تنظیم اہلسنت والجماعت پہاڑ پور شمالی

بریلوی علماء سے چند سوال

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں کہ

ا۔ جنازہ کے بعد دعا فرض ہے یا واجب یا سنت یا رواج؟ حکم شرعی تحریر فرمائیں۔

۲۔ اس دعا کے کا جو حکم ہے اس کی حقیقت بھی بیان فرمادیں مثلاً مستحب ہے تو مستحب کس کو کہتے ہیں مباح ہے تو مباح کی تعریف کریں۔

۳۔ اس دعا کے ثبوت میں کسی محدث نے (جو انگریز کے دور سے پہلے کا ہو) اگر کوئی رسالہ لکھا ہو تو اس کا نام تحریر فرمائیں۔

۴۔ حدیث کی کسی کتاب میں "باب الدعا بعد الجنازہ" کیوں نہیں ملتا جبکہ رفع یدین جیسے غیر معمول بھا عند اکثر الائمہ مسئلہ پر رسالے اور باب ہیں۔

۵۔ فقہ کی کتابوں میں کوئی فصل وغیرہ اس دعا کے بیان میں ہے یا نہیں؟

٦۔ جنازہ کے بعد دعا مانگنے والے مقلد ہیں یا غیر مقلد۔ اگر مقلد ہیں تو آئمہ اربعہ میں سے کس کے؟ اس امام کا مسئلہ نقل فرمادیں۔

۷۔ حضور ﷺ نے اپنے تیئس سالہ دور نبوت میں اگر ایک مرتبہ بھی جنازہ کے بعد دفن کرنے سے پہلے دعا مانگی ہو تو اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث پیش کریں۔

۸۔ حضور ﷺ سے ہر مقام (استنجا کو جاتے وقت، استنجا سے فراغت، عورت سے ہم بستری، نماز و اذان وغیرہ) کی دعاؤں کے الفاظ منقول ہیں اگر حضور ﷺ نے جنازہ

کے بعد دعا مانگی تھی تو اسکے الفاظ کیا تھے؟

۹۔ خلفاء راشدین میں سے اگر کسی نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگی یا مانگنے کا حکم دیا ہو تو کتاب اور باب کا حوالہ دیجئے؟

۱۰۔ فجر کی سنتوں کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں گھوڑے بھی روندیں تو نہ چھوڑنا۔ کیا دعا بعد الجنازہ کی اتنی تاکید بھی کسی حدیث سے ثابت ہے؟

۱۱۔ مسواک کے فضائل کثرت سے احادیث میں ملتے ہیں کہ مسواک سے پڑھی جانے والی نماز کا ثواب دوسری نماز سے ۷۰ گنا زیادہ ہے۔ کیا دعا بعد الجنازہ کی اتنی فضیلت بھی کسی حدیث میں آئی ہے؟

۱۲۔ آئمہ اربعہ میں سے اگر کسی امام نے جنازہ کے بعد دعا کا حکم دیا، یا اپنی زندگی میں کبھی ایک مرتبہ بھی یہ دعا مانگی ہو تو اس کا ثبوت پیش کریں۔؟

۱۳۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اگر اس دعا کا حکم دیا ہو یا خود مانگی ہو تو اس کا ثبوت دیں؟

۱۴۔ ہندوستان میں اسلام پھیلانے والے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں۔ کیا ان کی تعلیمات میں اس دعا کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟

۱۵۔ پنجاب میں اسلام کی کما حقہ تبلیغ کرنے والے، مثلاً حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت سلطان باہوؒ، اور حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ، اولیاء اللہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے تو تحریر فرما دیں۔

گستاخِ رسول کون؟

(بریلویوں کا نعتیہ کلام)

آیات بینات ہے مکھڑا فرید کا
دیدارِ کردگار ہے چہرہ فرید کا
تفسیر والضحیٰ ہے تجلیٰ فرید کا
تصور مصطفیٰ ہے نظارا فرید کا
لاکھوں جلائے آپ نے ٹھوکر کے زور پر
اٹھتا نہیں مسیح سے مارا فرید کا

خدا کی پاک صورت کو محمد میر کہتے ہیں
محمد بے کدورت کو خدایا پیر کہتے ہیں
فرید الدین کی تنویر کو سب دیکھنے والے
محمد مصطفیٰ کے حسن کی تصویر کہتے ہیں

(دیوان محمدی)

فریدالدین یا راز نہانی دیکھتے جاؤ
محمد مصطفیٰ کی العیانی دیکھتے جاؤ
محمد فنا ہو کر محمد بن کے نکلا ہے
حبیب کبریا کا شیخ فانی دیکھتے جاؤ

(دیوان محمدی)

حرمِ ناز میں آیا تو دیکھا اور پہچانا
محمد مصطفیٰ یعنی خدا مٹھن کی گلیوں میں
احد احمد تھا لیکن میم کے پردہ میں آیا
پہن کر یا کا پردہ فرید تھا مٹھن کی گلیوں میں
وہی جلوہ جو فاراں پہ ہوا احمد کی صورت میں
اسی جلوہ کو پھر عریاں کیا مٹھن کی گلیوں میں

(دیوانِ محمدی)

تیڈے میم دے برقعے پاون تو صدقے
احد ہو کے احمد سداون تو صدقے
عجب طور سینا تے جلوے کتونیں
عرب آکے چادر لہاونڑ تو صدقے
نہر چاچڑیں وچ فرید آ سڈایو
تیڈے ے دے برقعے وٹاونڑ تو صدقے
مرسل پاک نبی دے لطفوں ہن سینہ سینا ڈسدا
فرد فریدی اصلی کوں ہن کوٹ مدینہ ڈسدا

(دیوانِ محمدی)

عبارات کتب

ا۔رسول ﷺ کا علم اوروں سے زائید ہے۔ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہر گز وسیع تر نہیں۔

(ردع القہار مع خالص الاعتقاد ص۶۰ ج۶۱ ولا مل السنہ من اللہ احمد رضا خاں ص۶۲)

۲۔اصحاب میلاد تو زمین کی جگہ پاک و ناپاک مجالس، مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا

رسول ﷺ کا دعویٰ نہیں کرتے۔ ملک الموت و ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک، کفر وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

(انوار ساطعہ ص ۵۰ ج ۵)

۳۔ حضرت کے شاگرد مولوی برکات احمد صاحب کہ میرے پیر بھائی اور حضرت رشد برحق رضی اللہ عنہ کے فدائی تھے۔ کم ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت پیر و مرشد کا نام نام پاک لیتے اور آنسو رواں نہ ہوتے۔ جب ان کا انتقال ہوا اور دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارتِ اقدس حضور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضور کہاں تشریف لئے جاتے ہیں۔ فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی حصہ دوم ص ۲۳)

نوٹ:

غور کیجئے ان عبارات اور منظوم کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ۔

۱۔ بریلویوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ شانہ نبی کریم ﷺ اور فرید الدینؒ میں کوئی فرق نہیں۔

۲۔ کوٹ مٹھن اور مدینہ منورہ کا مقام برابر ہے۔

۳۔ ابلیس کا علمِ نبی سے وسیع تر تو نہیں مگر وسیع ضرور ہے۔

۴۔ ملائکہ اور جنات تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں، مگر حضور ﷺ سے یہ ممکن نہیں۔ (نعوذ باللہ)

مناظرہ

بعنوان

عباراتِ اکابر

مناظر اہل سنت والجماعت:
مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ
مناظر اہل بدعت: مولوی سعید اسد

اخذ و ترتیب: مولانا محمود عالم صفدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اتحاد واتفاق ہر زمانے میں ضروری رہا ہے لیکن اس دور میں اس کی مزید ضرورت ہے۔ لیکن دشمنانِ اسلام مسلمانوں کے اتحاد واتفاق اور باہمی بھائی چارے کو ایک آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اس کے لئے وہ مختلف قسم کے اختلافات کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کے باہمی انتشار اور اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ان کو تر نوالہ بنا کر ان کو ہضم کیا جاسکے۔

یہ اختلافات کبھی شیعیت اور سنیت کے نام پر اُبھارے جاتے ہیں۔ اور جلتی پر تیل کا کام دونوں طرف سے قتل و غارت گری ہے۔ اگر چہ سنیت اور شیعیت کا اختلاف اسلام اور کفر کا اختلاف ہے۔ شیعیت اور اسلام کی حدود کے درمیان زمین و آسمان کے درمیانی خلا سے بھی زیادہ بعد ہے۔ نہ ان کی سرحدیں کبھی آپس میں ملیں نہ عقائد، نہ اعمال۔

انہی اختلافات میں سے تقلید اور عدم تقلید کا اختلاف ہے۔ بریلوی دیوبندی اختلاف نہیں ہے بلکہ مخالفت ہے۔ اختلاف یہ ہوتا ہے کہ ایک کا عقیدہ ایک ہو اور دوسرے کا اس سے مختلف ہو۔ اور مخالفت کہتے ہیں کہ ایک دوسرے پر الزام لگائے کہ تیرا عقیدہ یہ ہے اور دوسرا اس کی نفی کرے۔ یہ کہے کہ تیرا عمل یہ ہے اور دوسرا اس کی نفی کرتا ہو۔

اسی طرح کی مخالفت بریلوی حضرات علماء دیوبند کی کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں پہلی بات یہ یاد رہے کہ کسی کا عقیدہ اس کے اپنے اقرار سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ کسی دوسرے کے الزام سے۔ چنانچہ ایمان مجمل میں یہی بات ہے **اقرار باللسان و تصدیق بالقلب** کہ انسان جس چیز کی دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے وہی اس کا عقیدہ ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا اس پر الزام لگادے اور وہ اس کا انکار کرے تو کوئی عقلمند

شخص اس کو اس کا عقیدہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ حضرات علمائے دیوبند کے عقائد کی کتاب شرح عقائد نسفی ہے جو ان کے تمام مدارس میں داخلِ نصاب ہے۔ پھر جو نئی تفصیلات شروع ہوئیں ان میں علمائے دیوبند کے جو عقائد ہیں وہ المهند علی المفند کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اور اس پر بڑے بڑے علمائے دیوبند کی تصدیقات درج ہیں۔

بریلوی حضرات زیادہ زور علمائے دیوبند پر الزامات لگانے میں صَرف کرتے ہیں۔ اور جن برگزیدہ ہستیوں پر الزامات واتہامات کی بارش کی جاتی ہے ان میں ایک برگزیدہ شخصیت حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ہے۔ جنہوں نے سکھوں کے خلاف میدانِ کارزار گرم کیا اور دہلی سے بالاکوٹ تک ایسا عظیم الشان تاریخی جہادی سفر کیا جو رہتی دنیا تک مشعل راہ کا کام دے گا۔ اور آنے والے مسلمانوں کی نسلیں قیامت تک انہی کی زندگی کی مشعل سے اپنی عظمت رفتہ کی منازل تک پہنچنے کے لئے راہیں دریافت کریں گی۔

حضرت شاہ شہیدؒ انہی ہستیوں میں سے ہیں کہ جن کے اخلاق واطوار، عبادات و عقائد، مواخات ومعاملات پر بلاشک وشبہ صراطِ مستقیم کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

آخر ساری زندگی جدو جہد میں گزار کر یہ مردِ قلندر سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں جام شہادت نوش فرما کر راہیٔ دارالبقاء ہو گئے۔ اور یہی وہ برگزیدہ ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ہندوستان میں سکھوں کے خلاف جہاد کی ابتدا کی اور جہاد کی بنیاد رکھی۔

اعتراضات واتہامات میں دوسری شخصیت جن کو تختۂ مشق بنایا جاتا ہے وہ قاسم العلوم والخیرات، حجۃ اللہ علی الارض، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی مقدس شخصیت ہے جن کی پیدائش رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ میں ہے اور وصال ۴ر جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ میں ہے۔ انہوں نے بھی انگریز کے خلاف شاملی کے میدان میں جرأت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ ایک مرتبہ تو فرنگی ان کے حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے شکست سے دوچار ہوا۔ لیکن پھر مزید کمک منگوا کر وہ غالب آیا۔

اور تیسری شخصیت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ہے جو شاملی کے میدان میں حضرت نانوتویؒ کے ساتھ شریکِ جہاد تھے، چنانچہ فرنگی کو ان کے ہاتھوں جو زخم لگے تھے وہ اس کا بدلہ اتارنے کے درپے رہا۔ چنانچہ اسے یہ راستہ نظر آیا کہ ان حضرات کے خلاف پراپیگنڈہ اتنا کیا جائے کہ مسلم عوام ان حضرات سے متنفر ہو جائے۔ چنانچہ ان حضرات کو سامنے رکھ کر ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی گئی کہ یہ معاذ اللہ اللہ عزوجل اور رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہیں۔

حالانکہ یہ وہ حضرات ہیں کہ جن کے متعلق تاریخ چیخ چیخ کر گواہی دے رہی ہے کہ ان حضرات نے تو اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام کے شجرۂ طیبہ کی آبیاری کے لئے بہا چھوڑا اور اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگا کر خود میدانِ کارزار میں کود دے تھے اور اپنی زندگیوں کا ایک بڑا حصہ جیلوں میں گزارنا تو برداشت کر لیا، لیکن عالم اسلام کی عظمت رفتہ حاصل کرنے کی خاطر کوششیں نہ چھوڑیں۔

ہندوستان کی زمین تو باوجود اپنی وسعتوں کے ان پر تنگ تھی ہی، ہندوستان کے علاوہ بھی زمین ان پر تنگ ہی رہی۔ اور اس سلسلہ میں ایک دو سال نہیں بلکہ سو سال تک ان حضرات اور ان کے سرفروشوں سے یہی آنکھ مچولی کھیلی جاتی رہی۔ انگریز کو ان حضرات کی نماز سے دشمنی نہیں تھی کیونکہ کوئی ساری رات نماز پڑھے کسی کافر کے سر میں بھی درد نہیں ہوتا۔ کوئی سارا دن روزہ رکھے کسی کافر کی نکسیر بھی نہیں پھوٹے گی۔ کافر ان حضرات کے جس کام سے پریشان تھا وہ تھا جہاد۔

لارڈ گلسٹن کہتا ہے کہ جب تک دنیا میں قرآن پاک موجود ہے اور قرآن پاک میں مسئلہ جہاد ہے میں اس وقت تک ٹھنڈی نیند نہیں سو سکتا۔ کیونکہ جہاد ایسا فریضہ ہے کہ جب کوئی نوجوان اس کا نام سنتا ہے تو وہ اس چیز سے اس قدر سرشار ہو جاتا ہے کہ پھر اسے اس خاردار راستے پر چلنے سے نہ بیوی کی محبت روک سکتی ہے نہ بچوں سے پیار آڑے آتا ہے، نہ والدین بہن بھائیوں کی محبت پاؤں کی زنجیر بن سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ اگر زندہ رہا تو غازی، مر گیا تو شہید۔ نہ بھوک و افلاس اس کو سر دھڑ

کی بازی لگانے سے منع کر سکتا ہے۔ نہ ہی وسائل سے خالی ہونا اس کے لئے اس مشن سے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ وہ خالی ہاتھ ہو تب بھی کشت وخون کی وادی میں یہ شعر

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

گنگناتا ہوا کود پڑتا ہے۔ اور سب سے زیادہ ڈر کی چیز جو کہ موت ہے۔ وہ اس کی سب سے محبوب چیز بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: **ان معنا قوم یحبون الموت کما تحبون الخمر.**

کیونکہ اس مردِ میدان کو موت کے بعد حیات جاودانی مسکراتی نظر آتی ہے۔ جس کے بارے میں قرآن پاک میں رب الشہداء والمجاہدین فرماتے ہیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ.

اور جو انسان موت سے نہ ڈرے اسے دنیا کی کوئی چیز دہشت وخوف میں مبتلا نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اس لئے کفر مختلف طریقوں سے مجاہدین کو بدنام کرنے اور ان کو ختم کرنے پر تُلا رہتا ہے۔

چنانچہ انگریز جب شاملی کے جہاد میں کچھ غداروں کی غداری سے کامیاب ہو گیا تو اگر وقتی طور پر مجاہدین کو شکست ہو گئی تھی لیکن وہ جہاد سے پھر بھی اس قدر لرزاں تھا کہ اس نے سوچا کہ ایسے آدمی تلاش کئے جائیں جو اسلام کے ان سپوتوں کو طرح طرح کے الزامات واتہامات لگا لگا کر بدنام کریں۔

اس سلسلے میں مولوی احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی جس کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی اور جہاد شاملی کے وقت اس کی عمر صرف ایک سال تھی۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید کو اس نے نہیں دیکھا۔ اور حضرت نانوتویؒ کے بھی زندگی کے آخری سال تھے جب یہ پیدا ہوا۔ اس شخص کو خریدا گیا کہ تم علمائے دیوبند کو بدنام کرو۔ اس نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو بدنام کرنے کے لئے چار کتابیں لکھیں اور اسی طرح حضرت نانوتویؒ اور

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو بدنام کرنے کے لئے بھی کئی کتابوں کے صفحات سیاہ کئے۔

چنانچہ اس نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی وفات کے ۶۳ سال بعد پہلا رسالہ لکھا جس میں حضرت کے بارے میں یہ پراپیگنڈہ تھا کہ یہ شخص گستاخِ رسول ہے۔ حالانکہ حضرت شاہ شہیدؒ کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' ان کی زندگی میں اتنی مشہور ہو چکی تھی اور چھپ کر ہر جگہ پہنچ چکی تھی۔ ان کی زندگی میں کسی ایک عالم نے بھی حضرت شاہ شہیدؒ کے خلاف ایک کتاب تو کیا ایک صفحہ بھی نہیں لکھا کہ یہ شخص گستاخِ رسول ہے، کہ اس کی کتاب میں رسولِ خدا کی شان میں گستاخیاں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت کی زندگی میں حضرت شاہ شہیدؒ کے خلاف کتابیں کیوں نہ لکھی گئیں اس وقت ان کو گستاخ کیوں نہ کہا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس زمانے میں جہاد اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جاری تھا اگر اس دور میں ان عظیم مجاہدین کے خلاف کوئی زبان درازی یا قلم درازی کرتا تو مسلمان اس پر ہندوستان کی زمین تنگ کر دیتے۔ انگریز کی سازش کے تانے بانے بکھر جاتے۔ اس لئے اس سازش کو پروان چڑھانے کے لئے اس مناسب وقت کا انتظار کیا گیا کہ جس میں یہ سازش بھرپور طریقے پر پھل پھول سکے۔ اور اس کی بدبو کے بھبکوں کو کچھ لوگوں کے دماغ بلا قیل وقال قبول کرتے چلے جائیں۔

چنانچہ اس وقت یہ سازشی دب کر بیٹھے رہے لیکن جب وتلک الایام نداولہا بین الناس کے مطابق شومی قسمت سے ۱۸۵۷ء کا جہاد تاریخ کے سینے پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑ کر بظاہر اپنے مقاصد حاصل کئے بغیر ختم ہو گیا تو فرنگی سامراج نے ان مجاہدین پر ہندوستان کی سرزمین تنگ کر دی۔ کبھی کسی کو پھانسی دی جا رہی ہے تو کسی کو گرفتار کر کے جیل بھیجا جا رہا ہے۔ اگر ایک مجاہد کے جسم پر کوڑے برسائے جا رہے ہیں تو دوسرے کو اس کے اعضائے جسمانی سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اب اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے یہ انگریز کے ایجنٹ اٹھے ان حضرات پر بریلی کے فتووں کی توپ سے الزامات کے گولے داغنے شروع کر دیئے

اوران کے پھینکے ہوئے گولے عوام الناس میں وہ کام کر گئے کہ انگریز بھی اپنے چیلوں کی کامیابی پر ششدر کھڑارہ گیا۔اور یہ کہنے پر مجبور ہو گیا، واہ! میرے شوخ بچو! جو کام مجھ سے نہ ہوسکا وہ تم نے کر دکھایا۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت شاہ شہیدؒ پر چار کتابیں لکھی گئیں الکوکبۃ الشہابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ، سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ، سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح میں ان کو برا بھلا کہا گیا۔ازالۃ العار میں بھی حضرت شاہ شہیدؒ کے کپڑے اتارنے کی کوشش کی گئی اور پھر ۱۳۲۶ھ میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کے خلاف ایک فتویٰ مرتب کیا اور ان برگزیدہ شخصیات پر ایسے الزامات لگائے کہ جن کا تصور ان کے فرشتوں کو بھی نہیں آسکتا تھا۔

اور جب اس نے دیکھا کہ میرے الزامات پر کوئی کان دھرنے کے لئے بھی تیار نہیں تو اپنی ناکامی کے زخم چاٹتا ہوا حرمین شریفین میں جا پہنچا۔اور جہاں ساری دنیا گناہوں سے توبہ کرنے جاتی ہے وہاں بھی یہ جھوٹ بولنے سے باز نہ آیا اور غلط عقائد کو علمائے دیوبند کی طرف منسوب کرتا رہا۔عجیب بات ہے کہ مرزا قادیانی نے جھوٹ بولے مگر قادیان میں بیٹھ کر، پنڈت سوامی دیانند نے جھوٹ بولے مگر دہلی میں بیٹھ کر، پنڈت شردانند نے جھوٹ بولے مگر ہوشیار پور میں بیٹھ کر۔لیکن مکہ اور مدینہ میں جھوٹ بولنے کے لئے کسی اعلیٰ حضرت کی ضرورت تھی کیونکہ ادنیٰ حضرت کے لئے یہ کام ناممکن تھا۔

چنانچہ جب یہ وہاں سے جھوٹ بول کر فتویٰ لے آیا تو جو معقول طریقہ تھا اس پر عمل کرتے ہوئے علمائے حرمین شریفین نے علمائے دیوبند سے براہِ راست ۲۶ سوالات کئے۔چنانچہ علمائے دیوبند نے شوال ۱۳۲۵ھ میں المہند علی المفند نامی کتاب مرتب کر کے وہاں بھیج دی اور اس پر تمام اکابرین علمائے دیوبند نے دستخط فرمائے اور ان الزامات کو الزامات قرار دیا۔اور فرمایا کہ ان عقائد والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال مبارک کی بھی توہین کرنے والے کو بھی کافر سمجھتے ہیں، وہ مرتد ہے اور واجب القتل ہے۔جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک کو تحقیر سے جتڑی کہے وہ

بھی ہمارے نزدیک کافر ہے۔ چنانچہ علمائے دیوبند نے ان سوالات کے جوابات دے کر علمائے حرمین شریفین کو حکم مان لیا کہ آپ جو فیصلہ کریں گے ہمیں قبول ہے۔

چنانچہ مکہ مدینہ، مصر، حلب، شام کے علماء کرام نے اس کتاب پر تصدیقات لکھیں کہ یہ لوگ صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ عاشقِ رسول ہیں، اولیاء اللہ ہیں۔ ان پر یہ الزامات بالکل غلط ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ان الزامات کی کوئی علمی حقیقت نہیں، اس کو مثال سے سمجھیں۔

مثال

ایک مولوی صاحب بہت بڑے شیخ الحدیث تھے، ان سے کوئی چوہدری صاحب ناراض ہو گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ مولوی صاحب کو مسجد سے نکال دیں۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا کہ یہ شخص گستاخ رسول ہے۔ اس پر لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ساری عمر مولوی صاحب کو دیکھتے آئے ہیں کہ یہ تو ظاہر و باطن سے فنافی الرسول شخص ہے، تُو کیسے کہہ رہا ہے کہ یہ گستاخِ رسول ہے؟ اس نے کہا کہ میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔ حضرت کے پاس آئے تو اس چوہدری نے کہا کہ حضرت ہم حاضر خدمت ہوئے ہیں آپ کچھ احادیث سنائیں اور ان کا ترجمہ بھی پڑھیں تاکہ ہمارا ایمان تازہ ہو۔ اب حضرت نے جب حدیث پڑھی اور قال قال رسول اللہ پڑھا تو چوہدری کھڑا ہو گیا کہ یہ گستاخِ رسول ہے۔ یہ ہمارے نبی کو کالا کہتا ہے اور ایک دفعہ بھی کالا نہیں بلکہ دو دفعہ کالا کہا ہے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین دنیا میں اللہ نے کسی کو نہیں بنایا۔ اب شیخ الحدیث صاحب کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی لیکن ان پر الزام لگا دیا گیا اور شور کیا جا رہا ہے کہ اس نے دو دفعہ ہمارے نبی کو کالا کہا ہے۔ یہ مثال ہے الزام کی۔

اسی طرح لکھنؤ میں ایک مرتبہ مشاعرہ تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نظمیں پڑھی جا رہی تھیں، شاعر نے شعر پڑھا کہ

کانِ نبی کا گوہر یکتا حسینؓ ہے

اس پر دو چار آدمی کھڑے ہو گئے کہ یہ گستاخ کہاں سے آ گیا ہے کہ ہمارے نبی کو کانا کہہ رہا ہے، اب اس بے چارے کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ میرے شعر کا یہ مطلب لیا جائے گا۔ اس نے شعر کو بدلا چونکہ سمندر سے بھی موتی نکلتے ہیں، اس لئے اس نے پڑھا:

بحرِ نبیؐ کا گوہر یکتا حسینؓ ہے

اتنی دیر میں اعلیٰ حضرت بمع اپنے رفقاء کے جوتیاں لے کر سٹیج پر پہنچ چکے تھے کہ یہ آدمی ڈبل کافر ہے، پہلے ہمارے نبی کو کانا کہا اور اب بہرا بھی کہہ رہا ہے۔

مولانا محمد علی جالندھریؒ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ جامعہ خیر المدارس جب جالندھر سے ملتان آیا تو جب پہلا سالانہ جلسہ رکھا گیا تو اشتہار شائع کروائے گئے اور روزانہ تانگے پر بھی اعلان کروایا جاتا کہ آج فلاں مولوی صاحب کا بیان ہوگا اور آج فلاں کا۔ تو آگے آگے ہمارا تانگہ اعلان کرتا جارہا ہوتا اور ہمارے پیچھے پیچھے بریلویوں کا تانگہ بھی اعلان کرتا آرہا ہوتا۔ ہمارا تانگہ اگلے چوک پر پہنچتا تو بریلویوں کا تانگہ پچھلے چوک پر پہنچ جاتا اور اعلان کیا ہوتا ''ان دیوبندیوں کو اور چندہ دیا کرو'' (چونکہ اشتہار پر لکھا ہوتا: مستورات کے لئے پردہ کا خاص انتظام ہوگا، اب وہ اس کو اس طرح پڑھتے) مستو، رات کے لئے پردہ کا خاص انتظام ہوگا۔ اب اشتہار شائع کرنے والے کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ہمارے اشتہار کا یہ مطلب نکالا جائے گا کہ مستوں، بدمعاشوں کے لئے رات کے انتظام ہو رہے ہیں۔

جب انسان اس حالت پر پہنچ جائے تو اس کا کوئی حل نہیں اور یہی حال بریلوی حضرات علمائے دیوبند کی عبارات کے ساتھ کر رہے ہیں۔ آج سے نوے سال قبل علمائے دیوبند نے ان الزامات سے اپنی براءت بھی ظاہر کر دی اور علمائے حرمین نے بھی یہ بات تسلیم کر لی کہ یہ الزامات واقعی الزامات ہیں اور حقیقت کے ساتھ ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں اور علمائے دیوبند صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ لیکن بریلوی حضرات آج بھی یہ الزامات پھیلا رہے ہیں۔

رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جو کسی دوسرے کو کافر کہے اور وہ

اگر کافر نہ ہو تو کفر واپس اسی پر لوٹ آتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے مضمون کا مشاہدہ آج ہم اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں کہ مولوی احمد رضا نے کفر کا جو فتویٰ اکابرین علمائے دیوبند پر لگایا تھا وہ واپس اس پر لوٹ کر آ گیا ہے۔

مولوی احمد رضا نے حضرت نانوتویؒ پر بڑے زور شور سے یہ اعتراض کیا کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا منکر کافر ہے، اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ چنانچہ حسام الحرمین میں اس نے اس پر زور دیا۔ اب یہ الزام اس نے حضرتؒ پر کیسے لگایا...... کہ حضرت نانوتویؒ کی ایک کتاب تحذیر الناس ہے، اب احمد رضا نے ایک عبارت صفحہ ۲۱ سے ایک صفحہ ۱۵ سے ایک صفحہ ۳ سے لی اور ان تینوں کو ملا کر ایک فقرہ بنا دیا گیا۔ حضرت نانوتویؒ تو انسان ہیں، اگر یہ ظلم کوئی اللہ کی کتاب قرآن پاک سے بھی کرنا شروع کر دے تو اس کا مطلب بھی کچھ سے کچھ ہو جائے گا۔

مثال کے طور پر قرآن پاک میں ایک جگہ پر آتا ہے:

إنّ الذين آمنوا وعملوا الصّالحات.

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے''۔

اب آدھی آیت کو یہاں سے لے لے، آدھی آیت یہ لے لے:

سيدخلون جهنم داخرين.

''عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہو کر۔''

اب اس میں ایک نقطہ نہ زائد کیا گیا ہے نہ کم۔ لیکن کوئی مسلمان اس کو قرآن کی آیت نہیں کہے گا اور نہ اس کے مفہوم کو قرآن کا مفہوم۔ پس معلوم ہوا کہ اگر یہ ظلم خدا کی پاک کتاب سے کیا جائے تو وہاں بھی معنی بدلا جا سکتا ہے، اور یہی کام مولوی احمد رضا نے مکہ مدینہ میں جا کر کیا۔

برایں عقل و دانش بباید گریست

چنانچہ مولوی احمد رضا نے تین مختلف جگہوں سے عبارتیں کاٹ کر پیش کیں۔ حالانکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کا خاتم النبیین ہونا قرآن پاک کی آیت خاتم النبیین سے بھی ثابت ہے پھر متواتر حدیث لا نبی بعدی سے بھی ثابت ہے، جس طرح نماز کی رکعات کا انکار کرے جیسے یہ شخص کافر ہے ویسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرنے والا بھی کافر ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدمِ تواترِ الفاظ باوجود تواترِ معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسے تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا''۔

(تحذیر الناس صفحہ ۱۰ تا ۱۲)

اب مولانا نانوتویؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کو کافر کہہ رہے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت وہاں جا کر جھوٹ بولنے پر تلے ہوئے ہیں کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور جو انہیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

چونکہ حضرت نانوتویؒ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے:

من عاد لی ولیًّا فقد اٰذنتهٗ بالحرب.

''جو میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میرا اس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔''

اس لئے اللہ تعالیٰ نے وہ کفر اس پر واپس لوٹا دیا اور خود ایسی باتیں لکھ بیٹھا جو اس کے گلے کے لئے کفر کا طوق ثابت ہوئیں۔ چنانچہ الکوکبۃ الشہابیہ میں لکھتا ہے کہ:

''شاہ اسماعیل شہیدؒ اپنے پیر کو صراحتاً نبی بناتے تھے۔ اور لکھتا ہے کہ دنیا میں کسی کے لئے کلامِ حقیقی کا دعویٰ صراحتاً اس کی نبوت کا دعویٰ ہے۔''

(الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۱۷۔۱۸)

لکھتا ہے:

المکالمة شفاها منصب النبوة بل اعلیٰ مراتبها

وفیہ مخالفة لما هو من ضروریات الدین وهو انہٗ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین علیه وافضل الصلوة المصلین.

ترجمہ: اللہ عزوجل سے کلام حقیقی منصبِ نبوت بلکہ اس کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ ہے تو اس کا دعویٰ کرنے میں بعض ضروریاتِ دین یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔''

(الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۱۸۔۱۹)

پھر لکھتا ہے:

اس قول ناپاک میں اس قائل بے باک نے صاف صاف تصریحیں کی ہیں کہ وہ علم میں انبیاء کے برابر وہمسر ہوتے ہیں، فرق اتنا ہے کہ انبیاء کو ظاہری وحی آتی ہے انہیں باطنی۔ وہ انبیاء کی مانند معصوم ہوتے ہیں اسی مرتبہ کا نام حکمت ہے، یہ کھلم کھلا غیر نبی کو نبی بنانا ہے اور نبی بھی کیسا صاحب شریعت۔

(الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۲۲ مع حاشیہ)

ازاں جملہ یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے بے وساطت نبی احکام شریعیہ لینے کا ادعا ہے اور یہ نبوت کا دعویٰ ہے۔ (الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۲۲)

مزید لکھتا ہے:

اپنے پیر رائے بریلی کے سید احمد کو کہ نواب امیر خان کے یہاں سواروں میں نوکر اور بیچارے نرے جاہل اور سادہ لوح تھے، نبی بنایا۔ (الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۲۳)

پیر جی کی مہر کا کندہ اسمہٗ احمد قرار پایا تھا، خطبوں میں پیر جی کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شروع ہو گیا تھا۔ (الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۲۶)

اس میں مولوی احمد رضا نے اقرار کیا ہے کہ اسماعیل شہیدؒ اپنے پیر کو نبی مانتا تھا اور نبی بھی کیسا صاحب شریعت نبی گویا مرزائی تو مرزا غلام احمد قادیانی کو غیر تشریعی نبی مانتے ہیں لیکن اسماعیل شہیدؒ اپنے پیر کو صاحب شریعت نبی مانتا تھا۔ مرزائیوں سے بھی آگے بڑھ

کر۔اس کے باوجود لکھتا ہے کہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اس کو کافر نہ کہا جائے (تمہید الایمان کی یہ عبارت آگے آرہی ہے) اب حسام الحرمین کا جو فتوئ تھا اس میں صاف موجود تھا کہ جو ختم نبوت کے منکر کو کافر نہ کہے وہ کافر ہے۔

اب یہ فتوئ جو حاصل کرنے کے لئے حرمین میں بھی جھوٹ بولنا پڑا وہ مولانا نانوتویؒ اور شاہ شہیدؒ پر تو نہ لگا لیکن خود اعلیٰ حضرت کے کام آ گیا۔

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

خود اعلیٰ حضرت اپنے فتوے کے اندر ہی پھنس کر رہ گئے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کیونکہ احمد رضا خود کہتا ہے کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ اپنے پیر کو عام نبی نہیں بلکہ صاحب شریعت نبی مانتے تھے وہ ختم نبوت کے منکر تھے، اس کے باوجود کہتا ہے کہ میں شاہ شہیدؒ کو کافر نہیں کہتا۔اس سے ثابت ہو گیا کہ اپنے اس لائے ہوئے فتوے کے مطابق وہ کافر ہے۔اس لئے ہم حسام الحرمین کا وہ فتوئ مولانا احمد رضا کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کرتے ہیں:

عطائے تو بلقائے تو

ساتھ یہ بھی تائیداً کہتے ہیں:

کہ حق بحقدار رسید

کہ جس کا حق تھا اس کو پہنچ چکا ہے۔

دوسرا الزام

دوسرا الزام جو یہ حضرات ہم پہ لگاتے ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بالفعل بھی جھوٹ بول سکتے ہیں۔حالانکہ یہ بات قطعاً فتاوئ رشیدیہ میں موجود نہیں۔ فتاوئ رشیدیہ میں تو اس کے برعکس موجود ہے کہ جو یہ کہے کہ خدا جھوٹ بولتا ہے وہ کافر ہے۔

ومن اصدق من اللہ قیلًا.

''اللہ سے زیادہ اور کون سچا ہو سکتا ہے''۔

اب اندازہ لگائیں حضرت گنگوہیؒ ایسے آدمی کو کافر کہہ رہے ہیں اور احمد رضا مکے اور مدینے میں بیٹھ کر جھوٹ بول رہا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹ بولتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسے کوئی کہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ.

البتہ تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جو مریم کے بیٹے مسیح کو اللہ سمجھتے ہیں۔

اب کوئی پادری ''لقد کفر الذین قالوا'' چھوڑ دے اور کہے قرآن میں صاف طور پر موجود ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ.

''شک کی بات نہیں کہ مریم کا بیٹا مسیح اللہ ہے''

اور کہے کہ دیکھو قرآن میں ہے کہ بغیر شک وشبہ کے مریم کے بیٹے کو خدا ماننا چاہئے۔ حالانکہ قرآن نے اس عقیدے کو کفر کہا ہے اور اس کو ماننے والے کو کافر۔ اب جیسا جھوٹ یہ پادری قرآن کے ذمے لگا رہا ہے ایسا ہی جھوٹ احمد رضا بریلوی شاہ شہیدؒ کے ذمے لگا رہا ہے۔ چنانچہ اس فتوے کا حساب و کتاب بھی وہی ہوا جو پہلے کا ہوا کہ یہ فتویٰ احمد رضا پر واپس لوٹ گیا۔ چنانچہ خود احمد رضا لکھتا ہے:

''اسماعیل شہید کہتا ہے کہ یہاں صاف اقرار ہے کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹی ہو جانے میں تو کوئی حرج نہیں، حرج اس پر ہے کہ بندے اس جھوٹ پر مطلع ہوں''۔

(الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۱۳)

اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کر سکتا ہے وہ سب خدا کی پاک ذات پر بھی روا ہے۔ جس میں کھانا، پینا، سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، چلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل ہے، اس قولِ خبیث کی کفریات حد شمار سے خارج ہیں۔

(الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۱۴)

یہاں احمد رضا اقرار کر رہا ہے کہ مولوی اسماعیل شہیدؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کھاتا بھی ہے، پیتا بھی ہے، سوتا بھی ہے، پاخانہ بھی پھرتا ہے، پیشاب بھی کرتا ہے، چلتا بھی ہے، ڈوبتا بھی ہے، مر بھی سکتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ اللہ عزوجل ہر نقص اور عیب سے آلودہ ہے یہ اس کا عقیدہ ہے۔ اور اس کے بعد یہ لکھتا ہے کہ:

''جن چیزوں کی نفی سے اللہ کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل سے ہوسکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی۔ سونا، اونگھنا، بہکنا سب باتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔

اور فتاوىٰ رضویہ ص ۱۹۱ ج ۱ پر لکھتا ہے:

''وہابی ایسے خدا کو مانتا ہے جو مکان سے پاک ہے، جس کا کھانا ممکن، پینا ممکن، پیشاب کرنا یا پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ، بھرنے کا پیٹ، مردمی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے۔ یعنی اس کے ساتھ مردوں والا آلہ تناسل بھی ہے اور عورتوں والی اندام نہانی بھی ہے۔ صمد نہیں جوف دار کھکل (کھوکھلا) ہے۔ خنثیٰ مشکل ہے یعنی کھسرا ہے یہ پتا نہیں چلتا کہ مرد سے کھسرا بنا ہے یا عورت سے۔ یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے، اس کے ماں، باپ، جورو، یعنی بیوی، بیٹا، سب ممکن ہیں۔ بلکہ ماں، باپ سے ہی پیدا ہوا ہے ربڑ کی طرح پھیلتا اور سکڑتا ہے، برہما کی طرح چوکھا ہے۔ یعنی اس کے چار چہرے ہیں جس کا کلام فنا ہوسکتا ہے۔ جو بندوں کے خوف سے جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہیں وہ

مجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں، بندوں سے چہرا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے۔ ایسے کو جس کی خبر کچھ ہے اور علم کچھ۔ خبر سچی ہے تو علم جھوٹا، علم سچا ہے تو خبر جھوٹی۔ سزا دینے پر مجبور ہے نہ دے تو بے غیرت کہلائے۔

تو اس کی قسم کی پچپن باتیں لکھی ہیں جو ایک مسلمان پڑھ بھی نہیں سکتا

واقعہ

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ نے جب ایک عدالت میں جج صاحب کو یہ عبارت سنانی شروع کی تو جج نے کہا میں یہ عبارت دیکھ کر لکھ لیتا ہوں کیونکہ دروازے پر جو چپڑاسی کھڑا ہے وہ عیسائی ہے، وہ کیا کہے گا کہ مسلمانوں کی کتابوں میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔

یہاں یہ صاف اقرار کر رہا ہے کہ یہ عقیدے شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ کہتا ہے کہ اسماعیل شہیدؒ کو کافر کہنا جائز نہیں کیونکہ ہم اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع کیے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اگر ایک عبارت میں سو احتمال بھی ہوں اور ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک ایمان کا ہو پھر بھی اس کو مسلمان کہنا چاہیے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے۔

وھو الجواب وبہٖ یفتٰی وعلیه الفتوٰی وھو المذھب وعلیه الاعتماد وفیه السلامة وفیه السداد.

یعنی یہی جواب ہے اور اس پر فتوٰی ہو اور اس پر فتوٰی ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اس پر اعتماد اور اس میں سلامت اور اس میں استقامت نیز سبحان السبوح کے حوالے سے لکھتا ہے، حاش للہ حاش للہ ہزار بار حاش للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدعیانِ جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں۔ اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہٰ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سے ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔

فان الاسلام يعلوا ولا يعلى.

(تمہید الایمان ص ۴۳)

مولانا محمد امین صفدر صاحب نے ایک عدالت میں بریلوی حضرات سے یہی سوال کیا کہ یہ جو عبارت ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ مفعول بھی ہے، لونڈے بازی کرواتا بھی ہے۔''

اس میں سو واں نہیں بلکہ کروڑ واں احتمال ہی مجھے اسلام کا نکال کر دکھا دو اور یہ کہنا کہ: ''اس کے ساتھ مردوں والی نشانی بھی ہے عورتوں والی بھی خنثیٰ مشکل ہے۔''

اس میں کروڑوں احتمال ایسا نکالو جس سے اسلام کا پہلو نکل سکتا ہو۔ یہ علمائے دیوبند کثر اللہ سوادہم کی کھلی کرامت ہے کہ وہ فتویٰ جو احمد رضا ان حضرات کے لئے حرمین سے لے کر آیا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس پر واپس لوٹا دیا۔ حسام الحرمین میں یہی لکھا ہے کہ جو خدا کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

چنانچہ احمد رضا اپنے اس فتوے کی رُو سے کافر ہو گیا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ شاہ شہیدؒ کا یہ عقیدہ ہے لیکن اس کے باوجود اسے کافر نہیں کہنا چاہئے کیونکہ ان عقائد میں اسلام کا پہلو بھی چھپا ہوا ہے جو احمد رضا کو ہی نظر آیا ہے وہ اور کسی مسلمان کو آج تک نظر نہیں آیا نہ کوئی مسلمان نکال سکتا ہے۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے کسی بات کا علم نہیں ہوتا۔ (تفسیر بلغۃ الحیران ص ۱۷۹)

حالانکہ تفسیر بلغۃ الحیران میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ یہ معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ شیطان کا علم معاذ اللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ بات بریلویوں کی اپنی کتاب انوار ساطعہ میں لکھی ہے کہ ہم تو ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر ناظر ہونا محفل پاک ناپاک میں نہیں

مانتے لیکن شیطان کا ہر پاک ناپاک محفل میں موجود ہونا یہ سب کے ہاں مانا ہوا ہے۔ اب یہ عقیدہ بریلوی مولوی عبدالسمیع کا ہے، مولانا نے تو صرف اس کا رَد کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ایسے قیاسات سے مسائل ثابت نہیں ہوتے اور اگر یہ شیطان کو ہر جگہ حاضر ناظر مانتا ہے اور اس پر قیاس کر کے کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شیطان سے افضل ہیں اس لئے وہ بھی حاضر ناظر ہونے چاہئیں۔ مولانا نے اس پر لکھا ہے کہ مولوی عبدالسمیع مسلمان ہے اور مسلمان شیطان سے افضل ہے تو مولوی عبدالسمیع کو ہر جگہ حاضر ناظر ہونا چاہئے۔

اب مولانا گنگوہیؒ تو ان عقائد کا رَد کر رہے ہیں اور یہ وہ ہیں کہ جو اپنے عقائد ثابت کرنے کے لئے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال شیطان کے ساتھ دے رہے ہیں، کبھی گدھے کے ساتھ۔ پھر بھی توہینِ رسالت کا الزام ہمارے اوپر۔ دن رات احمد رضا کی ذریت یہ پراپیگنڈہ کر رہی ہے کہ دیوبندی گستاخِ رسول ہیں، احمد رضا کا اپنا نظریہ عصمتِ رسول کے بارے میں کیا ہے؟ چنانچہ لکھتا ہے:

> ”وہابیو! تمہارے پیشوا نے یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔“
>
> (الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۲۶)
>
> کسی چوڑے چمار کا تو کیا ذکر مسلمانو! ایمان سے کہنا حضرات انبیاء کی اولیاء علیہم السلام کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ کسی ایسی زبان سے نکل سکتے ہیں جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو۔
>
> (الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۲۸)
>
> مسلمانو! خدارا ان ناپاک ملعون شیطانی کلموں پر غور کرو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کے خیال کرنے سے بھی بُرا ہے۔ اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ مسلمانو! للہ انصاف کرو، ایسا

کلمہ کسی اسلامی زبانِ وقلم سے نکلنے کا ہے حاشا للہ پادریوں پنڈتوں
وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو انہوں نے بزعمِ خود
اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں۔ شاید ان میں بھی
اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم تمہارے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں
کہ انہیں مواخذہ دنیا کا اندیشہ ہے مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی
امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سبّ و دشنام کے الفاظ لکھ
دیئے ہیں اور روزِ آخرت اللہ عزیز غالب و قہار کے غضب عظیم و
عذابِ الیم کا اصلاً اندیشہ نہ کیا۔"

(اَلْکَوکَبۃ الشہابیۃ ص ۳۱)

ان عبارتوں میں احمد رضا صاف طور پر اقرار کر رہا ہے کہ اسماعیل دہلویؒ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ایسی گالیاں دی ہیں جو کسی بڑے سے بڑے کافر نے بھی نہیں دیں اور چوڑھا چمار کہا ہے......۔

ہم خان صاحب کی اس منطق پر حیران ہیں کہ اگر خان صاحب کو کوئی شخص چوڑھا چمار کہہ دے تو یہ اس سے سوواں پہلو بھی نہیں نکال سکتا کہ یہ میری عزت کا پہلو موجود ہے۔ اب جو شخص صاف کہہ رہا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت چوڑھے چمار ہیں بلکہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں اور یہ کہے کہ مر کر مٹی میں مل چکے ہیں اور ان کا کچھ بھی باقی نہیں رہا اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتا ہے اور کوئی شخص معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو گدھے کے خیال سے بھی بدتر قرار دے مولوی احمد رضا کہتا ہے ایسا شخص اہل لا الہ الا اللہ سے ہے اور چونکہ اس کی ان باتوں میں اسلام کا پہلو موجود ہے اس لئے میں انہیں کافر کہنے کے لئے تیار نہیں۔

اب واضح بات ہے کہ جو فتویٰ حسام الحرمین میں احمد رضا حرمین سے لایا تھا جب

اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی تو یہی فتویٰ مولوی احمد رضا پر چسپاں ہو گیا۔ کیونکہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف گالیاں لکھنے والے کو بھی کافر کہنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اور اس فتویٰ میں ہے کہ جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور جو اس کو کافر کہنے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جیسا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم زید، بکر سب موجود جانوروں کو بھی ہے۔ (حفظ الایمان)

حفظ الایمان میں یہ الفاظ بالکل موجود نہیں۔ جیسے پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ جب انہوں نے یہ عقیدہ گھڑا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور یہ ثابت کرنے کے لئے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے ساتھ تشبیہ دینے کی کوشش کی گئی۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا شروع کیا تو ان سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید میں تو عالم الغیب والشہادۃ اللہ تعالیٰ کو کہا گیا ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کس دلیل سے کہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ کہا کہ بعض غیب کی باتوں کا تو جانوروں کو بھی علم ہوتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ:

ایک بادشاہ ایک بزرگ کو ملنے گئے تو اس بزرگ کے سامنے بہت سے سیب رکھے ہوئے تھے ان میں ایک خوبصورت سیب تھا تو بادشاہ نے دل میں کہا اگر یہ بزرگ اپنے ہاتھ سے یہ سیب اٹھا کر مجھے دے گا تو پھر میں سمجھوں گا کہ یہ ولی اللہ ہے تو اس بزرگ نے اپنے ہاتھ میں سیب اٹھایا اور اٹھا کر کہنے لگے کہ ہم مصر میں گئے تھے وہاں ہم نے ایک گدھا دیکھا جو غائب کی باتیں بتاتا تھا اس کا مالک گدھے کی آنکھیں باندھ کر کسی کی جھولی میں کوئی چیز ڈال دیتا، گدھا اس کے سامنے جا کر سر جھکا دیتا اور یہ کہتے ہوئے اس بزرگ نے سیب بادشاہ کو پکڑا دیا۔ اگر ہم بھی دل کی بات جان لیں تو ہم

گدھے جیسے تو ہو ہی جائیں گے۔'' (ملفوظات جلد ۴)

دیکھیں احمد رضا خود یہ ثابت کر رہا ہے کہ اللہ والے گدھوں کو بھی عالم الغیب مانتے ہیں۔اب رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت کرنے کیلئے اس نے معاذ اللہ گدھے کی مثال پیش کر دی۔اس پر ہمارے علماء نے اس کو الزامی طور پر جواب دیا کہ جب بعض علم غیب تو گدھوں کے لئے بھی مانتا ہے اور بعض علم غیب بچوں اور دیوانوں کے لئے بھی مانا جاتا ہے تو پھر تُو نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعریف کی؟

اب اس کی بجائے کہ احمد رضا اس بات کا جواب دیتا اس نے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق مکہ میں جا کر الٹا علمائے دیوبند پر الزام لگا دیا کہ یہ مولانا تھانویؒ کا اپنا عقیدہ ہے حالانکہ حکیم الامتؒ نے چند سطروں کے بعد اس کتاب میں اپنا عقیدہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ علوم جو لازمِ نبوت تھے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتامہا عطا فرما دیے گئے تھے۔یعنی جو علوم نبوت کے لئے لازم تھے وہ تمام کے تمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیئے گئے تھے اور یہ علوم شریعیہ ہیں۔

مثال

مثال کے طور پر یہ شرعی مسئلہ ہے کہ بکرا حلال ہے اور خنزیر حرام ہے۔یہ مسئلہ نبی بتاتا ہے لیکن اس شرعی مسئلہ کو جاننے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ نبی کو یہ بھی پتا ہو کہ کل خنزیر دنیا میں کتنے ہیں اور کتنے ہوں گے،اور کل بکرے دنیا میں کتنے ہیں اور کتنے ہوں گے،اور وہ کہاں کہاں مریں گے۔مرنے کے بعد ان کے بال اور اجزاء کہاں کہاں بکھریں گے۔ان باتوں کا تعلق علم شریعت اور علمِ نبوت کے ساتھ نہیں ہوتا ہاں البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ علومِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ مطہرہ پر مکمل کر دیئے گئے اور ارشاد فرما دیا گیا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا.

بعد میں حضرت تھانویؒ نے اس عبارت کو تبدیل بھی کر دیا تھا، لیکن ابھی تک احمد رضا کے چیلے اس کو پھیلا رہے ہیں۔

اسی طرح حضرت شاہ شہیدؒ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی ہو گئے۔ یہ بھی شاہ شہیدؒ پر الزام ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں مر کر قبر میں دفن ہو جاؤں گا اور یہ کہ آپ کے قبر میں دفن ہونے کا کوئی کافر بھی نہیں انکار کر سکتا۔ مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اطہر موجود ہے اور مسلمان و کافر یہ مانتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر میں مدفون ہیں۔ تقویۃ الایمان میں یہی لکھا ہے کہ میں بھی ایک دن آغوشِ لحد میں سو جاؤں گا۔

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں۔ مولانا کی پوری عبارت پیش نہیں کی جاتی حالانکہ آگے ہی مولانا لکھتے ہیں کہ اللہ کے نیک بندے ہی اس دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت کا سبب بنتے ہیں۔ اور بریلویوں کو تو اس عبارت پر کوئی اعتراض کرنے کا کوئی حق ہی نہیں کیونکہ یہ حضرات صاف طور پر لکھتے ہیں کہ مولوی غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والے رحمۃ اللعالمین ہیں۔

''برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان بشکل صدر دین خود رحمۃ اللعالمین آمد۔''

(دیوان محمدی)

اسی طرح یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ ان کے ہاں اُمتی انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں، چنانچہ یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ:

''انبیاء اگر اپنی اُمت میں ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔''

اب اس عبارت کو بھی نقل کرنے میں بد دیانتی کی جاتی ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کہ: ''عمل میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے

ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔''

اب یہاں بظاہر کا لفظ بڑھا کر بتایا جا رہا ہے کہ نبی کے عمل سے امتی کا عمل کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ بلکہ ہمارا علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ غیر صحابی اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے اور صحابیٔ رسول ایک کھجور بھی صدقہ کر دے تو اس کا ثواب صحابی کے ثواب کے برابر نہیں ہوتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تسبیح کے برابر پوری امت کا ثواب بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ بظاہر امتی کا عمل بعض اوقات نبی سے بڑھ جاتا ہے جیسے معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نمازیں فرض ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل پندرہ یا سولہ سال نمازیں پڑھیں لیکن آج بہت سے مسلمان ایسے ملیں گے کہ جنہوں نے ساٹھ ستر سال پانچوں نمازیں پڑھیں۔ تعداد کے اعتبار سے یہ زیادہ ہیں۔ نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج فرمایا لیکن آج بہت سے لوگ ایسے ملیں گے کہ جنہوں نے بیس بیس حج کئے ہوئے ہیں۔ بظاہر ان کے حج زیادہ ہیں۔ آپ پر قرآن حجۃ الوداع کے موقع پر ختم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کچھ قرآن ختم کئے لیکن آج کتنے لوگ ایسے ہیں جو روزانہ قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور گنتی میں یہ بہت زیادہ ہیں۔ تو ان کے کہنے کا مطلب یہی تھا کہ نبی علوم میں ممتاز ہوتے ہیں، اعمال میں تو بسا اوقات اُمتی بظاہر بڑھ بھی جاتے ہیں۔

اسی طرح کبھی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء سب ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں۔

ہمارا عقیدہ المہند میں یہی مذکور ہے کہ جو شخص نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نسبی بھائی کے برابر کہے وہ شخص کافر ہے۔ ہم تو ایسے آدمی کو کافر کہتے ہیں۔

باقی تقویۃ الایمان میں جو یہ بات لکھی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا میں آپ کو سجدہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری عزت کیا کرو عبادت صرف اللہ کی کیا کرو۔ اکرموا اخاکم، اپنے بھائی کا اکرام کرو۔ اور یہی حدیث خود احمد رضا خان نے زبدۃ الزکیہ میں لکھی ہے اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی لکھا ہے۔ البتہ حضرت شاہ شہیدؒ نے تقویۃ الایمان میں جو بات لکھی ہے د،

حمد رضا بھی نہیں لکھ سکا اور وہ یہ ہیں کہ برادریاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ کوئی نسبی بھائی ہوتا ہے کوئی برادری کے اعتبار سے، یہ ارائیں بھائی ہے۔ کوئی ملک کے حساب سے کہ یہ پاکستانی بھائی ہے۔ تو سب سے بڑی برادری انسانی برادری ہے تو مولانا لکھتے ہیں کہ انسان سب آپس میں بھائی ہیں اور نبیوں کو اللہ تعالیٰ ان میں بڑا مرتبہ دیتا ہے گویا سارے انسانوں میں بڑا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہوا اور سارے انبیاء میں سے بڑا مرتبہ حضرت رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا۔

اب مولانا تو یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا کے سوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اب اس پر الزام لگا دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم تو اس کو کفر کہتے ہیں لیکن یہ اسماعیل شہید کو کافر بھی نہیں مانتے۔ اب بقول احمد رضا اس فقرے میں اسلام کا پہلو موجود ہے لہٰذا بریلویوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں سے اسلام کا پہلو ہمیں ڈھونڈ کر دیں۔

ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے لکھا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہوا تو خاتمیتِ محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

یہ بھی دھوکہ ہے، کہ حضرت نانوتویؒ نے تو یہ کتاب ہی ختم نبوت کے اثبات میں لکھی ہے لیکن انہوں نے ختم نبوت کی دو قسمیں کی ہیں:

نمبر ا:۔ زمانے کے لحاظ سے سب سے آخر میں پیدا ہونا۔

نمبر ۲:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معنی کے اعتبار سے خاتم النبیین ہیں کہ سب انبیاء سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے احکامات کو منسوخ کر سکتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کوئی بھی منسوخ نہیں کر سکتا بلکہ پہلے جتنے انبیاء گزرے ہیں وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ اس سیاق وسباق میں لکھا ہے کہ اگر بالفرض کوئی اور بھی نبی آئے گا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہی بنے گا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا، اس لئے یہاں رتبے کے اعتبار سے ختم نبوت کا ذکر ہے نہ کہ زمانے کے اعتبار سے۔ چنانچہ تحذیر الناس کی اصل عبارت یہ ہے:

''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوتِ خاتمیتِ زمانی

ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انــت مـنـی بـمـنـزلة هـارون من مـوسٰـی الا انهٗ لا نبی بعدی، او کما قال. جو بظاہر بطرز مذکو راسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث شعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے۔ اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔"

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ: دیوبندیوں کے نزدیک ہندوؤں کی دیوالی کی پڑیاں کھانا جائز ہے ہندوؤں کے سوت سے پانی پینا جائز ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل کا پانی پینا جائز نہیں ہے۔

یہ بھی ایک دھوکہ ہے گویا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل کے پانی کو اس سے بھی برا سمجھتے ہیں۔

مثال

اس بات کو مثال سے سمجھیں، بکری حلال ہے خنزیر حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی بکری چوری کی ہو تو وہ حرام ہے، اگر اس بکری کو کوئی حضرت حسین کا نام لے کر بجائے بسم اللہ کے پڑھے بسم حسین کہہ کر ذبح کرے تو بریلوی بھی مانتے ہیں کہ بکری حرام ہو گئی۔

اب ایک آدمی نے بکری ہندو سے خریدی اور مسلمان نے ذبح کی تو سب کہیں

گے کہ یہ حلال ہے کیونکہ مسلمان کا ذبیحہ ہے لیکن ہندو کا ذبیحہ حرام ہے۔ اب جو یہ کہے کہ مسلمان کی جو بکری ہے وہ نہیں کھا رہا لیکن ہندو کی بکری کھا رہا ہے۔ حالانکہ وہ اس لئے نہیں کھا رہا کہ مسلمان کی بکری چوری کی ہے یا اس لئے نہیں کھا رہا کہ مسلمان نے بسم اللہ اللہ اکبر نہیں پڑھا، بسم حسین پڑھا ہے۔ چونکہ اس سبیل میں یہ نذر لغیر اللہ کی نیت کرتے ہیں اور نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے اس لئے اس سے منع کیا جاتا ہے اور کافروں کا ذبیحہ حرام ہے لیکن حلوہ پوری وغیرہ ذبیحہ نہیں اس لئے یہ حرام نہیں۔

یہ تو چند سوالات کے جوابات ضمناً آ گئے، ان کے اعتراضات کے جوابات کے لئے محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''عبارات اکابر'' کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جیسا کہ اس تمہید سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ان الزامات کا جواب آج سے ۹۸ سال قبل دے دیا گیا تھا، چاہئے تو یہ تھا کہ اب گڑے مردے نہ اُکھیڑے جاتے، لیکن بریلویوں کی باسی ہانڈی میں اُبال اٹھتا ہی رہتا ہے اور یہ اس طرح کی شورش برپا کرتے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اسی عادت سے مجبور ہو کر گجرات کے علاقے میں بھی یہی شورش شروع کی تو اس علاقے کی اہل سنت والجماعت عوام نے اس کا مؤثر جواب دینے کی ٹھان لی۔

چنانچہ اہل سنت والجماعت دیوبندی حضرات اور بریلوی حضرات کے درمیان ۱۲ جون ۱۹۸۴ء کو مناظرہ طے پا گیا، علمائے دیوبند کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت اوکاڑوی نوّر اللہ مرقدہٗ کو مقرر کیا گیا جبکہ دیوبندی حضرات کی طرف سے صدر مناظر حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر زیدمجدہم (ابن محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم) تھے۔ بریلویوں کی طرف سے مناظر مولوی سعید تھے۔ ادھر دیوبندی حضرات کی جانب سے داعی مناظرہ کا نام محمد یوسف تھا۔ چنانچہ حضرت اوکاڑویؒ وقت مقررہ پر تشریف لے گئے اور مناظرہ شروع ہو گیا۔

عام طور پر بریلوی حضرات کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ مناظرہ عبارات پر ہو اس

سے انہیں یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اپنے ٹائم میں زیادہ سے زیادہ اعتراضات کریں گے۔ جبکہ جواب دینے کے لئے دیوبندی مناظر کو وقت چاہئے۔ اس پہلو کو سامنے رکھ کر بریلوی حضرات کی ساری کوشش اس پر ہوتی ہے۔ دیوبندی حضرات کے ذہن میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ عبارات پر مناظرہ کرنا مشکل کام ہے اس لئے وہ اس سے احتراز کرتے ہیں۔

حضرت اوکاڑویؒ نے بریلویوں سے عبارات پر بات کرنے کے لئے نیا انداز اختیار کیا جس سے بریلوی مناظرین میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ طریقہ کیا ہے بندہ حضرت کے دروس کی ترتیب دے رہا ہے اس میں ذکر کر دیا گیا ہے جو ان شاء اللہ عنقریب شائع ہو کر منظر عام پر آ جائیں گے۔

چنانچہ سعید صاحب یہاں بھی بڑے زور شور سے آئے اور مناظرہ شروع ہو گیا۔ جب مناظرہ شروع ہو گیا اور بریلوی مناظر سعید نے حضرت اوکاڑویؒ کے ہاتھوں اپنے دھوکوں کا تیا پانچا ہوتا دیکھا تو اس کی ساری ہوا نکل گئی اور اسے اپنی شکست صاف طور پر نظر آنے لگی تو اس نے راہ فرار کی سوچی لیکن ہار ماننا بھی تو جگر گردے والوں کا کام ہے اور یہ کام یہ لوگ کیا کر سکیں چنانچہ یوسف جو کہ بریلوی حضرات کی طرف سے صدر مناظر تھا اس نے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے اعلان کیا کہ میں محمد یوسف دیوبندی تھا اب بریلوی ہوتا ہوں۔ (حالانکہ محمد یوسف صاحب جو اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند سے تعلق رکھتے تھے وہ اور تھے، نام میں اشتراک کی بنیاد پر یہ دھوکہ چل گیا) جب اس نے اعلان کیا تو شور مچ گیا تو چک کا نمبردار حضرت اوکاڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت یہاں سے چلیں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مناظرہ ختم ہو گیا۔

لطیفہ

اس پر ایک لطیفہ یاد آیا، کسی نے مفکر اسلام علامہ خالد محمود دامت برکاتہم العالیہ سے پوچھا کہ حضرت سب سے کامیاب مناظرہ کون سا ہوتا ہے؟ فرمایا جو لڑائی پر ختم ہو جائے۔

چنانچہ بات چل رہی تھی کہ مناظرہ بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت کی خدمت میں بیس کے قریب آدمی حاضر ہوئے ان میں سے ایک وہی نمبردار صاحب بھی تھے، انہوں نے بتایا کہ آپ کے واپس آنے کے بعد میں نے شام کو پڑھے لکھے لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ مناظرہ میں شور کی وجہ سے ہمیں کچھ سمجھ نہ آیا لیکن کیسٹ موجود ہے، اب سنتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے کیسٹ سن کر یہی فیصلہ کیا کہ علمائے دیوبند کے ذمے جو عقائد بریلوی لگاتے ہیں ان کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ چنانچہ ہم اہل سنت والجماعت کے حقیقی مصداق علمائے دیوبند کے مسلک کے ہمنوا بن گئے۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اب مناظرہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

مولوی سعید اسد

اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. وما ارسلناک إلّا رحمة للعالمین.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے دو گروہ پیدا ہو گئے۔ ایک گروہ تو کھلم کھلا مخالف تھا اور دوسرے گروہ نے یہ سمجھا کہ ہم کھلم کھلا تو مخالفت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر الزامات واتہامات اور آپ علیہ السلام کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ وہ لوگ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی نبوت کی گواہی دیتے تھے اور اس پر قسمیں اٹھاتے تھے جیسا کہ سورۃ منافقین کی پہلی آیت مبارکہ بتلا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهُ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ.

ترجمہ:۔ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق اپنی بات میں جھوٹے ہیں۔ ان کا یہ قول کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں، یہ غلط ہے۔

اور ان منافقین کا طریقہ کار یہ تھا کہ عبداللہ بن ابی جو رئیس المنافقین تھا وہ ایک مرتبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں گیا۔ وہاں اس نے کوئی بات کی، اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا:

یقولون لئن رجعنا إلی المدینة لیخرجن الاعزُّ منها الاذلّ.

ترجمہ: کہ عزت والے ذلت والوں کو مدینے سے نکال دیں گے۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور علیہ السلام کے غلاموں کو ذلیل کہا۔
آپ حضرات ایمان سے بتلائیں کہ کیا حضور علیہ السلام ذلیل ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فوراً آیت نازل کی:

وللّٰہ العزّۃ ولرسولہٖ وللمومنین.

ترجمہ: ''کہ عزت تو اللہ کیلئے، اس کے رسول کیلئے اور مومنوں کیلئے ہے۔''

وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ.

''لیکن منافق اس بات کو نہیں جانتے''۔

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مومنوں کو ذلیل کہتے ہیں حالانکہ وہ خود بہت بڑے ذلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مومنوں کو عزت والا کہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ذلیل کن لوگوں کو کہا۔ سورۃ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ.

''جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے بڑے ذلیل ہیں۔''

عزت والا ہے مصطفیٰ، عزت والے ہیں مومنین، عزت والا ہے خدا۔ جو خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے وہ عزت والا نہیں ہوتا وہ ذلیل ہوتا ہے۔

لیکن میرے بھائیو! میں آپ سے کیا عرض کروں، میرے ہاتھ میں دیوبندی حضرات کی معتبر کتاب ''تقویۃ الایمان'' ہے۔ یہ ان کی مایہ ناز کتاب ہے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے جب ان لوگوں کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں۔ تقویۃ الایمان کے صفحہ نمبر ۱۵ پر یہ کیسی گستاخی والی عبارت درج ہے کہ:

''یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ چمار سے زیادہ ذلیل اللہ کے نبی

اور ولی ہیں یا اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے؟ اگر اللہ کے نبی ﷺ چمار سے زیادہ ذلیل نہیں ہیں تو پھر میرے دوستو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ بات کرنے والا کون ہے جو بھی یہ بات کہتا ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی فہرست میں داخل ضرور کرنا چاہئے۔ قیامت کے دن یہ نہیں ہوگا کہ فلاں مولوی صاحب کی موافقت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں۔ بلکہ وہاں سفارش تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنی ہے۔ رسول کے مقابلے میں ان لوگوں نے شفاعت نہیں کرنی۔ خداوند قدوس نے اپنے پیاروں کو عزتیں عطا فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر.

”جسے اللہ چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے اللہ چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔

قرآن کی یہ آیت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل نہیں ہے۔ ذلیل صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔

میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ لغت میں ذلیل کا معنی کیا ہے۔ اردو لغات کی کتاب ہے قائد اللغات اس میں ذلیل کا معنی لکھا ہے۔ خوار، بے عزت، حقیر، رسوا، کمینہ، خفی۔

ہم سب نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے، تقویۃ الایمان والے کا کلمہ نہیں پڑھا۔ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے ہم نے بات اُن لوگوں کی اونچی کرنی ہے ان لوگوں کی اونچی نہیں کرنی۔ اب دیکھئے قرآن بھرا پڑا ہے، قرآن فرماتا ہے کہ اے میرے پیارے یہ میری بارگاہ میں عزت والے ہیں۔

میں اپنے فاضل مخاطب سے یہی گزارش کروں گا کہ یہ اپنی اس عبارت کی مطابقت قرآن وحدیث مصطفیٰ وفقہ حنفی کے مطابق دکھائے۔ آپ قرآن سے دکھا دیجئے کہ

قرآن کہتا ہے کہ ہر مخلوق خدا کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ حدیث سے مطابقت دکھادیجئے۔ فقہ حنفی سے مطابقت دکھادیجئے۔ نقل کفر کفر نہ باشد، ہم قرآن کی بات مانتے ہوئے آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ وگرنہ آپ قرآن کی بات مانتے ہوئے مصطفیٰ کی ذات کو عزت والا کہئے ان کو ذلیل نہ کہئے۔ اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں:

ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم وجیھًا فی الدنیا والأخرۃ.

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں عزت والے ہیں وجاہت والے ہیں مرتبے والے ہیں۔

وجیھًا فی الدنیا والأخرۃ.

کہ دنیا اور آخرت میں عزت والے ہیں اور خدا کے مقرب بندوں میں سے ہیں۔

آپ نماز پڑھتے ہیں آپ کو نماز پڑھتے ہوئے کسی نے بلایا، آپ جاسکتے ہیں۔ اور اگر آپ چلے گئے تو آپ کی نماز رہ گئی یا ٹوٹ گئی؟ (ٹوٹ گئی) بخاری شریف اٹھاؤ۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے بلایا، حضرت سعید رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ گئے۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تجھے بلایا تو نہیں آیا؟ انہوں نے عرض کیا حضرت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے اللہ تعالیٰ کی بات نہیں سنی:

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا لِلّٰہ ولِلرّسول إذا دعاکم.

جب تم کو اللہ اور اس کا رسول بلائے تو تم سارے اس کی بارگاہ میں حاضری دو۔ فوراً ان کی بات سنو۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب

اما بعد، اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. وما ارسلنک إلّا رحمۃ للعالمین.

میرے دوستو اور بزرگو آپ کے سامنے مولانا نے سب سے پہلے وہ آیات پڑھیں جو منافقین کے بارے میں ہیں اور یہ بات ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ منافق وہ لوگ تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے تھے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن پاک یہ کہتا ہے کہ منافقین وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مخالف تھے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تبلیغ کرنے والوں کو بے وقوف، جاہل اور گستاخ کہا کرتے تھے۔

مولانا نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ہم لوگ (بریلوی) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن شاہ اسماعیل شہیدؒ اور اہل سنت والجماعت جن کے صحیح وارث علمائے دیوبند ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت اور تکریم نہیں کرتے۔

اس بارے میں مَیں اپنا مسلک واضح کر دیتا ہوں کہ ہمارے علمائے دیوبند کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال مبارک کی توہین کرنے والا بھی کافر، مرتد، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ناپاک انسان کو قتل کر کے خدا کی زمین کو اس سے پاک کر دینا چاہئے۔ لیکن اس کے برعکس وہ لوگ جو آج یہ دعویٰ لے کر کھڑے ہوئے ہیں کہ ہم رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے والے ہیں، مَیں ان پر اپنا عقیدہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی مبارک کو جتری کہنے والا کافر ہے۔ ہمارے اہل سنت والجماعت دیوبند کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال مبارک کی توہین کرنے والا کافر اور مرتد ہے۔

میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ آقاءِ نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ کون ہے؟ میرا یہ دعویٰ ہے کہ آدمی جب خانہ کعبہ جاتا ہے تو وہ وہاں جھوٹ بولنے سے توبہ کر لیتا ہے۔ لیکن احمد رضا بریلوی نے مدینہ جا کر بھی جھوٹ بولا۔ ان کا امام بیت اللہ میں جا کر بھی جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی جو عبارت دی ہے یہ ایسے ہے جیسے ایک

پادری کا ایک مسلمان سے مناظرہ ہوا وہ کہنے لگا کہ سب مسلمان دوزخی ہیں کہ قرآن میں ہے:

الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیدخلون جھنم داخرین.

کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اب مسئلہ قرآن کا نہیں ہے لیکن اس نے کیا کیا، کہ آدھی آیت مبارکہ ایک جگہ سے لی اور آدھی دوسری جگہ سے لی اور ان دونوں کو جوڑ کر ایک بات بنالی۔ اگر خدا کی کتاب کے ساتھ کوئی یہ زیادتی کرے تو یہ جھوٹ ہے یا نہیں؟ یقیناً جھوٹ ہے۔

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ احمد سعید اور ان کے دوسرے حضرات وہ عبارت جو احمد رضا نے مکہ مکرمہ میں جا کر لکھی ہے وہ عبارت تحذیر الناس سے دِکھا دیں تو میں جھوٹا ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ احمد رضا نے مکہ میں جا کر بھی جھوٹ بولا، مدینے میں جا کر بھی جھوٹ بولا۔ ساری دنیا وہاں توبہ کرنے کے لئے جاتی ہے لیکن یہ وہاں بھی جھوٹ بولنے کے لئے گیا۔ جو لوگ حرم میں بھی جا کر جھوٹ بولتے ہیں۔

تو میں ایک آسان بات بتا رہا ہوں جس سے مجھے جھوٹا کیا جا سکتا ہے کہ تحذیر الناس رکھیں، حسام الحرمین کا اردو ترجمہ میں رکھتا ہوں اگر یہ عبارت تحذیر الناس سے دِکھا دیں تو میں جھوٹا۔ اور اگر یہ نہ دکھا سکے اور قیامت تک نہ دِکھا سکیں گے تو جھوٹا کون ہوگا؟ یہ یا ہم؟ جھوٹا وہ ہوگا جس نے حرم میں بھی جا کر جھوٹ بولا۔

اب میں اس بات پر آتا ہوں جو مولوی صاحب نے پیش کی تھی۔ یہ کہتے ہیں کہ علمائے دیوبند نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے۔ میں یہ بتاتا ہوں کہ گستاخی کرنے والا کون ہے؟ میں علی الاعلان یہ کہتا ہوں کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر چوڑھا چمار کہے وہ کافر اور مرتد ہے۔

تقویۃ الایمان سامنے پڑی ہے اگر وہاں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک دِکھا دیں تو مناظرہ ختم اور میں جھوٹا ہوں گا۔ انہوں نے یہی کہا ہے کہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ چوڑھا چمار کہا گیا ہے۔ اگر یہ وہاں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک دِکھا دیں تو یہ سچے میں جھوٹا اور میں ابھی لکھ کر دوں گا کہ اسماعیل شہیدؒ کافر ہے، مرتد

ہے۔ معاذ اللہ۔ لیکن یہ جھوٹ بولنے والے قیامت تک نام نہیں دِکھا سکتے۔

یہ میرے ہاتھ میں الکوکبۃ الشہابیۃ ہے اسکے صفحہ ۲۹ پر یہی عبارت نقل کی گئی ہے اور یہی کچھ کہا ہے جو مولوی صاحب نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہ اسماعیل شہیدؒ نے نعوذ باللہ چمار کہا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں اگر یہ لفظ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چمار سے زیادہ ذلیل ہیں، یہ تقویۃ الایمان سے دِکھا دیں تو میں لکھ کر دے دوں گا کہ اسماعیل شہیدؒ بھی کافر اور اس کو مسلمان کہنے والا بھی کافر۔ اسماعیل شہیدؒ کی میں جو عزت کرتا ہوں وہ اس لئے کرتا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ عالم دین اور ولی اللہ ہے۔ اگر مجھے پتا چل جائے کہ وہ گستاخِ رسول ہے، خواہ میرا باپ ہو، کتنا بڑا آدمی ہو، میرے دل میں اس کی کوئی عزت نہیں ہے۔

اور اگر جیسا احمد رضا نے لکھا ہے اور سعید نے کہا ہے کہ تقویۃ الایمان میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی ہے اگر یہ دکھا دیں تو میں جھوٹا یہ سچے، اگر نہ دکھا سکیں تو یہ جھوٹے۔

اب اگر احمد رضا یہ عبارت لکھ کر کہ اسماعیل شہیدؒ نے رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ چمار کہا ہے یہ اس کو کافر نہیں کہتا تو پھر کافر کون بنے گا؟

جبکہ احمد رضا خود تمہید الایمان (ص ۴۲) میں لکھتا ہے کہ:

"رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"

اَب احمد رضا یہ کہتا ہے کہ اسماعیل دہلوی کے کفر کو میں تسلیم نہیں کرتا۔ علمائے محتاطین اسے کافر نہ کہیں۔ گستاخِ رسول کو کافر کہنا چاہئے یا نہیں؟ اور جو گستاخِ رسول کو کافر نہ کہے وہ کافر ہے یا نہیں؟

وہ مولوی احمد رضا ہے جو یہ کہتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر چمار سے زیادہ ذلیل کہا اور دوسری طرف کہتا ہے کہ علمائے محتاطین کافر نہ کہیں۔ اب اگر یہ علمائے محتاطین نہ ہوتے تو یہ کبھی کافر نہ کہتے۔ حاشا اللہ! میں بار بار

کہتا ہوں کہ اگر یہ تقویۃ الایمان سے یہ دِکھا دیں میں اسماعیل دہلوی کو کافر کہوں گا اور جو اُن کو کافر نہ کہے ان کو بھی کافر کہوں گا۔ لیکن احمد رضا نے مکے میں جا کر بھی جھوٹ بولا، یہاں بھی جھوٹ بولا اور وہی جھوٹ مولوی سعید صاحب نے دہرایا، یہ شاہ اسماعیل شہیدؒ جو کہ ولی کامل ہے اس کی زندہ کرامت ہے۔

اب اگر احمد رضا کو مسلمان کہنا چاہتا ہے تو اسے یہ کہنا پڑے گا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے گستاخی نہیں کی۔ اور اگر یہ شاہ اسماعیل شہید کو گستاخ کہتا ہے تو اس کو احمد رضا کو کافر کہنا پڑے گا۔ مولوی صاحب نے آپ کو یہی بتایا تھا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چمار سے زیادہ ذلیل کہا۔ میں کہتا ہوں ایک منٹ میں فیصلہ ہو جائے گا کہ یہ یہاں تقویۃ الایمان رکھ دیں اور اس جگہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی دِکھا دے تو میری شکست ہوگی۔ اور اگر یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ دِکھا سکے تو پھر اسے احمد رضا کو کافر کہنا پڑے گا۔

مولوی سعید اسد

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم وعلٰی الہٖ واصحابہٖ اجمعین، اما بعد.

میں سب سے پہلے آپ حضرات کے سامنے وہ شرائط پیش کرنا چاہتا ہوں جن پر میرے محترم صدر نے دستخط کئے ہیں۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ جب تک ایک عبارت کا جواب نہیں دے دیا جاتا اس وقت تک دیوبندی مناظر بریلوی مناظر پر اعتراض نہیں کر سکے گا۔

اب مولانا کو چاہئے تھا کہ جو عبارت میں نے پیش کی ہے اس کی تائید قرآن مجید سے دکھاتے، اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے دِکھاتے، اس کی تائید فقہ حنفی سے دِکھاتے، لیکن مولانا نے ایک نیا کام شروع کر دیا، مولانا نے احمد رضا صاحب پر الزامات لگانا شروع کر دیئے۔ آپ ایمان سے بتایئے کیا ابھی اس کا موقع تھا؟ میں نے اس مرتبہ تو چھوٹ دے دی لیکن اگر مولانا نے آئندہ ایسا کیا۔

دیکھئے یہ تو مولانا کا حق ہے جو عبارت میں نے ان کی پیش کی ویسی عبارت یہ ہماری پیش کر دیں، یہ ان کا حق ہے، یہ جوانہوں نے کہا ہے کہ سعید نے یہ کہا ہے کہ اسماعیل شہیدؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر چمار کہا ہے اگر یہ دِکھا دے تو میں اسماعیل کو کافر مرتد کہہ دوں گا۔ کیا آپ نے میری یہ عبارت سنی تھی؟ میں نے عبارت یہ پڑھی تھی کہ تقویۃ الایمان والے یہ لکھتے ہیں کہ:

> ''ہر مخلوق خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔''

کیا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر مخلوق میں داخل ہیں یا نہیں؟ یا تو یہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق نہیں مانتے خالق مانتے ہیں اور اگر یہ مخلوق مانتے ہیں تو پھر ہر مخلوق خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اس میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہیں۔

دوسری بات کہ انہوں نے اپنی عبارت سے عدول کرتے ہوئے الکوکبۃ الشہابیہ کی عبارت پیش کی ہے۔ اب مولانا احمد رضا اس کے کفر کے باوجود اس کو کافر نہیں کہتے تو وہ کافر ہوئے۔ لیکن آپ ایمان سے بتلائیے کہ ایک آدمی اگر کوئی گستاخی کرے، گستاخی کرنے کے بعد کوئی آدمی یہ آ کر کہے ''اس نے توبہ کر لی ہے''، تو کیا ہم اسے کافر کہیں گے؟ ہم کہیں گے کہ توبہ کی ہے یا نہیں، یہ الگ مسئلہ ہے لیکن یہ بات جو انہوں نے کہی ہے یہ کفر ہے، ہم کافر کہنے سے رُک جائیں گے۔ لیکن ان کی بات کفر ضرور ہو گی۔ تو آج جو ان کی بات کی تاویل کرے گا وہ بہر حال ضرور کافر ہو گا۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے تقویۃ الایمان کے رَد میں ایک کتاب لکھی جس میں لکھتے ہیں: ''لیکن ان کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے ان اقوال سے توبہ کر لی تھی، اس لئے علمائے محتاطین نے اس کو کافر کہنے سے احتیاط برتی۔ انہوں نے یہ توبہ کی یا نہیں، یہ تو اللہ کو معلوم ہے، لیکن جو ان کی عبارت کی تاویل کرتے ہیں وہ تو ان کی توبہ کے منکر ہیں۔ توبہ کی یا نہیں، یہ الگ بات ہے لیکن ہم پر یہ لازم ہے کہ یہ کہیں کہ یہ بات کہنا کفر ہے۔ لیکن چونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ توبہ کر لی ہو، اس نے اللہ کے سامنے جواب دینا ہے، اس لئے

احتیاطاً کافر نہیں کہتے۔ ہمارے جید عالم دین ''الباب الشدید علی مقامہ الحدید'' میں لکھتے ہیں مولوی اسماعیل دہلوی کے یہ اقوال یقیناً کفر ہیں، اس میں کوئی شک نہیں مگر کافر و مرتد جب اپنے کفر سے توبہ کر لیتا ہے تو بعد توبہ اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ لیکن اس کا قول جو بات توبہ سے پہلے اس نے کہی تھی وہ بات تو کفر رہے گی۔

مولوی اسماعیل صاحب کی توبہ چونکہ مشہور ہو چکی تھی اگر چہ اس کا ثبوت اس درجہ نہیں کہ وہ موجب یقین ہو اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کی یہ کمال احتیاط ہے کہ اس صورت میں بھی اسماعیل کو کافر کہنے سے سکوت اختیار کیا۔ مولانا گنگوہیؒ سے کسی نے کہا یہ بات مشہور ہے کہ مولوی اسماعیل نے اپنی موت کے وقت بہت سے لوگوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی۔ کیا آپ نے یہ بات سنی یا محض افتراء ہے؟ اس پر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے کہا کہ توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے افتراء ہے، اہل بدعت سے۔ چونکہ ان کی توبہ مشہور ہو چکی تھی اس لئے ہم لوگ انہیں کافر نہیں کہتے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۸)

یہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب بھی ہمیں ان لوگوں سے بات کرنے کا موقع ملتا ہے تو یہ ادھر ادھر کی بات ضرور کریں گے لیکن جو اصل مذہب ہے اس کو پیش نہیں کریں گے۔ مولانا پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس قول کی تائید اللہ کے قرآن سے پیش کریں، اپنے اس قول کی تائید حدیث مصطفیٰ سے پیش کریں، اپنے اس قول کی تائید فقہ حنفی سے پیش کریں۔ مولانا نے کہا تھا اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نکل آئے تو میں اسماعیل کو کافر کہوں گا۔ میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ ہر مخلوق خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، اس سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالیں۔ اب جو اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا.

مولانا محمد امین صفدر صاحب

امـا بـعـد، اعـوذ بـالـلّٰـه مـن الشـيـطٰن الرجيم. بسم الله الرحمٰن الرحيم. وما ارسلنک إلّا رحمة للعالمين.

میرے دوستو اور بزرگو! مولانا نے آپ کے سامنے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ گستاخِ رسول ہے۔ میں نے آپ کے سامنے یہ عرض کیا کہ وہاں رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نہیں ہے۔ چنانچہ الحمدللہ آپ کے سامنے مولوی صاحب نے اقرار کرلیا کہ وہاں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک نہیں ہے۔ میں نے لفظ ہر مخلوق سے سمجھا ہے۔

مناظرہ میں اس طرح کا استدلال کیا جارہا ہے قرآن پاک میں آتا ہے کہ جب ایک آدمی کی ایک جگہ تعریف موجود ہو تو دوسرے عام عنوان میں وہ شامل نہیں ہوتا قرآن پاک میں یہ آیت:

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ.

نازل ہوئی کہ بے شک جن کی تم عبادت کرتے ہو سارے جہنمی ہیں۔

تو ابوجہل نے اٹھ کر شور کیا کہ دیکھو عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ جیسے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نکالو اب رسولِ پاک ﷺ کو۔ ابوجہل کہتا تھا کہ نکالو اب عیسیٰ علیہ السلام کو معبودوں سے۔ نکالو عزیر علیہ السلام کو معبودوں سے۔

تو دیکھئے دعویٰ ان کا تھا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ گستاخ رسول ہے۔ اس نے مان لیا کہ وہاں رسولِ پاک کا نام نہیں ہے۔ تو یہ ان کا بہت بڑا جھوٹ تھا۔ جیسے میں نے بتایا کہ احمد رضا نے حرمین میں جا کر جھوٹ بولا۔ میں نے کہا تھا کہ اگر مولوی صاحب حسام الحرمین سے وہ عبارت دکھادیں تو میں جھوٹا ہوں گا ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ ساری دنیا وہاں توبہ کرنے جاتی ہے اور یہ فرقہ وہاں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا۔ جو فرقہ وہاں بھی جھوٹ بولے.

سے باز نہ آئے وہ یہاں سچ بول سکتا ہے؟

دوسرا انہوں نے یہ کہا کہ اسماعیل شہیدؒ نے توبہ کرلی تھی، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لهٗ.

جنہوں نے توبہ کرلی اب ان کے گناہوں کا ذکر بھی نہ کرنا چاہئے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ ان کے نزدیک توبہ کرکے فوت ہوئے لیکن ان کے وصال کے بعد احمد رضا نے الکوکبۃ الشہابیۃ لکھی، اس میں لکھتا ہے کہ اس کے ۷۵ کفریات ہیں۔ اگر وہ توبہ کرکے فوت ہوئے تھے تو اس کے بعد رسالے کیوں لکھے گئے؟ حل شکوک الہندیہ لکھی اس میں لکھا کہ اس کے کفریات ہیں۔ اگر مولانا شاہ شہیدؒ کی کسی کتاب سے توبہ دکھادیں تو پھر احمد رضا کفر سے بچ سکتا ہے اور اگر یہ نہ دکھا سکیں تو اب یہ اس گستاخِ رسول جو یہ کہتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر اسماعیل نے چمار کہا اور پھر اس کو کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور کہتا ہے، حاشااللہ۔ ہمارے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے۔

فان الاسلام یعلو و لا یعلیٰ...... (تمہید ایمان ص ۴۲)

جب ہمارے علماء نے یہ اعتراض کیا کہ اگر شاہ شہیدؒ گستاخ تھے تو مولوی احمد رضا نے انہیں کافر کیوں نہیں کہا؟ تو مولوی نعیم الدین مرادآبادی نے اپنی طرف سے وجہ تراش لی کہ اسماعیل شہیدؒ نے توبہ کی تھی۔ انہوں نے حوالے اپنے مولویوں کے دیئے اور نام لیا حضرت گنگوہیؒ کا۔ حضرت گنگوہیؒ نے تو یہ فرمایا تھا کہ یہ افتراء ہے ان پر۔ تو جب تک مولوی سعید صاحب اسماعیل شہید کی کتاب سے آپ کو توبہ نامہ نہ پڑھ کر سنائیں اس وقت تک احمد رضا کفر سے نہیں بچ سکتا۔

شاہ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پہنچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انسان کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک اس کے نزدیک

سب لوگ مینگنیوں جیسے نہ ہو جائیں''۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ پاک نے قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ اب مولوی صاحب الناس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے خارج کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں انسان کے متعلق آتا ہے:

إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا.

کہ بے شک انسان ظالم اور جاہل ہے۔

اسی طرح آتا ہے کہ انسان ظالم اور کافر ہے۔ اب میں دیکھوں گا کہ مولوی صاحب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح خارج کریں گے۔ اب آیت:

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ.

میں کیا عیسیٰ علیہ السلام شامل تھے؟ نہیں شامل تھے۔ یہ ان کی غلط سوچ تھی ایک بیمار آدمی کی سوچ تھی۔ اسی طرح اس شخص کی سوچ بیمار ہے جو اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔

الحمد للہ آپ کے سامنے مولوی صاحب نے مان لیا کہ تقویۃ الایمان میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں ہے۔ اور میں اپنی اسی بات پر قائم ہوں اگر یہ وہاں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دکھادے میں اسی وقت اسماعیل دہلوی کو گستاخ رسول لکھ دوں گا اور اگر نہ دکھا سکے تو یہ احمد رضا کو کافر لکھ دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ اس نے گستاخ رسول کو کافر نہیں کہا، اسی طرح احمد رضا نے حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی جو غلط عبارت پیش کی وہ بھی مولانا دکھائیں گے۔ تاکہ پتا چلے کہ یہ فرقہ حرمین شریفین میں جا کر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا یہاں ان کا کیا اعتبار ہے۔ ابھی آپ کے سامنے انہوں نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے۔

مولوی سعید اسد

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین. اما بعد!

آپ نے شرائط مناظرہ سنی تھیں کہ جو عبارت میں پیش کروں گا اس کی تائید مولانا قرآن سے دِکھائیں گے، اس کی تائید حدیث مصطفیٰ سے دکھائیں گے، اس کی تائید فقہ حنفی سے دِکھائیں گے۔ لیکن کیا انہوں نے کوئی آیت پڑھی کہ ہر مخلوق خواہ بڑی ہو یا چھوٹی اللہ کی شان کے سامنے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ حدیث پڑھی، فقہ کی عبارت پڑھی؟ جب مولوی اسماعیل نے یہ لکھا کہ ہر مخلوق خواہ بڑی ہو یا چھوٹی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس کلمہ سے نکالا گیا۔

ہر مخلوق، لفظِ ہر حصر کے لئے آتا ہے استغراق کے لئے آتا ہے۔ دیکھئے مولانا نے آیت پڑھی:

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ.

کہ وہ بے شک بت جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب جہنمی ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ بتوں کی آیات انبیاء پر چسپاں کرتے ہیں وہ بُرے لوگ ہیں۔ مولانا نے پھر وہی بات کہی کہ مولانا احمد رضا نے ان کے کفریات کے باوجود ان کو کافر نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہے۔

جو عبارت میں نے آپ کے سامنے کہی تھی کہ اگر دس آدمی آپ کے پاس آ کر کہیں کہ مولانا امین صاحب اپنی گستاخانہ عبارتوں سے توبہ کر گئے اور ان کی گستاخیاں ہمارے پاس موجود ہوں تو بتائیے ہم پر فرض کیا ہے؟ اگر توبہ کی تصدیق نہ ہو تو احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کے سپرد کر دیں گے۔ ہمیں علم نہیں ہے کہ توبہ کی ہے یا نہیں اس لئے ہم کافر کہنے سے رُک جائیں گے۔ لیکن مولانا نے یہ کہا تھا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ.

تو کیا اس ذنب کا ذکر بھی نہیں ہوگا۔ گناہ گار نے اپنے گناہ سے توبہ کر لی، کافر نے اپنے کفر سے توبہ کرلی تو کیا اس کا کفر بیان کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا؟ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بعد میں ایمان لائے ان کا مقام بہت بلند ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کی اتنی نیکیاں ہیں جتنی آسمان کے ستاروں کی تعداد ہے۔ لیکن یہ بتایئے کہ یہ پہلے کافر نہیں تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے نہیں آئے تھے؟ مطلب یہ ہے کہ اگر کافر توبہ کرنا چاہے تو اگر تو اس کی توبہ یقینی ہو تو اس کو ایماندار کہا جاتا ہے۔ اگر اس کی توبہ کا ثبوت نہ ہو تو کفر کہا جاتا ہے اور اگر اس کی توبہ کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو کافر کہا جاتا ہے۔

میرے دوستو بزرگو! یہی معاملہ مولوی اسماعیل کا تھا اس کے کفریات جو ہیں وہ کفر ہیں، ان کی بات کفر ہے، وہی بات اگر مولوی امین صاحب کہیں گے تو وہ بھی کفر ہوگی لیکن اگر وہ توبہ کر گیا ہو اس کے متعلق مشہور ہو کہ وہ توبہ کر گیا تھا تو اس کے متعلق احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو کافر نہ کہا جائے۔

دوسرا آپ دل کھول کر باتیں کیجئے لیکن یہ اصولِ مناظرہ کے خلاف ہے، جو باتیں آپ کا صدر طے کر چکا ہے آپ اس کے خلاف کیوں جاتے ہیں؟ آج تک دنیا میں کوئی دیوبندی مناظر ایسا نہیں پیدا ہوا جو عبارات پر صحیح طریقے سے بات کرسکتا ہو۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب

اما بعد، اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. وما ارسلنک إلّا رحمة للعالمین.

مولانا نے آخر میں یہ فرمایا کہ آج تک دیوبندیوں میں کوئی ایسا مناظر پیدا نہیں ہوا جو عبارات پر ہم سے مناظرہ کر سکے۔ الحمد للہ مولانا منظور احمد نعمانی ؒ نے بریلی کے مدرسہ میں جا کر عبارات پر مناظرہ کیا ہے جو ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' کے نام سے موجود

ہے۔علمائے دیوبند نے الحمدللہ بریلی میں جا کر فتح حاصل کی ہے۔اور مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کا چیلنج ساری عمر قبول نہیں کیا۔ نہ مولوی احمد رضا کبھی اپنی عبارات پر مناظرہ کر سکا اور نہ اس کے ماننے والے کر سکتے ہیں۔

اب بات آپ کے سامنے واضح ہو گئی کہ جو بات مولانا نے تقویۃ الایمان کے بارے میں کہی تھی کہ اس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی گئی ہے۔لیکن اللہ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نہیں دکھا سکے۔ پھر میں نے کہا تھا کہ اگر اسماعیل دہلوی کی کتاب سے اس کا توبہ نامہ دکھا دیں۔ دیکھئے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مولوی سعید صاحب اگر یہاں اللہ کے نبی کی شان میں گستاخیاں کریں تو ان کی توبہ کا طریقہ یہ ہوگا کہ یہیں توبہ کریں آپ کے سامنے، پھر تو ان کی توبہ مانیں گے۔ یا ان کے جانے کے بعد کوئی ان کا مرید کہے کہ وہ میرے سامنے توبہ کر کے گئے ہیں تو یہ توبہ ہو جائے گی؟ نہیں ہوگی۔

دیکھئے مولوی احمد رضا یہ رسالے لکھنے کے بعد اب کفر سے نہیں بچ سکتا۔ یہ شاہ اسماعیلؒ کی زندہ کرامت ہے، اس لئے بے چارے ادھر ادھر مار رہے ہیں۔ توبہ کا بہانہ غلط تراش رہے ہیں۔ احمد رضا خان نے اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیۃ لکھی، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان تھے بعد میں ایمان لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کتنے کفریہ الفاظ گنوائے تھے۔

مولانا عجیب بات کر رہے ہیں، الکوکبۃ الشہابیہ میں مولانا احمد رضا نے ۷۵ گستاخیاں نقل کی ہیں جو ایک گستاخی بھی کرے وہ کافر ہے اور جو اسے کافر مرتد نہ کہے وہ بھی کافر مرتد ہوتا ہے یا نہیں؟ (ہوتا ہے)۔ احمد رضا صاحب اس کو کافر نہ کہہ کر ایسے کافر اور مرتد ہیں کہ ازالۃ العار میں فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کا نکاح کسی انسان یا حیوان سے بھی جائز نہیں۔

مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے الکوکبۃ الزمانیۃ لے کر مولانا احمد رضا صاحب کو بھیجی کہ مولانا دنیا میں کافر بھی رہتے ہیں وہ کفر پر رہ کر اپنی زندگی گزار لیتے ہیں۔ دنیا میں منافق بھی رہتے ہیں وہ نفاق پر اپنی زندگی گزار لیتے ہیں۔ لیکن دنیا کا کوئی انسان جس کا

نکاح ہی ثابت نہ ہو اور زندگی گزارتا رہے، اپنی اولاد کا نسب ثابت نہ ہو اور زندگی گزارتا رہے، نہ کوئی کافر برداشت کرسکتا ہے نہ کوئی منافق برداشت کرسکتا ہے۔

سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کی کتاب الکوکبۃ الزمانیہ میرے پاس ہے انہوں نے احمد رضا کے پاس بھیجی کہ تم اپنے فتویٰ کے مطابق اپنا نکاح صحیح ثابت کرو۔ مولوی احمد رضا ثابت نہیں کرسکا۔ دیکھئے قرآن پاک میں ایک آیت آتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لقد نصر کم اللّٰہ ببدرٍ و انتم اَذِلَّۃٌ.

اللہ کے نبی اور ان کے صحابہ بدر میں تشریف لے گئے تھے یا نہیں؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تشریف لے گئے تھے۔

لقد نصر کم اللّٰہ ببدرٍ.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہاری مدد کی بدر میں اور تم اس وقت عاجز تھے۔ یہ ترجمہ مولوی احمد رضا نے خود کیا ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ذلیل کا لفظ عربی زبان میں عاجز اور بے سروسامان کے لئے آتا ہے، خدا کی طرف سے ہے جو کچھ مخلوق کو ملا ہے یا اس میں مخلوق کا کچھ اپنا بھی ہے؟ (سب کچھ خدا کی طرف سے ہے) خالق کے مقابلے میں ساری مخلوق بے سروسامان ہے یا نہیں؟ (ہے) یہ بات بطور نظیر کے میں عرض کر رہا ہوں ورنہ وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہرگز نہیں اور خواہ مخواہ ان لوگوں نے ثابت کیا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن میں ہے کہ انسان ظالم اور کافر ہے۔ اب مولانا انسانوں سے کس طرح نکالیں گے؟ ہمارے علماء نے یہ لکھا ہے اور ان کے مولوی بھی یہ مانتے ہیں کہ ایک عنوان اجمالی ہوتا ہے اور ایک تفصیلی ہوتا ہے۔ خدا ہر چیز کا خالق ہے یا نہیں؟ (ہے)۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک تو نہیں ہے؟ (نہیں ہے) بندروں کا خالق ہے یا نہیں؟ ہمارے علماء نے یہ لکھا ہے کہ اگر بندروں اور خنزیروں کا خالق صاف طور پر کہا جائے تو یہ کفر ہے، اللہ کی توہین ہے۔ حالانکہ بندر مخلوق میں شامل ہیں یا نہیں؟

مولانا وعظ کرتے ہیں میری بہنو، میری بیٹیو، میری ماؤ! اب اس تقریر میں مولانا کی بیوی بھی بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ مولانا نے یہ تو کہا تھا میری ماؤ، میری

بہنو، میری بیٹیو لیکن میری بیو یو نہیں کہا تھا، اس لئے جو بیوی سامنے بیٹھی ہے یا تو ماں میں شامل ہوگئی یا بیٹی میں شامل ہوگئی یا بہن میں شامل ہوگئی ہے۔ مولانا صاحب کا نکاح باقی نہیں رہا۔ ہر زبان میں ایسے عنوانات ہوتے ہیں جو اجمالی ہوتے ہیں۔ ان عنوانات میں یقینی طور پر کسی شخص کو شامل کرنا غلط طریقہ ہے۔

مولانا ابھی تک اس بات کا جواب نہیں دے سکے۔ یا تو مولانا اسماعیل شہیدؒ کی کتاب سے اس کا توبہ نامہ دِکھادیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ ان کی توبہ کے بعد احمد رضا نے ان کے کفریات پر جو یہ کتابیں لکھی ہیں یہ قرآن وحدیث کی کس آیت پر عمل تھا؟ توبہ کرنے کے بعد ان کے کفریات پر کتابیں لکھنا، اور اگر یہ نہ دکھا سکیں تو یہ تقریر کریں کہ مولوی احمد رضا نے یہ کہہ کر کہ اسماعیل دہلوی نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکارہ کہا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چمار کہا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ چوڑھا کہا۔ یہ لکھنے کے باوجود اس کو کافر نہیں کہتا اور خود مولوی احمد رضا کا فتویٰ ہے کہ جو ایسے شخص کو کافر نہ کہے وہ خود کافر اور مرتد ہے۔ کسی انسان اور حیوان کے ساتھ اس کا نکاح جائز نہیں۔ جو اسے مسلمان سمجھے وہ بھی اسی طرح ہے۔

اگر مولوی سعید اسد صاحب احمد رضا کو مسلمان کہتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ اسماعیل دہلوی کی کفریات پر اس کو کافر نہیں کہتا تو مولوی احمد رضا کا فتویٰ یہ ہے کہ جو ایسے کو مسلمان سمجھے وہ بھی مسلمان نہیں ہے۔ اس کا نکاح جائز نہیں اس کی اولاد جائز نہیں۔ اب یہ پتا چلے گا کہ مولوی احمد رضا خان کا نکاح اور اس کا اسلام کس طرح ثابت ہوتا ہے؟ اس نے خدا کے ایک ولی کو اپنی طرف سے نبی اور رسول کا لفظ شامل کر کے گستاخ کہا۔ اللہ کے ولی کی یہ کرامت ہے کہ مولوی احمد رضا اپنی زندگی میں اپنے فتوؤں کی وجہ سے اپنا ایمان نہیں ثابت کرسکا۔

مولوی سعید اسد

امـا بـعـد، اعـوذ بـالـلّٰـه مـن الشيـطٰن الرجيم. بسم الله الرحمٰن الرحيم. وما ارسلنک إلّا رحمة للعالمين.

میں سوچ رہا تھا کہ مولانا آگے بھی کوئی بات کریں گے یا وہی بات بار بار کریں گے۔ مولانا نے کہا تھا کہ وہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں ہے۔ دیکھئے وہاں عبارت ہے کہ ''ہر مخلوق خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی'' اب دیکھیں یہ اردو کی عبارت ہے، عربی کی نہیں ہے، سنسکرت کی نہیں ہے، انگریزی کی نہیں ہے۔ کون سے کلمے کے ساتھ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خارج کیا؟ دیکھئے بڑی مخلوق کون ہے؟ مولانا کہہ رہے ہیں کہ نام نہیں آیا میں کہہ رہا ہوں کہ ہر مخلوق خواہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ پھر مولانا نے بیوی، بیٹی والی مثال دی کیا مولانا وہاں یہ کہیں گے کہ ہر عورت جو یہاں بیٹھی ہے وہ میری بہن ہے۔ کیا خدا کے بندے اور خدا کے ولی یہ بڑی مخلوق ہیں یا نہیں؟ اب اللہ کہتے ہیں:

وللّٰه العزّة ولرسوله وللمومنين.

اور مولوی اسماعیل صاحب کہتے ہیں بڑی مخلوق [illegible] سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ بڑی مخلوق کون ہے؟ ہوسکتا ہے پہاڑ بڑی مخلوق ہوں اور مولانا چھوٹی، یا ہاتھی بڑی مخلوق ہوں اور مولانا چھوٹی مخلوق ہوں۔ میں کہتا ہوں ہر [illegible]وق خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ اب میں وہ بات پیش کرتا ہوں جو تمام علمائے دیوبند کی مصدقہ ہے۔ دوسرا معیار یہ ہوسکتا ہے کہ اردو میں جب یہ فقرے استعمال کئے جائیں تو اہل زبان اس کا کیا مفہوم سمجھتے ہیں؟

یہ کتاب ہے اس کے لکھنے والے ہیں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمدؒ مدنی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا رشید احمد صاحبؒ، مولانا حکیم اختر صاحب، مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات کراچی، انہوں نے مودودی صاحب کے خلاف یہ کتاب لکھی ہے کہ مودودی صاحب نے اپنی عبارتوں میں اللہ والوں کی شان میں توہین کی ہے۔ تو مودودی صاحب کہتے ہیں کہ ان کی عبارتوں میں توہین نہیں ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ توہین ہوگی یا نہیں ہوگی یہ اور معیار ہے اور دوسرا یہ ہوسکتا ہے کہ اردو میں جب یہ فقرے استعمال ہوتے ہیں تو اہلِ زبان ان کا کیا مطلب لیتے ہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے یہ کہا کہ ہر مخلوق خواہ بڑی ہو یا چھوٹی اللہ کی شان سے

مناظرۂ جھنگ کی

اصل حقیقت

۲۲/اگست ۱۹۷۹ء کو جھنگ میں امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید اور مناظر اہل بدعت مولوی اشرف سیالوی کے مابین ہونے والے مناظرے میں ایک سازش کے تحت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے خلاف فیصلہ دیا گیا۔ اس فیصلے کی حقیقت کیا ہے؟ کیا واقعی مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ مناظرہ ہار گئے تھے یا فیصلہ لکھنے والوں نے جانبداری اور بددیانتی کا مظاہرہ کیا، اس کی حقیقت جاننے کے لئے قارئین کی خدمت میں دو گرانقدر تجزیاتی تحریریں پیش کی جارہی ہیں۔ بریلویوں کی طرف سے ''مناظرۂ جھنگ'' کے نام سے شائع ہونے والی مفصل روداد کو سامنے رکھ لیجئے اور اِن دونوں مضامین کو بھی...... انشاء اللہ آپ کا دل گواہی دے گا کہ مناظرۂ جھنگ میں بریلویوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا، اگرچہ مولانا جھنگوی شہیدؒ کے خلاف فیصلہ لکھ کر انہوں نے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی لیکن ان کی یہ کارروائی ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کا مصداق ہے، اور حقیقی فتح اہلِ حق اہل سنت والجماعت کے مردِ مجاہد شہید ناموسِ صحابہ امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ ہی کو حاصل ہوئی۔

مناظرۂ جھنگ......ایک تجزیاتی مطالعہ

مفتی ابوقتادہ نقشبندی

الحمد للہ وکفٰی والصلوۃ والسلام علٰی محمد المصطفٰی، اما بعد.

آج سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب نے مجھ سے سوال دریافت کیا تھا کہ مناظرۂ جھنگ جو مولانا حق نواز شہیدؒ اور علامہ اشرف سیالوی بریلوی کے درمیان ہوا تھا اس کے بارے میں آپ کچھ اظہار خیال فرمائیں۔ بندہ نے اسی وقت کچھ گزارشات اس سائل کو گوش گزار کی تھیں۔ اسی وقت سے خیال تھا کہ اس مسئلہ پر کوئی تفصیلی تحریر آنی چاہئے تا کہ مناظرہ جھنگ کے بارے میں بریلوی مکتبہ فکر کے جھوٹے پروپیگنڈے کا منہ توڑ ہو جائے۔ اللہ جزائے خیر دے ”نور سنت“ کی انتظامیہ کو، جنہوں نے اس کار خیر کا ارادہ کیا، اللہ پاک ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

مناظرۂ جھنگ کے بارے میں عام طور پر بریلوی حضرات کی طرف سے یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ اس میں بریلوی مناظر علامہ اشرف سیالوی کی جیت ہوئی تھی حالانکہ اصولِ تحقیق کی روشنی میں اگر اس مناظرے کو پرکھا جائے اور تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے تو ایک عام طالب علم بھی یہ کہہ اٹھتا ہے کہ حقائق کچھ اور ہیں۔ بندہ کی اس تحریر کی بنیاد صرف وہ مناظرۂ جھنگ (روداد) ہے جو علامہ اشرف سیالوی کے مکتبہ سے تحریری شکل میں چھپا ہے۔

مناظرہ میں جیت ہار کا معیار

کسی بھی مناظرے میں چند امور ایسے ہیں جن کی بنیاد پر اس مناظرہ کو تحقیق کے

اور دینی علم کا کوئی اتنا بڑا ذخیرہ میرے پاس موجود نہیں اور نہ ہی میرے پاس اتنی معلومات ہیں جتنی آپ حضرات کو ہوں گی لیکن تجزیہ (Analese) (اصل عبارت میں اسی طرح غلط spelling لکھی ہوئی ہے) کی کیفیت کو اپنے ذہن میں رکھوں گا۔" (مناظرہ جھنگ: ص ۴۱)

یہاں ایک عام طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے کہ analysis کرنا باقاعدہ ایک فن ہے اور ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھا بھی جاتا ہے وہ شخص کیا analysis کرے گا جو سکول ٹیچر کے طور پر بچوں کو پڑھاتا رہا ہو۔ سکول ٹیچر ہونا کوئی معیوب بات نہیں، ہمارا اعتراض تو ایسے شخص کے فیصلے کو اتنی اہمیت دینے پر ہے کہ بریلوی حضرات پر تعجب اور افسوس ہے کہ ایک نااہل اور جانبدار شخص کے غلط فیصلے پر سچے سنی حنفی مذہب کو بدنام کرنا اور سنیت کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟

ثبوت نمبر ۲ (حلف اٹھانے سے انکار)

اگر یہ منصفین واقعۃً غیر جانبدار تھے تو انہوں نے علمائے اہلسنت کے مطالبے کے باوجود حلف کیوں نہ اٹھایا اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان منصفین نے جب حلف اٹھانے سے انکار کیا تو ان کی وکالت بریلوی صدر مناظر نے کی، آخر کیوں؟ صرف اسی لئے کہ بریلویوں کا یہ طے شدہ ڈرامہ تھا جس کا پول اس عکسی فیصلے سے بھی کھل گیا جس میں مناظرہ ہونے سے ایک سال پہلے کی تاریخ ہے، گویا مناظرہ ہونے سے پہلے ہی فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں:

"مولانا عبدالرشید صاحب رضوی (بریلوی صدر مناظر) اگر ان کو منصف ہی قرار دیا گیا ہے تو پھر حلف لینے کی کیا ضرورت ہے۔
انجم صاحب: حضرت میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ ہم نے یہ فیصلہ دراصل خدا کے ہاں دینا ہے......

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب: ہمیں کوئی شک نہیں جب کہ ہم نے منظور کرلیا ہے کہ ہم ان کا فیصلہ مانیں گے، تو اب ان پر ایک شرط عائد کرنا ٹھیک نہیں ہے۔"

(مناظرہ جھنگ: ص ۴۸۔۴۹)

ثبوت نمبر ۳ (صدر منصف کی بددیانتی)

قارئین کسی بھی منصف کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ غیر جانبداری سے فریقین کی بات کو سنے، مگر ان نام نہاد منصفین نے انصاف کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے انتہائی جانبداری اور بددیانتی کا ثبوت دیا۔

حوالہ نمبر ا:

پہلی ٹرن میں جس میں علمائے اہلسنت مدعی تھے کہ بریلوی گستاخ ہیں، جب پہلی عبارت کے جواب میں اشرف سیالوی بُری طرح پھنس گئے اور جو جواب انہوں نے دیا مولانا حق نواز شہیدؒ نے اس جواب پر اعتراض کیا۔ اب اصولاً بریلوی مناظر کو اپنی باری میں اس کا جواب دینا چاہئے تھا یا بریلوی صدر مناظر کو اگر کوئی اعتراض تھا تو وہ کرتا مگر ایک عجیب ترین بات ہے کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کے اعتراض کا جواب صدر منصف بریلوی مناظر کی وکالت کرتے ہوئے دے رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"دیوبندی مناظر: نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، میں گزارش کروں گا کہ اس وقت فاضل مناظر نے خلط مبحث کرتے ہوئے ہمارے فریق یا ہمارے علماء کی عبارتیں پیش کرنا شروع کردیں......

پروفیسر تقی الدین انجم۔ صدر منصف

جناب! وہ تو انہوں نے آپ کے اعتراض کے جواب میں پیش کی ہیں کہ اگر ادھر مثال ہے شکاری کے ساتھ تو ادھر مثال ہے کمہار اور لوٹے کے ساتھ"۔ (یہ جواب اور صفائی بھی غلط ہے کیونکہ مولانا حق

معاون منصفین کی بددیانتی

معاون منصفین میں سے خان منظور احمد صاحب نے حق جانبداری خوب نبھایا۔

حوالہ نمبر ا

جب انوارِ شریعت کی گستاخانہ عبارت کا حوالہ سنیوں کی طرف سے بریلویوں پر پیش کیا گیا تو ابتداءً اشرف سیالوی نے اس حوالے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اور بعد میں غیر معتبر کہہ کر جان چھڑائی تو خان منظور صاحب نے بریلویت کی محبت سے بے تاب ہو کر (گویا ہاتھ باندھتے ہوئے) اشرف سیالوی سے کہا:

> ''قبلہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ پہلا اعتراض جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تھا اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں''۔
>
> (مناظرہ جھنگ: ص ۱۲۵)

یہ لہجہ ایک زرخرید غلام کا تو ہو سکتا ہے غیر جانبدار منصف کا نہیں، پورے مناظرے میں کسی منصف نے ایک بار بھی یہ لہجہ سنی علماء کے لئے نہیں استعمال کیا۔ اللہ جانے کہ بریلویوں نے کیا ان منصفین کو کھلایا تھا کہ انہوں نے انصاف کا خون کیا۔

حوالہ نمبر ۲

اسی طرح صفحہ ۱۵۱ پر خان منظور صاحب نے اشرف سیالوی کی حتی الامکان طرف داری کرنے کی کوشش کی۔

حوالہ نمبر ۳

صفحہ ۲۰۶ پر خان منظور صاحب نے جب دیکھا کہ اشرف سیالوی جواب دینے میں پٹڑی سے اتر گیا ہے تو اصول کے خلاف، مداخلت کرتے ہوئے سیالوی صاحب کی جان بچانے کی کوشش کی۔ یہی منظر صفحہ ۱۹۱ پر بھی نظر آتا ہے۔

خلاصۂ کلام

(۱) تینوں منصفین فیصلہ کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے۔

(۲) مناظرے میں حلف اٹھانے سے انکار کر کے بددیانتی کا آغاز کیا گیا۔

(۳) بے شمار مقامات پر منصفین نے انتہائی جانبداری اور بریلوی مسلک سے وفاداری کا ثبوت دیا۔

(۴) بے شمار مقامات پر بددیانتی کے واضح ثبوت ہیں۔

اور یہ بات مسلّم ہے کہ جو قاضی فیصلہ دینے میں بددیانت ہو اور خائن ہو اس کا فیصلہ کالعدم ہوتا ہے چہ جائیکہ ایک شخص جو قاضی بننے کا اہل ہی نہ ہو، وہ فیصلہ دے جبکہ وہ بددیانت اور خائن بھی ہو۔ ایسے فیصلے کو ''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز'' کے مصداق بددیانتوں کا ٹولہ یعنی رضاخانیت ہی گلے لگا سکتی ہے، سچے سنی نہیں۔ اور بریلویوں کا جشن فتح منانا جھوٹ اور بددیانتی کی فتح ہے جو حقیقت میں باطل ہے۔

دلائل کا تجزیہ

دلائل کے مختصر جائزے سے بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جیت علمائے دیوبند کی ہوئی۔ مختصر اعراض ہے۔

پہلی دلیل

مناظرے میں دو، دعوے تھے۔ ایک کے مدعی بریلوی تھے اور دوسرے کے مدعی اہلسنّت والجماعت علمائے دیوبند۔ پہلی ٹرن سنی حضرات کو ملی اور دوسری ٹرن بریلویوں کو ملی، جس کے وہ مدعی تھے۔ کل چھ (۶) گھنٹے مناظرہ چلا جس میں تین گھنٹے میں مدعی سنی تھے اور تین میں بریلوی۔ مجموعی طور پر علمائے اہلسنّت دیوبند کی طرف سے اپنے دعوے کہ بریلوی گستاخ ہیں کی تائید میں گیارہ حوالے پیش کیے گئے۔ اور بریلوی مسلک کی طرف سے سات عبارتیں الزام لگاتے ہوئے پیش کی گئیں۔ دلائل کی تعداد کے لحاظ سے بھی علمائے

سیالوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ حضرت تھانویؒ کی عبارت کا رَد کرتے ہوئے لکھا ہے حالانکہ رَد کرتے ہوئے بھی کفریہ جملہ بولنا درست نہیں۔ سیالوی صاحب آخر دم تک اس عبارت پر اعتراض اٹھانے میں ناکام رہے بار بار حفظ الایمان کی عبارت کو لے کر بیٹھ جاتے۔ حالانکہ ان کو چاہئے تھا کہ اس طرح رَد کرتے ہوئے کفریہ جملہ بولنا کیا جائز تھا؟ اس پر پورے مناظرے میں ایک بھی حوالہ نہیں ملے گا۔ حتیٰ کہ جب سیالوی صاحب عاجز ہوگئے تو یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ:

''مولانا عمر صاحب کل فوت ہوئے ہیں وہ تو ہمارے ہی ہم زمان ہیں ان کی وجہ سے بریلوی مسلک کا تشخص قائم نہیں ہے۔''

(مناظرہ جھنگ: ص ۱۹۱)

پانچویں عبارت

انوارِ رسالت کی تھی۔ یہ عبارت ایسی سنگین تھی کہ منصفین بھی چھلانگ لگا کر سیالوی صاحب کی جان بچانے آگئے اور کہا کہ ہم اس کتاب کو بھی نہیں مانتے۔ اصولاً بریلویوں کو چاہئے تھا کہ اگر وہ اس کتاب کو معتبر نہیں سمجھتے تھے تو انہیں اس عبارت پر حکم شرعی لگانا چاہئے تھا اور یہی مطالبہ اہلسنّت دیوبند کے مناظر کی طرف سے کیا گیا۔

(مناظرہ جھنگ: ص ۱۳۱)

چھٹی عبارت

اس عبارت میں مقیاسِ حنفیت کے حوالے سے اعتراض کیا گیا تھا کہ بریلوی مسلک کے مولوی عمر اچھروی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا (نعوذ باللہ) کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہ گئے۔ اور اسی لئے بے ہوشی کی تکلیف میں مبتلا رہے۔ نیز اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اور عمل میں فرق کا کہا گیا اور نبی کے لئے یہ کہا گیا کہ وہ خدا کی بات کو نہیں سمجھ سکے۔ (ص: ۱۸۷۔۱۸۸)

سیالوی صاحب نے اس کے جواب میں شیخ عبدالحقؒ محدث دہلویؒ اور تذکرۃ

الرشید سے استدلال کرنے کی سعی لاحاصل کی مگر اس اعتراض کو ہاتھ بھی نہ لگایا کہ کلام اور عمل میں فرق کی وجہ سے ناکام ہوگئے۔ صرف اتنا کہہ کر جان چھڑائی کہ یہ فیصلہ نہ تھا بلا قصد تھا۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۲۰۷)

مگر فاتح رضاخانیت مولانا حق نواز شہیدؒ کے اس سوال پر بریلوی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا کہ جب مولانا حق نوازؒ نے صراحتاً پوچھا کہ یہ عبارت نص قطعی کے خلاف ہے یا نہیں؟ دوٹوک جواب دیں۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۱۹۹) یوں مجموعی طور پر اس عبارت کے حوالے سے بھی علمائے دیوبند کا پلہ بھاری رہا۔

ساتویں عبارت

ہفت اقطاب کے حوالے سے پیش کی گئی اس عبارت سے بھی سیالوی صاحب نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ یہ پیر مرید کا معاملہ ہے۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۲۰۸) ظاہری بات ہے کہ یہاں مناظرہ گستاخی پر ہو رہا تھا۔ سیالوی صاحب کو اس عبارت سے گستاخی صاف کرنا تھی مگر وہ ناکام رہے۔

آٹھویں عبارت

اوراقِ غم کے حوالے سے پیش کی گئی تھی، جس میں آقا علیہ السلام کے لئے زوال بعد وفات کا لفظ (نعوذ باللہ) لکھا ہوا تھا (مناظرہ جھنگ: ص ۲۰۳) اس عبارت کا بھی کوئی جواب سیالوی صاحب نہ دے سکے۔

نویں عبارت

فوائد فریدیہ کی تھی۔ سیالوی صاحب اس کی بھی کوئی وضاحت نہ کر سکے، صرف ایک کلمہ دانی عبارت کا جواب دینے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔

دسویں عبارت

ملفوظات کے حوالے سے تھی، جس میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کو منکر رسالت اور پیر کو

نبی ماننے کے باوجود تکفیر نہ کرنے کے معاملے کو پیش کیا گیا تھا مگر سیالوی صاحب کو ایک لفظ بھی بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔

گیارہویں عبارت

فتاویٰ افریقہ کی پیش کی گئی جو بالکل لاجواب رہی، ایک لفظ بھی سیالوی صاحب صفائی میں نہ بول سکے۔

قارئین کرام! گیارہ عبارتیں اہلسنت کی طرف سے پیش کی گئیں، ان گیارہ عبارات میں سے صرف پانچ کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی گئی جن میں سے اکثریت ''سوال گندم جواب چنا'' کے مصداق غیر متعلقہ حوالہ اور جواب تھے۔ نتیجہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ سیالوی صاحب بریلوی مسلک کے دفاع میں بُری طرح ناکام رہے۔

دوسری ٹرن کا تجزیہ

بریلوی مسلک کی طرف سے جو عبارتیں بطور الزام کے اہل السنت پر پیش کی گئیں آیئے مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

پہلی عبارت

سیالوی صاحب کی طرف سے پہلی عبارت ''صراطِ مستقیم'' کی پیش کی گئی اور دعویٰ کیا گیا کہ اس میں کھلی گستاخی ہے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ نے موقف اختیار کیا کہ اگر آپ کے دعوے کے مطابق اس میں گستاخی ہے تو مولانا احمد رضا خان نے کیوں تکفیر نہیں کی؟ عبارت کے اوپر مزید اعتراضات کے جواب میں خزائن العرفان کا حوالہ پیش کیا گیا۔ سیالوی صاحب نے لزوم والتزام کے فرق کو عدمِ تکفیر کی وجہ قرار دیا تو مولانا حق نواز شہیدؒ نے کوکبۂ شہابیہ کے حوالے سے سیالوی صاحب کے جواب کو غلط ثابت کیا۔ یوں اس عبارت کے حوالے سے سیالوی صاحب نے جو اعتراض کئے مولانا حق نوازؒ کے جوابات کے آنے کے بعد سیالوی صاحب ان کے جواب نہ دے سکے۔ اور یوں پہلی عبارت کے

حوالے سے اہل السنت دیوبند کا پلہ بھاری رہا۔

دوسری عبارت

تقویۃ الایمان کی پیش کی گئی، جس کے جواب میں مولانا حق نواز شہیدؒ نے حوالہ جات کا ڈھیر لگا دیا اور سیالوی صاحب بری طرح لا جواب ہو کر رہ گئے اور ایک بھی جواب کو رَد نہ کر سکے، یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ عموم اور ہوتا ہے، خصوص اور۔ حالانکہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس عبارت میں بھی عموم ہے، یوں اس عبارت کے حوالے سے بھی پلہ ہمارا بھاری رہا۔

تیسری عبارت

فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے سے پیش کی گئی جس کا تحقیقی اور الزامی جواب دیا گیا جو لا جواب رہا اور سیالوی صاحب اس کو نہ توڑ سکے۔

چوتھی، پانچویں اور چھٹی عبارت

تقویۃ الایمان کے حوالے سے پیش کی گئی تھیں۔ تینوں کے جوابات مولانا حق نواز شہیدؒ نے دیئے۔

ساتویں عبارت

براہین کی پیش کی گئی جس کا بھرپور جواب دیا گیا۔

حاصل کلام

جتنی بھی عبارات پیش کی گئیں ان سب کا جواب دیا گیا۔ سیالوی صاحب ان جوابات کو نہ توڑ سکے۔ یوں تمام عبارات کے حوالے سے علمائے دیوبند کا پلہ بھاری رہا۔

نتیجہ

علمائے دیوبند کی طرف سے گیارہ عبارتیں پیش کی گئیں جو سب لا جواب رہیں،

بریلویوں کی طرف سے پیش کردہ ساتوں عبارتوں کا جواب دیا گیا۔ اس تجزیئے کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں حیثیتوں سے علمائے دیوبند کی جیت رہی، منصفین کا بکا ہوا ہم ثابت کر چکے ہیں۔ بریلویوں کے پاس کاغذ کے اس فرضی پرزے کے علاوہ اپنی جیت کی کوئی دلیل نہیں، ہر لحاظ سے علمائے اہل السنّت دیوبند کی جیت ہوئی۔

(بشکریہ "نورِ سنت" کراچی)

مناظرۂ جھنگ

کون جیتا، کون ہارا......؟؟ فیصلہ آپ کریں

فاتح مناظرہ کوہاٹ: مولانا ابوایوب قادری

برادرانِ اسلام! اہلِ بدعت کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ کس طرح عوام الناس کو علمائے اہلسنّت سے بدگمان کیا جائے۔ اس کے لئے اہلِ بدعت پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ علمائے اہلسنّت گستاخِ رسول ہیں۔

اہلِ بدعت علمائے اہلسنّت پر بہتان لگاتے ہیں اتہامات کی بارش کرتے ہیں، تکفیر سازی کی مہم چلاتے ہیں۔ مسلک اہلِ بدعت یہی ہے کہ اہلسنّت سے تعلقات ختم کیے جائیں ان کی مسجدیں اللہ کا گھر نہیں، ان کی اذان اذان نہیں، ان سے اتحاد کرنا کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

انہی باتوں کو مزید جھنگ میں پھیلانے کے لئے اشرف سیالوی کو لایا گیا جس نے آ کر جامع مسجد پرانی عیدگاہ میں علمائے اہلسنّت کی تکفیر بازی شروع کر دی، علمائے اہلسنّت کو گستاخِ رسول اور وہابی کہا جانے لگا۔

مسلک احمد رضا اور مسلک اہل بدعت کی شرارتوں کو دیکھ کر مناظر اہلسنّت مولانا حق نواز شہیدؒ نے سنت و بدعت کے موضوع پر عوام الناس کو حق سے آگاہ کرنا شروع کیا۔

علمائے اہلسنّت پر لگائے گئے بہتانات کو صاف کیا، علمائے اہلسنّت کی صفائی کو پیش کیا، ان کا عاشقِ رسول ہونا بتایا اور اہلِ بدعت کو آئینہ بھی دکھایا۔

مسلک اہل بدعت کی وجہ سے آخر کار 27/اگست 1979ء کو نول والا بنگلہ پر

دونوں فریقین میں مناظرہ ہوا جس کا عنوان تھا ''گستاخِ رسول کون؟''

گستاخِ رسول کون ثابت ہوا؟

اس مناظرے میں گستاخِ رسول کی نشاندہی درج ذیل دو اصولوں پر رکھی جا سکتی ہے کہ:

(۱) اگر ایک مناظر کے سامنے دوسرے مناظر نے اس کے کسی عالم، کسی مناظر کی عبارت پیش کی اور پہلا مناظر خود اس عبارت کو گستاخانہ مان گیا اور اپنے عالم و مناظر کو بھی گستاخ مان لیا تب تو فیصلہ بہت آسان ہو جائے گا کہ جب ایک مناظر خود اپنے عالم، مناظر کی عبارت کو گستاخانہ مان رہا ہے۔ تب پتہ چل جائے گا کہ یہی گستاخِ رسول ہے۔

(۲) جب ایک مناظر کے سامنے دوسرے مناظر نے اس کے علماء کی گستاخانہ عبارات پیش کرے تو اگر پہلا مناظر ان عبارات کو دیکھ کر پریشان ہو جائے یا جواب نہ آنے کی صورت میں یا پھنس جانے کی صورت میں عبارات کو گستاخانہ مان لے اور اپنے عالم کو غیر معتبر کہہ کر انکار کر کے گستاخ مان لے۔ تو سمجھ لو کہ گستاخِ رسول یہی ہے۔

اگر ان دو اصولوں کو آپ ذہن میں رکھ کر مناظرۂ جھنگ کا جائزہ لیں گے تو فیصلہ چند منٹوں میں ہو جائے گا کہ گستاخِ رسول کون ہیں؟

کون جواب دینے سے بھاگتا رہا؟

کس نے اپنے اکابرین کو گستاخ کہا؟

کس نے اپنے علماء کو غیر معتبر کہا؟

جبکہ اس کے مسلک کے دوسرے علماء اس کو معتبر مانتے ہوں۔

(۱) مفتی نظام الدین ملتانی اور اشرف سیالوی

مولوی اشرف سیالوی صاحب نے اپنے عالم مولوی نظام الدین ملتانی کو مناظرہ میں مناظر اہلسنّت حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ کے سامنے گستاخِ رسول مان لیا۔

مولوی نظام الدین ملتانی صاحب اہلِ بدعت کے مایہ ناز عالم اور مناظر تھے، کوئی

چھوٹے موٹے عالم نہیں تھے۔

جب حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ نے مولوی نظام الدین ملتانی کی گستاخانہ عبارت مولوی اشرف سیالوی کے سامنے پیش کی کہ:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے ڈر کی وجہ سے تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دے سکے اور آپ علیہ السلام فیل ہو گئے۔'' (معاذ اللہ)

(انوار شریعت جلد دوم: ص ۵۷۔ بحوالہ مناظرۂ جھنگ ص ۱۳۱۔ از مولوی نظام الدین ملتانی)

تو اشرف سیالوی نے مولوی نظام الدین ملتانی کی عبارت کو گستاخانہ مان کر اُن کو گستاخ بھی مان لیا کہ:

''اگر واقعی یہ ان کی (مولوی نظام الدین ملتانی کی) عبارت ہے تو ہمیں ان کی اس عبارت کے اندر گستاخی ماننے میں قطعاً کوئی تامل نہیں ہے''۔

(مناظرہ جھنگ: ص ۲۰۲)

دیکھئے ناظرین کرام! مولوی اشرف سیالوی صاحب اپنے مناظر اہل بدعت کو کس طرح گستاخ مان گئے۔

یاد رہے مولوی نظام الدین ملتانی کو اشرف سیالوی کی جماعت کے بہت بڑے علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے اکابرینِ اہل بدعت میں شمار کر کے ان کو ''رئیس المناظرین'' کا لقب دیا ہے۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۵۴۹)

اور

مولوی ابو کلیم صدیق فانی رضوی نے خود نظام الدین ملتانی کو اکابرین اہل بدعت میں مان کر ان کا دفاع کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ (آئینہ اہلسنت: ص ۳۹۴)

اہل بدعت کے ابو کلیم صدیق فانی صاحب نے نظام الدین ملتانی کی عبارت کو گستاخانہ نہیں مانا جبکہ اشرف سیالوی نے مناظرہ میں گستاخانہ مان لیا۔ تو سیالوی صاحب مناظرہ میں ''گستاخِ رسول کون؟'' کے عنوان میں خود اہلِ بدعت کو گستاخِ رسول بنا گئے۔

(۲) حاجی اللہ ودھایا اور اشرف سیالوی

حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے پیر جماعت علی شاہ صاحب کے خلیفہ حاجی اللہ ودھایا صاحب کی کتاب ''انوارِ رسالت'' کی گستاخانہ عبارت پیش کی۔

(مناظرہ جھنگ: ص۱۴۴۔۱۴۵)

تو اشرف سیالوی صاحب نے عبارت کو گستاخانہ مانتے ہوئے حاجی اللہ ودھایا کا انکار کر دیا اور ان کو غیر معتبر قرار دے دیا۔ (مناظرہ جھنگ: ص۱۵۲)

حالانکہ حاجی اللہ ودھایا اہلِ بدعت کے پیر و مرشد ہیں اور حاشیہ مناظرۂ جھنگ ص۱۵۴ پر لکھا کہ:

''کسی اللہ ودھایا صاحب کی بات قابلِ الزام کیوں کر ہو سکتی ہے''۔

(مناظرہ جھنگ: ص۱۵۴)

حالانکہ یہ حاجی صاحب پیر جماعت علی شاہ علی پور سیداں والوں کا خلیفہ مجاز ہے۔ (ii) اہل بدعت کے عالم اور مولوی ہیں۔

(کراماتِ امیرِ ملت: ص۵۹۔۶۰) (رموزِ درویش: ص۶۶)

قارئین کرام یاد رہے کہ حاشیہ مناظرہ جھنگ صفحہ ۱۵۴ پر اشرف سیالوی صاحب نے پیر جماعت علی شاہ کے خلیفہ حاجی اللہ ودھایا کی عبارت کو گستاخانہ مانتے ہوئے اسے ''سنگین عبارت'' قرار دیا ہے۔ (مناظرہ جھنگ: ص۱۵۴)

لو خود مان گئے کہ اہلِ بدعت کے پیر جماعت علی شاہ صاحب کا خلیفہ مجاز حاجی اللہ ودھایا گستاخِ رسول ہے۔

خود سیالوی صاحب نے حاشیہ مناظرہ جھنگ صفحہ ۱۵۴ پر حاجی اللہ ودھایا کو پیر جماعت علی شاہ کا خلیفہ تسلیم کیا ہے مگر خود اس کو گستاخِ رسول بھی مان لیتے ہیں اور خلیفہ کو بزعمِ خویش غیر معتبر قرار دے کر اپنی علمیت کا پول خود کھول دیتے ہیں۔

بدعتی علماء غیر معتبر اور اشرف سیالوی

اب دوسرے اصول کی روشنی میں دیکھئے کہ کس مناظر نے عاجز ہو کر اپنے علماء کا انکار کیا اور ان کو غیر معتبر قرار دے کر ان کے گستاخِ رسول ہونے پر مہر ثبت کر دی۔

(الف) مفتی اسلم قادری اور اشرف سیالوی

جب مناظر اہلسنّت حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے اہلِ بدعت کی مشہور و معروف کتاب "انوارِ شریعت" جلد دوم کا حوالہ دیا جس کو مرتب کرنے والا جامعہ قادریہ مظہر الاسلام فیصل آباد کا مدرس و استاد تھا جس کو اہلِ بدعت "استاذ العلماء" کہتے ہیں۔ اس پر اشرف سیالوی نے عاجز آ کر انوارِ شریعت کے حوالہ کو گستاخانہ مانتے ہوئے "مفتی اسلم قادری صاحب" کا انکار کر دیا۔

(ii) حافظ محمد اسلم صاحب کے جمع کردہ فتاویٰ ہمارے لئے سند اور حجت نہیں ہو سکتے۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۱۳۶)

(iii) مناظرہ جھنگ صفحہ نمبر ۱۶۳ پر "صوفی اسلم" کہہ کر ٹھکرا دیا گیا۔

(iv) مناظرہ جھنگ صفحہ ۱۶۴ پر کتاب انوارِ شریعت کا انکار کر گئے کہ:

"ہمارے مسلک کی یہ (انوارِ شریعت) کوئی معتبر کتاب نہیں ہے"۔

(مناظرہ جھنگ۔ ص ۱۶۴)

(v) مناظرہ جھنگ صفحہ نمبر ۱۶۵ پر اہلِ بدعت کے صدر مناظر عبدالرشید رضوی صاحب بھی اس کو "مولوی محمد اسلم" اور صرف "محمد اسلم صاحب" کہہ کر انکار کر گئے کہ:

"اگر مولوی اسلم نا قابلِ اعتبار ہو گا تو اس کے جمع کردہ فتاویٰ کیسے قابلِ اعتبار ہوں گے۔" (مناظرہ جھنگ۔ ص ۱۶۵)

"اب محمد اسلم صاحب" (مناظرہ جھنگ۔ ص ۱۶۵)

(vi) مناظرہ جھنگ کے صفحہ نمبر ۱۶۶ کے حاشیہ میں بھی اشرف سیالوی صاحب بھی کہتے ہیں کہ:

''علاوہ ازیں اگر صوفی اسلم صاحب نے نقل اصل ذکر کی ہے۔''

(ایضاً:ص ۱۶۶)

(vii) مناظرہ جھنگ صفحہ نمبر ۲۰۲ پر اشرف سیالوی صاحب مفتی اسلم قادری کو ''غیر ثقہ'' قرار دے کر انکار کر دیتے ہیں۔ دیکھیں سیالوی صاحب نے کس طرح اپنی عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مفتی اسلم قادری صاحب کو ٹھکرا کر غیر معتبر قرار دے کر ان کا انکار کر دیا۔

جبکہ مفتی اسلم قادری صاحب رضوی یہ وہ اہلِ بدعت کی شخصیت ہیں جو:

(۱) اہلِ بدعت کے استاذ العلماء ہیں اور مفتی اعظم فیصل آباد ہیں۔

(۲) مدرس واستاد جامعہ قادریہ مظہر اسلام فیصل آباد ہیں۔

(۳) پسران کاظمی نے مشہور مستند کتاب میں ''مفتی اسلم قادری'' کو مستند اور معتبر مان کر ان کی تقریظ اپنی کتاب میں شامل کی ہے۔

(التصدیقات لدفع التلبیسات تقریظ نمبر ۷ اصفحہ ۱۱۶)

(۴) مشہور ومعروف اہلِ بدعت کے خطیب مولوی نور محمد رضوی کے خطبات کو مرتب کرنے والے ہیں۔ (مواعظ رضویہ)

(۵) ''مغفرتِ ذنب'' کے مشہور اہلِ بدعت کے آپس کے اختلاف پر فیصلہ دینے والے اشرف سیالوی صاحب ''فیصلہ مغفرت ذنب'' نامی کتاب مرتب کرواتے ہیں اور اس کتاب پر مفتی اسلم قادری صاحب رضوی کو معتبر اور مستند مان کر ان سے تقریظ لی گئی ہے۔

(فیصلہ مغفرت ذنب، تقریظ نمبر ۹۶، ص ۱۰۵)

(۶) اہلِ بدعت کے مشہور محقق ابوکلیم صدیق فانی صاحب رضوی نے اپنی کتاب آئینہ اہلسنّت صفحہ نمبر ۳۹۴ پر انوارِ شریعت اور مرتب کرنے والے مفتی اسلم قادری کو اپنا اور معتبر ومستند مانتے ہیں دفاع کرتے ہیں اور یہ کتاب ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے حکم سے لکھی گئی ہے۔

(ب) مولوی عمر اچھروی اور اشرف سیالوی

حضرت جھنگوی شہیدؒ نے اہلِ بدعت کے عالم مولوی عمر اچھروی کی کتاب

مقیاسِ حنفیت کی گستاخانہ عبارت پیش کی۔ (مناظرہ جھنگ:ص۱۳۴۔۱۳۵)

جب حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ بار بار گستاخانہ عبارت کا جواب طلب کرتے رہے اور عجز کو بھی اس عبارت پر بار بار غور کرنے کی تاکید کرتے رہے۔

(مناظرہ جھنگ:ص۱۹۷)

صفحہ ۱۹۷ سے صفحہ ۱۹۸ تک مناظرہ جھنگ نامی کتاب کو پڑھیں کہ جب حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے زبردست اور سخت گرفت کی اور مولوی عمر اچھروی کی سخت گستاخانہ عبارت کو سامنے رکھا تو اشرف سیالوی صاحب نے اس سے اگلی تقریر میں مولوی عمر اچھروی کو غیر معتبر قرار دیتے ہوئے جان چھڑانے کی کوشش کر کے اپنی جہالت کا اعتراف کیا کہ میں اس کی عبارت کا جواب دینے سے عاجز ہوں کہ:

> ''حقیقت تو یہ ہے کہ مولانا عمر صاحب کل فوت ہو رہے ہیں وہ تو ہمارے ہی ہم زمان ہیں۔ان کی وجہ سے بریلوی مسلک کا تشخص قائم نہیں ہے، تشخص قائم ہے اکابر کی وجہ سے۔''

(مناظرہ جھنگ:ص۲۰۲)

ورنہ بتایئے جب اشرف سیالوی جواب دے رہے تھے تو مذکورہ بالا الفاظ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی، صرف اس لئے یہ الفاظ کہے کہ اشرف سیالوی زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ واقعتاً یہ عبارت گستاخانہ ہے مگر مولوی عمر اچھروی سے بریلویت کا تشخص قائم نہیں ہے۔ یہ تو میرا ہم زمان ہے۔

حالانکہ مولوی عمر اچھروی اہلِ بدعت کی وہ شخصیت ہے جس کو:

(۱) اہلِ بدعت جنیدِ زماں، مناظر اعظم کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

(۲) مولوی عبدالحکیم شرف قادری بدعتی شیخ الحدیث نے اپنی کتاب تذکرہ اکابر اہلسنّت صفحہ ۲۹۸ پر مولوی عمر اچھروی کو اکابرین اہل بدعت میں شمار کر کے مناظر اسلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔

تو کیا اس سے اشرف سیالوی صاحب کی علمیت کا پول نہیں کھلتا؟ کہ جواب نہ

آئے تو اپنے علماء کا ہی انکار کر دیا جائے۔

(ج) خواجہ غلام فرید اور مولوی اشرف سیالوی

جب حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے اہلِ بدعت کے مکتبہ سے چھپنے والی کتاب فوائد فریدیہ کی گستاخانہ عبارات پیش کی۔ (مناظرہ جھنگ: ص۲۲۳۔۲۲۴)

تو اشرف سیالوی صاحب نے خواجہ غلام فرید صاحب مصنف فوائد فریدیہ کو بریلوی علماء میں سے ماننے سے انکار کر دیا اور ان کا جواب دینے سے بھی راہِ فرار اختیار کیا۔
(مناظرہ جھنگ: ص۲۲۴،۲۲۹)

حالانکہ خواجہ غلام فرید صاحب وہ شخصیت ہیں جس کو:

(i) بدعتی شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم شرف قادری نے اپنی کتاب تذکرہ اکابر اہلسنّت صفحہ۳۲۱ میں اکابرین اہل بدعت میں شمار کر کے "قدوۃ العاشقین" کا لقب دیا ہے۔

(ii) خواجہ غلام فرید صاحب کی کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ "آپ کی بلند پایہ اور مقبول عام تصنیفات یہ ہیں:

"فوائد فریدیہ۔ مسلک توحید اور اعتقادی مسائل پر بہترین کتاب ہے۔"
(تذکرہ اکابر اہلسنّت: ص۳۲۴)

اسی طرح "نور نور چہرے" صفحہ۹۹ پر بھی خواجہ صاحب کو اپنا بڑا مانا ہے۔

(iii) پیرزادہ اقبال فاروقی مدیر جہانِ رضا، نگرانِ اعلیٰ مرکزی مجلس رضا اکیڈمی لاہور نے خواجہ غلام فرید کو "اکابرین اہل بدعت" میں ڈال کر درج ذیل القابات دیئے ہیں: شیخ المشائخ، زبدۃ العارفین، عمدۃ الکاملین، اولیاء کبار میں سے، مرشد، حاجی الحرمین المحترمین، مقبول رب المشرقین والمغربین وغیرہم۔ (تقدس الوکیل ص۲، ص۱۲، ص۱۳)

(iv) جانشین گولڑہ شریف پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی صاحب نے خواجہ غلام فرید صاحب کو اپنا مانتے ہوئے ان کو اپنے اکابرین میں مان کر ان کا تذکرۂ خیر کیا ہے۔
(لطمۃ الغیب: ص۱۶۷، ص۲۲۰)

(v) مفتی فیض احمد ملتانی گولڑوی صاحب نے بھی خواجہ غلام فرید صاحب کو "شیخ

طریقت'' کہہ کرا کابرین اہل بدعت میں شمار کیا ہے۔ (مہر منیر: ص۲۰۴)

اور مزید سنئے جن عبارات کا اشرف سیالوی صاحب محض عاجز ہونے کی وجہ سے دفاع کرنے سے رہ گئے اور خواجہ غلام فرید کو بدعتی علماء میں ۔ - ماننے سے انکار کر گئے، اس کا جواب اہل بدعت کے مشہور عالم و محقق مولوی ابوکلیم صدیق فانی رضوی صاحب نے دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور ان کو اپنا بڑا تسلیم کیا ہے۔

(آئینہ اہل سنت: ص۴۴)

یاد رہے کہ ابوکلیم فانی صاحب نے اشرف سیالوی کی طرح نہ تو خواجہ غلام فرید صاحب کا انکار کیا اور نہ دھوکہ بازی سے اس کو اپنی کتاب ماننے سے انکار کیا بلکہ اپنا مان کر دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ اشرف سیالوی اپنے علماء کو در پردہ ''گستاخِ رسول'' خود ''غیر معتبر اور انکار کر کے'' مانتے گئے۔

(د) مولوی غلام جہانیاں اور اشرف سیالوی

جب حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے اہلِ بدعت کے مشہور و معروف عالم اور خطیب مولوی غلام جہانیاں کی گستاخانہ عبارت اس کی کتاب ''ہفت اقطاب'' سے پیش کی۔

(مناظرہ جھنگ: ص۲۱۰)

تو اشرف سیالوی صاحب نے ان کو غیر معتبر قرار دے کر ان کو گستاخِ رسول مان لیا کہ:

''باقی غلام جہانیاں صاحب کے ساتھ بریلوی مسلک کا تشخص قائم نہیں ہے۔''

(مناظرہ جھنگ: ص۲۲۱)

جبکہ مولوی غلام جہانیاں یہ وہ اہلِ بدعت کی مشہور شخصیت ہیں، جس کو:

(i) اہل بدعت قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، محبوب العلماء کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔ شیخ الحدیث والتفسیر بھی ہیں۔

(ii) اہلِ بدعت کے محقق مولوی حسن علی رضوی میلسی نے اپنی کتاب ''برہانِ صداقت'' صفحہ ۲۰۴ پر ان کو اپنا بڑا مان کر، جنتی مان کر ان کا دفاع کیا ہے۔ (برہانِ صداقت: ص

(۲۶۴

اسی مولوی صاحب نے اپنی دوسری کتاب میں بھی مولوی غلام جہانیاں کو معتبر بدعتی عالم مانا ہے۔ (برق آسمانی)۔ تو صاف صاف مطلب یہ نکلا کہ سیالوی صاحب نے مولوی غلام جہانیاں کو گستاخِ رسول تو مان لیا مگر ساتھ ہی اس کو غیر معتبر قرار دے دیا۔ کہ یہ تو بندہ ہی ایسا ہے جس سے بریلویت کا تشخص قائم نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی گستاخانہ بات ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں۔

(ڈ) مفتی اجمل شاہ اور اشرف سیالوی

حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے جب دفاع میں اہلِ بدعت کے مشہور مفتی اجمل شاہ صاحب کی عبارت پیش کی۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۲۳۹)

تو سیالوی صاحب حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زبردست استدلال کے جواب دینے سے عاجز آ کر مفتی اجمل شاہ کا ہی انکار کر گئے اور ان کو پھر غیر معتبر قرار دے گئے کہ:

> "اور پھر اجمل العلماء کی بات کر رہے ہیں کہ انہوں نے فرما دیا ہے اور کوئی جھگڑا ہی نہیں صرف یہ جھگڑا ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب ان عبارات پر گرفت کریں اور کوئی اجمل شاہ صاحب اس کے مقابلے میں یہ کہے "اور کوئی جھگڑا ہی نہیں ہے"...... یہ بھی کوئی بات ہو سکتی ہے؟"۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۲۴۵)

یعنی سیالوی صاحب "اجمل شاہ" کو اعلیٰ حضرت کے خلاف پا کر اس کو پھر غیر معتبر حضرات کی صف میں ڈال گئے کہ اجمل شاہ سے بریلویت قائم نہیں ہے۔ بریلویت صرف احمد رضا سے قائم ہے۔ یاد رہے کہ اجمل شاہ اہلِ بدعت کی وہ شخصیت ہیں جس کو:

(i) اہل بدعت اجمل العلماء، افضل الفضلاء، سلطان المناظرین، امام الواعظین وغیرہ کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

(ii) ردّ شہابِ ثاقب اور ردّ سیف یمانی کتابیں مفتی اجمل شاہ کی ہیں جس کی اہل بدعت بہت تشہیر کرتے ہیں۔

(iii) صغیر احمد اشرفی القادری سنبھلی کہتے ہیں کہ:

''مفتی اجمل شاہ صاحب'' مولوی حامد رضا خان قادری اور سید علی حسن صاحب اشرفی کچھوچھوی صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں۔''

(ردّ سیف یمانی: صفحہ ۱۵ مطبوعہ سوم)

(ر) مولانا ذاکر اور اشرف سیالوی

جناب مناظر اہل سنت حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے دفاع میں مولانا ذاکر کی عبارت پیش کی۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۲۴۲)

تو سیالوی صاحب نے جواب نہ آنے کی صورت میں ان کا بھی انکار کر دیا کہ:

''پھر مولانا ذاکر صاحب سے کیا علمائے بریلوی کا تعین اور تشخص قائم تھا؟ یا بریلوی علماء اس کو بریلویوں میں شمار کرتے تھے؟''

(مناظرہ جھنگ: ص ۲۴۵)

یعنی اشرف سیالوی صاحب ان کو بریلوی ماننے سے انکار کر گئے۔ جبکہ یہ وہ شخصیت ہیں جن کو:

(i) اہل بدعت پیر طریقت، رہبر شریعت کہتے ہیں۔ بانی ''جامعہ محمدی'' ہیں۔ مجاہد ملت کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

(ii) خواجہ ضیاء الدین سیالوی صاحب کے خلیفہ مجاز تھے۔

(iii) خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں۔ سیالوی صاحب نے ان کو بھی بریلویت سے نکال دیا۔

(ز) مولانا عبدالستار خان نیازی اور اشرف سیالوی

جب مناظر اہل سنت حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے اپنے دفاع میں اہلِ بدعت

کی تنظیم جمعیت علمائے پاکستان کے ذمہ دار لیڈر اور عالم مولوی عبدالستار خان نیازی صاحب کی عبارت "افق" (بدعتی رسالہ) سے پیش کی۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۲۴۲)

تو اشرف سیالوی صاحب نے "افق" رسالے کا انکار کر کے مولوی عبدالستار خان نیازی صاحب کا ہی انکار کر دیا۔

"کیا یہ ہمارے مسلک کی مستند معتبر کتابیں ہیں"۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۲۴۵)

(i) جبکہ مولوی عبدالستار خان نیازی صاحب جمعیۃ علمائے پاکستان کے ذمہ دار آدمی تھے۔

(ii) اہل بدعت حضرات ان کو "مجاہد ملت" کہتے ہیں۔

تو یہ انکار بھی اشرف سیالوی صاحب کے لئے شرمندگی کا باعث بنا۔ سیالوی صاحب کی اسی طرح کی حرکتوں کو دیکھ کر حضرت جھنگوی شہیدؒ نے الفاظ کہے کہ:

"آپ آج کیسے کہتے ہیں وہ غیر معتبر ہے پھر تو دنیا میں کوئی کتاب بھی معتبر نہیں رہے گی جس کا دل چاہے گا جہاں عاجز ہوگا کہے گا معتبر نہیں ہے۔" (مناظرہ جھنگ: ص ۱۵۹)

مناظرہ جھنگ کا فیصلہ خود اہلِ بدعت کے گھر سے

سجادہ نشین گولڑہ شریف پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی صاحب "مناظرہ جھنگ" کے متعلق قطعی فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور اسی موضوع پر سیالوی صاحب ایک عدد مناظرہ کر کے شہرت و دولت کی تحصیل میں معروف ہیں جبکہ مقابل مناظر (حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ) نے ان کے (اشرف سیالوی کے) ایک ممدوح کی جس عبارت کو گستاخانہ قرار دیا تھا۔ سات گھنٹے جاری رہنے والے اس مناظرے میں سیالوی صاحب قبلہ نہ اس کی صفائی پیش کر سکے اور نہ اسے ثابت کر سکے۔"

(لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب: ص ۹۲)

لو جی!!! گولڑوی صاحب کی رُو سے مناظرہ جھنگ میں سیالوی صاحب حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ کا جواب نہ دے سکے۔ گولڑوی صاحب کو بدعتی شیخ الحدیث عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنی کتاب ''نور نور چہرے'' ص ۲۵۶ میں ''قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرنے والا'' ثابت کیا ہے۔

اور حیات غزالیٔ زماں: ص ۶ پر معتبر بدعتی عالم مانا گیا ہے۔ اور ''نذر نصیر گیلانی'' نامی بریلوی کتاب پر فیصل آباد کے ایک بدعتی مدرسہ کے مہتمم کی تقریظ موجود ہے۔

ثالثین کی کارکردگی

قارئین کرام! ثالث بنانے کے لئے اصول یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی فریق کا طرفدار نہ ہو، کسی فریق میں سے نہ ہو۔ کیونکہ جب وہ کسی فریق کا پہلے سے طرفدار ہوگا اور اسی کے حق میں فیصلہ دینا چاہے گا تو وہ فیصلہ ہمیشہ جانبدار ہوا کرتا ہے اور جانبدارانہ فیصلہ کوئی انصاف پسند قبول نہیں کرتا۔ جیسا کہ خود اشرف سیالوی صاحب ایک کتاب میں ثالث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''میری (اشرف سیالوی کی) کتاب کا اگر مطالعہ کر رکھا تھا اور میرے نظریہ سے واقف تھا اور اس کے خلاف تھے تو وہ خود فریق تھے۔ ان کو ثالث بننے کا نہ حق تھا اور نہ بنائے جانے کا مطالبہ کرنا زیبا تھا۔''

(کیا یہ فیصلہ ہے؟: ص ۷۰)

(۱) ثالثین کا بار بار اور بلا وجہ ٹوکنا

مناظر اہلسنت حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ کو مناظرے میں تقریر کے دوران بار بار اور بلا وجہ ٹوکتے تھے اور کئی کئی مرتبہ ٹوکتے تھے۔ آپ درج ذیل صفحات کو خود دیکھ لیں:

(مناظرہ جھنگ: ص ۲۶۸، ۲۶۴، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۳۵، ۲۴۴، ۸۴، ۸۳، ۴۵، ۲۶۷، ۱۹۵، ۲۵۴، ۲۵۳)

اشرف سیالوی خود مناظرہ جھنگ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ:

"مگر مولوی صاحب نے منصفین کے بار بار ٹوکنے پر۔الخ" (مناظرہ جھنگ: ص ۲۲۴)

یعنی حضرت حق نواز شہیدؒ کو تقریر کے دوران بار بار ٹوکتے رہے۔

کیا ایک فریق کو ہی بار بار ٹوکنا کسی خاص رُخ پر سوچنے کی دعوت نہیں دیتا کہ یہ ایک فریق کے طرفدار ہیں۔ حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ کو بھی بالآخر تنگ آ کر کہنا پڑا کہ:

"آپ "منصفین" کھڑے ہو ہو کر مجھے ٹوکتے رہے۔" (مناظرہ جھنگ: ص ۱۸۳)

(ب) منصفین کا ایک فریق کی تقریر میں ہنسنا

اگر ثالثین ایک فریق کی تقریر میں ہنسنا شروع کر دے تو وہ فریق جانبدار بن جایا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ اشرف سیالوی کے اعتراض کا جواب دلیل سے دے رہے تھے تو ثالثین کے اسی پر "ردعمل" کو اشرف سیالوی صاحب مناظرۂ جھنگ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ:

"مولانا حق نواز کے جواب پر منصفین برابر ہنس رہے تھے۔"

(مناظرہ جھنگ: ص ۲۶۸)

کیا منصفین کو حق بنتا تھا کہ کسی فریق کی تقریر پر ہنسنے لگ جائیں اور ان کا مذاق بنایا جائے۔ کیا ایسے ثالثین غیر جانبدار رہتے ہیں؟ تو اگر مناظرہ جھنگ کے فیصلہ کو اگر حضرت جھنگوی شہیدؒ نہ مانے تو وہ ثالثین کی غیر جانبدار حرکتوں کی وجہ سے ایسا کرنے پر برحق تھے۔

(ج) منصفین کا ایک فریق کو درمیان مناظرہ میں گستاخ کہنا

اگر کوئی ثالث درمیان مناظرہ میں ہی ایک فریق کو گستاخ کہہ دے تو وہ غیر جانبدار نہیں رہتا۔

جیسا کہ صدر منصف پروفیسر تقی الدین انجم صاحب علمائے اہل السنت والجماعت دیوبند کو کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ:

"جب مانتے ہو کہ گستاخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے تو اس پر اڑے ہوئے کیوں ہو؟ اور محض لفظوں میں الجھاؤ پیدا کر کے لوگوں

کے دماغ خراب کر رہے ہو۔ کیا مدارس قائم کرنے اور طلباء کو
پڑھانے کا تمہارے سامنے یہی مقصد ہے۔ ان کے ذہنوں میں
صرف یہی چیزیں ڈالتے ہو، اس وقت عالم اسلام تم سے کیا تقاضا
کرتا ہے۔ ملک پاکستان کس امر کا متقاضی ہے اور غیر تمہارے متعلق
کیا سوچتے ہیں، مگر تم صرف لفظی بحثوں پر لڑ رہے ہو۔''

(مناظرہ جھنگ: ص ۱۹۵)

قارئین کرام! جو ثالث کسی فریق کو پہلے ہی گستاخ سمجھتا ہو اس سے انصاف کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟

(د) ثالثین کون تھے؟

(i) غلام باری کٹر قسم کا بریلوی تھا۔ اس کے بارے عوام الناس میں مشہور ہے کہ اس نے مناظرے سے پہلے ایک دن کہا تھا کہ میں تو بریلوی ہوں، بریلوی کے حق میں ہی فیصلہ دوں گا۔ اس بنا پر مناظرہ میں حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کو بلا وجہ ٹوک دیتا تھا تا کہ انکی تقریر میں مداخلت ہو جائے۔

(ii) خان منظور خان شیعہ تھا۔ یہ وہ منصف تھا جس نے دو بار اشرف سیالوی کی حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کی تقریر میں مداخلت پر درمیانِ مناظرہ میں ہی کھڑے ہو کر اشرف سیالوی کی شکست کا اعلان کر دیا تھا۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۱۹۴۔۱۹۵)

مگر دوسرے منصفین نے اس کو بٹھا کر سمجھایا کہ فیصلہ حکومت کا یہ ہے کہ مولوی حق نواز کو ناکام قرار دیا جائے لہٰذا تم یہ فیصلہ بدل لو تب یہ چونکہ شیعہ بھی تھا اور شیعہ اہلِ بدعت کا بہترین دوست ہوتا ہے اور علمائے اہل سنت دیوبند کا دشمن ہوتا ہے، پہلے شرائط کی وجہ سے اشرف سیالوی کی شکست کا اعلان تو کر دیا مگر بعد میں ملی بھگت کے بعد فیصلے کو بدل لیا گیا۔

(iii) پروفیسر تقی الدین انجم بھی بریلوی ذہن کا آدمی تھا۔ یہ وہ منصف تھا جو ''بریلوی مناظر'' کے فرائض سرانجام دے کر کتابوں کو ''معتبر اور غیر معتبر'' قرار دے کر

اشرف سیالوی کا وکیل بنا ہوا تھا حالانکہ ثالث کسی بھی فریق کا وکیل نہیں ہوتا مگر آپ مناظرہ جھنگ اٹھا کر دیکھیں اس کو پڑھیں آپ کو پڑھ کر حیرت ہوگی کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟

(مناظرہ جھنگ: ص۱۴۴، ۲۶۷)

ثالث بریلوی مناظرہ کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔

یہ بات مشہور ہے اور جھنگ کے ایک معزز مہر عبداللہ صاحب کا بیان موجود ہے کہ سرکاری دباؤ تھا کہ مولانا حق نواز کو ہرایا جائے اور اس کے سلسلے پر وفیسر تقی الدین انجم کو استعمال کیا گیا تھا۔ اس کو دھمکی دی گئی تھی۔

ان ہی وجوہات کی بنا پر جب دیکھا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ:

(iv) فیصلہ مناظرۂ جھنگ بھی سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ ثالثین کے دستخط کے نیچے ۱۹۷۸ء کی تاریخ لکھی گئی حالانکہ مناظرہ تو ۱۹۷۹ء کو ہوا تھا پھر اس کا مطلب یہی نکلا کہ فیصلہ ۱۹۷۸ء کو ہی لکھ کر رکھا گیا تھا۔ اور اصل مناظرہ جھنگ کی فوٹو کاپی میں انگلش میں 78 لکھا تھا۔ اس اصل کاپی کو مناظرہ جھنگ نامی کتاب میں اس لئے نہ لگایا گیا تا کہ کوئی بریلوی چوری نہ پکڑ سکے۔

اور ۷۸ والی زبان میں لکھ کر خود نئی کمپوزنگ کروا کر لگائی گئی تا کہ علم نہ ہو سکے۔ مگر تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ قارئین کرام! اصل مناظرۂ جھنگ کی فوٹو کاپی ''عظمتوں کے پاسبان'' عبدالحکیم شرف قادری کی کتاب میں موجود ہے۔

(v) ثالثین سے جب حلف لینے کا ہماری طرف سے کہا گیا تو یہ بدعتی صدر مناظر ہی تھے جو اسکے مخالف بنے کہ حلف کی کیا ضرورت ہے۔ (مناظرہ جھنگ: ص۴۵)

آگے بدعتی صدر مناظر کہتے ہیں کہ:

''اگر ان کو منصف ہی قرار دیا گیا ہے تو پھر حلف لینے کی کیا ضرورت ہے۔''

(مناظرہ جھنگ: ص۴۵)

آگے پھر خود غیر جانبداری کا حلف لینے سے روکنے کی بھرپور کوشش کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ:

''ہمیں کوئی شک نہیں ہے جب ہم نے یہ منظور کر لیا ہے ہم ان کا
فیصلہ مان لیں گے تو اب ان پر ایک شرط عائد کرنا ٹھیک نہیں ہے۔''
(مناظرہ جھنگ: ص 06)

حالانکہ ہر فریق ثالثین سے غیر جانبداری کا حلف لینے کا حق رکھتا ہے مگر عبدالرشید رضوی صاحب نے اس کی مخالفت کی اور حلف نہ لینے دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں ضرور کالا تھا۔ تو یہ وجوہات تھیں جس کی بنا پر حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ نے فیصلے کو غیر جانبدار نہ ہونے کی بنا پر نہ مانا تو انہوں نے یہ فیصلہ ٹھیک کیا۔

(ر) فیصلہ مناظرہ جھنگ

منصفین نے مناظرہ جھنگ کے بعد فیصلہ دیا، ذرا اس پر بھی نظر ڈال لی جائے تاکہ ثالثین کی علمی حیثیت کا اندازہ بھی قارئین کو ہو جائے۔

''ہم ''منصفین'' بالاتفاق فیصلہ کرتے ہیں اور اس مناظرہ میں مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی بریلوی مناظر کو ان کے نسبتاً وزنی استدلال کی بنا پر کامیاب قرار دیتے ہیں۔''
(مناظرہ جھنگ: ص ۲۹۴، عظمتوں کے پاسبان: ص ۲۵۲)

اب ذرا چند گزارشات اس پہ پڑھ لیں:

(i) فیصلہ میں ''نسبتاً وزنی استدلال'' کے الفاظ ہیں۔
اور مناظرہ ''گستاخ رسول کون'' کے عنوان پر ہوا تھا۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مناظر بدعتی مناظر اور سنی مناظر حضرت مولانا حق نوازؒ نے ایک دوسرے کے خلاف دلائل دیئے۔ دلائل دونوں طرف تھے مگر استدلال وزنی اشرف سیالوی کا تھا۔ حالانکہ فیصلہ دلائل کی بنیاد پر ہوتا ہے استدلال کی بنیاد پر نہیں۔ اور ''نسبتاً'' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریقین گستاخِ رسول ہیں مگر اشرف سیالوی 19 فی صد گستاخ رسول ہے اور 20 فی صد سنی مناظر۔
کیونکہ نسبتاً ''معمولی فرق'' کو کہتے ہیں۔

یہ تھی علمی قابلیت ثالثین کی۔ جن کو فیصلہ لکھنے کا ڈھنگ نہ آیا۔ اور مزے کی بات یہ ہے 19 فی صد گستاخِ رسول ہونے والے فیصلہ کو اشرف سیالوی اور ان کے ٹولہ نے قبول کرلیا اور اپنا گستاخِ رسول ہونا فوراً مان گئے۔ جبکہ حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ نے ایک فی صد بھی گستاخِ رسول ہونا قبول نہ کیا۔ یاد رہے کہ مناظرۂ جھنگ کے بعد بدعتی ٹولے کے ہم نشین شیعہ حضرات کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا گیا جس میں فیصلہ مناظرۂ جھنگ کے حوالے سے کہا گیا کہ لو فیصلہ سے بریلوی گستاخِ رسول بن گئے اور دیوبندی بھی۔

ہم نے تو فیصلہ ہی نہ مانا مگر یہ گواہی بدعتی حضرات کے حق میں ضرور گئی۔

اب دیکھو "گستاخِ رسول کون؟" پر مناظرہ تھا اور سیالوی ٹولہ فیصلہ قبول کر کے 19 فی صد گستاخِ رسول بن گیا۔ تو مناظرہ تو سنی دیوبندی ہی جیت گئے کیونکہ جب ایک فریق خود مان گیا کہ ہم کو 19 فی صد گستاخِ رسول ہونا قبول ہے۔ کیا ان براہینِ قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے بعد بھی اشرف سیالوی کامیاب رہتا ہے؟؟؟

یقیناً نہیں۔ بلکہ بری طرح اپنے حلقے میں بھی بدنام ہوا ہے جیسا کہ پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب اشرف سیالوی کے خلاف ہیں اور اب نئے بدعتی علماء پیدا ہو رہے ہیں جو اشرف سیالوی کے خلاف ہیں اور اس کو گستاخِ رسول قرار دے رہے ہیں۔ اور بدعتی اشرف سیالوی کا جو معاون مناظر ڈاکٹر طاہر القادری تھا اس نے مناظرہ کے بعد حضرت علامہ حق نواز شہیدؒ سے معافی مانگی تھی کہ ہم کو معاف کردیں کہ ہم نے آپ سے مناظرہ کیا۔ (شرح المفضل الوصی)

(بشکریہ "نورِ سنت" کراچی)

امام اہلسنّت علامہ عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کی

بریلویوں سے مناظروں کی روداد

قبل اس کے کہ رضا خانی علماء سے امامِ اہلسنّت علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کے ہونے والے مناظروں کا تذکرہ کیا جائے ایک اہم فتوے کا تعارف کرا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جس کا حوالہ اکثر مناظروں میں آیا ہے بلکہ ایک یا دو مناظرے اسی کی بنیاد پر ہوئے ہیں، اس طرح ان مناظروں کے پس منظر کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ یہ فتویٰ حسب ذیل ہے:

فتویٰ وہابیت وغیر مقلّدیت

۱۹۱۶ء میں بمبئی میں ملا محمد باقر فیض آبادی شیعی سے مولانا لکھنویؒ کا مناظرہ ہوا تھا جس میں ملّا صاحب کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس موقع پر بمبئی میں مولانا کا قیام ایک ماہ سے بھی زیادہ رہا تھا اور روزانہ وہاں آنؒ کے وعظ ہوا کرتے تھے جس سے عوام میں بہت بیداری پیدا ہو گئی تھی۔ اس شکست سے شیعوں کے ساتھ ساتھ رضا خانیوں (بریلوی مسلک کے ماننے والوں) میں بھی سراسیمگی پھیل گئی تھی کیونکہ اس سے ان کی تبلیغی سرگرمیوں پر بھی اثر پڑا تھا اور مقامی سیٹھوں کے ذریعہ ملنے والے نذرانوں کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ بمبئی کے شیعہ ہمہ وقت اس فکر میں لگے رہتے تھے کہ کس طرح مولانا لکھنویؒ سے اپنی اس ذلت و رسوائی کا انتقام لیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے بمبئی کے بعض رضا خانی علماء اور واعظین کو آلہ کار بنا کر مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کو اس بات پر آمادہ

کیا کہ وہ مولانا لکھنویؒ کے خلاف کوئی فتویٰ لگائیں۔ اس فتویٰ کے حصول میں اُس وقت کے مشہور رضاخانی واعظ مولوی ابومحمد سیّد دیدار علی شاہ الوری (م ۱۹۳۰ء) نے جو اس وقت بمبئی میں مقیم تھے، خاص رول ادا کیا تھا۔ اس زمانہ میں وہ آگرہ کی جامع مسجد میں ملازم تھے، وہاں سے علیحدہ ہوئے پھر لاہور کی مسجد وزیر خان میں آکر نوکر ہوئے اور وہاں بھی ایک فتنۂ عظیم برپا کیا جس پر مقدمہ بازی تک کی نوبت آپہنچی تھی، مولوی دیدار علی شاہ کے ساتھ بمبئی کے رضاخانیوں کے بعض دوسرے سرکردہ حضرات مثلاً مولوی نذیر احمد خجندی (م ۱۹۳۶ء) مولوی شاہ عبدالعلیم میرٹھی (م ۱۹۳۸ء) وغیرہ نے بھی اس کارِ خیر میں بڑا حصہ لیا تھا۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مولانا لکھنویؒ کی کتاب ''علم الفقہ'' جلد دوم سے اقتدا بالمخالف کے مسئلہ سے متعلق مندرجہ ذیل عبارت کو لے کر ان کے خلاف ''وہابی اور غیر مقلد'' ہونے کا فتویٰ صادر کردیا۔ ''علم الفقہ'' کی مذکورہ عبارت یہ ہے:

> ''اگر امام اور مقتدی کا مذہب (فقہی مسلک) ایک نہ ہو مثلاً امام شافعی یا مالکی مذہب ہو اور مقتدی حنفی مذہب ہو تو اس صورت میں امام کی نماز کا صرف اس کے مذہب کے موافق صحیح ہو جانا کافی ہے خواہ یہ مقتدی کے مذہب کے موافق صحیح ہو یا نہ ہو، ہر حال میں بلا کراہت یہ اقتدا درست ہے۔'' (علم الفقہ جلد دوم ص ۹۱)

یہ مسئلہ لکھ کر مولانا لکھنویؒ نے حاشیہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ علماء مذاہب اربعہ کی مختلف توجیہات بھی تحریر کی ہیں اور ان میں سے اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ کسی ایک مذہب کے امام کے پیچھے بقیہ (چاروں) مذاہب کے لوگوں کا نماز پڑھنا جائز ہے خواہ امام (اپنے) مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے یا نہ۔

سب سے پہلے بمبئی میں اس فتوے کو حافظ عبدالمجید نامی ایک شخص کی طرف سے ''اشتہار واجب الاظہار'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ حافظ عبدالمجید نامی یہ شخص ایک اُردو خواں اور کم علم آدمی تھا جو ماہم کی ایک مسجد میں امام تھا، جس کو علم اور تفقہ سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اس فتوے کی اشاعت اور اس کی تشہیر میں شیعوں نے بڑا حصہ لیا تھا اور ہمارے

ان گندم نما جوفروش بھائیوں نے خوب خوب بغلیں بجائیں۔ فتوے کی عبارت کو مختلف شہروں میں مختلف انداز سے شائع کیا جاتا تھا اور بعض مقامات پر تو فتویٰ کفر کے نام سے بھی شائع کیا گیا تھا۔ درحقیقت حافظ عبدالمجید کے پردے میں وہی مولوی نذیر احمد خجندی اور مولوی شاہ عبدالعلیم میرٹھی وغیرہ ہی تھے جو مولانا لکھنویؒ کی دینی حیثیت کو بزعمِ خود مجروح کرنے کی کوشش کرتے تھے اور یہی حرکت شیعہ بھی کرتے تھے اور جب کبھی مولانا سے انہیں مناظرہ کرنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا تو وہ فوراً کچھ سنیوں اور کچھ شیعوں کے نام سے اس اشتہار کے مضمون کو وقت اور حالات کی روشنی میں مرتب کر کے شائع کر دیا کرتے تھے۔

دراصل خان صاحب بریلوی نے اپنی افتادِ طبع، شہرت اور نام و نمود کے شوق میں یہ روش اپنائی تھی کہ اُس وقت کے نامور اور مقبول و معروف علماء اور رہنمایانِ قوم و ملت کے خلاف کفر کے فتوے صادر فرمایا کرتے تھے۔ ان کی اس کفر ساز روش سے نہ جانے کتنے مُتَدَیّن علماء و بزرگ اور اکابر ملک و ملت نشانہ بن چکے تھے، چنانچہ مولانا لکھنویؒ بھی ان کے اس شوق کا شکار ہوئے مگر خیریت یہ ہوئی کہ انہوں نے ان پر کفر کا فتویٰ نہ لگا کر صرف ''وہابیت اور غیر مقلدیت'' کا ہی فتویٰ صادر کیا تھا۔ خان صاحب کی عادت اور جبلّت کے باعث یہ کوئی تعجب خیز بات نہ تھی۔ انہوں نے مولانا کے استاذ محترم حضرت مولانا سید عین القضاۃ صاحب قدس سرّہٗ کے خلاف بھی پوری ایک کتاب تصنیف کر ڈالی تھی جس کا نام ''میل الہداۃ الکامل لعین القضاۃ الباطل'' رکھا تھا۔ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلیؒ کی شان میں بھی آپ نے بڑی گستاخیاں کی تھیں اور ان کی وفات کے بعد ان کے رَد میں بھی ایک رسالہ لکھ ڈالا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ جسارت بھی خان صاحب نے کی تھی کہ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی شانِ اقدس میں ناپاک حملے کیے اور اپنے ایک رسالہ ''الیاقوت الواسطۃ'' میں ان کو ''وہابیوں کا آقا، پیشوا اور خداوندِ دولت'' کے الفاظ سے نوازا تھا۔ مولانا لکھنویؒ کے ہم درس اور مشہور عالم و بزرگ حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلیؒ (م ۱۹۲۵ء) پر تو آپ نے ایک سو ایک کفر کا فتویٰ لگایا تھا اور پوری ایک کتاب ان کے خلاف مرتب کر کے شائع کر دی تھی جس کا نام ''الطاری

الدّ اری لہفوات عبدالباری'' تھا۔ خاندانِ ولی اللّٰہی، علماء دیو بند اور اکابر ندوۃ العلماء تو ان کے خاص نشانہ تھے اور ان حضرات کے خلاف ان کے فتوے بہت مشہور و معروف ہیں۔ ہندوستان کی تحریکِ خلافت کے بھی آپ سخت مخالف تھے اور رہنمایانِ خلافت کو آپ ''فرقہ گاندھویہ'' لکھا کرتے تھے۔ ان سب کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزادؒ، ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ، مولانا شوکت علیؒ، مولانا محمد علیؒ حتیٰ کہ خود اُن کے قدیم محسن یعنی علماء بدایوں بھی ان کی تکفیر سے بچ نہ سکے تھے۔ غرضکہ خان صاحب موصوف کی ساری عمر علماءِ حق اور اکابرِ ہند کی شان میں گستاخیاں کرتے اور ان کے خلاف کفر کے فتوے دینے ہی میں گزری ہے۔

خان صاحب نے مولانا لکھنویؒ کے خلاف صرف ''وہابیت اور غیر مقلدیت'' کا فتویٰ اقتداء بالمخالف کے مسئلہ کے جواز کے خلاف دیا تھا جو اُن کا ایک طبع زاد اور فقہ حنفی کے بالکل خلاف فتویٰ تھا۔ اُسی زمانہ میں اِس فتوے کی تردید میں اشتہارات، کتابچے اور مضامین شایع کیے گئے تھے اور مزید برآں غیر منقسم ہندوستان کے تقریباً دس ہزار علماء کرام و مشائخ عظام کے فتاویٰ اور فقہی آراء مولانا لکھنویؒ کی تائید میں شائع کی گئی تھیں۔ ان فتوؤں میں ان علماء نے مولانا علیہ الرحمۃ کے تدیّن اور تبحّر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے ان پر اپنے اعتماد اور بھروسہ کا اظہار کیا تھا اور اقتداء بالمخالف والے مسئلہ کو صحیح اور فقہ حنفی کے عین مطابق قرار دیا تھا۔

جن حضرات نے یہ تحریری فتوے بھیجے تھے ان میں سے چند کے اسماء گرامی یہ تھے: مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ قاضی بھوپال، مولانا سید شاہ وجیہہ الدین اشرفؒ سجادہ نشین درگاہ کچھوچھہ شریف، مولوی سید محمد شفیع کچھوچھویؒ برادر گرامی حضرت سجادہ نشین کچھوچھہ، مولانا سید شاہ وارث حسن صاحبؒ کوڑہ جہان آبادی چشتی، قادری، نقشبندی، ٹیلہ شاہ پیر محمد لکھنو، مولانا محمد سجاد صاحبؒ نائب امیر شریعت بہار، مولوی حکیم شاہ نعمت اللہ فاروقیؒ سجادہ نشین درگاہ شاہ محب اللہ الٰہ آبادی، مولانا شاہ ولایت حسین صاحبؒ خلف ارشد مولانا شاہ محمد حسین صاحبؒ الٰہ آبادی، مولانا حکیم شاہ نعمت اللہ فاروقی مانکپوریؒ، مولانا شاہ غنیمت حسین صاحب اشرفی مونگیریؒ، علماء دیو بند میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ عثمانی، حضرت مولانا عبدالسمیع صاحبؒ، حضرت مولانا اختر حسین صاحبؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا سیّد مرتضیٰ حسن صاحبؒ چاندپور، مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاجب دہلوی، علماء فرنگی محل میں شمس العلماء مولانا عبدالحمید صاحب فرنگی محلیؒ، مولانا محمد ایوب صاحب فرنگی محلیؒ، مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب فرنگی محلیؒ اور مولانا سیّد علی زینبیؒ استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ ولکھنؤ یونیورسٹی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(علماء کی رائیں۔ مرتبہ مولانا مشتاق احمد لدھیانوی)

۱۔ مناظرہ سلطانپور (یوپی) ۱۹۱۸ء

۱۹۱۸ء میں مولانا لکھنویؒ سے ایک مناظرہ علم غیب کے مسئلہ پر سلطانپور یوپی میں ہوا تھا جس میں عقیدۂ علم غیب جمیع ما کان وما یکون کی تردید میں قرآن مجید کی بیس آیات، دس احادیث رسول اور تین کتب فقہ حنفی کی عبارتیں پیش کی گئی تھیں جن کا کوئی جواب فریق مخالف سے نہیں دیا جا سکا اور اس نے درمیان ہی میں مناظرہ منقطع کر دیا۔ یہ مناظرہ پانچ چھ دن تک جاری رہا۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ فریق مخالف کا عالم کون تھا۔ اس کی روداد اسی زمانہ میں "مباحثہ سلطانپور" کے نام سے شائع ہو گئی تھی[1] مگر اب وہ نایاب ہو چکی ہے اور ہمیں اس کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا ہے۔

۲۔ مناظرہ کچھوچھہ (یوپی) ۱۹۲۰ء

اس مناظرہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ مولوی سید شاہ علی حسین کچھوچھوی[2] اور ان کے

1۔ النجم۔ لکھنو۔ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

2۔ شاہ علی حسین کی ولادت ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ کو کچھوچھہ میں ہوئی۔ مقامی علماء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے بڑے بھائی اشرف حسین سے مرید ہو کر تکمیل سلوک کی، متعدد بار سفر حج کیا، حضرت میاں راج شاہ سواتیؒ (م ۱۳۰۶ھ) نے بھی آپ کو قادریہ اور زاہدیہ سلسلہ کی اجازت دی تھی۔ شاہ محمد امیر کابلیؒ، شاہ آل رسول مارہرویؒ، حافظ احمد حسین خاں شاہجہانپوریؒ اور شاہ خلیل احمد صفی پوریؒ نے بھی اپنے سلسلوں کی اجازت آپ کو دی تھی۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ "تحائف اشرفی" کے نام سے آپ کا ایک مجموعہ کلام بھی شائع ہوا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں کچھوچھہ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

لڑکے مولوی سید شاہ احمد اشرف کھوچھوی نے ایک زمانہ میں بھاگلپور اور اس کے اطراف میں بہت آمد و رفت بڑھا رکھی تھی اور وہاں کے غریب اور کم پڑھے لکھے مسلمانوں کو اپنے حلقۂ اثر میں لانے کے لیے طرح طرح کے حربے کام میں لا رہے تھے۔ شاہ علی حسین درگاہِ عالیہ کچھوچھہ ضلع فیض آباد (موجودہ ضلع امبیڈکر نگر) یوپی کی سجادہ نشینی کے خواہش مند تھے، اس سلسلہ میں آپ نے مدتوں مقدمے بازی کی اور حکام ضلع کو ورغلانے کی بھی بے حد کوشش کی مگر اس میں ناکام رہے۔ اُس وقت وہاں کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید شاہ وجیہ الدین اشرف صاحب کچھوچھویؒ تھے جو ایک متدین عالم اور حق نواز بزرگ تھے۔

شاہ علی حسین اور ان کے بیٹے شاہ احمد اشرف کی عادت یہ تھی کہ یہ حضرات جہاں بھی جاتے قوالی اور گانا بجانا ساتھ میں ہوتا تا کہ عوام کو متوجہ اور گرویدہ بنایا جا سکے اور جہاں موقع دیکھتے وہاں کے لوگوں کو اوامر و نواہی شرعیہ سے سبکدوش کر دیتے تھے اور اسی طرح سود و رشوت کو بھی مختلف حیلوں سے حلال کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار بہرائچ میں شاہ احمد اشرف نے یہاں تک کہہ دیا:

''عشقِ رسول نجات کے لئے کافی ہے۔ چاہے نماز کی پابندی ہو یا نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک عاشق کے لیے تین وقت کی نمازیں معاف کر دی تھیں 1۔''

ان باتوں کے نتیجہ میں نماز کا جو ولولہ اور شوق مسلمانوں کے دلوں میں تھا وہ کم ہو گیا۔ موضع فتح پور بھاگلپور میں ان حضرات نے لوگوں کو جو عقائد کی تعلیم دی اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے متعلق جو گل فشانیاں فرمائی تھیں ان کا ایک ادنیٰ نمونہ یہ ہے:

''نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ علماء کے ڈھکوسلے ہیں، ایسے لوگ پکے وہابی ہوتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اپنے کو نمازی دکھانے کے لئے یہ لوگ پیشانیوں پر پتھر رگڑ کر نشان بنا لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو جن کی پیشانی پر اثر سجود دیکھو تو قطعی ان پر وہابی کا حکم لگا دو۔ نماز کی

1۔ مباحثہ کچھوچھہ مشمولہ نصرت آسمانی بر فرقہ رضاخانی، ص ۶۵

حقیقت تو صرف اس قدر ہے کہ وہ یادِالٰہی کا ایک طریقہ ہے، بیٹھ کر یادِالٰہی کرو یا اٹھ کر اور دل سے کرو یا زبان سے سب صحیح ہے۔ ظہر، عصر اور مغرب کے اوقات کی قید تو صرف اس لیے کہ یادِالٰہی میں غفلت نہ ہو۔ جن کو یادِالٰہی میں غفلت نہیں ہوتی ان کے لیئے اوقات کی پابندی بھی ضروری نہیں۔ یادِالٰہی کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ کسی اہلِ دل سے اتحاد و رابطہ پیدا کرلو وہ تمہیں اپنے رنگ میں رنگ دے گا۔ بقول شخصے:

نمازِ عابداں سجدہ سجود است
نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است

حج کے بارے میں ایک دفعہ یوں گویا ہوئے:

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

''وہابی مولویوں نے دین میں کیا کیا بکھیڑے نکالے ہیں، شادی بیاہ میں زمانۂ قدیم سے ڈھول، باجہ، ناچ رنگ، آتش بازی، رسم سایہ بندی اور غازی میاں کی کندوری وغیرہ چلا آ رہا ہے، بھلا دیکھو تو سہی، اس میں کونسی برائی ہے جسے یہ حرام، مکروہ اور بدعت بتاتے ہیں، کیا پہلے کے لوگوں نے حرام، بدعت اور مکروہات کا ارتکاب کیا ہے؟ ذرا سوچو تو کسی کے دل کو خوش کرنے پر شریعت مطہرہ نے کس قدر ثواب کی اُمید دلائی ہے اور شادی بیاہ میں ان مراسم سے کتنے بندگانِ خدا کا دل خوش ہوتا ہے، اسی کے ذریعہ بزرگانِ دین کی ارواحِ مقدسہ پر فاتحہ خوانی بھی ہوتی ہے جس سے ان کی ارواح بھی خوش ہوتی ہیں۔ بھلا ایسے کارِ خیر کو وہابی مولوی حرام و بدعت بتاتے

ہیں۔ اصل بات تو یوں ہے کہ وہابی کھوسٹ اور خشک ہوتے ہیں اور ان کے تمام مسائل بھی سرتا پا کھوسٹ ہوتے ہیں۔

سود اور رشوت کے حرام ہونے کا بازار بھی انہی وہابیوں کی ذات سے گرم ہے۔ یہ لوگ سود اور رشوت کے مواعید کو تمام لوگوں کو سُنا سُنا کر جائز دنیاوی نفع سے محروم کر دیتے ہیں حالانکہ سود شریعت میں وہی ہے جس میں ظلم ہو اور رشوت بھی وہی ہے جس میں متخاصمین سے روپے لے کر ان کا کام نہ کیا جائے۔ شریعت میں انہی دونوں پر مواعید وارد ہوئی ہیں۔''

(مباحثہ کچھوچھہ مشمولہ نصرت آسمانی برفرقۂ رضاخانی، ص ۶۵۔۶۶)

اس طرح سے عوام جو عموماً احکامِ شرعیہ کی پابندی سے گھبراتے ہیں وہ پیر جی کی ان تقریروں سے بڑے خوش ہوئے، اس طرح سے انہیں ہر طرح کے مذہبی اعمال سے آزادی کا پروانہ مل جاتا تھا لہٰذا وہ جوق در جوق ان کے مرید ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ موضع فتح پور اور اگر پور (ضلع بھاگلپور) کے اکثر لوگ ان کے دامِ تزویر میں آ گئے، لہٰذا اب آپ کی کوشش یہ ہوئی کہ موضع راجپور کے لوگوں کو بھی اپنا مرید بنایا جائے مگر وہاں دال نہیں گل سکتی تھی کیونکہ وہاں لوگوں کی اکثریت مولانا سید شاہ غنیمت حسین صاحبؒ کی مرید و معتقد تھی، چنانچہ پیر جی نے مولانا غنیمت حسین صاحبؒ کے خلاف کفر کا ایک فتویٰ تیار کر کے اپنے مریدوں میں گشت کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بھائی بھائی میں، باپ بیٹے میں اور میاں بیوی میں تفریق اور جدائی کی نوبت آ گئی۔ شاہ جی نے ان دونوں میں تفریق کرا دی اور اس کے ساتھ ہی اشتہار بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مناظرہ کا چیلنج بھی دیا جانے لگا۔ موضع راجپور کے مسلمانوں نے مجبور ہو کر حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ سے سارے حالات بیان کیے۔ مولانا نے چیلنج قبول کرتے ہوئے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کو ان رضاخانیوں سے مناظرہ کرنے کی دعوت دینے کا مشورہ دیا۔ ان حالات میں رؤساء و معززین شہر بھاگلپور جناب شاہ فتح عالم، مولوی

شہامت حسین وکیل، حکیم امیر حسن اور حکیم سید زین العابدین جیسے حضرات نے دونوں فریق کو مناظرہ کے لیے دعوت دی اور اعلان کیا کہ آپ حضرات یہاں آ کر محلّہ خلیفہ باغ میں میر معونت حسین کے مکان پر ہمارے سامنے مناظرہ کریں۔ حضرت مولانا غنیمت حسین صاحب نے اسے منظور کرلیا مگر شاہ احمد اشرف نے انکار کر دیا کہ میں کسی کے گھر میں مناظرہ نہ کروں گا بلکہ مجمع عام میں کروں گا، چنانچہ اکابرین شہر نے میدان شاہ جنگی جو اہلِ شہر کی عیدگاہ تھی اسے مناظرہ گاہ کے طور پر تجویز کیا مگر اس پر بھی شاہ جی تیار نہ ہوئے کہ میں تو مسافر ہوں، حفظ امن کا کون ذمہ دار ہوگا، اس طرح عذر و معذرت اور حیلہ سازی کرتے ہوئے وہ بھاگلپور سے روانہ ہوگئے مگر موضع فتح پور اور راجپور کے لوگ کب ماننے والے تھے، انہوں نے طے کرلیا کہ ہم شاہ جی کے وطن کچھوچھہ پہنچ کر اُن سے مناظرہ کریں گے۔ چنانچہ دونوں فریقوں کے نمائندوں نے ۲۳/اکتوبر ۱۹۲۰ء کو کچھوچھہ پہنچ کر مولانا سید شاہ وجیہ الدین اشرف کچھوچھویؒ سجادہ نشین درگاہ عالیہ کچھوچھہ کو حکم بنانے کے لیے آمادہ کرلیا۔ اس طرح ۲۵/اکتوبر ۱۹۲۰ء کی تاریخ مناظرہ کے لیے مقرر ہوگئی۔

مذکورہ بالا مقررہ تاریخ پر اطراف و جوانب کے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا مجمع آستانہ عالیہ کچھوچھہ میں جمع ہوگیا۔ موضع فتح پور واگر پور ضلع بھاگلپور کے باشندے شاہ جی کے مریدوں میں تھے اور موضع راجپور کے باشندے مولانا سید شاہ غنیمت حسین صاحبؒ کے متوسلین میں تھے۔ یہ دونوں فریق اس مناظرہ میں شرکت کے لیے کچھوچھہ آ چکے تھے اور حضرت سجادہ نشین صاحبؒ مسندِ صدارت پر متمکن تھے۔ اس مناظرہ کا خاص ایجنڈا یہ تھا کہ مولوی احمد اشرف کچھوچھوی نے جو فتویٰ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ مؤلف براہین قاطعہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مؤلف ''تحذیر الناس'' اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مؤلف ''حفظ الایمان'' کے کفر کا دیا ہے اور ان کی مذکورہ بالا کتابوں کے اقتباسات پر توہینِ رسول کا الزام لگایا ہے اُسے برسرِ عام ثابت کیا جائے تاکہ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا ہو سکے۔ مگر پیر جی اُسے برسرِ عام ثابت نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہ طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتے رہے مگر مجبوراً انہیں بحث کرنا پڑی اور ''حفظ الایمان''

کی عبارت پڑھ کراس میں توہینِ رسول کو بزعمِ خود ثابت کر کے اس فتویٰ کفر کی تائید کی۔

مولانا سید شاہ غنیمت حسین صاحب نے نہایت مہذب پیرایہ میں اس کا رَد کیا اور ''حفظ الایمان'' کی عبارت کا صحیح مطلب بیان کرتے ہوئے پیر جی کے تمام اعتراضات کا جواب وضاحت سے دیا، انہوں نے کہا کہ ''حفظ الایمان'' میں توہینِ رسول کا شائبہ تک نہیں ہے، انہوں نے ہر پہلو سے اس عبارت کو جانچ پڑتال کر کے ثابت کیا کہ اس میں کسی طرح بھی توہینِ رسول نہیں نکل سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق جو کچھ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے وہی تمام اہلسنّت کا مسلک ہے اور احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ مولانا غنیمت حسین صاحبؒ کے مدلل جوابات سے پیر جی لاچار ہو گئے اور جب اپنے دفاع کے لئے ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہ گیا تو انہوں نے اپنی بعض مجبوریوں کو ظاہر کر کے مناظرہ کو کچھ دنوں کے لیے ملتوی کرنے کی درخواست کی۔ اس التواء سے ایک مقصد اُس وقت مناظرہ سے فرار تو تھا ہی دوسرا اہم مقصد یہ بھی تھا کہ اس درمیان وہ اپنی مدد کے لیے کسی دوسرے رضاخانی عالم کو بلاسکیں جس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے، چنانچہ محض اس خیال سے کہ کہیں پیر جی اس کو بہانہ بنا کر مناظرہ گاہ سے بھاگ نہ لیں ان کی یہ درخواست منظور کر لی گئی اور پھر آئندہ ۱۳؍نومبر ۱۹۲۰ء کی تاریخ باتفاقِ فریقین طے پائی۔

مناظرہ کے اس منزل پر پہنچنے کے بعد اہلِ بھاگلپور نے حضرت مولانا لکھنویؒ کو بھی یہاں مدعو کرلیا اور وہ تشریف لے آئے، مناظرہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ شاہ جی سیّد علی حسین، مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی، مولوی احمد اشرف اور مولوی سید محمد المعروف بہ محدث رضاخانیوں کی طرف سے مناظرہ میں موجود تھے اور ادھر مولانا سید غنیمت حسین صاحبؒ اور حضرت مولانا لکھنویؒ علماءِ اہل سنت کی طرف سے تھے۔ شاہ جی نے اپنی طرف سے بولنے کے لیے مولوی سید محمد محدث کو وکیل بنانے کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی، مولوی سید محمد محدث اپنی تقریر گھر سے لکھ کر لاتے تھے اور یہاں پڑھ کر سنا دیتے تھے، جبکہ مولانا لکھنویؒ کی تقریر زبانی ہوتی تھی، یہ مناظرہ ۱۳؍نومبر ۱۹۲۰ء سے شروع ہو کر ۱۷؍نومبر

تک جاری رہا۔ چنانچہ جب ۷ ارنومبر کو مولوی سید محمد مناظرہ کے درمیان اپنی بات رکھ رہے تھے شاہ جی زار وقطار رونے لگے اور فرمانے لگے:

''اے زمین و آسمان! گواہ رہیو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جارہی ہے اور توہین کرنے والوں کو کافر کہنے سے بھی روکا جا رہا ہے[1]۔''

یہ رونے کا سلسلہ ایسا دراز ہوا کہ وہ روتے ہی ہوئے مجلس مناظرہ سے اُٹھ کر چلے گئے اور پھر دوبارہ نہیں آئے۔ اب تمام حاضرینِ مناظرہ کو یقین ہو گیا کہ پیر جی اور ان کے حواریین اور مریدین مناظرہ سے بھاگ لیے اور فرار ہونے کا بدنما داغ ہمیشہ کے لئے اپنی پیشانی پر لے گئے۔ چنانچہ حاضرین مناظرہ نے جن میں مقامی اور غیر مقامی ذمہ دار حضرات شامل تھے ایک متفقہ محضر نامہ مرتب کر کے علمائے حق اہل سنت کے حوالہ کیا جس کی عبارت یہ تھی:

''حفظ الایمان'' کی بحث کو ناتمام چھوڑ کر اور بقیہ طے شدہ دو کتابوں یعنی ''تحذیر الناس'' اور ''براہینِ قاطعہ'' کی بحثوں کو ترک کر کے مولوی سید علی حسین، مولوی سید احمد اشرف، مولوی سید محمد محدث اور جناب مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی مناظرہ گاہ سے چلے گئے لہٰذا ہم لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ تمام حضرات غلطی پر ہیں اور ان کا کھلا ہوا فرار ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔'' [2]

اس محضر نامہ پر دستخط کرنے والوں میں مولوی سید شاہ وجیہ الدین اشرف صاحب" سجادہ نشیں، سید علی اوسط اشرفی"، سید حسین اشرف اشرفی"، سید ظہور الحسن اشرفی، مولوی سید شاہ محمد شفیع" ساکن درگاہ شریف، سید علی احمد اشرفی"، سید ریاض الدین اشرف اشرفی"، محمد رفیع اشرفی"، مولوی سید عبدالحئ اشرفی" بسکھاروی، سید محمود حسن جونپوری،

1۔ مباحثہ کچھوچھہ مشمولہ نصرت آسمانی برفرقہ رضاخانی، ص۷۶

2۔ ایضاً، ص۷۷۔۷۸ ملخصاً

مولوی سید وصی اشرفی بسکھارویؒ، حکیم ہدایت اللہ بنارسیؒ، اشرف حسین اشرفی" برادر حقیقی شاہ علی حسین وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں، ان ناموں کے علاوہ تقریباً سو نام اور بھی دستخط کنندگان کے ہمارے پاس موجود ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا گیا ہے۔

مولانا لکھنویؒ نے بحث کے دوران چند امور پر مزید تفصیل سے روشنی ڈالی جو اہلِ ایمان کے لیے موجبِ فرحت وانبساط ہوئی۔ مثلاً آپ نے شاہ جی اور مولوی سید محمد کی بعض علمی اغلاط پر گرفت کی اور قرآن مجید کے خلاف جعلی روایات کے بیان کرنے پر ٹوکا تو یہ دونوں حضرات حواس باختہ ہو گئے۔ شاہ جی نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی جو توہین کی تھی اور اُن پر افتراء کیا تھا کہ انہوں نے اپنے ایک شعر کے ایک مصرعہ میں یوں فرمائی ہے:

من چہ پروائے مصطفیٰ دارم (نعوذ باللہ منہ)

جب اس پر حضرت مولاناؒ نے سخت گرفت کی تو یہ حضرات مہر بہ لب ہو گئے۔ شاہ جی کے خلافِ سنت افعال اور خصوصاً ان کے ترکِ جماعت پر مولاناؒ نے گرفت فرمائی جس کا شاہ جی نے ۲ کچھ جواب نہ دیا۔ مولوی سید محمد نے ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام کی شان میں توہین کی مگر جب ان کی گرفت کی گئی تو فوراً جھوٹی قسم کھا کر مکر گئے۔ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ اس واقعہ کے چشم دید گواہ تھے اور انہوں نے اس کی گواہی بھی دی تھی۔[1]

۳۔ مناظرہ بمبئی ۱۹۲۵ء

یہ مناظرہ ماہم (بمبئی) میں مولانا لکھنویؒ اور مولانا نثار احمد کانپوری کے درمیان ہوا تھا۔ مناظرہ کے حکم فریقین کی متفقہ رائے سے علامہ احمد بن محمد الشبلی نمائندہ سلطانِ مسقط وعمان برائے ہند بنائے گئے تھے۔ اس مناظرہ کا سبب بھی وہی رضا خانیوں کا فتویٰ تھا جس کی تفصیل ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ بمبئی میں مولانا لکھنویؒ کے مواعظ کی مقبولیت اور ان کے اصلاحی اثرات کو دیکھتے ہوئے وہاں کے پیشہ ور واعظین میں کھلبلی مچ جاتی تھی اور وہ ہر ممکن کوشش اس بات کی کرنے لگتے تھے کہ کس طرح مولانا کا یہاں آنا جانا موقوف ہو

1۔ مباحثہ کچھوچھہ مشمولہ نصرت آسمانی بر فرقہ رضا خانی، ص ۷۷۔۷۸ ملخصاً

جائے چنانچہ جب بھی آپ بمبئی آتے تو انہی واعظین کی طرف سے جہاں نت نئے فتنے برپا کیے جاتے تھے وہاں اس فتوے کو بھی اشتہار کی شکل میں شائع کر کے شہر میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ لہٰذا دونوں طرف کے اہالیانِ شہر نے ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) کو ایک میٹنگ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ آج کل مولانا لکھنویؒ بمبئی آئے ہوئے ہوں، ان سے اس فتوے کے بارے میں مناظرہ ہو جائے۔ اگر یہ رضا خانی واعظین اس فتوے کو فقہ حنفی کی روشنی میں صحیح ثابت کر دیں تو مولانا اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے اپنا توبہ نامہ شائع کر دیں ورنہ پھر یہ حضرات اس فتوے کے غلط ہونے کا اقرار کریں اور آئندہ پھر ایسی باتیں نہ کرنے کا اعلان کریں تاکہ یہ روز روز کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ اس طرح یہ مناظرہ طے ہو گیا مگر کچھ بااثر لوگوں نے فریقین کو سمجھا بجھا کر صلح کرا دی اور یہ صلح نامہ بمبئی کے اخبارات میں شائع بھی کرا دیا گیا۔

صلح نامہ شائع ہونے کے چند روز کے بعد مولوی نثار احمد کانپوری کی طرف سے پھر مناظرہ کرنے کی مانگ کی گئی، پہلے تو بہت کچھ سمجھانے بجھانے کی کوشش کی گئی مگر رضا خانی واعظین کی طرف سے اس کا اصرار بڑھتا ہی گیا بالآخر ان کی یہ دعوتِ مناظرہ منظور کر لی گئی اور پھر ۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) کو ماہم میں علامہ شبلی کی قیام گاہ پر مناظرہ کا انعقاد عمل میں آ گیا۔ مناظرہ کا آغاز ہوتے ہی مولانا نثار احمد نے مولانا لکھنویؒ سے سوال کیا کہ سب سے پہلے آپ بتائیے کہ ان سات مسائل (یعنی مسئلہ علم غیب، ندائے غیر اللہ، قیام میلاد اور فاتحہ مروجہ وغیرہ) میں آپ کا کیا عقیدہ ہے۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ ان سات مسائل کے علاوہ اور دوسرے مسائل بھی جن پر آپ چاہیں بحث ہو سکتی ہے مگر پہلے اس مسئلہ کا تو فیصلہ کر لیجیے جس کو ان موجودہ نزاعات کی بنیاد آپ حضرات بھی تسلیم کر چکے ہیں اور بہ تراضی فریقین آج یہی مسئلہ (یعنی مولانا" کے خلاف رضا خانیوں کا فتویٰ وہابیت) اس مناظرہ کا اصل موضوع ہے۔ مگر فریقِ مخالف نے اس پر ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور اصرار کیا کہ پہلے انہی موضوعات پر بحث ہو گی۔ چنانچہ مولانا نے فرمایا کہ اچھا! اگر آپ حضرات کا یہی اصرار ہے کہ اس فتوے پر بحث نہ ہو تو مجھے اپنی کسی بات پر اصرار نہیں ہے مگر

اتنا ضرور پوچھوں گا کہ اگر یہی سات مسائل معیارِ وہابیت ہیں اور ان میں میرا مسلک آپ صاحبان کو اب تک معلوم نہیں ہے جس کی وجہ سے مجھ سے ہاں یا نہ کہلوا کر میرا مسلک معلوم کرنا چاہتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ میرا مسلک معلوم کرنے سے پہلے میری وہابیت اور میرے عدم تقلید کا فتویٰ کیوں دیا گیا؟ اس پر مولوی نثار احمد بہت ہی اشتعال انگیز طریقہ سے بولتے ہوئے حضرت مولانا سے "تم، تم" کر کے مخاطب ہونے لگے اور کہا کہ مجھے تمہاری وہابیت میں ذرا بھی تردّد نہیں ہے، دریاباد میں میرا تم سے مناظرہ ہو چکا ہے، مجھے اس وقت سے تمہاری وہابیت کا یقین ہے۔ اس کے جواب میں مولانا نے بڑی خندہ پیشانی اور عالی ظرفی سے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان میں کوئی مناظرہ دریاباد میں نہیں ہوا۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کو لوگ مناظرہ کے لیے لے گئے تھے، جب میں نے سنا تو میں خود ہی جامع مسجد دریاباد چلا آیا اور میں نے آپ سے پوچھا کہ کس بات پر مناظرہ ہوگا تو آپ نے کہا کہ "علم الفقہ" میں کچھ اغلاط ہیں انہی پر بحث ہوگی۔ میں نے کہا کہ اس میں مناظرہ کی کیا ضرورت ہے، آپ ان اغلاط کی فہرست مجھے دے دیجئے، اگر واقعی وہ اغلاط ہیں تو میں کتاب کا غلط نامہ شائع کر دوں گا۔ تو اس پر انہوں نے کہا کہ علم الفقہ مجھے دے دیجئے تو میں اغلاط نکالوں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ نے علم الفقہ اب تک نہیں دیکھی؟ تو آپ نے کہا نہیں۔ اس پر میں نے بہت تعجب سے کہا کہ پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس میں اغلاط ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھ سے لوگوں نے کہا ہے[1]۔

اس گفتگو کے بعد مولوی نثار احمد برسرِ عام قرآن مجید سر پر رکھ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم، قرآن کی قسم، رسول کی قسم، میرا تم سے دریاباد میں مناظرہ ہوا تھا، تم جواب نہ دے سکے اور بھاگ گئے، اگر میں جھوٹی قسم کھاتا ہوں تو تم اسی طرح قرآن سر پہ رکھ کر کہہ دو۔ تمام اہلِ ایمان ان کے اس فعل پر کانپ اٹھے۔ اسی طرح ایک بار اور مولانا کانپوری نے جھوٹا حلف اٹھانے کے لیے قرآن مجید سر پر اٹھا لیا تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ زنگاری محلہ بمبئی کی مسجد میں سیٹھ اسماعیل موتی مولانا لکھنویؒ کا بیان کرانا چاہتے تھے اور

1۔ تحفۂ اثنائی برفرقۂ رضا خانی، دوسرا ایڈیشن۔ ص ۲۱

مولوی نثار احمد چاہتے تھے کہ مولانا کا بیان نہ ہو، چنانچہ اسی مجمع میں مولانا کانپوری نے کہا کہ قرآن منگاؤ میں ایک آیت دکھلاؤں گا اور اس کی تفسیر بیان کروں گا، جس سے اِن کی (یعنی مولانا لکھنویؒ کی) وہابیت کا قطعی فیصلہ ہو جائے گا۔ چنانچہ کسی جگہ سے قرآن مجید منگایا گیا اور جیسے ہی قرآن مجید لایا گیا مولوی صاحب اس کو سر پر لے کر کھڑے ہو گئے اور مولانا صاحب کی وہابیت کی قسم کھائی اور پھر فوراً وہاں سے چل دیئے، اس حرکت کے بعد بھی حضرت مولانا کا وعظ وہاں ہوا اور عوام پر اس کا بہت اچھا اثر مرتب ہوا۔ اس طرح مولوی نثار احمد جھوٹا حلف اٹھانے اور جھوٹی قسمیں کھانے کے بہت عادی تھے جبکہ خود قرآن مجید میں فرمادیا گیا ہے کہ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ. (القلم:۱۰) یعنی اے نبی زیادہ حلف کرنے والے ذلیل شخص کی بات مت مانئے۔ یہاں ایک مسئلہ اور بھی قابلِ ذکر ہے کہ مولوی نثار احمد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی تھی جو فقہ حنفی کی روشنی میں ناجائز بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک شرک وکفر ہے۔[1]

اس قسم کی ردّ وکد کے بعد اصل مناظرہ شروع ہوا، مولاناؒ نے فرمایا کہ میں آپ کے پیش کردہ سات مسائل پر بحث کرنے کے لئے تیار ہوں مگر پہلے آپ سُنّی اور وہابی کی تعریف مستند کتابوں کی روشنی میں فرمادیجئے۔ اس کے جواب میں مولوی نثار احمد نے کہا کہ وہابی وہ سُنّی حنفی ہے جو اِن سات مسائل میں ہمارے خلاف ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم سُنّی ہو، مقلد ہو، اور حنفی ہو، مگر چونکہ ان سات مسائل میں ہمارے خلاف ہو اس لیے تم وہابی ہو۔ تم میں جو خوبی ہے اس کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ ردّ روافض میں اس وقت تمہارا کوئی مثل نہیں۔ اس پر مولانا نے پوچھا کہ وہابی کی یہ تعریف کسی مستند کتاب میں دکھلا دیجئے، تو مولوی نثار احمد نے کہا کہ یہ کسی مستند کتاب میں نہیں دکھائی جا سکتی، یہ تو ہماری اپنی اصطلاح ہے اور میں خود صاحب اصطلاح ہوں، اس لیے مجھے حق ہے کہ میں جو چاہوں اصطلاح اختیار کروں۔ اس گفتگو کے بعد مولانا لکھنویؒ نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمام حاضرین اس خانہ ساز وہابیت کی حقیقت سمجھ گئے ہوں گے، مجھے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

1۔ تحفۂ لاثانی بر مرقۂ رضا خانی، دوسرا ایڈیشن، ص ۲۲۔۲۳

ہے، البتہ صرف اتنا عرض کروں گا کہ جن مسائل میں اختلاف کرنے کو آپ وہابیت کا معیار قرار دیتے ہیں انہی مسائل کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ نے جو اکابر علماء ہندوستان کے پیر و مرشد تھے اور آپ (مولوی نثار احمد) کے والد مرحوم (مولانا احمد حسن کانپوری) بھی ان کے خادم و مرید تھے، اپنی کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں ان مسائل کے اختلاف کو مثل اختلاف حنفی و شافعی قرار دیتے ہیں اور ان میں بحث و مباحثہ کرنے بلکہ فتویٰ لکھنے کو بھی منع کرتے ہیں اور محض اس بنا پر کسی کو وہابی کہنے کو بھی ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اتنا کہہ کر آپ نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو پڑھ کر سنانا چاہا تو سارے رضاخانی مولویوں نے احتجاجاً شور مچانا شروع کر دیا اور کسی طرح اس عبارت کو سننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ مولوی نثار احمد کا اب اصرار ہوا کہ سب سے پہلے مسئلہ علم غیب پر بحث ہونا چاہیے۔ حَکَم صاحب نے دونوں مناظرین سے کہا کہ آپ دونوں اپنا اپنا عقیدہ اس مسئلہ میں تحریر فرما دیں۔ چنانچہ مولوی نثار احمد نے اپنا عقیدہ یہ لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب جمیع ما کان و ما یکون تھے۔ مولانا نے اپنا عقیدہ یہ لکھا کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی بہت سی باتوں پر اطلاع دی تھی ان میں ما کان یعنی زمانہ گذشتہ کے غیب کی بہت سی چیزیں اور ما یکون یعنی زمانہ آئندہ کے غیب کی بہت سی چیزیں دونوں شامل ہیں مگر جمیع ما کان و ما یکون کا علم مخصوص بذاتِ حق تعالیٰ شانہٗ ہے۔ اس کے بعد دونوں حضرات سے اپنے دلائل پیش کرنے کو کہا گیا۔ مولانا نے اپنے عقیدہ کی تائید میں آیاتِ قرآنیہ، کتب عقائد کے اقتباسات اور مختلف مدوّنہ مجموعات فتاویٰ کی عبارتیں پیش کیں۔ مولوی نثار احمد نے بھی اپنے دلائل بیان کیے مگر بے ربط اور بے جوڑ، جن سے ان کے عقیدے کی تائید نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ کبھی تو انہوں نے کہا کہ ما کان و ما یکون سے زیادہ اور ہے بھی کیا، اور کبھی کہا کہ ما کان و ما یکون کے بعد اب صرف معدومات و ممتنعات ہی باقی رہتے ہیں، کبھی کہا کہ تساوی علم باری تعالیٰ لازم نہ آئے گی کیونکہ علم باری تعالیٰ ذاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائی ہے، کبھی یہ کہا کہ باری تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے اور حضور علیہ السلام کا علم محدود ہے اور کبھی یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی مثال خدا کے علم کے

سامنے ایسی ہے جیسے ایک چڑیا اپنی چونچ میں سمندر سے پانی بھرے یعنی باری تعالیٰ کا علم سمندر ہے اور حضور علیہ السلام کا علم اس پانی کے قطرے کے برابر ہے جو چڑیا کی چونچ میں آتا ہے۔ استغفر اللہ! چڑیا کی چونچ کی مثال توہین آمیز مولوی نثار احمد نے پے در پے اپنی چار تقریروں میں بیان کی، نعوذ باللہ منہ۔ (ص ۳۲)

وہ آیات و احادیث جن سے حضور علیہ السلام کے جمیع ما کان و ما یکون کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہوتی ہے اس کے جواب میں مولوی نثار احمد نے کہا کہ یقیناً بعض آیات اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع علم غیب نہ تھا مگر یہ آیات و احادیث اور واقعات پہلے کے ہیں۔ حضور علیہ السلام کو جمیع علم غیب آخر عمر میں اور آخر وقت میں ملا تھا۔ مولوی صاحب کی اس بے سروپا گفتگو کو سن کر مولاناؒ نے فرمایا کہ بقول مولوی نثار احمد حضور علیہ السلام کو جمیع علم غیب آخر عمر میں ملا تھا۔ اس پر میرے دو اعتراض ہیں، ایک یہ کہ کیا حضور علیہ السلام کی تمام عمر شریف مولوی صاحب نے نعوذ باللہ بے کمالی میں فرض کر لی ہے؟ ان کے اس قول سے کیا حضور علیہ السلام کی توہین ثابت نہیں ہوتی؟ دوسرا اعتراض یہ کہ مولوی صاحب کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضور کو جمیع علم غیب اخیر عمر میں ملا تھا؟ اس کی تائید میں کیا وہ کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں پیش کر سکتے، البتہ میں انشاء اللہ قرآن مجید کی ایک ایسی آیت پیش کروں گا جس میں اخیر عمر میں بھی جمیع علم غیب ہونے کی صریح نفی موجود ہے۔ پھر آپ نے آیت شریفہ **ویوم یجمع اللہ الرسل...... الیٰ...... إنک انت علّام الغیوب** (المائدہ:۱۰۹) پیش کرنے کا ارادہ کیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (یعنی قیامت کے دن) کیا جواب ملا تو وہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں غیبوں کا جاننے والا تو تو ہی ہے۔ قبل اس کے کہ یہ آیت پیش کی جاتی مجلس مناظرہ درہم برہم کر دی گئی اور موجودہ حکم علامہ احمد الشبلی نے دل برداشتہ ہو کر آئندہ حکم بننے سے انکار کر دیا اور اس پہلے دن کی ساری کاروائی کے بارے میں اپنا تحریری فیصلہ صادر کر کے فریقین کے پاس بھجوا دیا جس کے کچھ اقتباسات یہ ہیں:

''......روز جمعہ کی کارروائی جلسہ کے متعلق جہاں تک میرا خیال ہے

فریقین کا دعویٰ ایک ہی منوال پر ہے، صرف موضوع میں لفظی اختلاف ہے۔ مجمع نے سن لیا کہ دونوں حضرات کے اقوالِ علم غیب نبی کریم افضل الصلوٰۃ وازکیٰ التسلیم کے متعلق منافی ومثبت تھے۔ مولوی نثار احمد کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب خدا کے علم غیب کے مقابل ایسا ہے جیسے کہ ایک چڑیا سمندر سے اپنی چونچ میں پانی لے لے اور مولوی عبدالشکور صاحب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی قدر علم غیب تھا جس قدر خدا نے آپ کو عطا فرمایا تھا، ان دونوں دلائل کا مفہوم ایک ہی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ماکان ومایکون کے علوم غیبیہ سے اسی قدر واقف تھے جس قدر کہ منجانب اللہ آپ کو عطا ہوئے تھے اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ آئندہ فریقین کو اختیار ہے کہ وہ اپنے لیے کوئی اور حکم منتخب کرلیں میرا استعفیٰ اور عذر قبول فرمائیں......"

اس فیصلہ سے رضاخانی مولوی حضرات بہت بے چین ہوئے کیونکہ ان کی یہی شکست کیا کم ہوئی کہ وہ مولانا علیہ الرحمۃ کی وہابیت ثابت نہ کرسکے۔ علامہ شبلی نے رضاخانی مولویوں کی بہت رعایت کی اور ان کی شکست وفرار کے خانہ ساز فتویٰ کی صحت ثابت کرنے سے گریز کیا، وہابی کی من گھڑت تعریف بیان کرکے اس کو اپنی اصطلاح کہنا، ہماری طرف سے پیش کردہ آیات واحادیث وعبارات فقیہ کے جواب سے عاجز رہنا، کتب عقائد سے اپنے عقیدہ کو ثابت نہ کرسکنا اور نقضِ امن وخلاف تہذیب باتوں سے مناظرہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرنے کے الزامات وغیرہ حکم کے فیصلہ میں درج کیے جاسکتے تھے۔ مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد مولوی نثار احمد کی بمبئی اور اس کے اطراف میں بے حد رُسوائی ہوئی اور خود ان کے اپنے لوگ ان سے برگشتہ ہوگئے۔ مولانا لکھنویؒ اس مناظرہ کے بعد بھی کافی روز تک بمبئی میں مقیم رہے اور وہاں مختلف علاقوں میں آپ کے مواعظ ہوتے

رہے جس سے لوگوں میں اصلاحِ عقائد اور دینداری کی لہر پیدا ہوگئی[1]۔

۴۔ سفر نانپارہ ۱۹۲۶ء

مشرقی یوپی کے ضلع بہرائچ میں ریاست نانپارہ واقع ہے جو تعلقہ دارانِ اودھ کی ریاستوں میں ایک بڑی ریاست تھی، جہاں کے والیانِ ریاست اہل سنت و جماعت ہی ہوتے رہے تھے جن کے داد و دہش نے اس ریاست کو بہت مشہور کر رکھا تھا۔ راجہ جنگ بہادر خاں کے بعد یہاں انقلاب آیا اور متعصب شیعہ خان بہادر محمد مصطفیٰ ریاست کے منیجر مقرر ہو گئے جن کے دور میں شیعوں کو بڑی برتری حاصل ہوئی اور سنی آبادی مظالم کا شکار ہوئی، یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک کہ راجہ سعادت علی خاں سربراہِ ریاست نہ ہوئے۔ نانپارہ کی سرزمین پر مولانا لکھنویؒ کی آمد بیسویں صدی کے اوائل ہی سے شروع ہو چکی تھی جہاں آپ کے مواعظ حسنہ سے بڑی دینداری پیدا ہو چکی تھی، عام طور پر آپ کے بیانات نماز کی تاکید اور اس کی اہمیت پر ہوتے تھے چنانچہ یہاں کی تمام مساجد بشمول جامع مسجد نمازیوں کے لئے ناکافی ثابت ہونے لگی تھیں، اس طرح یہاں کے مسلمانوں میں ایک قابلِ قدر دینی فضا پیدا ہوگئی۔ مسلمانوں کی اس بیداری میں نانپارہ کی انجمن اسلامیہ کا بھی بڑا دخل تھا جس میں اس وقت کی مقتدر شخصیتوں میں جناب نواب علی خاں، شیخ وارث حسین اور نواب سردار علی خاں وغیرہ شامل تھے۔

ریاست کے شیعہ منیجر کے دور میں مجتہد شیعہ مولوی سیّد سبط حسن بھی نانپارہ آیا کرتے تھے اور خاص طور سے رمضان یہیں گزارا کرتے تھے مگر جب سے مولانا لکھنویؒ کے مواعظ شروع ہوئے تو ان کے پیر وہاں سے اکھڑ گئے تھے پھر ان کا وہاں آنا جانا موقوف ہو گیا البتہ رضاخانی خیالات کے حامل چند لوگ وہاں ضرور موجود رہے جو ہمیشہ سنیوں میں باہمی اختلافات اور منافرت پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے تھے، انہی لوگوں نے پہلے پہل وہاں علم غیب کا مسئلہ اٹھایا اور اس پر اچھا خاصا تنازعہ پیدا کیا، یہاں تک کہ اسی موضوع پر

1۔ تحفۂ لاثانی بر فرقۂ رضاخانی، دوسرا ایڈیشن، ملخصا

مناظرہ کا چیلنج بھی دے دیا جو علمائے حق نے قبول بھی کر لیا۔ اس مناظرہ میں رضاخانی مولویوں میں مولوی عبدالاحد محدث پیلی بھیتی (م ۱۹۳۳ء) مولوی محمد اسماعیل محمود آبادی (م ۱۹۵۱ء) اور مولوی مصباح الدین بلائے گئے اور ہمارے علماء میں لکھنو سے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی" کے علاوہ مولانا عبدالرحیم صاحب فاروقی"، مولانا حکیم شاہ عبدالباری نقشبندی مجددی" اور مولانا حکیم عبدالمغنی صاحب نقشبندی مجددی" کو بھی بلایا گیا تھا۔ یہ حضرات نانپارہ پہنچے مگر مناظرہ کی نوبت نہیں آ سکی کیونکہ رضاخانی مولویوں میں دو حضرات تو سامنے ہی نہیں آئے البتہ تیسرے مولوی محمد اسماعیل سے گفتگو ہوئی، انہوں نے مولانا لکھنوی" سے کہا کہ حق تو وہی ہے جو آپ حضرات کہتے ہیں کیونکہ قرآن مجید، حدیث اور فقہ حنفی سے تو اسی کا ثبوت ملتا ہے مگر اس وقت مصلحت یہی ہے کہ ہم اور آپ دونوں مل کر کوئی مبہم بات عوام کے سامنے کہہ دیں تاکہ رفع نزاع ہو جائے۔ مولانا نے اس کے جواب میں فرمایا کہ شریعت کے معاملہ میں مصلحت کو دیکھنا ہمارے مذہب میں نہیں ہے۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ جو حق بات ہوگی وہی کہیں گے۔ چنانچہ مجبور ہو کر مناظرہ کا فیصلہ ہوا مگر مولوی اسماعیل صاحب اس سے قبل ہی نانپارہ چھوڑ کر چلے گئے اور مناظرہ نہ ہو سکا۔

کچھ عرصہ کے بعد پھر رضاخانی حضرات نے اپنے مولویوں کو "گیارہویں شریف" کے موقع پر نانپارہ بلوایا جن میں مولانا محمد فاخر الٰہ آبادی کا نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ موصوف اپنی اشتعال انگیز تقریروں کے لیے مشہور تھے، چنانچہ آپ نے یہاں آ کر پھر بہت اشتعال انگیز تقریریں شروع کر دیں اور حضرت لکھنوی" کی شان میں بے انتہا گستاخیاں کیں اور فحش گوئی تک پر اتر آئے، جس کے نتیجہ میں شہر میں بہت اشتعال پیدا ہو گیا۔ مخالفین کے سرغنہ اکبر خاں نے مولانا کے نام ایک کھلا خط لکھ کر انجمن اسلامیہ نانپارہ کی معرفت بھیجا اور دوبارہ مناظرہ کا چیلنج دیا کہ چونکہ آپ پر ہمارے علماء نے وہابی اور غیر مقلد ہونے کا فتویٰ دے رکھا ہے اس لیے آپ اس کی صفائی میں آ کر بیان دیجئے اور اپنے عقائد سے توبہ کیجئے۔ اس کھلے خط کے جواب میں انہیں لکھا گیا کہ ہم مناظرہ کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ آپ حضرات ان نام نہاد علماء کو بھی بلا لیجئے جنہوں نے حضرت مولانا پر فتویٰ

دیا ہے یا اس پر دستخط کیے ہیں، اگر یہ نام نہاد فتویٰ از روئے فقہ حنفی غلط ثابت ہو جائے تو آپ کے علماء کرام کو بھی توبہ کرنا لازم ہوگا۔ اس طرح فریقین کے درمیان متعدد تحریریں آئیں اور گئیں جس کے نتیجہ میں پھر مناظرہ طے ہوگیا۔ مناظرہ کی بنیاد وہی رضا خانیوں کا فتویٰ بنا اور یہ اچھی طرح طے ہوگیا کہ اس فتوے پر دستخط کرنے والے حضرات بلائے جائیں گے اور وہ اپنے فتوے کا فقہ حنفی کی روشنی میں صحیح ہونا ثابت کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو انہیں فتوے سے رجوع کرنا ہوگا اور اس پر توبہ کرنا لازم ہوگا۔ بصورتِ دیگر حضرت مولانا اپنی صفائی میں بیان دیں گے۔

وقت مقرر پر مولانا فاخر الٰہ آبادی اور ان کے ساتھ کوئی محمد عیسیٰ صاحب نانپارہ آ گئے اور فتوے پر دستخط کرنے والوں میں مولوی احمد مختار میرٹھی (م ۱۹۳۸ء) بھی پہنچ گئے مگر مولوی نثار احمد کانپوری مناظرہ کی تاریخ گزرنے کے بعد پہنچے۔ مولانا لکھنوی مناظرہ سے دو دن پہلے ہی نانپارہ آ گئے تھے۔ ان حضرات نے جب یہ دیکھا کہ اب تو شاید اس موضوع پر مناظرہ ہو ہی جائے گا اور پھر ان کے علماء بھی جانتے تھے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں مذکورہ فتویٰ کو صحیح ثابت نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ایسی تدبیریں کی جانے لگیں کہ جس سے مناظرہ پھر ٹل جائے چنانچہ سب سے پہلے اپنی اشتعال انگیز تقریروں اور تحریروں سے مولانا الٰہ آبادی نے فضا گرم کر دی اور حکام کو یہ باور کرا دیا کہ اگر مناظرہ ہوگا تو نقضِ امن کا اندیشہ ہے، دوسرے یہ کہ موضوع مناظرہ بدلنے کی کوشش کی، تیسرے یہ کہ مناظرہ کا حکم پہلے مولانا شاہ وارث حسن صاحب کوڑہ جہان آبادی (م ۱۹۳۶ء) کو باتفاقِ فریقین مقرر کیا گیا تھا مگر جب یہ معلوم ہوا کہ وہ مولانا لکھنوی کے ہم خیال اور مؤید ہیں تو ان کی جگہ ایک دوسرے صاحب کو حکم بنانے کی تجویز رکھی گئی مگر وہ بھی نہیں چلی، آخر میں مجبور ہو کر مولانا فاخر الٰہ آبادی نے مناظرہ کا رُخ موڑنے کے لیے ایک اور چال چلی وہ یہ کہ آپ نے مولانا علیہ الرحمۃ کے پاس اکتالیس سوالات لکھ کر بھیجے اور لکھا کہ پہلے آپ حضرات ان کا جواب دیجئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ وہابی ہیں یا نہیں، یہ چال اس لیے چلی گئی تاکہ مناظرہ کے اصل موضوع یعنی ''فتویٰ اعلیٰ حضرت'' کی طرف سے توجہ ہٹ جائے اور اس پر بحث نہ ہو سکے۔ مقامی

حکام کو اچھی طرح ڈرا دیا گیا تھا کہ دیکھئے اگر مناظرہ ہوگا تو فساد ہو جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا مناظرہ سے چند منٹ قبل پولیس کی طرف سے مناظرہ ملتوی کرنے کا نوٹس آ گیا اور شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی چنانچہ مناظرہ تو ملتوی ہو گیا مگر پورے شہر کے لوگوں کو حقیقت حال سے اچھی طرح آگاہی ہو گئی اور سب جان گئے کہ مناظرہ سے جان چھڑانے کے لیے حکام شہر کو ڈھال بنا کر یہ چال چلی گئی ہے[1]۔

۵۔مناظرہ امروہہ ۱۹۲۷ء

۱۹۲۰ء میں امروہہ میں مولانا لکھنویؒ کا شیعوں سے بڑا زبردست مناظرہ ہو چکا تھا جس سے پورے ہندوستان میں یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے، لہٰذا اس بات سے شیعہ مدتوں اس موقع کی تلاش میں رہے کہ کس طرح وہ مولانا کو کسی موقع پر شکست دیں۔ ہمارے رضا خانی علماء اس سلسلہ میں ان کے آلۂ کار تھے۔ یہ حضرات وقتاً فوقتاً امروہہ آیا کرتے تھے اور یہاں کے علماء حق پر سب و شتم کے تیر برسایا کرتے تھے، ان میں خاص طور سے مولوی نثار احمد کانپوری اور مولوی حشمت علی پیلی بھیتی کا دور دَورہ یہاں بہت ہونے لگا تھا۔ ان لوگوں نے افتراق بین المسلمین کا فتنہ یہاں سب سے پہلے بویا اور کچھ حد تک اس میں انہیں کامیابی بھی ہوئی، چنانچہ مولوی نثار احمد نے یہاں آ کر اپنے متعدد وعظوں میں مولانا لکھنویؒ کا نام لے کر مناظرہ کا چیلنج دینا شروع کیا، یہاں تک کہ ایک بار انہوں نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ مدیر النجم ہرگز میرے مقابلے پر آنے کی ہمت نہیں کر سکتے، اگر وہ آ جائیں تو میں اپنی جیب خاص سے انہیں پچاس روپے بطور نذر پیش کروں گا۔

حسنِ اتفاق سے ایک نجی تقریب میں شرکت کے لیے حضرت مدیر النجمؒ امروہہ پہنچے، اس آمد کی اطلاع ان لوگوں نے مولوی نثار احمد کو بھی دے دی، چنانچہ وہ بھی پہنچ گئے اور مناظرہ طے ہو گیا۔ مقامِ مباحثہ جامع مسجد امروہہ طے ہوا۔ یہ مناظرہ مسلسل چھ روز تک

1۔ عبرت نظارہ در واقعہ ناںپارہ، مرتبہ مولوی احمد مرزا، سیکرٹری انجمن اسلامیہ ناںپارہ، ملخصاً

چلتا رہا اور بالآخر فریق ثانی کی لاجوابی پر ختم ہو گیا۔ مناظرہ کا آغاز ہوتے ہی مولوی نثار احمد سے ان پچاس روپوں کا مطالبہ کیا گیا جو انہوں نے حضرت مدیر النجم کو مناظرہ کے لیے آنے پر اپنی جیب خاص سے دینے کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ مولوی نثار احمد نے مجبوراً حسب وعدہ پچاس پچاس روپے نکال کر حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کر دیا، مولانا نے یہ رقم خود نہ لی بلکہ ان کی طرف سے مولوی سید کاظم علی نے وصول کی اور مولانا نے یہ اعلان کر دیا کہ یہ رقم امروہہ کی مذہبی و علمی ضرورت میں صرف ہوگی۔

اس مناظرہ میں جو موضوعاتِ بحث مقرر ہوئے تھے وہ یہ تھے:

(۱) فریقین میں اہل سنّت والجماعت کون ہے؟ (۲) امکانِ کذبِ باری تعالیٰ (۳) امکانِ نظیر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۴) مسئلہ علم غیب (۵) مسئلہ ندائے غیر اللہ (۶) مسئلہ قیام میلاد (۷) فاتحہ مروّجہ (۸) شرکت عرس بزرگانِ دین وغیرہ۔

اس چھ روزہ مناظرہ میں مولوی نثار احمد کی معاونت کے لئے دو مرتبہ ان کے مشہور عالم مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی (م ۱۹۴۷ء) بھی آکر شریک ہوئے تھے، تیسری مرتبہ جب پھر انہیں اصرار کرکے بلایا گیا تو انہوں نے ایک بڑے مجمع کے سامنے کہا:

''مجھے آپ لوگ کیوں بلاتے ہیں؟ لٹیا ڈوبنی تھی سو ڈوب گئی''۔

اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔ مولوی نثار احمد نے پورے مناظرہ کے دوران بے حد اشتعال انگیز اور خلاف تہذیب انداز و الفاظ استعمال کیے، کتابوں کے غلط حوالے دیئے، عبارتوں کے پڑھنے میں بڑی خیانت کی اور صریحاً علمی غلط بیانیوں سے کام لیا۔ اسی طرح بہت سی باتیں ایسی کیں جن سے ان کی کم علمی کا اندازہ ہوتا تھا مثلاً شامی جلد اوّل کی ایک عبارت میں فتاویٰ کو فتاوِی پڑھا، اس پر جب ٹوکا گیا تو کہا کہ کتاب میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ احادیث کے پڑھنے میں لفظی اور اعرابی غلطیاں بہت کیں اور ملاّ عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء) اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م ۱۸۲۳ء) کے درمیان ایک مکالمہ بیان کیا جبکہ ان دونوں کے درمیان تقریباً ڈیڑھ صدی سے زیادہ کا فرق ہے۔

اس مناظرہ میں علماءِ حق کی طرف سے جو دلائل پیش کیے گئے ان میں بعض کے

جواب میں تو معقول یا نامعقول کسی قسم کا جواب الجواب باوجود بار بار کے مطالبہ کے مولوی نثار احمد نے نہ دیا البتہ بعض دلائل کا جواب دیا مگر اس کے جواب الجواب کے بعد بالکل سکوت اختیار کرلیا اور کچھ نہ بولے۔ وہ یہاں تک لاجواب ہو گئے کہ مسائل زیر بحث میں اپنا مسلک تک بدل دیا یعنی جن چیزوں پر پہلے وہ اتنا زور دے رہے تھے کہ ان کو مدارِ مسلکِ اہل السنّت قرار دیتے تھے مگر بحث میں وہ یہاں تک نیچے اتر آئے کہ ان چیزوں کو صرف مباح کہا اور کہا کہ کرو تو الحمدللہ نہ کرو تو الحمدللہ۔ اس بات سے سب نے سمجھ لیا کہ ایسی غیر ضروری باتیں ہرگز مدارِ مسلک اہل سنّت نہیں ہوسکتیں۔ علم غیب کے مسئلہ میں بھی وہ اپنے اصلی اعتقاد سے ہٹ کر اہلِ حق کے قریب آ گئے۔

مناظرہ کے دوران مولوی نثار احمد نے اپنے اعتقادات کے سلسلے میں جن جن باتوں کا دعویٰ کیا تھا انہیں وہ آخر تک معتبر و مستند کتب سے ثابت نہیں کر سکے۔ جب ایک مسئلہ پر ان کے پاس دلائل ختم ہو جاتے تو فوراً اسے ادھورا چھوڑ کر دوسرا نیا مسئلہ چھیڑ دیتے۔ یہی روش انہوں نے آخر تک باقی رکھی، یہاں تک کہ جب یہ اندازہ ہو گیا کہ اب مولوی نثار احمد کے پاس دلائل اور براہین کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اور اب وہ کسی وقت بھی کوئی ایسی تدبیر کریں گے کہ مجلس مناظرہ میں انتشار ہو جائے اور وہ درہم برہم ہو جائے تو صدر جلسہ جناب سید علی متقی خان صاحبؒ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی صلحِ کل کی حکمت عملی کی مثال دیتے ہوئے دونوں فریق سے مصالحت کی اپیل کی۔ چنانچہ مولوی نثار احمد نے اس نادر موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر حضرت مولاناؒ کی خدمت میں آئے اور بڑی بے تکلفی سے ہاتھ پکڑ کر انہیں علیحدہ لے گئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے جس میں سے یہ الفاظ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں:

''مولانا میں بھی شریف کا لڑکا ہوں، پاجی نہیں ہوں، تمام عمر آپ کی اس عنایت کو یاد رکھوں گا، جہاں کہیں آپ تشریف لے جائیں ایک کارڈ مجھے ڈال دیجئے گا، میں فوراً حاضرِ خدمت ہو جایا کروں گا، آپ

مجھے آزمالیجئے، اس میں کبھی فرق نہ ہوگا۔"[1]

مصالحت منظور ہو جانے کے بعد مولوی نثار احمد نے خواہش ظاہر کی کہ انہیں ایک ایسی تحریر لکھ کر دے دی جائے کہ وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں ہیں۔ مولانا لکھنویؒ نے فرمایا کہ میں نے پہلے بھی کبھی آپ کو کافر نہیں کہا تھا لہٰذا مجھے اس تحریر کے لکھ دینے سے انکار نہیں ہے، چنانچہ آپ نے درج ذیل تحریر مولوی صاحب کو لکھ کر دے دی:

"جو عقائد دورانِ مناظرہ میں آج تک جناب مولوی نثار احمد صاحب کی طرف سے ظاہر ہوئے ہیں اگرچہ وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہیں بلکہ خلافِ دلائلِ شرعیہ ہیں مگر پھر بھی ان کی بنا پر ہم ان کو کافر و مشرک نہیں کہتے ہیں اور نہیں سمجھتے۔ اگر کسی نے عقائد مذکورہ بالا کی بنا پر ان کو کافر و مشرک کہا ہو تو ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔"

اسی طرح کی ایک تحریر مولوی نثار احمد نے بھی لکھ کر دے دی اور مناظرہ ختم ہو گیا مگر اپنے بہترین اثرات سرزمین امروہہ پر چھوڑ گیا جو ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ فریقین کے اصرار پر صدر جلسہ اور حکَم مناظرہ جناب سیّد علی متقی خان صاحب رئیس امروہہ نے اپنا فیصلہ لکھ کر فریقین کو دے دیا جس کے جستہ جستہ اقتباسات نیچے پیش کیے جا رہے ہیں:

"مولانا عبدالشکور صاحب ہرگز اس مناظرہ کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے اور اگر ان کے احباب و معتقدین ان کو سخت مجبور نہ کرتے تو وہ ہرگز مناظرہ کے لیے تیار نہ ہوتے، اس لیے نہیں کہ ان کو مولانا نثار احمد صاحب سے بحث میں شکست کھانے کا خوف تھا یا وہ اپنے عقائد کو بہترین طریقہ سے ثابت کرنے سے قاصر تھے بلکہ محض اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے غیر ضروری اختلافات کے مہلک نتائج کو سمجھتے ہیں اور بجائے مسلمانوں سے بحث کرنے کے دشمنانِ اسلام کے حملوں کی مدافعت ہی کو اپنا فرض جانتے ہیں۔

1۔ فتح حقانی بر فرقۂ رضا خانی، دوسرا ایڈیشن، ص ۸٦

چھ روز تک جو کچھ بحث اختلافی مسائل پر ہوئی اس میں مولانا محمد عبدالشکور صاحب بہت غالب رہے اور جس قدر مسائل پر مختتم یا غیر مختتم بحث ہوئی ان میں سے کسی ایک کی نسبت بھی مولانا شاہ نثار احمد صاحب یہ نہ ثابت کر سکے کہ جو لوگ ان کے ہم عقیدہ و ہم خیال نہیں ہیں وہ دائرہ اسلام یا گروہ اسلام سے خارج سمجھے جانے کے قابل ہیں، یہ کہنا کہ مولوی محمد عبدالشکور صاحب اپنی کمزوری کی وجہ سے صلح پر آمادہ ہوئے، سراسر لغو اور غلط ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا محمد عبدالشکور صاحب نے اپنی بحث میں غلط اور غیر متعلق حوالہ جات دینے سے انتہائی احتیاط برتی اور ان کا کوئی حوالہ چھ روزہ بحث کے دوران غلط ثابت نہیں ہوا لیکن مولانا نثار احمد صاحب کے حوالہ جات میں ان کے کسی مشیر کی نالائقی یا حافظہ کی کمزوری سے بعض حوالہ جات ثابت نہ ہو سکے......

یہ بھی ضروری ہے کہ مولانا شاہ نثار احمد صاحب اپنی تقریر میں کبھی کبھی ایسے سخت اور ناقابلِ برداشت جملے کہہ گزرتے تھے کہ فریق مخالف میں اشتعال پیدا ہو جاتا تھا، میں گھبرا اٹھتا تھا اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے مجھ کو سخت جدوجہد کرنا پڑتی تھی، یہاں تک کہ خود شاہ صاحب موصوف بعض اوقات اپنے فقرات پر اظہارِ ندامت فرماتے اور معافی چاہتے تھے۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے اشتعال پیدا کرنے والے اور دل آزار جملے کبھی استعمال نہیں کیے اور ان کی تقریر سے غصہ یا اشتعال کبھی نہیں ظاہر ہوا۔ ان کے تمام الفاظ نہایت سنجیدہ اور نرم ہوتے تھے، ان دونوں حضرات کے طرزِ تقریر و لہجہ میں ایک عظیم الشان فرق تھا[1]۔"

1۔ فتح حقانی بر فرقۂ رضا خانی، دوسرا ایڈیشن، ص ۹۲۔۹۴

اس مباحثہ کا نتیجہ بہت اچھا رہا۔ لوگوں پر مسلکِ حق منکشف ہو گیا اور بہت سے لوگ راہِ راست پر آ گئے تھے۔ سب سے زیادہ عبرتناک نتیجہ یہ ہوا کہ امروہہ کے شیعوں نے جن کے اکسانے سے علماء بریلی نے یہ مباحثہ کرایا تھا اپنا رشتۂ ہمدردی ان علماء سے ناراض ہو کر منقطع کر لیا اور پھر کچھ ہی دنوں کے بعد ان کے مجدد امام احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ایک پرانا رسالہ ''رَدّ الرفضہ'' کی رَد میں امروہہ کے شیعوں نے ایک رسالہ ''ارغام الکفرہ'' کے نام سے مرتب کر کے شائع کر دیا اس میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کو گالیاں دینے کے علاوہ انہیں شیعی امراء کا مرہونِ منت بتلایا گیا اور بالخصوص نواب رام پور کے دستر خوان کا خوشہ چین ثابت کیا گیا۔ صحابہ کرام کی شان میں جو گستاخیاں اس رسالہ میں کی گئی تھیں انہیں تو کوئی شریف آدمی اپنے کانوں سے سُننا پسند نہیں کر سکتا مگر اس کے بعد بھی بریلوی علماء کی آنکھیں نہیں کھلیں[1]۔

۶۔ مناظرہ بھاگلپور ۱۹۲۷ء

اس مناظرہ کے انعقاد کا سبب بھی وہی تھا جس کو ہم ''مناظرہ کچھوچھہ'' میں لکھ آئے ہیں یعنی یہ کہ یہاں کے اطراف میں کچھ دنوں سے شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی اپنے کو کچھوچھہ کا سجادہ نشین بتاتے ہوئے بحیثیت ایک پیرو مرشد کے آنے لگے اور یہاں کے غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اپنا مرید بنانا شروع کیا۔ اس کام میں ان کے معاون مولوی احمد اشرف کچھوچھوی اور مولوی سید محمد محدث کچھوچھوی بھی تھے۔ اسی علاقہ میں ایک بزرگ اور عالم دین مولانا سید شاہ غنیمت حسینؒ صاحب جو اسی خاندان کچھوچھہ سے نسبی تعلق رکھتے تھے، پہلے سے قیام پذیر تھے، انہی کے یہاں شاہ صاحب مذکور اپنی خاندانی نسبت کی بنا پر آ کر ٹھہرا کرتے تھے، چونکہ مولانا شاہ غنیمت حسین صاحبؒ کا اس علاقہ میں بڑا اثر تھا اس لیے ان کی میزبانی شاہ صاحب کی گرمیٔ بازار کا سبب بن گئی اور یہاں ان کے قدم جمنے لگے۔ اس وقت اس علاقہ میں مسلمانوں کے اندر بے دینی کی بہت سی باتیں مروّج تھیں لہٰذا

1۔ فتح حقانی بر فرقۂ رضا خانی، دوسرا ایڈیشن، ص ۹۲۔۹۴

ان میں مقبولیت حاصل کرنے کے لیے شاہ صاحب نے ان خلافِ شریعت باتوں کے جواز کے فتوے دینا شروع کر دیئے اور ان فتوؤں کو جو جائز نہ سمجھتا اس کے خلاف بھی کفر کے فتوے دینے لگے۔ شاہ صاحب نے یہاں اپنا اثر بڑھانے کے لیے یہ منصوبہ تیار کیا کہ سب سے پہلے بہار کی مقدس ترین شخصیت حضرت مولانا شاہ محمد علی صاحب مونگیریؒ خلیفہ ارشد حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ اور مولانا شاہ غنیمت حسین صاحبؒ کو نشانہ بنایا جائے کیونکہ جب تک ان دونوں حضرات کا اثر کم نہ کیا جائے گا اس وقت تک بہار کے مسلمانوں کو اپنے زیر اثر نہیں لایا جا سکتا۔ شاہ جی کی زہریلی تقریروں سے علاقہ کے مسلمانوں میں سخت بے چینی اور انتشار پیدا ہونے لگا۔ شہر کے نواح میں پہلام نامی بستی میں شاہ جی کے مریدوں کی آبادی زیادہ تھی اور مبارکپور ضلع مونگیر میں حضرت مولانا شاہ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کی کثرت تھی۔ ان دونوں بستیوں کے مسلمانوں میں انہی اسباب سے آپس میں سخت اختلافات پیدا ہو گئے۔ چنانچہ وہاں کے مسلمانوں نے طے کیا کہ متنازعہ معاملات کو دور کرنے کے لیے دونوں طرف کے علماء کو بلا کر بات چیت کی جائے اور ان کو رفع کیا جائے۔ چنانچہ ۲۱/اکتوبر ۱۹۲۷ء کو بمقام پہلام مناظرہ کے مبادی طے کرنے کے لیے فریقین کے علماء اور عام مسلمانوں کا اجتماع ہوا، اس میں علمائے حق اہل سنت کی طرف سے مولانا سید شاہ غنیمت حسین صاحبؒ، مولانا عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ، مولانا سید فضل اللہ صاحبؒ نبیرہ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا عبدالاحد صاحبؒ صدر مدرس مدرسہ احمدیہ مدھوبنی، اور مولانا عبدالصمد مونگیریؒ نے شرکت کی اور رضا خانیوں کی طرف سے مولانا سید محمد فاخر بیخودؔ سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الٰہ آباد، مولوی سید محمد صاحب ''محدث'' عرف سیدن میاں کچھوچھوی، مولوی مصطفیٰ اشرف کچھوچھوی اور مولوی شاہ علی حسین کچھوچھوی کے نام شرکاء میں ملتے ہیں۔ بہر حال بڑی بحث وتمحیص کے بعد مناظرہ کے لیے حسب ذیل موضوعات طے ہوئے:

(۱) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنا (۲) بزرگوں کے مزارات پر بکرا چڑھانا اور ذبح لغیر اللہ کا مسئلہ (۳) تعزیہ داری (۴) قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، سجدہ

کرنا اور طواف کرنا (۵) فاتحہ مروّجہ کی حقیقت اور (٦) بدعت کی حقیقت وغیرہ۔

مخالفین کی طرف سے اصرار کیا گیا کہ مقامی نزاعات سے اس مناظرہ کو کوئی تعلق نہ ہو بلکہ صرف حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ کے ایمان کی بحث ہو اور دوسرے یہ کہ مناظرہ کا کوئی حکم مقرر نہ ہو بلکہ ہر فریق اپنا حکم جس کو چاہے منتخب کرلے تاکہ اس کا نتیجہ متعین نہ ہوسکے، اس طرح کے اور بہت سے دوسرے مسائل بھی آئے۔ چنانچہ بڑی ردّ وکد کے بعد مختلف معاملات پر اتفاقِ رائے ہوگیا۔ پہلے دن کا مناظرہ مبارکپور میں اور دوسرے دن کا مناظرہ پہلام میں ہونا طے ہوا، رضاخانی حضرات کی طرف سے اعلان ہوا کہ ان کی طرف سے مولانا فاخرالٰہ آبادی مناظر ہوں گے اور اہل سنت کی طرف سے اعلان ہوا کہ ان کی طرف سے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ مناظر ہوں گے۔ یہ بھی طے ہوا کہ پہلے دن مخالف مناظر سائل ہوں گے اور اہل سنت مناظر مجیب اور دوسرے دن اہل سنت مناظر سائل اور مخالف مناظر مجیب ہوں گے۔ اس طرح مبارکپور میں ۲۲ راکتوبر ۱۹۲۷ء کو مناظرہ شروع ہوا۔ اہلِ سنت نے اپنی جماعت کا صدر جناب مولانا عبدالوہاب صاحبؒ مہتمم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ کو مقرر کیا اور رضاخانی حضرات نے اپنا صدر مولوی سید مصطفٰی اشرف کچھوچھوی کو قرار دیا۔ پہلی تقریر مولانا فاخرالٰہ آبادی کی ہوئی۔ انہوں نے بغیر خطبۂ مسنون پڑھے کہا کہ میری دلی تمنا اور دیرینہ آرزو مولانا عبدالشکور صاحب سے بحث کی تھی وہ آج پوری ہوئی۔ پھر آپ نے برسرِ عام یہ اعلان کیا کہ میں صاف صاف اپنا عقیدہ بتائے دیتا ہوں:

> ''میں گور پرست ہوں، قبر کو سجدہ کرنا جائز سمجھتا ہوں، سجدۂ تعظیمی ہمارے یہاں حرام نہیں ہے، تعزیہ کو میں شبیہ کربلائے معلّٰی جانتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا عالم الغیب سمجھتا ہوں اور اس پر یقین رکھتا ہوں اور نذر لغیر اللہ کو بھی جائز سمجھتا ہوں[1]۔''

1۔ نصرت آسمانی بر فرقۂ رضاخانی، ص ۸

اس کے بعد آپ نے کہا کہ کل آپ حضرات نے حفظ الایمان، تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کے متعلق کہا تھا کہ ہم میں سے بعض نے بعض اجزاء کا مطالعہ کیا ہے۔ لہٰذا میں سب سے پہلے حفظ الایمان ہی کی ایک عبارت پڑھ کر سناتا ہوں:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم الغیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''

دیکھئے اس عبارت میں کس قدر توہین سرکار دو عالم روحی فداہ کی ہے کہ آپ کے علم کا انکار کیا۔ اس پر بھی دلی گرمی نہ نکلی اور کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو آپ کے علم کو صبی، مجنوں اور بہائم کے علم سے تشبیہ دی۔ اگر اس میں توہین رسول نہیں ہے تو ہم اس کے دو فوٹو کھینچتے ہیں، پہلا فوٹو یہ ہے کہ اگر ہم یوں کہیں کہ مولوی محمد علی صاحب عاملہ اللہ کما یستحقہ کو عالم کہا جائے تو اس کے دو معنی ہیں، کل علوم کا عالم کہو تو یہ معنی غلط ہیں اور اگر بعض علوم کا عالم کہو تو ہر پاگل و چوپایہ بھی بعض علوم کا عالم ہوتا ہے۔ دوسرا فوٹو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر معبود کہو تو اگر کل کا معبود کہو تو غلط اور اگر بعض کا معبود کہو تو اس میں خدا کی کیا تخصیص پتھر بھی بعض کے معبود ہیں۔ اب آپ خود غور کر لیں کہ ان مثالوں کو آپ کس قدر توہین آمیز سمجھتے ہیں، یہ واضح رہے کہ یہاں علم غیب کی بحث نہیں ہے کہیں آپ اس کے جواب میں علم غیب کی بحث کو نہ چھیڑ دیں، یہاں تو بحث توہین رسول کی ہے اور بس[1]۔

مولانا فاخر الٰہ آبادی یہ تقریر لکھ کر لائے تھے جسے انہوں نے پڑھ کر سنایا تھا، اس کے بعد آپ اپنا پورا وقت استعمال کیے بغیر ہی بیٹھ گئے۔ اس طرح ان کا سارا وقت اسی ایک سوال کی نظر ہو گیا تھا۔ چنانچہ مولانا لکھنویؒ نے اس دن مناظرہ میں پانچ تقریریں یکے بعد دیگرے اسی الزام کے جواب میں کی تھیں جن کا خلاصہ یہاں ہم پیش کر رہے ہیں۔ ہمارا

1۔ نصرت آسمانی بر فرقۂ رضا خانی، ص ۱۱

اصل مقصد بھی یہی ہے کہ مناظروں میں اٹھائے جانے والے ان متنازعہ مسائل میں آپ کی رائے ان اوراق میں محفوظ ہو جائے۔ مولانا فاخر کے جواب میں مولانا نے فرمایا:

''مخاطب کا یہ فرمانا کہ یہ بحث علمِ غیب کی نہیں ہے عجیب بات ہے، حفظ الایمان کی جو عبارت آپ نے پڑھی اس میں علم غیب ہی کی بحث ہے، جب تک یہ مسئلہ بیان نہ کیا جائے یہ عبارت حل ہو ہی نہیں سکتی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس بحث سے بچنے کی آپ کیوں کوشش کرتے ہیں اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ باوجود کوشش کے آپ اس بحث سے کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ ہمارے مخاطب صاحبان اپنے سُنّی ہونے کا دعویٰ تو بڑے زور و شور سے کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنے سوا نہ کسی دوسرے کو سُنّی سمجھتے ہیں نہ حنفی، مگر افسوس ہے کہ عقائد سے لے کر اعمال تک ہر چیز میں یہ حضرات قرآن مجید کے خلاف، احادیث کے خلاف اور فقہ حنفی کے خلاف ہیں، چنانچہ یہی مسئلہ علم غیب اس بات کی شہادت کے لیے کافی ہے۔ یہ حضرات جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم حضور کو حاصل تھا، آپ دیکھئے کہ یہ عقیدہ قرآن شریف کے کس قدر خلاف ہے، میں اس وقت دو آیتیں پیش کرتا ہوں:

(۱) قل لا یعلم من فی السمٰوات والارضِ الغیب إلا اللّٰہ. (نمل:۶۵)

(۲) وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہٗ. (یٰس:۶۹)

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ سوا اللہ کے نہ کوئی آسمان کا رہنے والا غیب کو جانتا ہے اور زمین کا رہنے والا۔ دیکھئے اس آیت میں کس قدر صاف طور پر علم

غیب کو مخصوصات الٰہی میں ہونا بیان فرمایا گیا ہے، کیا اس کے بعد بھی کوئی مسلمان اس کے خلاف عقیدہ رکھ سکتا ہے؟ دوسری آیت میں فرمایا کہ:......ہم نے اپنے نبی کو شعر کا علم نہیں دیا اور یہ علم ان کی شان کے لائق (بھی) نہیں ہے۔ شعر بھی ما کان وما یکون میں سے ایک چیز ہے، جب اس کی نفی ہوگئی تو جمیع ما کان وما یکون کہاں رہ گیا؟ پھر اس آیت میں یہ بھی فرمایا کہ شعر کا علم نبی کی شان کے لائق نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ما کان وما یکون میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا علم شانِ نبوت کے خلاف ہے لہٰذا صاف ظاہر ہوگیا کہ جمیع ما کان وما یکون کا علم حضور علیہ السلام کے لیے ثابت کرنا شانِ نبوت کی توہین کرنا ہے۔ ان آیاتِ قرآنیہ کے بعد اب ہمارے فقہائے حنفیہ کے فتوے بھی ملاحظہ ہوں۔ علامہ محقق ابن ہمام شارح ہدایہ جو ہمارے فقہائے حنفیہ کی جماعت میں صاحبِ اجتہاد مانے گئے ہیں وہ اپنی کتاب ''مسائرہ'' میں لکھتے ہیں:

وكذا علم المغيبات أى كعدم علم بعض المسائل عدم علم المغيبات فلا يعلم النبى إلا اعلمهُ الله احيانًا وذكر الحنفية فى فروعهم تصريحًا بالتكفير باعتقاد ان النبى منها يعلم الغيب معارضة قوله تعالى: "لا يعلم من فى السمٰوات والارض الغيب إلّا الله."

اور ایسا ہی غیب کی باتوں کا علم (ہے) یعنی جس طرح بعض مسائل کا علم نہیں اسی طرح غیب کی باتوں کا بھی علم نہیں ہے۔ نبی غیب کی باتیں صرف اسی قدر جانتے ہیں جو کبھی کبھی اللہ نے ان کو بتائیں اور حنفیہ نے اپنی فقہ کی کتابوں میں اس شخص کے کافر ہونے کی تصریح کی ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی غیب جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ آیت

قرآنی (قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ) کے خلاف ہے۔

علامہ علی قاری مکیؒ ہمارے امام اعظمؒ کی کتاب ''فقہ اکبر'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان الانبياء عليهم السلام لم يعلموا الغيبات إلّا ما اعلمهم الله تعالٰى احيانًا وذكر الحنفية تصريحًا بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالٰى: قل لا يعلم من فى السمٰوات والارض الغيب إلّا الله.

پھر جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی باتیں نہیں جانتے مگر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کبھی ان کو بتائیں اور حنفیہ نے اس شخص کو کافر لکھا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ آیت (قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ) کے خلاف ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ جن کو محرر المذہب النعمانی ابوحنیفۃ الثانی کا لقب دیا گیا ہے اپنی کتاب بحر الرائق میں بحوالہ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ لکھتے ہیں:

وفى الخانية والخلاصة لا تزوّج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر لاعتقاد ان النبى يعلم الغيب.

''فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ خلاصہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کو گواہ قرار دے کر نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا اور وہ کافر ہو جائے گا بوجہ اس عقیدہ کے کہ نبی غیب جانتے تھے۔''

افضل المتاخرین حضرت مولانا محمد عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلیؒ اپنے فتوے میں لکھتے ہیں:

''در شریعت محمدیہ ثابت نہ گردیدہ کہ آنحضرت بر تمامی

علوم جمیع اشیاء ماضیہ و مستقبلہ جزئیہ وکلّیہ اطلاع داشتند اِلاّ ماشاء اللہ تعالٰی۔ (مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول ص ٦، مطبوعہ شوکت الاسلام پریس لکھنو)

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ عقیدہ غیب دانی کا آپ حضرات نے شیعوں سے لیا ہے، یہ خاص عقیدہ انہی کا ہے کہ وہ ائمہ کرام کو عالم ما کان و ما یکون جانتے ہیں۔ سنیے! حضرت پیر پیران پیر سیدی عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ''غنیۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں ''روافض کے عقائد باطلہ میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اماموں کو عالم ما کان و ما یکون جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو ہر چیز کا علم ہے۔''

اس کے بعد دیگر کتب روافض سے بھی اس کی شہادت پیش کی گئی جو ان رضا خانیوں پر اچھی طرح چسپاں ہوگئی اور ہر شخص سمجھ گیا کہ بے شک ان کا یہ عقیدہ روافض سے ماخوذ ہے۔ حفظ الایمان کی عبارت کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے فرمایا:

''بغور سنیے! مولانا اشرف علی صاحبؒ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا کیسا ہے؟ مولانا اس کا جواب دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ عالم الغیب کہنا ناجائز ہے کیونکہ عالم الغیب کے دو ہی معنی ہیں، اول کل غیبوں کا جاننے والا تو یہ معنی نصوصِ قرآنیہ کے خلاف ہے، دوسرے بعض غیبوں کا جاننے والا تو یہ بات بہائم وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے منع کر رہے ہیں کہ جس سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تشبیہ ان رذیل اشیاء کے ساتھ لازم آئے نہ کہ وہ تشبیہ دے رہے ہیں مگر بات یہ ہے کہ:

ہنر بہ چشمِ عداوت بزرگ تر عیب است

دو مثالیں جو آپ نے پیش کیں جن کو آپ دو فوٹو کہتے ہیں یعنی مولانا

محمد علی صاحب کے عالم ہونے اور خدا کے معبود ہونے کی، تو وہ یہاں منطبق نہیں ہوتیں کیونکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب (مونگیری) کو ہم عالم مانتے ہیں اور خدا کو معبود جانتے ہیں لہٰذا عالم ہونے اور معبود ہونے کی کسی شق کو اگر ہم رذیل اشیاء سے تشبیہ دیں تو یقیناً توہین ہو گی مگر اس کے برخلاف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مولانا اشرف علی صاحب ہی نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت میں سے کوئی شخص بھی عالم الغیب نہیں مانتا لہٰذا عالم الغیب ہونے کی کسی شق کی اگر رذائل سے تشبیہ ہو تو کوئی توہین نہیں۔ اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب جانتے اور پھر علم غیب کی کسی صورت کو رذیل اشیاء سے تشبیہ دیتے تو بے شک توہین ہوتی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے متعلق ''کما یستحقہ'' کا لفظ بول کر آپ نے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے مگر ہم اس کا بدلہ لینا نہیں چاہتے خدا خود اپنے اولیاء کی طرف سے بدلہ لینے کو کافی ہے۔''

مولانا فاخر الہ آبادی نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ حضور کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم اخیر عمر میں عطا ہوا تھا لہٰذا جن آیات میں اس کی نفی ہوتی ہے وہ آیات اس سے پہلے کی ہیں، اس کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے فرمایا:

''جو آیتیں میں نے یہاں پیش کی ہیں ان کی بابت پھر آپ نے کہا کہ یہ پہلے کی ہیں، استغفر اللہ! بتلانے پر بھی آپ نہیں سمجھتے کہ اصول میں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ کہ اخبار میں، یہ مسئلہ بالکل عقلی ہے کہ اخبار میں اگر تخالف ہو تو دروغ بیانی کہی جائے گی نسخ نہیں کہا جائے گا، ذرا سوچیے تو آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر آپ کی بات صحیح ہے تو کیا اخیر عمر میں حضور علیہ السلام کو شعر کا علم بھی عطا فرما دیا گیا تھا؟ جس کے بارے میں حق

تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما ینبغی لہٗ، یعنی یہ چیز نبی کے لائق نہیں۔
کیا جو چیز لائق نہ تھی وہ بھی دے دی گئی؟ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ لیجئے
میں ایک آیت اور پڑھتا ہوں جس سے صاف معلوم ہوگا کہ اخیر عمر
میں بھی جمیع ما کان و ما یکون کا علم آپ کو عطا نہ ہوا تھا:

یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ما ذا اُجبتم قالوا لا علم لنا إنّک انت علّام الغیوب. (مائدہ: ۱۰۹)

ترجمہ: ''جس دن جمع کرے گا اللہ رسولوں کو، پھر پوچھے گا کہ تمہیں
کیا جواب دیا گیا؟ تو رسول کہیں گے کہ ہم کو کچھ علم نہیں، تُو ہی جاننے
والا ہے غیبوں کا۔''

دیکھئے قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام اپنی غیب دانی اور عالم جمیع ما
کان و ما یکون ہونے کا انکار کر رہے ہیں اور غیب دانی کو حق تعالیٰ
کے مخصوصات میں بتلاتے ہیں۔ اس سلسلہ کی ایک دوسری آیت بھی
پیش کرتا ہوں:

ورسلًا قد قصصنٰہم علیک من قبل ورسلًا لّم نقصُصھُم علیک. (النساء: ۱۶۴)

یعنی کچھ رسول ایسے ہیں کہ جن کے احوال ہم نے آپ کو سنائے اس
سے پہلے اور کچھ رسول ایسے ہیں کہ جن کے احوال ہم نے آپ کو نہیں
سنائے......

بھلا دیکھئے تو انبیاء علیہم السلام جو ما کان کے اشرف افراد ہیں جب
ان اشرف افراد میں بھی سب کا علم آپ کو نہیں دیا گیا تو جمیع ما کان
و ما یکون کا علم کہاں رہا۔

مولانا فاخر الہ آبادی کے اس اعتراض پر کہ آپ لوگوں کو حضور علیہ السلام کے
بکثرت علومِ غیبیہ پر مطلع ہونے کا تو اقرار ہے مگر پھر بھی آپ لوگ حضور علیہ السلام کی غیب

دانی کا انکار کرتے ہیں، یہ تضاد بیانی کیوں ہے؟ مولانا اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

''علمی کتابوں میں یہ بات طے ہو چکی ہے اور عرفِ عام بھی اس کا شاہد ہے کہ کسی شخص کو کسی چیز کا عالم کہنے کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ شخص اس چیز کے تمام افراد کا علم رکھتا ہو، دوسرے یہ کہ اس کے اکثر افراد کا علم رکھتا ہو، مثلاً علم طب کا عالم اسی کو کہیں گے جو طب کے تمام مسائل جانتا ہو یا ان کی اکثر مقدار کا علم رکھتا ہو، دو چار، دس بیس مسائل طب کا جاننے والا عالمِ طِب نہ کہا جائے گا، علیٰ ہذا فقہ کا عالم اسی شخص کو کہیں گے جو فقہ کے تمام مسائل یا اکثر مسائل کو جانتا ہو، دس بیس مسئلہ فقہ کے جاننے سے علمِ فقہ کا عالم نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا غیب کا عالم اسی کو کہیں گے جو غیب کی تمام جزئیات کو جانتا ہو۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی تمام جزئیات کا جاننے والا تو آپ لوگ بھی نہیں کہتے لہٰذا اس اعتبار سے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں یا عالم الغیب نہیں کہہ سکتے، اب رہی دوسری صورت یعنی غیب کی اکثر جزئیات کا جاننا، تو اکثریت کا حکم لگانے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے، اول یہ کہ غیب کی کل جزئیات کی تعداد معلوم ہو کہ وہ کتنی ہے۔ دوم یہ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی جتنی جزئیات پر اطلاع دی گئی ان کی تعداد معلوم ہو اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں مجہول ہیں، نہ غیب کی کل جزئیات کی تعداد کسی کو معلوم ہے اور نہ ہی اس میں جتنی باتوں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی ان کی تعداد کا کسی کو علم ہے، لہٰذا یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ حضور کو اکثر غیب کی جزئیات پر اطلاع دی گئی تھی لہٰذا اس اعتبار سے بھی آپ کو غیب داں یا عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔ اس طرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت امور غیبیہ پر اطلاع دی گئی مگر چونکہ یہ نہیں معلوم کہ وہ غیب کی کل مقدار کے لحاظ سے اکثر ہیں یا نصف یا نصف سے کم۔ اس لیے آپ کو غیب داں یا غیب کا جاننے والا یا عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں علمِ غیب کو حق تعالیٰ نے اپنے لیے مخصوص کہا اور انبیاء علیہم السلام کے لیے اظہار و اطلاع کا لفظ ارشاد فرمایا نہ کہ علم کا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالِم الغیب ہونے کا انکار کرنا ایمان کا حصہ ہے کیونکہ قرآن مجید نے اس کا حکم دیا ہے کہ "کہہ دو اللہ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا"۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بندوں کے لیے علم کا وسیع ہونا کوئی کمال ہے یا نہیں؟ اس لیے واضح رہے کہ علم کا ایک معنی وہ ہے جو لغت میں ہے یعنی مطلق جاننا، خواہ وہ کسی شے کا جاننا ہو اور ایک معنی وہ ہے کہ معارفِ الٰہیہ اور علومِ ربانیہ کا جاننا۔ شریعت انہی چیزوں کے جاننے کو علم کہتی ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی چیزوں کے علم کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے کمال نہیں سمجھا اور اس لیے اپنی برأت فرمائی۔ صحیح مسلم وغیرہ میں تابیرِ نخل کی حدیث دیکھئے کہ جب حضور علیہ السلام کے منع فرمانے سے صحابہ کرامؓ نے تابیرِ نخل نہ کی تو اس سال پھل کم آئے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عرض کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اچھا تم جیسے پہلے کرتے تھے ویسا ہی کرو۔ انتم اعلم بامور دنیاکم، یعنی تم اپنی دنیا کی چیزوں کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔" اس طرح دنیا کو آپ نے اپنی طرف منسوب بھی نہ فرمایا۔"

علم غیب کی یہ بحث مناظرہ کے پہلے روز سارے دن چلی مگر مولانا فاخر الہ آبادی برابر یہی کہتے رہے کہ حفظ [illegible] ان کی عبارت میں توہینِ رسول ہوئی ہے اس کا کوئی جواب

آپ نے نہیں دیا۔ چنانچہ اپنی آخری تقریر میں مولانا لکھنویؒ نے مولانا فاخر الٰہ آبادی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''توہین توہین آپ بار بار کہتے ہیں لیکن جو تشفی بخش جواب میں نے دیا اس کا رَد نہ آپ نے کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔ رہا آپ کے علماء کرام کا فتویٰ، تو سچی بات یہ ہے کہ آپ کے علماء کرام کی تکفیر وتوہیب سے ہندوستان کا کوئی بھی نامور عالم نہیں بچا حتیٰ کہ حضرت امام ربانی مجد د الفِ ثانیؒ، حضرت مولانا شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ، اور حضرت مولانا عبدالحئ فرنگی محلیؒ پر آپ کے علماء کرام فتوے دے چکے ہیں۔ آخر آخر میں آپ کے مقتدائے مطلق مولوی احمد رضا خان بریلوی نے مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلیؒ پر ایک سو ایک کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ افسوس ہے کہ مولوی احمد رضا خاں کی شان میں جو کچھ آپ نے پڑھا اس کو یاد کر لیا لیکن آپ کو یہ پتہ نہ چلا یا نہ چل سکا کہ علمی میدان میں ان کی تحریرات کے بھروسہ پر جانا سوائے ندامت وشرمندگی کے اور کوئی پھل نہیں دے سکتا۔ میں نے آیاتِ قرآنیہ پیش کیں آپ ان کا کچھ جواب نہ دے سکے۔ آپ کی پیش کردہ آیات کا میں نے صحیح مطلب بیان کر کے آپ کے استدلال کی غلطی واضح کر دی تو اس کا بھی آپ کچھ نقض نہ کر سکے۔ حدیثیں پیش کیں اور فقہائے حنفیہ کے فتوے پیش کیے تو ان کا بھی آپ جواب نہ دے سکے اور سوائے زبانی باتوں کے کوئی کتابی حوالہ آپ نے نہ دیا۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی شخص آپ لوگوں کو سُنّی حنفی کہے گا۔ افسوس کہ سارا وقت آپ نے انہی باتوں میں صَرف کر دیا۔''

دوسرے دن یعنی ۲۳؍اکتوبر ۱۹۲۷ء اسی مناظرہ کا دوسرا دور بمقام پالام بختیارپور ضلع مونگیر میں شروع ہوا اور اس میں عالم اہل سنت مولانا لکھنویؒ سائل اور

رضا خانی مناظر مولانا فاخر الٰہ آبادی مجیب قرار پائے۔ مولانا لکھنویؒ نے اپنی تقریر میں کہا کہ مجھے آج سوال کرنے کا حق ہے لہٰذا میں خاص انہی مسائل کو بحث کے لئے منتخب کرتا ہوں جن کے سلسلے میں یہاں کے مسلمانوں میں نزاع ہے، حق تعالیٰ اس نزاع کو با حسن وجوہ دور فرمائے۔ یہاں جن مسائل پر نزاع ہے ان میں سے ایک مسئلہ جانوروں کو قبور پر چڑھانے اور دوسرا ذبح لغیر اللہ کا ہے۔ ان دو مسئلوں کے بعد ان شاء اللہ بقیہ مسائل بھی پیش کروں گا۔ اب ہمارے فاضل مخاطب بیان فرمائیں کہ ان دو مسائل میں ان کا کیا عقیدہ ہے، تعزیہ داری اور اس کے مراسم مروّجہ کو وہ کیا سمجھتے ہیں؟ مگر مولانا فاخر صاحب گذشتہ روز کی طرح حفظ الایمان ہی کی عبارت اور توہین رسولؐ کے سلسلہ میں ہی سوالات کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ میرے سوالات کے جوابات نہیں دیئے گئے، اس کے علاوہ دوسرے سوالوں کی طرف انہوں نے ذرا بھی سنجیدگی سے توجہ نہیں دی اور وہ توجہ دیتے بھی تو کیا، ان کے پاس کوئی معقول دلائل تھے ہی نہیں۔ وہ تو صرف دفع الوقتی کر رہے تھے۔ ذبح لغیر اللہ کے اپنے سوال پر مولانا لکھنویؒ نے خود ہی اس کے عدم جواز پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''قرآن شریف کی آیت سنیے، جو جانور کسی دوسرے کے لیے نامزد کیا جائے قرآن مجید کہتا ہے کہ وہ حرام ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (البقرہ:۱۷۳) یعنی حرام کی گئی وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ ہمارے فقہاء اس آیت کو عام معنی میں لیتے ہیں یعنی خواہ بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے یا ذبح تو اللہ ہی کے نام کیا جائے مگر پہلے سے اس کو غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو۔ دُرّ مختار میں ہے کہ:
>
> **ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کوَاحدٍ من العظماء یحرم لأنهٗ اُهِلَّ بہ لغیر اللّٰه ولو ذُکرَ اسم اللّٰه تعالٰی.**
>
> ''یعنی اگر کوئی شخص امیر کے آنے کی وجہ سے اور یا اسی قسم کی کسی بات سے مثل کسی بڑے شخص کے آنے کی وجہ سے ذبیحہ کرے تو حرام ہے،

کیونکہ یہ اُہل بہ لغیر اللہ ہے، اگر چہ بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لے۔
صحیح مسلم میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لعن اللّٰہ من ذبح لغیرِ اللّٰہ، یعنی اللہ لعنت کرے اس شخص پر جو
غیر اللہ کے لیے کسی جانور کو ذبح کرے۔"

مولانا فاخر صاحب نے اس کا کوئی مدلل جواب نہ دیا اور اسی حفظ الایمان کی عبارت پر اڑے رہے، اسی طرح تعزیہ داری، قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، اس کا طواف کرنا اور فاتحہ مروّجہ کا بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا لہٰذا مولانا لکھنوی نے اپنا آخری زلزلہ فگن سوال پیش کر دیا کہ بدعت کے متعلق آپ کا کیا اعتقاد ہے؟ بدعت سے میری مراد یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسی بات رائج کرنا جس کا ثبوت شریعت کے چاروں مآخذ سے نہ ہو، یعنی نہ قرآن شریف سے اس کا ثبوت ہو نہ سنّت سے، نہ اجماع سے اور نہ ائمہ مجتہدین کے قیاس سے۔ اگر آپ کے اعتقاد میں بدَعت بمعنی مذکور مشروع ہے تو اس کے دلائل بیان فرمایئے اور اگر آپ کے عقیدہ میں بدعت بمعنی مذکور غیر مشروع و ناجائز ہے تو یہ فرمایئے کہ تعزیہ داری، قبروں پر چڑھانا، ذبح لغیر اللہ اور فاتحہ کی صورتِ مخصوصہ اور جو جو مسائل اب تک میں نے پیش کیے ان کے لیے کون سی دلیل شرعی ان چاروں مآخذوں میں سے آپ کے پاس ہے، اگر کوئی دلیل ہے تو پیش فرمایئے اور اگر نہیں ہے تو بتایئے کہ ان امور کا غیر مشروع و ناجائز ہونا آپ کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ اس سوال کا پیش ہونا تھا کہ مناظرہ درہم برہم ہوگیا۔ مولانا فاخر صاحب اس سوال کے بعد کچھ دیر تک تو سرگوشی کرتے رہے اور اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے اور پھر بار بار مطالبہ کرنے کے باوجود کچھ نہ بولے، اتنے میں نمازِ عصر کا وقت آ گیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا فاخر صاحب کو غشی طاری ہوگئی ہے۔ بعض لوگوں نے قریب جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ آنکھ بند کیے ہوئے بے حس وحرکت پڑے ہیں اور ان کے اِردگرد کئی پنکھے چل رہے ہیں۔ خدا کا کرنا یہ کہ بختیار پور سے ایک ڈاکٹر صاحب بھی اسی وقت آ گئے، انہوں نے معائنہ کیا تو تصدیق ہوئی کہ ان پر غشی طاری ہے۔

اس طرح یہ جلسۂ مناظرہ برخاست ہو گیا اور تمام مسلمانوں کو حقیقتِ حال معلوم ہو گئی[1]۔

۷۔ مباحثہ گونڈہ (یوپی) ۱۹۲۷ء

اس مباحثہ کا پہلے سے کوئی طے شدہ پروگرام نہ تھا بلکہ رضا خانی علماء نے خفیہ طریقے سے ایک جلسۂ وعظ کا اہتمام کیا اور اس میں قرب و جوار کے اپنے علماء و واعظین کو مدعو کیا اور اسی میں مولانا لکھنویؒ کو بھی ان کے کچھ مخلص احباب کے ذریعہ مدعو کرالیا اور مقصد یہ تھا کہ مولانا کو وعظ کے بہانے گونڈہ بلایا جائے اور ان کی گھیرابندی کر کے ان پر بے ہنگم اعتراضات کیے جائیں اور اس طرح امروہہ کے مناظرہ میں اپنی شکست کا انتقام لے کر آتشِ عناد کو کسی حد تک ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جائے۔ بہر کیف مولانا لکھنویؒ اپنے احباب کے ساتھ گونڈہ آکر جلسہ گاہ میں فروکش ہوئے۔ پروگرام کے مطابق پہلی تقریر آپ ہی کی رکھی گئی تھی۔ آپ نے اسے منظور فرماتے ہوئے اپنے خاص عالمانہ طرز میں جو آپ کے مخصوصات میں سے تھا قرآن مجید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل و بے مثال فضائل اور نبوت کے دلائل بیان فرمائے جو شاید وہاں کے لوگوں نے اس سے پہلے کم سنے ہوں گے۔ اپنے وعظ کے اختتام پر آپ نے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو بھی بالاختصار بیان فرمایا۔ دورانِ وعظ آپ نے آیت کریمہ:

وما امروا إلّا ليعبدوا اللّٰه مخلصين له الدين. حنفاء ويقيموا الصلوة ويؤتو الزكٰوة وذلك دين القيّمة. (البيّنه: ۵)

کی تفسیر بیان فرمائی جس میں عقیدۂ توحید، نماز اور زکوٰۃ کے تذکرہ سے ایمان والوں کے ایمان کو تازگی میسر ہو رہی تھی۔ مگر رضا خانی حضرات عقیدۂ توحید کے بیان سے سخت مضطرب و بے چین ہو رہے تھے، جیسا کہ حق تعالیٰ نے خود ہی قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے کہ:

1۔ حوالہ سابق ملخصاً

إذا ذكر الله وحدهٗ اشمأزت قلوب الذين لا يؤمنون.(زمر ۴۵)
یعنی (ان کے سامنے) اللہ کی توحید کا بیان ہوتا ہے تو بے ایمان لوگ بے چین ہو جاتے ہیں۔

حضرت لکھنویؒ کے بعد نظام جلسہ میں مولوی سید محمد محدث کچھوچھوی کا نمبر تھا مگر نہ معلوم کس طرح مولوی نثار احمد کانپوری کھڑے ہو گئے اور سخت بے چینی و سراسیمگی کے ساتھ مولانا کی تقریر پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ مولانا نے جو یہ آیت پڑھی ہے قل لا املک لنفسی نفعًا ولا ضرًّا (اعراف:۱۸۸) اس میں حضور کے مالک بالذات ہونے کی نفی ہے اور آگے چل کر اِلّا ماشاء اللہ بھی ہے جس کو مولانا نے چھوڑ دیا ہے، کانپوری صاحب نے اپنے عوام کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو! آدھی آیت پڑھی اور آدھی چھوڑ دی اور پھر بڑی طمطراق سے کہا کہ تمہیں بتاؤ کہ مستثنیٰ منہ پڑھا جائے اور مستثنیٰ چھوڑ دیا جائے تو مطلب خبط ہو جائے گا کہ نہیں؟ اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا کہ حضرت! یہ اِلا ماشاء اللہ استثناء منقطع ہے متصل نہیں ہے کہ بغیر اس سے ملائے ہوئے مطلب پورا نہ ہو۔ خود آپ کے بیان کیے ہوئے ترجمہ کی بنا پر بھی استثناء متصل نہیں بن سکتا کیونکہ آیت کا مطلب استثنائے متصل کی صورت میں یہ ہوگا کہ اے نبی کہہ دیجئے کہ میں نفع وضرر میں مالک بالذات نہیں ہوں لیکن جب خدا چاہے تو مالک بالذات ہو جاتا ہوں۔ یہ مطلب خود آپ کے نزدیک بھی کفر ہے، آیت کا صحیح مطلب استثناء منقطع ہی کی صورت میں بنتا ہے۔ یعنی یہ کہ اے نبی کہہ دیجئے کہ میں نفع وضرر کا مالک نہیں ہوں بلکہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ مولوی نثار احمد اپنی تقریر میں توحید کی رَد میں یہ بھی کہہ دیا کہ قرآن سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک بھی ہیں معطی بھی اور مغنی بھی، پھر خدا جانے کس ترنگ میں یہ بھی کہہ گئے کہ یہ سب اطلاقات مجازی طور پر ہیں، یعنی مجازی کہہ کر اپنی ساری تقریر کو خود ہی رَد کر دیا۔ ذرا سوچئے تو سہی کہ جب یہ سب مجاز ہیں تو مجاز کا ذکر ہی کیا۔ اصل چیز تو معنی حقیقی ہیں، عوام بے چارے حقیقت و مجاز کا فرق کیا جانیں، ان کے حق میں یہ سب باتیں عقائد کے خراب کرنے اور شرک میں مبتلا کرنے کے علاوہ کوئی

دوسرا نتیجہ نہیں دے سکتیں۔

مولوی نثار احمد کے اعتراضات کسی وضاحت طلبی کے لیے تو تھے ہی نہیں وہ تو صرف مولانا کی توہین اور دشنام دہی کر کے اپنے عوام میں اشتعال پیدا کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے ایک بات نہ سنی اور اپنے سوقیانہ لب ولہجہ میں کوئی ایسا نامناسب لفظ نہیں چھوڑا جو مولانا کی شان میں استعمال نہ کیا ہو، مولانا بالکل خاموش بیٹھے سن رہے تھے اور واقفِ حال حضرات متحیر تھے کہ خدایا یہ وہی شخص ہے جو ابھی چند روز ہوئے امروہہ کے مناظرہ میں مولانا کی خدمت میں پچاس روپے بطور جرمانہ داخل کر چکا ہے اور اس قدر اظہارِ اخلاص ووفاداری کے ساتھ مصالحت اور پھر مصالحت کے بعد معانقہ بھی کر چکا ہے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ بھی کر چکا ہے۔

مولوی نثار احمد کو حد سے تجاوز کرتے ہوئے اور اپنے لوگوں میں اشتعال کے آثار دیکھ کر آخر میں مولاناؒ نے ان سے فرمایا کہ کیا آپ امروہہ کا منظر پھر دوبارہ یہاں دیکھنا چاہتے ہیں؟ مولوی صاحب مذکور نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اسکے بعد مولوی حکیم عبدالباری صاحب انصاری گونڈویؒ یہ دیکھ کر کہ صدرِ جلسہ اپنے فرائض سے بالکل معطل و معزول ہو چکے ہیں کھڑے ہو گئے اور مولوی نثار احمد سے کہا کہ مولانا! یہ عالموں کی مجلس ہے شہدوں کی محفل نہیں ہے، ان کے اس مہذب، متین اور مختصر جملہ نے ان کی ساری بے ہودگی کا انتقام لے لیا بشرطیکہ غیرت واحساس ہو۔ اس کے بعد یہ محفلِ وعظ تتر بتر ہو گئی اور مخالفین کا اصل منشاء ومقصود بھی یہی تھا[1]۔

۸۔ مناظرۂ رنگون ۱۹۳۱ء

ایک معرکۃ الآراء مناظرہ آپ کا رنگون میں مولوی حشمت علی پیلی بھیتی سے ۱۹۳۱ء میں بھی ہوا تھا، جس میں مولوی موصوف کو شکست اٹھانی پڑی تھی۔ اس مناظرہ کی روداد ''دفع شب خون از مانڈلے ورنگون'' ملقب بہ ''عنایت ربانی باستیصال فتنۂ رضا خانی''

1۔ فتح حقانی برفرقۂ رضا خانی، مرتبہ مولوی زاہد حسن رشیدی امروہوی ملخصاً

کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں تردید عقائد رضاخانیت میں قرآن مجید کی گیارہ سورتوں اور متعدد آیات کی تفسیر بیان کی گئی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ یہ روداد اب نایاب ہو چکی ہے اور ہمارے مطالعہ میں نہیں آسکی۔ ہمیں اس کا مختصر حوالہ صرف النجم کے اوراق میں مل سکا ہے[1]۔

۹۔ مناظرۂ لکھنو

مولوی حشمت علی پیلی بھیتی سے آپ کا ایک مناظرہ لکھنؤ میں بھی ہوا تھا۔ اس مناظرہ میں بھی موصوف کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کی روداد ''صواعق آسمانی برفرقۂ رضاخانی'' کے نام سے شائع ہوئی تھی مگر اب یہ بھی نایاب ہے اور ہمارے مطالعہ میں نہیں آسکی۔ صرف اس روداد کا نام ہمیں النجم میں ملا ہے اس لیے ہم اس کی کوئی تفصیل دینے سے قاصر ہیں۔

1۔ النجم، ۲۱/۱۷،۷، رمضان ۱۳۴۶ھ و النجم رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

بریلویت سے

چند غیر رسمی مناظروں کی جھلکیاں

فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے ملفوظاتِ عالیہ سے انتخاب

آپ نے ان کو ٹھکانا لگا دیا:

ارشاد فرمایا کہ ایک رضا خانی سے گفتگو ہو رہی تھی میں نے ان سے کہا اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھا ہے کہ جب میں اپنے فلاں پیر بھائی کو دفن کرنے کیلئے ان کی قبر میں اترا تو مجھے وہی خوشبو محسوس ہوئی جو اول مرتبہ حاضری مدینہ منورہ پر روضہ اقدس علی صاحب الصلوۃ والسلام سے محسوس ہوئی تھی۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان کے پیر کے بھائی کی قبر میں کہاں سے یہ خوشبو آ گئی تھی۔ اس نے کہا کہ مومن کی قبر میں محمد ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ یہ آپ کی خوشبو تھی۔ میں نے کہا کہ آپ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں یہ ہم سنیوں کا عقیدہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں تو ہوگا؟ اس پر وہ خاموش رہے ان بیچاروں نے ان کا نام بھی نہ سنا تھا۔ میں نے کہا کہ اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ حضور ﷺ کا مومن کی قبر میں تشریف لانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تو اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ اس پر ان کی ڈکشنری میں جتنی گالیاں تھیں سب سنا دیں، کافر مرتد، زندیق، ملعون، مردود، جہنمی وغیرہ۔ اس پر میں نے اعلیٰ حضرت موصوف کا ملفوظ ان کو دکھایا جو ریلی سے چھپا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا مومن کی قبر میں تشریف

لانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں۔ اور کہا کہ آپ نے ان کو تو ٹھکانا لگا دیا کہ کافر، مرتد، مردود وغیرہ۔

امکان کذب:

ارشاد فرمایا کہ امکان کذب کا مسئلہ جس کو بریلوی لوگ نہایت اہمیت دیتے ہیں اور مشائخ دیوبند پر اعتراض کرتے ہیں نہایت آسان مسئلہ ہے جس کا حل اس مثال سے ظاہر ہے کہ اگر زید مثلاً قائم ہونے کی صورت میں انا قائم کرے تو یہ صحیح ہے لیکن اس خبر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قعود پر قادر ہے بلکہ فی الحال قائم ہونے کے باوجود وہ قعود پر قادر ہے، اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے جن لوگوں کے بارے میں نام بنام جہنمی ہونے کی خبر دی ہے اس کا وقوع یقینی ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو جنت میں بھیجنے پر قادر نہ ہو بلکہ قادر ہے گو اس کا وقوع نہ ہوگا۔

بریلویوں کا فریب:

ارشاد فرمایا کہ بریلوی لوگ خواہ مخواہ باتیں بناتے ہیں ان کے پاس اپنے دعویٰ پر دلیل نہیں حضرات علماء دیوبند کی عبارتوں میں تحریف کر کے غلط مطلب نکالتے ہیں یا ان کا قول نہ ہونے کے باوجود ان کی طرف نسبت کرتے ہیں مثلاً حضرت گنگوہیؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کا جسم مٹی میں مل کر خاک ہوگیا اور فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اس لئے کہ یہ حضرت گنگوہیؒ کا قول نہیں بلکہ ایک سائل کے سوال میں ہے سائل نے سوال کیا ہے کہ زید کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جسم مٹی میں مل کر خاک ہوگیا اس کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ حضرت نے (فتاویٰ رشیدیہ میں) جواب لکھا ہے کہ اگر زید کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو انتقال کے بعد قبر میں دفن کیا گیا ہے تو اس کا قول صحیح ہے اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ ان کا جسم مٹی ہوگیا تو اس کا قول غلط ہے کیونکہ نبی کا جسم محفوظ ہوتا ہے اسے مٹی نہیں کھا سکتی (ان اللہ حرم علی الارض اجسام الانبیاء) سو دیکھئے کہ قول کسی کا اور نسبت حضرت گنگوہیؒ کی طرف

یہ تو ایسا ہے کہ نصاریٰ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت قرآن پاک سے ثابت ہے اور استدلال میں قول باری تعالیٰ "ان اللہ ھو المسیح بن مریم" کو پیش کریں اور اس سے پہلے جملہ "لقد کفر الذین قالوا" کو نظرانداز کریں۔

حق تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کے معنی:

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ حاضر و ناظر ہے اسکو ماننے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا مگر حاضر و ناظر کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر جگہ موجود و مقید ہے بلکہ حاضر سے مراد عالم اور ناظر سے مراد رائی (دیکھنے والا) ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"انما انا بشر مثلکم" میں "ما" نافیہ نہیں:

ایک صاحب نے عرض کیا کہ بریلوی لوگ حق تعالیٰ شانہ کے قول "انما انا بشر مثلکم" میں "ما" کو نافیہ مان کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ غلط ہے اس لئے کہ ان حرف مشبہ بالفعل کے بعد ما نافیہ نہیں آیا کلام عرب میں اسکی نظیر نہیں ہے البتہ ما کافہ آتا ہے یہاں بھی وہی ہے۔

مسئلہ حلت غراب:

ارشاد فرمایا کہ مسئلہ حلتِ غراب دیوبندیوں ار بریلویوں میں مختلف فیہ ہے حالانکہ یہ مسئلہ ان میں مختلف فیہ نہ ہونا چاہیے تھا اس لئے کہ یہ مسئلہ قرآن اول ہی سے فیہ ہے چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے معلوم کیا کہ کوا حلال ہے یا نہیں تو آپ نے حلال بتلایا آپ کا مذہب بھی یہی ہے کہ کوا بلا کراہت حلال ہے۔ ابو یوسف البتہ کراہت کے ساتھ حلال کہتے ہیں پس امام صاحب کے قول کے مطابق ان بریلویوں کو بلا کراہت حلت کا قائل ہونا چاہیے اس لئے کہ ان کا کہنا ہے کہ ہم نہ یوسفی ہیں نہ شیبانی بلکہ حنفی ہیں پس حنفی ہونے کا مقتضی یہ ہے کہ وہ بلا کراہت حلال کہیں جیسا کہ ہم کہتے ہیں مگر وہ حرام کہتے ہیں پھر حنفی کیونکر ہوئے۔

حضور ﷺ کا سایہ:

ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے والد صاحبؒ سے معلوم کیا کہ حضور اقدس ﷺ کا سایہ تھا یا نہیں تو فرمایا کہ میں نے حضرت گنگوہیؒ سے معلوم کیا تھا تو فرمایا تھا کہ بگڑ نہ جانا حضور اقدس ﷺ کا سایہ نہ تھا (اس کے بعد حضرت دام مجدہ نے فرمایا) کہ مولانا گنگوہیؒ کے قول بگڑ نہ جانے کا مطلب یہ تھا کہ بریلویوں کی طرح نور سمجھ کر آپ ﷺ کی بشریت کا انکار نہ کر دینا پھر فرمایا کہ اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ بھی ہے کہ آپ کا سایہ تھا۔

بریلویوں سے حضرت دام مجدہ کا مناظرہ:

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ بریلویوں سے مناظرہ ہوا دلائل ان کے پاس ہوتے نہیں عاجز آ کر واہی تباہی بکنی شروع کی اور آخر میں دیوبندیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم میں اور خنزیر میں کیا فرق اس پر میں نے کھڑے ہو کر اپنے اسٹیج سے انکے سٹیج تک کا فاصلہ ہاتھ سے اشارۃ پیمائش کر کے کہا ہم میں اور خنزیر میں ''۱۲ یا ۱۴'' ہاتھ کا فرق (فاصلہ) ہے اس پر ان کو غصہ کا پارہ بڑھ گیا اور گالیاں بکنی شروع کیں کہ دیوبندی حرامی ہیں ولدالزنا ہیں ملعون ہیں وغیرہ وغیرہ اس پر میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے طریق پر ہیں آپ گالیاں نہیں دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے ''**لم یکن فاحشا ولا متفحشاً ولا صخاباً فی السواق**'' البتہ مشرکین کا طریقہ گالیاں دینا ہے آج ان کی ذریت گالیاں دے رہی ہے تو دیا کرے ہمیں کوئی پرواہ نہیں بے فکر رہو ہم تمہیں گالیاں نہیں دیں گے۔ نیز گالیاں دینا منافق کا کام ہے اس کی علامت ہے ارشاد نبویؐ ہے۔ ''اذا خاصم فجر'' اب جوان کے طریق پر ہوگا وہ گالیاں دے تو دیا کرے۔ نیز گالیاں وہ دیتا ہے جو مہذب نہ ہو جس کے پاس شریفانہ زبان نہ ہو ہمارے پاس شریفانہ زبان ہے جو اس سے محروم ہوں وہ گالیاں دیں تو دیا کریں تم بے فکر رہو ہم گالیاں نہ دیں گے۔ اسی طرح زمین دارے کے زمانے میں زمیندار چمار کو قصور ہو جانے پر جوتے لگوایا کرتا تھا اور وہ زمیندار کو گالیاں دیا کرتا تھا ہمارے پاس علمی دلائل کا جوتا موجود ہے یہ جس کے سر پر پڑے اور ہو گالیاں دے تو دیا

کرے ہم گالیاں نہ دیں گے بےفکر رہو ہم نہیں کہیں گے کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں ملعون تھا یا ولد الزنا حرامی تھا وغیرہ وغیرہ اس پر ان کا غصہ اور تیز ہو گیا کہنے لگے کہ تم پکے کافر ہو میں نے عرض کیا کہ یار کے دامن میں سوائے کفر کے اور ہے کیا۔ ظرف میں سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ ''کل اناء یترشح بمافیہ'' نبی کریم ﷺ دنیا میں ایمان کا خزانہ لے کر تشریف لائے تھے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کو اس سے مشرف کیا ان کے بالمقابل اعلیٰ حضرت کفر کا خزانہ لے کر آئے کہ فلاں کافر فلاں کافر آپ گنتی گن کر بتلایئے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو گئے کہ نہیں۔

قبر پر پھول ڈالنا ثابت نہیں:

ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ کے مزار پر بغرض زیارت گیا تو دیکھا کہ مقبرہ سے باہر ایک شخص پھولوں کا ٹوکرا لئے بیٹھا ہے جب میں اندر جانے لگا تو وہ بولا کہ پھول تو لیتے جاؤ میں نے فوراً سے اندر چلا گیا جب باہر (زیارت کر کے) آیا تو وہ صاحب لعن طعن کرنے لگے کہ پھول بھی نہیں لے گئے میں نے عرض کیا کہ پھول قبر پر ڈالنا ثابت نہیں اگر ثابت ہوتا تو لے جاتا ہو بولا کہ ثابات ہے حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے چیر کر دو حصہ کئے اور ایک ایک قبر پر ایک ایک حصہ رکھ دیا میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یہ حدیث میں ہے مگر اس میں یہ بھی ہے کہ ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ (ایک کو پیشاب سے نہ بچنے کے سبب دوسرے کو چغل خوری کی بناء پر) حضور اقدس ﷺ نے تر شاخ اس لئے رکھدی تھی کہ شاید اسکی تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہو جائے (کہ تسبیح ہر شی کرتی ہے) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وان من شئی الا یسبح بحمده'' اب ان بزرگ کے بارے میں آپکا ہی عقیدہ ہوگا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے جس کی وجہ سے پھول چڑھاتے یا چڑھواتے ہو میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ وہ انشاء اللہ جنت میں ہیں۔

حکیم استغفر اللہ صاحب کا نورانی صاحب سے مباہلہ:

ارشاد فرمایا کہ پاکستان میں ایک حکیم صاحب ہیں جو بات بات میں استغفر اللہ

کہتے ہیں اسی لئے ان کا نام ہی استغفر اللہ ہو گیا حضرت رائے پوری ثانیؒ کے آدمیوں میں سے ہیں بڑے صاحب کشف ہیں ایک مرتبہ انہوں نے نورانی صاحب سے (جو پاکستان میں پکے بریلوی اور مکفر ہیں) مباہلہ کے لئے کہا اور فرمایا کہ چل احمد رضا خاں کی قبر پر اگر وہاں سے خنزیر کے چیخنے کی آواز اپنے کانوں سے نہ سن لے تو کہنا اور چل حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے مزار پر اگر وہاں سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے کی آواز اپنے کانوں سے نہ سن لے تو پھر کہنا مگر نورانی صاحب مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔

کشف اصحاب قبور:

ارشاد فرمایا کہ حکیم صاحب موصوف ایک مرتبہ سہارن پور تشریف لائے قبرستان میں بھی تشریف لے گئے تو فرمایا کہ یہاں فلاں صاحب اپنی قبر میں یہ کر رہے ہیں اور فلاں صاحب اس حال میں ہیں مفتی سعید احمد صاحب کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنی قبر میں یٰسین شریف کی تلاوت میں مشغول ہیں۔

عبدالقادر صاحبؒ طرابلسی سے ملاقات اور انکا مولوی احمد رضا خاں کا واقعہ سنانا

ارشاد فرمایا کہ جب میں پہلی بار ۶۳ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو ایک بخاری صاحب نے میری ملاقات مولانا عبدالقادر طرابلسی سے کرائی انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ ہندوستان میں مولوی احمد رضا خاں اور علماء دیوبند میں جو شدید اختلاف تھا وہ اب بھی ہے؟ میں نے کہا طرابلس کہاں ہند کہاں، آپ کو کیسے معلوم ہوا آپ کیا جانیں، مولوی احمد رضا خاں اور علماء دیوبند کے اختلاف کو۔ انہوں نے کہا کہ عرصہ ہوا مولوی احمد رضا خاں میرے پاس کچھ تحریر لائے جو اردو میں تھیں علماء دیوبند کی طرف ان کو منسوب کر کے فتویٰ چاہا میں نے کہا یہ سب تحریرات اردو زبان میں ہیں جس کو میں جانتا نہیں، پھر کیسے فتویٰ دوں انہوں نے کہا میں ان کا عربی میں ترجمہ کیے دیتا ہوں میں نے کہا کہ آپ تو مدعی ہیں آپ کا

ترجمہ کیسے قابل قبول ہوگا۔اس پر انہوں نے میرے ایک شاگرد کو راضی کرلیا انہوں نے عربی میں ترجمہ کردیا اس پر میں نے قیودات کے ساتھ اس طرح فتویٰ دیا کہ اگر یہ تحریرات علماء دیو بند ہی کی ہیں اور یہی ان کا مطلب ہے سیاق وسباق سے مطلب بدل نہیں جاتا ان کی ہی نیت ہے تو یہ کفریہ عبارات ہیں اس کے بعد ان کی کتاب حسام الحرمین چھپی اس میں میں نے اپنا فتویٰ دیکھا تو وہ محرف تھا میرے الفاظ کو بدل دیا تھا جس سے میں سمجھا کہ یہ شخص اہل دیانت میں سے نہیں۔

آجکل مناظرہ سے کوئی خاص فائدہ نہیں:

ارشاد فرمایا کہ آج کل مناظروں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا فضا خراب ہی ہوتی ہے مجھے جب مناظرہ کیلئے بلایا جاتا ہے تو میں معذرت کردیتا ہوں اگر کسی جگہ مناظرہ طے ہوجاتا ہے اور دفتر اہتمام سے حکم آتا ہے تب جاتا ہوں۔

ایک مرتبہ کسی جگہ مناظرہ طے تھا مولانا نصیر احمد خاں صاحب نائب مہتمم خود دارالافتاء تشریف لائے اور مناظرہ کیلئے فرمایا تو میں نے معذرت کردی پھر مولانا معراج الحق صاحب (وہ بھی نائب مہتمم تھے) بھی تشریف لائے اور مناظرہ کیلئے فرمایا تو میں نے ان سے بھی معذرت کردی انہوں نے ہوشیاری کی کہ حضرت مولانا مخر الدین صاحبؒ کو راضی کیا انہوں نے مجھے بلایا تو میں نے کہا کہ حضرت فضاء مسموم ہوتی ہے زبان گندی ہوتی ہے لوگ گندے ہوتے ہیں فرمایا کہ میں جانتا ہوں مگر یہ جماعتی مسئلہ ہے اسلئے جانے کو کہہ رہا ہوں آپ تشریف لے جائیں۔مگر مناظرہ گاہ میں نہیں جائیں گے اپنے قیام گاہ ہی پر رہیں گے مناظرہ تو مولانا ارشاد احمد صاحبؒ کریں گے یہ صرف اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کوئی ایسی ویسی بات پیش نہ آجاوے اگر میرے قُویٰ قوی ہوتے تو میں خود جاتا مگر میں کمزور ہوں۔

توسیع قدرت یا امکان کذب:

ارشاد فرمایا کہ ممتنع کی دو قسمیں ہیں ایک ممتنع بالذات (جس کا تعلق کسی طرح نہ

ہو سکے)دوسرے ممتنع بالغیر ممکن بالذات (جس کا تحقق فی نفسہ ممکن ہے لیکن غیر کی وجہ سے ممتنع ہے وہ غیر مرتفع ہو جائے تو امتناع بھی ختم ہو جائے گا) کذب کا نسبت واجب تعالیٰ کی طرف ممکن بالذات ہے ممتنع بالغیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس کے لئے جنتی ہونا فرمادیا اسکو جہنم میں بھیجنا بالذات ہے ممتنع بالغیر ہے یعنی واجب تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ اسکو جہنم میں بھیج دیں مگر چونکہ وہ جنت میں بھیجنے کا وعدہ کر چکے ہیں اس لئے جہنم میں نہیں بھیجیں گے مگر قادر ضرور ہیں اسی طرح جس کے لئے جہنمی ہونا فرمادیا ہے۔اس کو جنت میں بھیجنے پر قادر ہیں مگر بھیجیں گے نہیں کیونکہ اسکی بات سچی ہے اسکو امکان کذب کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے''وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ''اس آیت میں وعدہ ہے کہ عذاب نہیں دینے کا اور یہ سچا ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دیں گے لیکن قادر ضرور ہیں جیسا کہ خدائے پاک کا ارشاد ہے''قل ھوا لقادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم اومن تحت ارجلکم ''دوسری جگہ فرمایا''ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول من لا ملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین''اس میں وعدہ ہے کہ جہنم کو انسانوں سے اور جنات سے بھردینگے مگر اس کے خلاف پر قدرت ضرور ہے جسکو فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو سب کو ہدایت دیں جب سبکو ہدایت دے دیں تو جہنم کو کس طرح بھریں گے پھر جہنم میں کون جائے گا حدیث پاک میں بعض صحابہ ؓ کا نام لے کر فرمادیا کہ جنتی ہیں جن میں حضرت عمرؓ بھی ہیں اور حضرت عمرؓ کو اس حدیث کی خبر بھی ہے پھر بھی حضرت حذیفہ سے چپکے سے دریافت کرتے تھے کہ منافقین میں میرا نام تو نہیں؟

کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن الیمان ؓ کو منافقین کے نام بتارکھے تھے کہ فلاں منافق ہے اور منافق جنت میں نہیں جائیں گے وہ دوزخی ہیں جیسا کہ فرمایا گیا''ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ''جنت کا وعدہ ہونے کے باوجود بھی حضرت حذیفہ ؓ سے پوچھتے ہیں کہ منافقین میں میرا نام تو نہیں کیونکہ خدا کو اس پر قدرت ضرور ہے۔جب بادل آتا تو حضور اکرم ﷺ پریشان ہو جاتے لوگوں نے عرض کیا کہ بادل کو تو دیکھ کر سب خوش ہوتے ہیں کہ برسے گا مگر آپ پریشان ہو جاتے ہیں کہ بات

ہے ارشاد فرمایا کہ پچھلی بعض امتوں پر عذاب بادل کی شکل میں آیا اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہیں۔ حالانکہ آپ سے وعدہ تھا کہ عام عذاب نہیں دیئے کا مگر جانتے تھے کہ قدرت ضرور ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ''فلما راوہ عارضا مستقبل اودیتھم قالوا ھذا عارض ممطرنا بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم تدمر کل شئی بامر ربھا (الی اخر الآیۃ)'' اس امکان کذب کا نام حضرت شیخ الہندؒ نے توسیع قدرت رکھا ہے۔

ایسی تلبیس کرتے ہو.

فرمایا کہ ایک مناظرہ میں بریلویوں کی طرف سے براہین قاطعہ کے حوالہ سے ایک عبارت پیش کی گئی کہ اس میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور وہ ولم غیب ہیں۔ پھر کہا گیا کہ ویسے تو تم (دیوبندی) حضور ﷺ کے عالم غیب ہونے کا نکار کرتے ہو مگر براہین قاطعہ میں اسطرح لکھا ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ غلط ہے نہیں ڈوب مرنے کو جگہ نہیں ایسی تلبیس کرتے ہو؟ براہین قاطعہ کی عبارت اس طرح ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسالم اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اور اللہ کی اجازت سے عالم غیب میں جاتے ہیں انہوں نے میں کو ہیں بنایا اور عالم بنایا اس طرح تحریف کی۔

فتاویٰ رشیدیہ میں اللہ میاں لکھنے پر بریلویوں کو اعتراض:

فرمایا کہ رضا خانیوں نے ایک مناظرہ میں کہا فتاویٰ رشیدیہ میں جگہ جگہ لکھا ہوا ہے اللہ میاں اللہ میاں۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا ناجائز ہے۔ میں نے کہا بھئی کیوں ناجائز ہے؟ انہوں نے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میاں کہنا بے ادبی اور گستاخی ہے کیونکہ ''میاں'' کے تین معنی ہیں۔ ایک معنے ہیں شوہر۔ یہاں یہ معنے مراد لینا غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا شوہر نہیں۔ دوسرے معنیٰ ''دلائل'' ہیں۔ جو کسی مرد اور عورت کے درمیان ناجائز تعلقات کرائے، ادھر سے بھی فیس لے ادھر سے بھی فیس لے۔ یہ معنیٰ بھی درست نہیں۔ تیسرے معنے ہیں آقا۔ یہ معنے صحیح ہو سکتے ہیں۔ مگر جب اول دو معنے

شان خداوندی کے خلاف ہیں تو ایسا موہم لفظ بولنا درست نہیں جیسے ''یایها الذین امنوا لا تقولوا راعنا ''(لایۃ) راعنا کے ایک معنیٰ صحابہ مراد لیتے تھے (یعنی ہماری رعایت کیجئے) وہ صحیح تھے ایک معنیٰ یہودی مراد لیتے تھے (ہمارے چرواہے) وہ غلط تھے۔ حق تعالیٰ نے ایسا لفظ بولنے سے منع کر دیا کیونکہ دوسرے غلط معنیٰ کا احتمال ہے۔ لہٰذا فتاویٰ رشدیہ میں جو لکھا ہے اللہ میاں، اللہ میاں یہ غلط اور ناجائز ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے اپنے دو بیٹوں کو کچھ نصیحتیں کی ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں بڑے میاں، چھوٹ میاں۔ بڑے بیٹے کو بڑے میاں چھوٹے بیٹے کو چھوٹے میاں۔ پہلے معلوم ہو چکا میاں کے تین معنے ہیں۔ ایک معنیٰ شوہر، وہ تو یہاں مراد ہو نہیں سکتے۔ اس واسطے کہ خانصاحب بھی مرد، بیٹے بھی مرد۔ مرد کا شوہر مرد نہیں ہوسکتا۔ قرآن میں کہا گیا ہے ''نساء کم حرث لکم '' تمہاری عورتیں تمہارے لئے حرث (کھیتی) ہیں۔ اور ظاہر ہے ک مرد حرث نہیں لہٰذا یہ معنے تو یہاں مراد ہو نہیں سکتے۔ نیز ارشاد ہے ''فانکحو ماطاب لکم من النساء '' مردوں کا حکم ہے کہ عورتوں سے نکاح کریں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مرد مردوں سے نکاح کریں۔ ارو اگر خانصاحب کو عورت فرض کیا جائے تو بھی یہاں یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ اسواسطے کہ خانصاحب ہوگی بیوی۔ بیٹے ہوں گے شوہر۔ ماں کو بیوی بنانا لازم آئیگا جو سخت گالی ہے۔ عوام میں بھی مشہور ہے، قرآن پاک میں بھی ہے ''حرمت علیکم امھتکم '' تم پر تمہاری مائیں حرام ہیں۔ پس خانصاحب عورت اور بیٹے شوہر فرض کئے جائیں تو بھی نہ نکاح ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر ہو بھی نہیں سکتے۔ دوسرے معنے آقا کے ہیں۔ وہ بھی یہاں مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بیٹے ہوئے آقا، اور اعلیٰ حضرت غلام ہوئے۔ سوال ہوگا یہ غلام بیٹوں کی ملکیت میں کہاں سے آیا، کہیں بازار سے خرید کر لائے یا کہیں سے میراث میں ملا، یا جہاد میں گرفتار کر کے لائے آخر اس عبد مشترک کی کیا حیثیت ہے۔ پس یہ معنے بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ وہ تیسرے معنے دلال کے متعین ہو گئے۔ جس سے پتہ چلا گھر میں آمدنی کا ذریعہ کیا تھا۔ بڑے دلال، چھوٹے دلال اپنے اباجان کی ہدایت کے مطابق کیا کام کرتے

تھے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے ایک دوست تھے ایک دوست انہوں نے کہا لغت کی کتابیں منگاؤ تا کہ میاں کے معنے دیکھوں گا۔ میں نے کہا بگھارتے ہے آپ لغت کی کتاب میاں کے معنے تلاش کرتے رہیے مگر آپ کو ملنے کے نہیں۔

گفتگو بر توسیع قدرت:

فرمایا: ایک روز کانپور میں کوئی بریلوی صاحب آ گئے۔ ان کے ساتھ دو تین معتقدین بھی تھے۔ آتے ہی انہوں نے سوال کیا آپ کا خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ میں نے ان سے کہا دیکھو بھئی بات کو بگاڑ کوئی شریفانہ کام نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ، ج ا، ص ۱۰، میں لکھا ہے کہ جس شخص کا نام پھر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ یہ جہنمی ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم ہی میں بھیجیں گے۔

(جیسے ابولہب) جنت میں نہیں بھیجنے کے، لیکن وہ جنت میں بھیجنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا وہ قادر ہے، بس ماتنی سے بات ہے۔ تم نے اس پر کہد یا خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہ کہنے لگے مجھے تو ہاں یا نہیں میں جواب چاہیے۔ خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں نے کہا بعض بات نفس الامر میں صحیح ہوتی ہے اس باوجود اس کا زبان سے نکالنا خلاف ادب ہوتا ہے۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ انبیاء کا خالق اللہ ہے، فرشتوں کا خالق اللہ ہے، تمام حیوانات کا خالق اللہ ہے، بندر اور خنزیر کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن علماء کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق القردہ والخنازیر نہیں کہنا چاہیے کہ اس میں سوء ادب کا پہلو ہے۔ انہوں نے کہا آخر یہ ہڈی آپ کے حلق میں نکی ہوئی کیوں ہے؟ ہاں یا نہیں میں جواب کیوں نہیں دیتے۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے خمیرہ گاؤ زبان عنبری۔ جواہر مہرہ موافق مزاج نہیں، پکی اوجھڑی کی ضرورت ہے وہ بھی بغیر صاف کی ہوئی، بتلایئے اللہ تعالیٰ نے آپکو منہ دیا ہے منہ میں دانت ہیں، دانتوں میں تیزی ہے، چبانے کی طاقت ہے، زبان بھی دی ہے، حلق بھی دیا ہے، لعاب بھی ہے۔ بتلایئے اگر ایک چمچہ انڈے کے حلوے کا آپ کے منہ میں ڈالا جائے تو اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

دیکھئے کھائیے گا نہیں مسئلہ بھی یہی بتلاؤں گا، مشورہ بھی دونگا یہی دونگا سوال صرف اتنا ہے کہ اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسا تو نہیں کہ بلی کے پاخانے کا چمچہ منہ میں گیا منہ سارا پتھر بن گیا۔ دانتوں کی تیزی ختم ہوگئی۔ لعاب سب ختم ہوگیا۔ حلق کا پھاٹک بند ہوگیا۔ اس لئے بتلائیے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے ادھر ادھر کی ہانکنا شروع کی۔ میں نے کہا آخر بلی کے پاخانے کا چمچہ آپ کے منہ میں اٹکا ہوا کیوں ہے؟ اسے اگلئے یا نگلئے۔

گفتگو بر علم نبوی:

اس کے بعد انہوں نے کہا آپ کہتے ہیں۔ شیطان کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ تھا۔ میں نے کہا بعد میں دیکھ لیں گے کس کا علم زیادہ ہے ابھی تو چمچہ کی بات ہو رہی ہے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج پہلی مرتبہ منہ میں بلی کا پاخانہ گیا ہے جو بہت ہی لذیذ معلوم ہو رہا ہے اس لئے اس کو منہ میں رکھتے ہوئے آپ نے دوسرا مسئلہ چھڑا تا کہ اس کا ذائقہ حاصل کرتے رہیں۔ پھر کہا کیوں بھئی کیا میں نے کہا شیطان کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ کیا میرے کسی فتوے میں دیکھا؟ اگر نہیں تو پھر بے سند بات میری طرف منسوب کرنیکا کیا حق ہے؟ میرا عقیدہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کو شان نبوت کے لائق ذات وصفات اور عالم آخرت کے متعلق اتنے علوم عطا فرمائے کہ تمام جن وبشر اور تمام ملائکہ کے علوم آپ کے علم کے مقابلہ میں بمنزلۂ قطرہ کے ہیں اور آپ ﷺ کا علم ایک بڑے سمندر کی طرح ہے اور میرا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے بھی زیادہ ہے اس کی کوئی نسبت قائم نہیں کی جا سکتی۔ یہاں علوم سے متعلق ہے جو شان نبوت کے لائق ہوں۔ رہا لغویات کا علم وہ کسی کے پاس زیادہ ہو تو حضور ﷺ کی شان میں فرق نہیں آتا۔ اس پر انہوں نے کہا یہی وہ چیز ہے جس کو آپ لوگ چھپاتے ہیں جس کا علم زیادہ ہوگا وہ افضل ہوگا۔ میں نے کہا چاہے کسی قسم کا علم ہو؟ انہوں نے کہا ہاں علم تو علم ہی ہوتا ہے؟ میں نے کہا دیکھو سڑک پر بیٹھ کر جوتی گانٹھنے والا چمار ایسی صفائی سے جوتی گانٹھ دیتا ہے کہ بادشاہ وقت بھی نہیں گانٹھ سکتا تو کیا اس چمار کو افضل کہو گے بادشاہ وقت سے؟ چور ایسی صفائی سے

چوری کرتا ہے، جیب کاٹتا ہے کہ بڑے بڑے عالم نہیں کر سکتے۔ کیا چور افضل ہے ہو جائے گا؟ انہوں نے کہا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ بات ظاہر ہے۔ اس پر میں نے کہا تو ممکن ہے کہ بریلی کے چمار افضل ہوں اعلیٰ حضرت سے، بریلی سے چور افضل ہوں اعلیٰ حضرت سے۔ اچھا یہ بتائے آدمی کے پاخانہ کا ذائقہ آپکو زیادہ معلوم ہے یا سور کو؟ اور آپکو تو فرصت نہ ہوگی کیونکہ بلی کے پاخانہ کا چمچہ آپ کے منہ میں موجود ہے۔ خانصاحب سے پوچھئے کہ آدمی کے پاخانہ کا ذائقہ خانصاحب کو زیادہ معلوم ہے یا سور کو؟ اگر اعلیٰ حضرت کو زیادہ معلوم ہو تو ہم کہیں گے اعلیٰ حضرت افضل ہیں سور سے آدمی کے پاخانہ کے ذائقہ کے بارے میں اور اگر نہیں تو ہم کہیں گے خانصاحب سور سے بھی گئے گزرے ہیں، سور ان سے افضل ہے۔ اب ان کو غصہ آ گیا، کہنے لگے آپ کو شرم نہیں آتی ایسی باتوں سے۔ میں نے کہا اچھا جب اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بال سکتا ہے یا نہیں اس وقت شرم نہیں آئی تھی۔ اب جو خانصاحب کے منہ میں پاخانہ گیا تو شرم آنی شروع ہو گئی۔

کیا حضور ﷺ مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں:

پھر انہوں نے کہا آپ لوگ کہتے ہیں مجلس میلاد میں حضور ﷺ تشریف نہیں لا سکتے۔ میں نے کہا وہ بعد میں دیکھا جائے گا پہلے یہ بتایئے کہ ایک لائن میں کھڑے ہوئے ہیں ایک کا نام سور ہے، ایک کا نام احمد رضا خاں۔ ان میں سے کون زیادہ عالم ہے۔ آدمی کے پاخانہ کے ذائقہ کا۔ اسے پہلے حل کیجئے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح بلی کا پاخانہ آج عمر بھر میں پہلی مرتبہ آپ کے منہ میں گیا ہے اسی طرح خانصاحب کے منہ میں پہلی مرتبہ آدمی کا پاخانہ گیا ہے۔ اس لئے اس کو اپنے منہ میں رکھے ہوئے اگلا مسئلہ چھڑتے ہیں۔ بھئی مجلس میلاد کے بارے میں بھی بات بگاڑی گئی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ مجلس میلاد کے ختم پر تم لوگ قیام کرتے ہو۔ تم سے پوچھا جائے کہ قیام کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے ہو حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا تشریف لانا دو طرح سے ہو

سکتا ہے۔ایک تو یہ کہ کسی حدیث میں فرمادیا ہو کہ جہاں کہیں مجلس میلاد ہوتی ہے میں وہاں جا کر شرکت کرتا ہوں۔ایسی کوئی مستند حدیث ہو تو بتلاؤ؟ اور دوسری شکل یہ کہ تمہیں نظر آتا ہو کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں۔جب یہ دونوں باتیں نہیں ہو تو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنے کا حق کیا ہے؟ یہ تو "**من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدهٗ من النار.** (**مشکوة شریف، ص ۳۲**) " (جس شخص نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا اسکو چاہیے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے) کی زد میں آتا ہے۔پھر انہوں نے کہا جو شخص ہر جگہ پہنچ جاتا ہے وہ زیادہ افضل ہوتا ہے۔شیطان تو ہر جگہ پہنچ جاتا ہے کیا حضور ﷺ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتے؟ میں نے کہا خدا تمہیں ہدایت دے۔شیطان تمہارا مقتدا اور رہنما ہے۔قرآن و حدیث سے تمہیں دلیل نہیں ملتی۔ملتی ہے تو شیطان سے؟ اچھا میاں بھئی معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی کی ضرورت پیش آئے گی۔ایک بات تلایئے ایک چھوٹی سی بیت الخلاء کی نالی جس میں مختلف قسم کی غلاظت بہتی ہے چھچھوندر اس میں گھس جاتی ہے اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے کیا تم بھی اس میں جا سکتے ہو؟ تم نہیں تمہارے والد بزرگوار جا سکتے ہیں اس میں؟ اگر والد بزرگوار گھس جائیں اتنا بڑا سر لئے ہوئے تو ہم کہیں گے چھچھوندر افضل نہیں ہے؟ تمہارے والد سے اس واسطے کہ یہ بھی پہنچ گئی وہ بھی پہنچ گئے دونوں برابر ہیں۔اور اگر چھچھوندر چلی گئی اور آپ کے والد صاحب نہیں جا سکے تم ہم کہیں گے چھچھوندر آپ کے والد سے افضل ہے۔بس ناراض ہو گئے اٹھ کر چل دیئے۔میں نے کہا مہربان ذرا سی بات اور سنتے جایئے۔آپ کو مذہبی چھیڑ چھاڑ کا بہت شوق معلوم ہوتا ہے۔آئندہ جب کبھی طبعیت کے اندر یہ شوق ابھرے تو اس کا خیال ملحوظ رہے کہ آپ یہاں سے اس حال میں جا رہے ہیں کہ بلی کا پاخانہ کا چمچہ آپ کے منہ میں، آدمی کے پاخانہ کا چمچہ خانصاحب کے منہ میں، آپ کے والد صاحب کا سر بیت الخلاء کی نالی میں ہے۔پھر بھی اگر شوق ہو تو کر لیجئے، ممکن ہے وہاں سے بھی کچھ اس قسم کا تحفہ مل جائے۔

مسئلہ علم غیب

کتب شرع میں جہاں کہیں علم غیب کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد علم غیب ذاتی ہوتا ہے۔اس کی تصریح حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی کی ہے۔اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں نے بھی کی ہے۔اس میں دونوں میں سے کسی کا اختلاف نہیں بالکل اتفاق ہے دوسری بات مولانا احمد رضا خاں نے یہ بھی فرمائی ہے ملفوظات میں کہ علم غیب ذاتی حق تعالیٰ شانہ کی صفت خاصہ ہے اگر کوئی شخص غیر اللہ کیلئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے کافر ہے۔تیسری بات یہ کہ علم محیط (کوئی بھی جزئی خارج نہ رہے) یہ بھی حق تعالیٰ کا خاصہ ہے ۔ غیر اللہ کو علم محیط حاصل نہیں۔ یہ سب تصریحات مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتابوں میں موجود ہیں۔چوتھی بات یہ کہ عالم الغیب کا اطلاق حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کو عالم الغیب کہنا درست نہیں اس کی تصریح بھی مولانا احمد رضا خاں نے کی۔لہٰذا اب اختلاف کیا باقی رہ گیا۔آپ حضرات بھی کہتے ہیں کہ علم غیب وہی ہے جو بغیر واسطے کے حاصل ہو وہ حق تعالیٰ کا خاصہ ہے، خانصاحب بھی یہی کہتے ہیں آپ بھی کہتے ہیں کہ علم محیط کہ کوئی جزئی خارج نہیں یہ حق تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔خانصاحب بھی یہی کہتے ہیں عالم الغیب کا اطلاق کسی پر درست نہیں آپ بھی یہی کہتے ہیں خانصاحب بھی یہی کہتے ہیں لہٰذا آپ کا اور خانصاحب کا اختلاف تو ہے نہیں۔صاف صاف بات بشرطیکہ بات کو منقح کر کے کہا جائے پس اگر ہو پچاس نہیں بلکہ پچاس ہزار جزئیات بھی پیش کر دیں تو بھی کوئی اختلاف کی بات نہیں کیونکہ محیط تو جب بھی نہیں اگر وہ دعویٰ کرتے ہین کہ حق تعالیٰ نے پورا علم غیب کلی حضور ﷺ کو عطا فرما دیا تھا۔ایجاب کلی کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس رفع ایجاب کلی کیلئے سلب جزئی کافی ہے۔ایک جزئی آپ پیش کر دیں تو یہ کافی ہے۔ان کا دعویٰ غلط ہو جائے گا۔مگر وہ اس کے باوجود بھی جگہ جگہ

علم غیب کا دعویٰ حضور ﷺ کیلئے کرتے ہیں چنانچہ ”یا ایھا النبی ان ارسلنک شاھداً“ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اے غیب کی خبریں بتانے والے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ نبوت کہتے ہی ہیں علم غیب کو۔ اچھا صاحب کہتے ہیں بالکل صحیح آپ حضرات اتنا سوچئے کہ غیب وہ چیز ہے جس کا ادراک حواس سے نہ ہو سکے جو حواس اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائے ہیں۔ حواس خمسہ ظاہرہ، حواس خمسہ، باطنہ کوئی چیز اس میں دخیل نہ ہو بغیر حواس کے حاصل ہو وہ علم غیب ہے۔ بیشمار چیزیں ایسی ہیں کہ جو علم غیب میں داخل ہیں اور حضور ﷺ نے امت کو ان کی خبر دی ہے مثلاً قبر میں کیا ہوگا، منکر نکیر آ کر سوال کریں گے یہ جواب ہو گا۔ قبر میں وسعت ہوگی، قبر میں تنگی ہوگی، جنت کیا ہے، دوزخ کیا ہے، عرش کیا ہے، لوح کیا ہے، کرسی کیا ہے، ان سب چیزوں کی خبر دی حضور ﷺ نے۔ یہ سب ہمارے واسطے غیب ہی ہیں کیونکہ ہمارے پاس ان کے ادراک کا کوئی ذریعہ سہارا نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس بھی نہیں۔ ارشاد ربانی ہے ”قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب“ جیسے مثلاً آپ کو بولنے کے لئے زبان عطا فرمائی ہے۔ تو آپ کے اختیار میں ہے جب چاہیں بولیں جب چاہیں زبان کو روک دیں۔ آنکھ دیکھنے کیلئے عطا کی ہے جب چاہیں آنکھ سے دیکھن جب چاہیں بند کر لیں، اس قسم کی کوئی قوت کسی شخص کو بھی علم غیب حاصل کرنے کیلئے نہیں عطا ہوئی کہ جب چاہے مطلع ہو جائے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جب چاہیں مطلع فرمادیں اس میں کوئی اشکال نہیں مگر یہ کہاں ثابت ہے کہ جمیع مصیبات کا علم حق تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو عطا فرمادیا تھا اس طرح سے تو آپ کا علم حق تعالیٰ کے علم کے مساوی ہو جائے گا۔ اور ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبیر اور دوسری کتابوں میں تصریح کی ہے کہ جو شخص اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے علم کو مساوی مانے وہ کافر ہے اس واسطے کہ اللہ کا علم بیشمار ہے غیر متناہی ہے اور کسی کا علم کتنا ہی ہو جائے مگر متناہی ہے لہٰذا جو شخص آپ سے مناظرہ کرنا چاہے علم غیب پر پہلے اس سے دریافت کر لیں کہ آپ مولانا احمد رضا خاں کو کیسا مانتے ہیں؟ اگر آپ ان کی اتباع کرتے ہیں تو وہ علم غیب کلی کے قائل ہیں نہیں نہ علم غیب ذاتی کے قائل نہ علم غیب کلی کے قائل۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا

حتی الامکان لازم ہے اور میرے دین و مذہب پر عمل کرنا سب فرائض سے اہم فرض ہے۔ میرا دین و مذہب وہ ہے جو میری کتابوں سے ظاہر ہے۔ ان کی کتابوں سے جو کچھ ظاہر ہے اس پر عمل کرنا تمام فرائض سے اہم فرض ہے۔ احکام شرع پر عمل کرنے پر قید لگا دی حتی الامکان جہاں تک ہو سکے اور یہاں حتی الامکان بھی نہیں سب سے اہم فرض ہے لہٰذا پہلے تو یہ بتاؤ کہ مسئلہ علم غیب کیا اعتقادی ہے۔ اعتقادی تو ایمانیات کی چیز ہے اگر آپ کو مولانا احمد رضا خانصاحب سے اختلاف ہے اس مسئلہ میں کہ وہ تو علم غیب ذاتی کے قائل نہیں کلی کے قائل نہیں اور آپ لوگ قائل ہیں تو یہ مولانا احمد رضا خانصاحب پر اعتراض ہوا بتایئے آپ خود ان کو کیسا مانتے ہیں؟ مومن مانتے ہیں یا کافر مانتے ہیں؟ آپ ہی بتایئے ہم لوگ نہیں کچھ کہنے کے آپ سے ہی پوچھنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ تو علم غیب ذاتی کی قائل نہیں؟ کلی کے قائل نہیں اور ملفوظات میں صاف طور سے مولانا احمد رضا خانصاحب نے تصریح کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا منع ہے پھر ہزاروں چیزوں کا علم حضور ﷺ کو عطا ہوا ہم بھی قائل ہیں۔ جتنی چیزیں آپ نے بذریعہ وحی بیان کیں۔ ہمارے ادراک کے وہاں تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں۔ حضور ﷺ نے بتایا ہمیں علم ہو گیا۔ اسلئے پہلے طے کر لیا جائے کہ آپ علم غیب کلی مانتے ہیں یا جزئی مانتے ہیں۔ اگر جزئی مانتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، کلی مانتے ہیں تو پوچھیں کہ جو شخص کلی کا قائل نہیں آپ کے نزدیک کیسا ہے پھر طے کیا جائے کہ آپ لوگ...... حضور ﷺ کیلئے علم غیب ذاتی مانتے ہیں یا عطائی اگر ذاتی مانتے ہیں تو مولانا احمد رضا خانصاحب ذاتی کے قائل نہیں آپ کے نزدیک وہ کیسے ہیں تو بجائے اس کے کہ آپ کفر کا پلڑا اپنی طرف لیں اور دھکیلتے رہیں ان سے ہی پوچھتے رہیں۔ آپ کے نزدیک وہ کیسے وہ کیسے اتنا ہی کافی ہے۔ نیز پوچھنے کی ضرورت ہے کہ علم غیب کلی ہے تو کب عطا ہوا جس روز پیدا ہوئے تھے حضور ﷺ تو پیدائش کے ساتھ ساتھ علم غیب کلی لیکر آئے تھے یا جب بالغ ہوئے تھے اس روز علم غیب کلی عطا ہوا یا جس روز وحی نازل ہوئی نبوت سے سرفراز کئے گئے اس روز علم غیب کلی عطا ہوا یا جس روز وحی نازل ہوئی اس روز علم غیب علی عطا ہوا یا جس روز وفات ہوئی اس روز علم غیب

کلی عطا ہوا۔ حضور ﷺ نے کبھی اپنے لئے علم غیب کو دعویٰ نہیں کیا اپنی زندگی میں بلکہ اس دنیا کی زندگی کے ختم ہونے کے بعد بھی روز قیامت سے متعلق ''انک لا تدری ما احد ثوا بعدک '' بخاری شریف کی روایت ہے جس سے علم غیب کی کلی کی نفی ظاہر ہے۔ اب آگے وہ جزئیات پیش کرتے ہیں ہمیں کوئی ضرورت نہیں انکار کرنے کی۔ استدلال کرتے ہیں مجمل مبہم طور پر کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان فرمانا شروع کیا جمیع ما کان و ما یکون کا علم بتا دیا منطقی حیثیت سے اس پر یہ اشکال کر سکتے ہیں کہ صاحب اس تھوڑے سے وقت میں غیر متناہی علوم بیان بھی ہو سکتے ہیں۔ اچھا صاحب بطور معجزہ بیان کر دیئے لیکن حاضرین کے سامنے جو بیان کیے سب حاضرین نے سنے تو کیا سب حاضرین بھی عالم الغیب ہو گئے کیا انکو بھی عالم الغیب جاننا ضروری ہے۔ حالانکہ وہ ان کو عالم الغیب نہیں مانتے اور اگر حضور ﷺ کو عین وفات کے وقت میں اخیر دم میں اخیر سانس میں علم غیب عطا ہوا تو پھر اس سے فائدہ کیا ہوا۔ اچھا اور جب خدا جانے خدا کا رسول جانے۔ ہم نہیں جانتے ان کے درجات کو کس قدر بلند کرنا مقصود تھا لیکن ثبوت چاہیے۔ ثبوت ہے نہیں یہ مجھ سے ایک دفعہ گفتگو ہوئی تو میں نے کہا اچھا بھائی آپ لوگ ہمیشہ مدعی ہوتے رہے علم غیب کے آج یہ دعویٰ ہمارے حوالہ کرو ہم مدعی بنتے ہیں کہا بنئے ہم نے کہا اچھی بات ہم توضیح کریں گے اپنے دعویٰ کی ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کسی اور پر کبھی کہیں اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے اس خلاف کوئی چیز ہو تو پیش کرو، اللہ تعالیٰ کے جو اسماء صفاتیہ ہیں بعض ایسے ہیں کہ انکا اطلاق دوسروں پر بھی آتا ہے گو کسی معنیٰ کو سہی مثلاً سمیع ہے بصیر ہے۔ قرآن پاک میں ہے ''ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکوراً ○ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنہ سمیعاً بصیراً ○ '' ہر انسان کو سمیع و بصیر کہہ دیا حالانکہ سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ عالم اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے بندہ پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ علیم ہے حلیم ہے رشید ہے ''انک لانت الحلیم الرشید'' شکور ہے صبور ہے۔ اللہ کے نام بھی ہیں بندوں پر بھی اطلاق آتا ہے ''انہ کان عبداً شکوراً'' غرض اللہ تعالیٰ پر بھی اطلاق

آ تا ہے اور بندوں پر بھی اطلاق آیا ہے ان کا۔ لیکن عالم الغیب والشہادۃ ایسا ہے جیسا خالق السمٰوٰت والارض۔ اور خالق السمٰوٰت والارض ایسی صفت خاصہ ہے کہ کسی پر اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ۔ اسی طرح سے عالم الغیب والشہادۃ یا عالم الغیب ایسی صفت ہے کہ اللہ کے سوا کسی پر اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں اس سے بحث ہی نہیں کہ حضور ﷺ کے پاس کتنا علم تھا کتنا ملا۔ ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا اس کے علاوہ جو چیزیں زائد ہیں ان زائد چیزوں کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ صاحب وہ اشعر فعلی رسول اللہ ﷺ کو پڑھوایا ہے یہ سب لغویات ہیں ان چیزوں کی تفصیلات الامداد میں اور دوسری جگہ پر شائع ہو چکی ہیں۔ امداد الفتاویٰ کی ایک جلد میں یہ رسالہ مستقلاً موجود ہے اس کے اوپر اکابر کے فتاویٰ موجود ہیں۔ یہ کہنا کہ مولانا اشرف علی صاحب کے ایک مرید نے ایسا پڑھا قطعاً غلط ہے وہ شخص اس وقت تک مرید ہوا ہی نہیں تھا بلکہ وہ تو ارادہ کر رہا تھا بیعت ہونے کا مگر یہ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس سے مرید ہوں تب یہ خواب دیکھا اور خواب دیکھنے کے بعد حضرت تھانویؒ کو اطلاع کی حضرت تھانویؒ نے لکھا کہ تم جس کی طرف رجوع ہونا چاہتے ہو وہ متبع سنت ہے۔ حضرت تھانویؒ نے حیات میں، زندگی میں کبھی کسی کو یہ کلمہ نہیں پڑھوایا کہ پڑھو ''لا الہ اللہ اشرف علی رسول اللہ'' رہا خواب سوتا ہوا آدمی غیر مکلّف ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے ''رفع القلم عن ثلثٍ عن نائمٍ حتیٰ یستیقظ'' اس کے اوپر احکام شریعت نافذ ہی نہیں۔ بیداری میں بے اختیاری میں زبان سے غلط کلمات نکل جائیں اس پر مواخذہ نہیں چہ جائیکہ خواب کی باتوں پر۔ اس کے اوپر وہ جو اعتراضات کرتے ہیں مہمل اعتراضات ہیں حدیث میں خود موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کرنے سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی شخص سفر میں ہو اونٹنی پر اس کا سب سامان لدا ہوا ہو اچانک وہ اونٹنی غائب سارا سامان غائب اب وہ زندگی سے مایوس پریشان ادھر ادھر ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ آخر تھک تھکا کر لیٹ گیا کسی درخت کے نیچے مایوس ہو کر، نا امید ہو کر۔ پھر جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ اونٹنی سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہے اس پر اتنی خوشی اس کو ہوتی ہے کہ بے خبری میں کہہ اٹھتا ہے ''الٰھی انت عبدی وانا ربک'' کہنا چاہتا تھا ''الٰھی انت ربی وانا

ربک'' مگر زبان سے کیا نکلتا ہے اے اللہ تو میرا بندہ میں تیرا رب۔(مشکوٰۃ شریف،ص۲۰۳)اس کے اوپر کوئی حکم کفر کا نہیں لگایا گیا۔تم کون ہو اس کے اوپر کفر کا فتویٰ لگانے والے اور جن صاحب کا یہ واقعہ ہے''لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ'' میں نے ان کو دیکھا نہیں ان کے بیٹے ابھی زندہ سلامت موجود ہیں۔میری ان سے ملاقات ہوئی حرم شریف میں تو انہوں نے اپنا تعارف یہی کرایا کہ میں ان صاحب کا بیٹا ہوں جن کا واقعہ ہے انکا نام ہے مفتی رشید احمد صاحب۔کراچی میں بڑے مفتی ہیں ان کی کتاب حسن الفتاویٰ ہے۔کئی جلدوں میں آچکی ہے۔حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ کی طرف سے خلیفہ اور مجاز طریقت بھی ہیں۔ان کے والد کا وہ واقعہ ہے لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت مولانا تھانویؒ اپنا کلمہ پڑھواتے تھے۔پڑھوانا کہنا اس کو بالکل غلط ہے اس واسطے کہ مولانا تھانویؒ نے خود ان کو اس کی تلقین نہیں فرمائی بلکہ ان سے اسکا استفتاء کیا۔مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے بھی استفتاء کیا۔مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے بھی استفتاء کیا مفتی کفایت اللہ صاحب سے بھی استفتاء کیا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب سے بھی استفتاء کیا۔پھر مرید تو وہ بعد میں ہوئے۔اگر مرید ہونے سے پہلے کوئی چیز کرے تو اس کو یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے مرید نے کیا مرید ہو تو بعد میں ہوئے غرض اس طرح سے یہ سب مغالطے ہیں۔جو سیدھے سادھے بھولے بھالے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے راہ حق سے ہٹانے کیلئے گھڑ رکھے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔اور دیکھو اہل باطل کی طرف سے جو لوگ وکیل ہوں وہ کبھی اپنی طرف سے یہ بیان نہ کریں کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے ہم یہ کہتے ہیں بلکہ اس طرح سے کہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے تو آپ کے پاس کیا جواب ہے اگر مخالفین اس طرح سے دلیل پیش کریں تو آپ کے پاس کی جواب ہے اس طریقہ سے کہنا چاہیے یہ نہیں کہ گویا کہ خود ہی مدعی ہو کر انکی باتوں کو اپنی طرف منسوب کررہے ہیں یہ نہایت غلط اور مذموم طریقہ ہے۔

مناظرہ میں خصم سے بچنے کا اصول:

حافظ محمد طیب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ (بریلوی) لوگ بحث ومباحثہ

میں الجھا دیتے ہیں اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ سائل بنتے ہیں اور ہمیں مجیب بناتے ہیں۔ آپ ان کو مجیب بنا دیجئے پھر دیکھئے وہ ایسے الجھیں گے کہ نکلنا مشکل ہوگا۔

حضور ﷺ کے لئے علم غیب ثابت ماننے والوں سے کس طرح گفتگو کی جائے:

یافت کیا گیا کہ حضور اقدس ﷺ کے لئے علم غیب کلی ماننے والوں سے کس طرح گفتگو کی جائے۔ فرمایا کہ ان سے سوال کیا جائے کہ علم غیب حضور اقدس ﷺ کو کب عطا ہوا ولادت شریفہ سے قبل یا عین ولادت کے وقت یا اس کے بعد بلوغ سے قبل یا بلوغ کے بعد۔ پھر جس روز نبوت عطا ہوئی اس روز یا اس کے بعد کچھ بعد یا انتقال کے وقت آخری سانس میں۔ اگر وہ کہیں کہ آخری سانس میں عطا ہوا تو قطع نظر اس سے کہ اس کا فائدہ کیا ہوا ان سے معارضہ کیا جائے کہ آپ کا دعویٰ ایجابِ کلی کا ہے جس کے رفع کرنے کے لئے سلب جزئی کافی ہے مثلاً بخاری شریف (ج ۲، ص ۹۷۴) میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ حوض پر ہوں گے آپ کی طرف سامنے سے کچھ لوگ آتے ہونگے کہ اچانک ان کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا حضور اقدس ﷺ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے آدمی ہیں ان کو میرے پاس آنے دیا جائے اس پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب دیا جائے گا "انک لا تدری ما احد ثوا بعدک" آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی نئی باتیں پیدا کیں! اس پر حضور ﷺ ارشاد فرمائیں گے دوری ہو دوری ہو ان کیلئے جنہوں نے میرے بعد دین میں نئی چیزیں پیدا کیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کو علم غیب کلی عطا نہیں کیا گیا ورنہ آپ کو ان لوگوں کے احداث فی الدین کا ضرور علم ہوتا۔ اسی طرح، بخاری شریف (ج ۲، ص ۹۷۱) پر حدیث شفاعت میں ہے کہ جب لوگ بعض انبیاء علیہم السلام سے سفارش کی درخواست کرتے ہوئے ان کے انکار کر دینے پر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے گ۔ تو حضور اقدس ﷺ حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑیں گے۔ حق

تعالیٰ شانہ فرمائیں گے "اشفع تشفع" کہ سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا "ربی بحمد یعلمنی" اور اپنے رب کی ایسے کلمات سے حمد کرونگا جن کا علم مجھ کو اس وقت دیا جائے گا۔ (ج۲،ص۶۵۸) پر یہ الفاظ ہیں "ثم یفتح الله علی من محامده حسن الثناء علیه شیئا لم یفتحه علی احد قبلی" یعنی حق تعالیٰ شانہ اپنی حمد وثناء کیلئے مجھ کو ان کو کلمات کا علم عطا فرمائیں گے جنکا علم مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دیا ہوگا اس سے بھی علم غیب کلی کی نفی صاف ظاہر ہی ورنہ ان کلمات حمد کا آپکو اس وقت علم ہونے کا کیا مطلب۔

موضوع بالا پر مناظرہ:

فرمایا کہ ایک جگہ اس موضوع پر ان لوگوں سے گفتگو ہوئی انہوں نے استدلال میں یہ آیت "ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر" کو پیش کیا اور استدلال اس طرح کیا کہ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے استکثار خیر ثابت ہو جائے تو علم غیب ثابت ہو جائے گا ہم دیکھتے ہیں کہ استکثار خیر ثابت ہے۔ ارشاد ہے "ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیر اکثیراً" جس کو حکمت مل گئی اس کو خیر مل کثیر مل گئی اور حکمت ملنا حضور ﷺ کو یقینی امر ہے ارشاد باری ہے "ویعلمهم الکتاب والحکمة" حضور اقدس ﷺ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی طرح ارشاد ہے "انا اعطینک الکوثر" ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔ اس میں کوثر سے مراد خیر کثیر ہے۔ پس ہر دو آیت سے حضور اقدس ﷺ کو خیر کثیر کا عطا ہونا ثابت ہو گیا نتیجہ علم غیب بھی آپ کیلئے ثابت ہو گیا۔

میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اس طرح علم غیب کا ثبوت مان لو گے تو تعدد الٰہ (چند خدا ہونا) کو بھی ماننا پڑے گا اس واسطے کہ ارشاد ہے "لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا" اس میں فساد پر تعدد الٰہ کو مرتب کیا ہے۔ اور فساد ثابت ہے ارشاد ہے "ظهر الفساد فی البر والبحر" پس تعدد بھی ثابت ہوگا حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں۔ پھر یہ جواب آپ کے استدلال کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے ہے ورنہ تو آپ کا استدلال باطل

ہے اس لئے کہ مناطقہ نے تصریح کی ہے قیاسِ استثنائی متصل میں وضع تالی وضع مقدم کا نتیجہ نہیں دینا جیسا کہ رفع مقدم رفعِ تالی کا نتیجہ نہیں دیتا۔ ہاں وضع مقدم وضع تالی کا اور رفع تالی رفعِ مقدم کا نتیجہ دیتا ہے۔ کذافی شرح التہذیب شاہجہانی، ص ۱۴۸۔

مناظرہ کا فائدہ کب ہے:

بندہ نے عرض کیا کہ حضرت مدرسہ (خادم العلوم) میں طلبہ مناظرہ کا طور طریق سیکھنا چاہتے ہیں۔ بریلویت وغیرہ موضوعات پر کچھ کتابوں کی نشاندہی فرمادیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ جانبین سے سنجیدگی ومتانت ہو تو مناظرہ کا فائدہ بھی ہے۔ مگر ہم تو متانت اختیار کریں گے اور وہ گالیاں دیں، لغویات بکیں تو کیا کام ہے، ان کے جواب میں لغویات ہی ہوں تو بات ہے۔

آپکی والدہ کے دوسرے شوہر کا نام ہوگا

جیسے ایک مرتبہ میں ریل میں سفر کر رہا تھا ایک صاحب نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ میں نے بتایا کہ کانپور جا رہا ہوں۔ پوچھا کانپور کہاں جاؤ گے۔ میں نے بتایا مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور جامع مسجد میں جاؤں گا اس پر کہا اچھا وہ اشرف علی کافر کا مدرسہ ہے میں نے کہا اشرف علی کافر کون؟ میں اس سے واقف نہیں شاید آپ کی والدہ کے دوسرے شوہر کا نام ہو گا۔ پھر کہا مجھ سے غلطی ہوئی۔ آپ کی والدہ کے دوسرے شوہر کا نام نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی والدہ کے دوسرے شوہر کا نام ہو گا۔ مجھے علم نہیں آپ بتا دیجئے علم کی بات چھپانا تو حرام ہے۔ ہاں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے واقف ہوں۔ اس پر وہ پورا راستہ خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا۔

مولانا احمد رضا خانصاحب کا تقویٰ:

پھر فرمایا کہ ایک بریلوی کے ساتھ میرا مناظرہ ہوا، اس نے کہا مولانا احمد رضا خانصاحب جیسا تقویٰ کس کا ہوگا؟ میں نے کہا جی ہاں ساڑھے چار سال کی عمر کے نامحرموں

کونہیں دیکھا (جیسا کہ گذرا) اس وقت ضرورت بھی نہیں تھی۔ سوال یہ ہے کہ جب ضرورت تھی اس وقت دیکھا یا نہیں (وہ آنے والے واقعہ سے ظاہر ہوگا)۔

مولانا احمد رضا خانصاحب فرماتے ہیں کہ آدمی کا حال بچے جیسا ہے بچے کا جب دودھ چھوڑا جاتا ہے تو وہ چھوڑ دیتا ہے، ورنہ پیتا رہتا ہے۔ چنانچہ ایک عورت اپنی بیس سالہ لڑکی کے ساتھ اپنے رشتہ دارولہا کے یہاں گئی۔ وہ لڑکی اس عمر میں بھی ماں کا دودھ پیتی تھی وہاں بھی آئی اور والدہ سے مطالبہ کیا کہ مجھے دودھ پلاؤ۔ والدہ نے منع کیا۔ اس لڑکی نے زبردستی والدہ کولٹا کر کرتا اٹھا کر پستان منہ میں لیا اور دودھ پیا۔ خانصاحب فرماتے ہیں کہ یہ میں نے خود دیکھا ہے۔ دیکھو اٹھارہ بیس سالہ لڑکی کو دیکھ رہے ہیں، کرتا اٹھا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ انؒ میں سے کوئی چیز تقوے کے خلاف نہیں۔ اور نہیں معلوم کتنی اور نامحرم عورتیں ہونگی وہاں۔

مولانا احمد رضا خانصاحب اپنے فتویٰ کے روشنی میں ایسے ویسے:

ایک بریلوی صاحب اپنے کچھ معتقدین ئمہ کے ساتھ آئے۔ کمرہ کے باہر سے ہی کہا آپ سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا محترم: السلامُ علیکم تشریف تو لائیے۔ انہوں نے کہا مجھے آپ سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا آپ نے شرائط مناظرہ نہیں پڑھے۔ مناظرہ کی شرط یہ ہے کہ طرفین کا علم مساوی ہو اور میرا اور آپ کا علم کہاں مساوی ہے۔ میں خاک نشیں اور آپ فلک نشیں۔ دونوں کہاں برابر ہوسکتے ہیں۔ ہاں استفادہ کیلئے تیار ہوں اس واسطے کہ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ اگر پاخانہ میں بھی کوئی موتی ہو تو اس کو نکال لوں۔

شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ اگر نصیحت دیوار پر بھی لکھی ہو اس کو بھی وہاں سے قبول کرلے۔ انہوں نے کہا آپ کچھ ہی نام رکھ لیں آج چھوٹ کر نہیں جاؤ گے میں نے کہا یہ جملہ آپ اک بے محل ہے۔ اس واسطے کہ چھوٹ کر جانے کی فکر اس کو ہو جو دوسری جگہ جاکر پھنس گیا ہو میں تو اپنی جگہ بیٹھا ہوں۔ اس کے بعد میں نے کہا اچھا گفتگو سے پہلے کچھ اصول مقرر کرلیں جن کے تحت بات کریں ورنہ بات کرتے کرتے قیامت کا سویرا ہو جائے

گا لیکن نتیجہ نہیں نکلے گا۔اس لیے کچھ اصول ہونے چاہیں اوران اصولوں میں میں متبع ہوں مبتدع نہ ہوں۔انہوں نے کہا اچھا بتلائیے کیا اصول ہیں۔میں نے کہا:(۱) بلا دلیل نہ آپ کو قول معتبر ہوگا نہ میرا۔اس نے کہا بالکل صحیح ہے (۲) دلیل کیا ہو گی وہ آپ بتلائیں۔اس نے کہا قرآن و حدیث۔میں نے کہا الحمد اللہ۔اب میں سو فیصد کامیاب ہوں۔(۳) جو آیت یا حدیث میں استدلال میں پیش کروں اور وہ آپ کو پہلے سے معلوم ہوتو آپ یہ نہیں کہیں گے کہ اس کو کتاب میں کھول کر دکھاؤ۔اسی طرح جو حدیث یا قرآن پاک کی آیت آپ پیش کریں اور وہ مجھے معلوم ہے تو میں آپ سے نہیں کہوں گا کہ حوالہ دیں، کتاب کھول کر دکھائیں۔اس نے کہا تسلیم ہے۔(۴) قرآن پاک تیس پاروں میں ہے اور الحمد اللہ میں حافظ ہوں۔البتہ احادیث کا ذخیرہ بہت بڑا ہے۔کچھ کتابیں چھپیں کچھ نہ چھپیں، کوئی کتاب کہیں ہے کوئی کہیں ہے۔اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم مدار صحاح ستہ پر رکھیں جن کو پڑھ کر آدمی مولوی ہو جاتا ہے۔مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر احادیث معتبر نہیں بلکہ یہ آسانی کیلئے ہے، ایسا نہ ہو کہ آپ کسی کتاب کا حوالہ دیں اد رکہیں کہ جرمن کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ ہے اس طرح کیسے کام چلے گا۔اس نے کہا تسلیم ہے(۵) جو حدیث پیش کریں تو اس کی اصل کتاب کا حوالہ دیں۔ایسا نہ ہو کہ آپ کہنے لگیں کہ فلاں رسالہ یا فلاں اردو کی کتاب میں یہ لکھی ہے۔اصل کتاب میں دکھائیں۔اس نے کہا کیوں جی رسالے اور اردو کی کتابیں تمہارے نزدیک معتبر نہیں؟ میں نے کہا معتبر ہونے نہ ہونے کی تو بحث ہی نہیں۔جب اصل کتاب موجود ہے تو آپ اس میں دکھائیں۔اردو کی کتاب کی ضرورت کیا ہے۔وہ اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے۔میں نے دوسری چال چلی کہ دیکھو یا تو آپ مان لیں ورنہ مجھے بدگمانی ہوگی کہ حضور اکرم ﷺ کے علوم آپکو رسالہ تک محدود ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے بخاری شریف نہیں پڑھی صحاح ستہ نہیں پڑھیں اور یہ بدگمانی صرف مجھے نہیں بلکہ تمہارے معتقدین جو ساتھ ہیں ان کو بھی ہوگی کہ ہمارے حضرت کا علم اخبار اور رسالوں تک محدود ہے اور یہ ایسا نقصان ہے کہ آپ اس کی مکافات ساری عمر نہیں کر سکیں گے۔پھر میں نے ان کے

معتقدین سے کہا کہ آپ حضرات ان سے میری یہ سفارش کر دیں کہ اس شرط کو مان لیں انہوں نے کہا حضرت جی آپ اس کو مان لیں اس میں آپ کا کیا نقصان ہے۔ بات تو سیدھی سادھی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ خیر کچھ ردو کد کے بعد انہوں نے مان لیا۔ میں نے شکریہ ادا کیا پہلے معتقدین کا پھر ان کا۔ پھر میں نے کہا ایک بات اور رہ گئی جو کانٹے کی ہے وہ یہ کہ اگر کسی آیت یا حدیث پاک کا مطلب سمجھنے میں اختلاف ہو جائے آپ کہیں اس کا یہ مطلب ہے، میں کہوں یہ مطلب ہے۔ اس کے لئے ایک ثالث ہو جس میں تین اوصاف ہوں۔ علم، فہم، دیانت۔ اور آپکو اختیار ہے میری طرف سے جس کو چاہیں ثالث مقرر کر لیں۔ البتہ وہ تینوں اوصاف اس کے اندر ہونے چاہئیں۔ اس نے فوراً کہا احمد رضا خان۔ میں نے بہت اچھا مجھے منظور ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ مر گئے ان سے فیصلہ کیسے کراؤ گے کیونکہ جائیں گے تو یہی۔ میں تو پیچھے پیچھے ہوں گا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت نے فلاں کتاب میں لکھا ہے گنگوہیؒ کافر، نانوتویؒ کافر، تھانویؒ کافر جوان کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر اور جوان کو کافر نہ سمجھنے والے کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس کا نکاح ختم، بغیر نکاح جدید کے جو اولاد پیدا ہوگی وہ حرام کی ہوگی۔ اس نے کہا میرا بھی ایمان یہی ہے۔ میں نے فوراً ایک کتاب اس کے سامنے کھول کر رکھ دی اور کہا کہ دیکھو یہ کتاب اعلیٰ حضرت کے والد صاحب کی تصنیف ہے نا؟ اس نے کہا ہاں میں نے کہا بریلی سے چھپی ہے نا؟ اس نے کہا ہاں میں نے کہا کہ دیکھو اس میں اعلیٰ حضرت کے والد صاحب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ متبع سنت اور عالم اور محدث ہیں۔ اب بتلایئے اعلیٰ حضرت کے نظریے کے اعتبار سے اس کی کیا تشریح ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا۔ میں بتلاتا ہوں سنئے: اعلیٰ حضرت کے والد صاحب حضرت گنگوہیؒ کو کافر نہیں مانتے لہٰذا اعلیٰ حضرت کے نظریے کے اعتبار سے ان کے والد کافر ہو گئے۔ انکا نکاح ٹوٹ گیا اور ان سے جو اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے وہ حرامی ہوئے۔ اس پر اول تو انہوں نے اس کتاب کو زور سے زمین پر پٹک کر مارا۔ میں نے کہا ایسا نہ کیجئے اس میں حضور ﷺ پر درود شریف لکھا ہے۔ ادب کی چیز ہے، بے ادبی کی نہیں اور پٹک کر مارنے سے جواب ہوا بھی نہیں۔ بس یہ سن کر زبان بالکل

بند ہوگئی۔ بولنا تو در کنار وہاں سے اٹھنا بھی بھاری ہوگیا۔آخر مجبوراً وہاں سے اٹھے تب میں نے کہا دیکھئے آپ نے جو جملہ پہلے میرے لئے استعمال کیا تھا وہ بے محل تھا اب میں آپ کیلئے وہ جملہ استعمال کرتا ہوں جو بامحل ہے کہ آپ یہاں سے چھوٹ کر جانہیں سکتے اس کے باوجود بھی وہ کچھ نہ بولے بلکہ جانے لگے تو میں نے کہا مہربان اتنی بات اور سنتے جایئے کہ اعلیٰ حضرت کے تمام معتقدین میں اس بات کو پھیلائیں کہ تم لوگوں کا ایمان اس بات پر موقوف ہے کہ اعلیٰ حضرت کو کافر سمجھو، بددین اور مرتد سمجھو ورنہ تم خود بددین مرتد و کافر ہو۔

امام حرم نے کس کی تکفیر کی:

ارشاد: ٹرین میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ مولانا تھانویؒ پر امام حرم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے میں نے کہا غلط ہے۔اس نے کہا چھپا ہوا ہے میں نے کہا غلط چھپا ہے آخر وہ حضرت تھانویؒ پر کفر کا فتویٰ کیو لگاتے جبکہ حضرت تھانویؒ سے نہ ان کی ملاقات ہوئی نہ ان کی کوئی کتاب امام حرم نے پڑھی۔اس نے کہا کتاب تو پیش کی گئی تھی میں نے کہا حضرت تھانویؒ کی کتابیں اردو میں ہیں اور امام حرمین شریفین اردو جانتے نہیں تو وہ ان کی کتابیں کیسے پڑھ سکتے ہیں اس پر کہا عربی ترجمہ پیش کیا گیا ہے میں نے کہا ہاں وہ ترجمہ کفر ہے اس کو ہم بھی کفر مانتے ہیں۔صاحب ترجمہ کو امام حرمین نے کافر کہا ہے اور وہ ہیں مولانا احمد رضا خانصاحب کہنے لگے یہ عجیب بات ہے کہ بات تو تھی حضرت تھانویؒ کے کفر کی اور آن پڑی مولانا احمد رضا خانصاحب کے سر پر، میں نے کہا ہاں بھئی حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ اس کا محل نہ ہو تو وہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے،اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص دیوار پر گیند پھینک کر مارتا ہے تو اگر دیوار میں دھنسنے کی صلاحیت ہوتی تو گینداس میں دھنس جاتی ہے ورنہ پھینکنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے،اسی طرح مولانا احمد رضا خانصاحب نے کفر کا ٹوکرا اٹھا کر حضرت تھانویؒ کے سر پر رکھنا چاہا تھا مگر چونکہ حضرت کو حق تعالیٰ نے مقدس بنایا تھا اس لئے وہ الٹا مولانا احمد رضا خانصاحب کے اوپر ہی آ گرا۔اس پر وہ بولے آپ مجھے سمجھا دو بات کیا ہے، میں نے کہا حضرت تھانویؒ کی کتاب ہے" حفظ الایمان" اس میں ایک سوال نقل کر کے ایک جواب دیا

گیا ہے، سوال یہ ہے کہ زید حضور ﷺ کو عالم الغیب مانتا ہے اس کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا نہیں۔ حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ زید حضور ﷺ کو تمام غیوب کا عالم مانتا یا بعض کا۔ اگر جمیع غیوب کا عالم مانتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا کیونکہ یہ حق تعالیٰ شانہ کی صفت خاصہ ہے اور اگر بعض غیوب کا عالم مانتا ہے تو اس میں آپ ﷺ کی کیا تخصیص ہے بعض غیوب کا علم تو ایک عام آدمی کو بھی ہوتا ہے۔ چھوٹے بچے کو بھی ہوتا ہے اور انسان ہی نہیں بلکہ بعض حیوان کو بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اس نے آپ ﷺ توہین کی کہ آپ ﷺ کو عام آدمی کی طرح سمجھا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ایک صورت میں شرک لازم آتا ہے اور ایک صورت میں توہین لہٰذا زید کا حضور ﷺ کو عالم غیب کہنا صحیح نہیں۔ مولانا احمد رضا خانصاحب نے اس کو مسخ کیا اور امام حرم کے سامنے یہ پیش کیا کہ مولانا تھانویؒ حضور اقدس ﷺ کو گھوڑوں گدھوں کے برابر مانتے ہیں۔ انہوں نے اس عبارت والے کا کفر کہا اور وہ ہیں مولانا احمد رضا خانصاحب۔ مولانا تھانویؒ کی یہ عبارت نہیں ہے۔ اس پر وہ صاحب بولے کہ آپ نے میرے لئے علم کا بہت بڑا دروازہ کھول دیا۔

بدعتیوں پر رعب:

ارشاد: باندہ میں تبلیغی اجتماع طے ہوا ادھر بدعتیوں نے سازش کی کہ جو مقرر تقریر کے لئے کھڑا ہوا گا اعتراضات کریں گے تاکہ مقرر عاجز آجائے۔ میں نے کہا مجھے رکشہ میں بٹھا کر شہر گھما دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے رکشہ میں بٹھا کر سارے شہر میں گھما دیا۔ شہر والے مجھے پہچانتے تھے۔ بدعتیوں نے دیکھ کر کہنا شروع کر دیا آ گیا آ گیا اب کام نہیں چلے گا اب دال نہیں گلے گی، ایسا جواب ملے گا کہ عقل ٹھکانے آجائے گی، اور گو وہ مجھے نظر نہ آتے تھے مگر میں تو ان کو نظر آتا تھا اس کا اثر یہ ہوا کہ جن کو تیار کیا تھا وہ سوالات لے کر آئے تو مگر انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا بلکہ خاموش بیٹھے تقریریں سنتے رہے۔ اور اطمینان سے سارا کام ہو گیا۔ یہاں تک کہ تشکیل ہوئی اس میں اپنا نام لکھایا چلہ کے لئے اور گئے بھی چلّے میں۔

رضاخانیوں کے فتنہ فساد کرنے وجہ:

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت آج کل یہ رضاخانی اتنا فتنہ کیو مچا رہے ہیں۔ ہر جگہ دیکھوان کا فتنہ ہے اس پر ارشاد فرمایا کہ بے چارے فتنہ کیوں نہ کریں گے جبکہ آپ کے پالن حقانی صاحب ہر جگہ اپنی زور آور تقریریں کر رہے ہیں جس سے ان کی خانقاہیں مدرسے ویران ہوتے جا رہے ہیں دوسری طرف آپ کی تبلیغی جماعت سعی میں مشغول ہے جو سب کو کھینچ کھینچ کر چلہ کیلئے لے جاتے ہیں اعلیٰ حضرت احمد رضا خانصاحب کے نواسے خود تبلیغی جماعت میں نکل گئے نظام الدین بھی آتے تھے اس وجہ سے ان کے پیروں تلے کی زمین نکلتی جارہی ہے۔

حضرت مہتمم صاحب ؒ کا مناظرانہ جواب:

ارشاد فرمایا کہ حضرت صاحب مہتمم صاحبؒ سے ایک بدعتی نے کہا کہ حضرت۔ آپ لوگوں نے ایک جاہل شخص (پالن حقانی صاحب) کو عالم بنادیا ہے اس نے ساری دنیا میں تقریریں کر کے فتنہ برپا کر رکھا ہے تو حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ ہم نے تو ایک ہی جاہل کو عالم بنایا ہے اور آپ کے یہاں تو سارے ہی جاہل عالم بنے ہوئے ہیں ہم بہت مدت سے آپ کے سب جاہلوں کو برداشت کر رہے ہیں آپ ہمارے ایک جاہل کو برداشت کرلیں۔

پھر حضرت زید مجدہ نے فرمایا کہ حضرت مہتمم صاحب نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ مناظرانہ تھا ان کی شان اور اہتمام کے لائق یہ جواب نہ تھا کہ ہمارا تو کام ہی یہی ہے کہ ہم جاہلوں کو عالم بناتے ہیں۔

بریلویوں کا مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ذات کو موضوع مناظرہ بنانے سے انکار

ارشاد فرمایا ایک جگہ بریلویوں سے مناظرہ کے لئے جانا ہوا۔ وہاں ہم نے کہا کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی ذات کو موضوع بنایا جائے مناظرہ کا۔ ان کا کفر ثابت کیا جائے۔ مگر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ وہاں پولیس کا بھی انتظام تھا ہم نے داروغہ

سے کہا کہ آپ نے کبھی شکار تو کھیلا ہوگا۔اس نے کہا جی ہاں۔میں نے کہا ہرن کا نشانہ اس کی دم پر لگاتے ہیں یا سر پر؟ کہا سر پر کیونکہ سر پو گولی لگنے سے دم تو خود بخود شکار ہو جائے گی۔میں نے کہا اسی طرح ہمارے بڑے ہیں۔ان کو مناظرہ کا موضوع بنایا جائے جب ان کا کفر ثابت ہو جائے گا ہمار خود بخود ہو جائے گا۔داروغہ نے کہا، جی ہاں بات تو معقول ہے مگر وہ پھر بھی ان کو موضوع بنانے پر تیار نہیں ہوئے۔

پھر تو سنی نہیں ہو:

ارشاد: ایک جگہ بریلویوں سے مناظرہ کے لئے جانا ہوا وہاں حکومت کی طرف سے پابندی لگ گئی ان کے ایک عامی شخص نے کہا کہ ہم اتنی دور سے مناظرہ سننے کیلئے ہیں مگر مناظرہ ہوا ہی نہیں۔میں نے کہا ہم اتنی دور سے مناظرہ کرنے کو آئے تھے پھر بھی مناظرہ نہیں ہوا۔اس نے کہا چلو میں کرتا ہوں مناظرہ۔میں نے کہا کرو یہ بتلاؤ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں سنی ہوں میں نے پوچھا اعلیٰ حضرت کے مرید ہو؟ کہا، ہاں میں، میں نے کہا پھر تو سنی نہیں ہو کیونکہ اعلیٰ حضرت نے محفوظات میں لکھا ہے مجھ سے سنت معاف کر دی گئی ہیں اور جس پر سنت معاف ہو جائے وہ سنی نہیں ہو سکتا۔اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

بریلویوں کا حضرت تھانویؒ پر سی آئی ڈی ہونے کا الزام:

ارشاد: ایک جگہ بریلویوں سے مناظرہ ہو رہا تھا ان کے ایک صاحب نے تقریر میں کہا کہ ہم نے انگریز کو اپنے سینے پر گولی کھا کر نکالا ہے اور دار العلوم دیو بند پاکستان کا اڈہ ہے۔۷۴ء کے بعد سب سے پہلے دار العلوم کی تلاشی ہوئی اور مولانا تھانویؒ انگریزوں کے سی آئی ڈی تھے۔سو روپیہ تنخواہ انگریز ان کو دیتے تھے اس پر میں نے کہا اگر کسی شخص کو بدنام کرنا ہو تو اس کی بہتر تدبیر یہ ہے کہ اس کو مخالفین کا سی آئی ڈی کہہ دیا جائے اور صحیح پتہ تو اس کو ہو جو خود اس محکمہ سے تعلق رکھتا ہو۔ہو سکتا ہے مولانا احمد رضا خانصاحب انتہائی رازداری کے ساتھ اپنے حلقۂ اثر کے ڈر سے سو روپے ماہوار انگریز سے لے کر مولانا تھانویؒ کے پاس پہنچایا کرتے ہوں۔معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی سی آئی ڈی ہیں آپ کا بھی حصہ

ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ انگریز کو ہم نے سینہ پر گولی کھا کر ہندوستان سے نکالا ہے۔ مولانا احمد رضا خانصاحب نے انگریز کے زمانہ میں ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور انگریز کو ظل اللہ فی الارض لکھا ہے جس کو تمہارے اعلیٰ حضرت ظل اللہ فی الارض کہتے ہیں تم نے اس کو سینہ پر گولی کھا کر نکالا ہے۔ کتنے خوش ہو رہے ہوں گے وہ قبر میں کہ میرے متبعین ظل اللہ فی الارض کو سینہ پر گولی کھا کر نکال رہے ہیں۔ رہا یہ دارالعلوم کی تلاشی ہوئی تو آپ جیسے مہربان زندہ ہیں تو کبھی تلاشی ہو سکتی ہے۔ اس وقت بھی آپ جیسے مہربان تھے اس لئے تلاشی ہو گئی اس میں کیا تعجب ہے جس کو چاہیں گے اس کی تلاشی ہو جائے گی۔

شیطان کن لوگوں کے پاس آتا ہے:

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شیعی نے مجھ سے کہا کہ شیعہ حضرات اپنے مذہب کے پکے ہوتے ہیں۔ جب سنو کہ فلاں شخص قادیانی ہو گیا یا فلاں شخص عیسائی ہو گیا تحقیق کرو تو وہ سنی ہی نکلے گا۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں تمہاری بات صحیح ہے ابلیس شیطان تو انہی لوگوں کے پاس آتا ہے جن کے پاس ایمان ہو اور سنی حضرات کے پاس ایمان ہے اس لئے شیطان ان کے پاس آتا ہے اور جن کے پاس ایمان نہیں ان سے تو وہ پہلے ہی مطمئن ہے ان کے پاس آ کر شیطان کیا کرے گا۔ وہ تو وہیں آئے گا جہاں تھوڑا بہت ایمان ہو اس پر وہ خاموش ہو رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کے فتاویٰ خود انہی پر لوٹ گئے:

ارشاد فرمایا کہ ''الکوکب الشہابیہ فی تکفیر ابی الوھابیہ'' میں مولانا احمد رضا خانصاحب نے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کو ابوالوھابیہ قرار دیکر جگہ جگہ انکی تکفیر کی ہے۔ یہاں تک لکھا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، اس کا نکاح ختم اس کی اولاد حرامی۔ مگر آخر میں لکھتے ہیں کہ علما محتاطین نے ان کی تکفیر نہیں کی اور میں بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا۔ اس عبارت سے جو فتاویٰ شروع یا درمیان کتاب میں لکھے وہ سب ان پر لوٹ گئے کفر کا فتویٰ بھی، نکاح ٹوٹنے اور اولاد کے حرامی ہونے کا بھی۔

وہاں نکاح کا کیا سوال:

ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک صاحب رکشہ میں بیٹھے ہوئے آرہے تے۔راستہ میں ان (بریلویوں) کے مقتدا مولانا غلام مصطفیٰ صاحب تھے انہوں نے دیکھ لیا کوئی اجنبی شخص ہے۔انہوں نے ان کو سلام کرلیا۔السلام علیکم۔انہوں نے جواب دیا کہ میں دیوبندی ہوں۔انہوں نے کہا ہوں گے آپ اپنے گھر کے دیوبندی۔تو ان صاحب نے مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سے کہا کہ جی نہیں آپ کا نکاح ٹوٹ گیا۔آپ اپنا نکاح دوبارہ پڑھوایئے۔پھر مجھے سنایا کہ ایسی بات پیش آئی۔میں نے کہا کہ تم لوگ بہت بے وقوف آدمی ہو۔وہاں نکاح کا کیا سوال انہوں نے تو تین طلاق دینے کے بعد رکھ رکھی ہے۔

آپ نیچے پر آیئے:

ارشادفرمایا کہ ایک رضا خانی نے وعظ کہنے کیلئے خط پڑھا۔ادھر سے کھڑے ہوکر ایک نے کہہ دیا کہ آپ نیچے آجایئے ہم آپ کی تقریر سننا نہیں چاہتے۔تو کہا کہ محترم کیا بات ہے۔تو انہوں نے کہ آپ نے مجھے محترم کہا ہے۔میں دیوبندی ہوں اور جو شخص دیوبندی کو محترم کہتا ہے وہ کافر ہوجاتا ہے لہٰذا آپ اپنے اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے رو سے کافر ہوگئے۔آپ نیچے آجایئے۔پھر انہوں نے پوچھا کہ مولانا کیا بات ہے۔تو انہوں نے کہا کہ آپ نے مجھے مولانا کہا میں دیوبندی ہوں اور دیوبندی کو مولانا کہنا حرام ہے۔آپ ڈبل کافر ہوگئے۔آپ نیچے آجایئے۔جو شخص بدعت کا کام کرے اس کو بدعتی کہتے ہیں اور جو حرام کام کرے اس کو کیا کہتے ہیں وہ آپ جانیں۔

تعزیہ کی ابتداء اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کا فتویٰ:

حضرت حافظ محمد طیب صاحب نے سوال فرمایا کہ تعزیہ کی ابتداء اور سند کہاں سے ملتی ہے تو اس پر ارشاد فرمایا کہ مشہور یہ ہے کہ بادشاہ نجف اشرف (شہر کا نام ہے) ہر سال جایا کرتا تھا اور وہاں جاکر اپنی خواہشات ماتم وغیرہ پوری کیا کرتا تھا۔جس سے سلطنت کے

کاموں میں حرج ہوتا اور بہت سارے کام رک جاتے تھے۔وزیروں نے مل ملا کر کہا کہ ہم یہیں تعزیہ کا انتظام کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ تعزیہ بنایا اور بادشاہ سے کہا کہ بس یہیں زیارت کرلیا کریں۔ پھر فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے تعزیہ کے متعلق لکھا ہے کہ جس شخص نے بانس بویا اور جس نے اس پانی دیا، جس شخص نے ہو چھرا بنایا جس بانس کاٹا جاتا ہے۔غرض وہاں سے شروع کیا سب کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب کافر ہیں۔اتنے سخت ہیں کہ کسی کو نہیں بخشتا۔

مولانا شہیدؒ کی عبارت پر اعتراض:

ارشاد فرمایا کہ کسی نے مولانا احمد علی صاحب محدث سہار نپوریؒ کی خدمت میں اعتراضاً کہا کہ کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے ایک بات تو ایسی لکھ دی ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر کفر عائد ہوئے بغیر نہیں رہتا اور وہ یہ کہ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اللہ چاہے تو محمد ﷺ جیسے سینکڑوں بناڈالے اس میں لفظ ڈالے ایسا ہے جو صاف طور پر حضرت نبی کریم ﷺ کی تحقیر پر دلالت کر رہا ہے مولانا نے جواب دیا کہ بناڈالے میں لفظ ڈالے سے فعل کی تحقیر مقصود ہے نہ کہ مفعول کی مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ آپ تاویلیں کرتے ہیں اس واقعہ کے دو تین روز بعد ہی وہ صاحب پھر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت آپ نے بہت سے حدیث وتفسیر کی کتابیں چھپوائی ہیں کیونکہ آپ کے یہاں مطبع موجود ہے کاتب موجود ہے سب سامان کاغذ وغیرہ مہیا ہے لہٰذا تفسیر بیضاوی بھی چھپوا ڈالتے ،اس پر مولانا نے فرمایا کہ یہ وہی ڈالنا ہے جس پر چند روز پہلے مولانا شہیدؒ کی تکفیر کر رہے تھے اب آپ نے تفسیر بیضاوی کو چھپوا ڈالنے کو کہا اور قرآن تفسیر کا جز ہے اور کل کی تحقیر سے جز کی تحقیر لازم آتی ہے لہٰذا آپ نے قرآن پاک کی تحقیر کی اب ان کی آنکھیں کھلیں اور مولانا کے اس جواب کی حقیقت سمجھ میں آئی۔

ایک مخالف کا حضرت تھانویؒ کے حق میں سفید جھوٹ:

ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ایک صاحب تھے جن کا نام تو معلوم نہیں گیا تھا ہاں حاجی

چنوں سے وہ معروف تھے وہ کہتے تھے کہ مجھ سے مولوی حشمت علی رضوی نے کہا تھا کہ مولانا تھانوی نے چونکہ حفظ الایمان میں حضور ﷺ کی توہین کی ہے اس لئے ان کا چہرہ مسخ ہوگیا ہے اسی لئے وہ ہمہ وقت نقاب ڈالے رہتے ہیں کسی کے سامنے نقاب نہیں اٹھاتے مجھے اس کا یقین ہوگیا کسی موقع پر حضرت تھانویؒ کانپور تشریف لائے میں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مولوی حشمت کی بات کسی طرح صحیح ہے حضرت کو دیکھنے کے لئے تیار ہوگیا تو دیکھا کہ حضرت کا چہرہ بہایت منور ہے کوئی نقاب نہیں صحیح سالم ہے مسخ نہیں فوراً میں نے مولوی حشمت پر لعنت کی اور ان کے حق میں میری زبان سے بددعا نکلی اور ان کی بیعت فسخ کرکے حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوا۔

مناظر اسلام مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کے ملفوظات سے انتخاب

مولانا ظفر احمد عثمانی حج یا عمرہ پر جانے لگے تو حضرت تھانویؒ نے انہیں فرمایا جب روضہ پاک پر حاضری ہو تو میرا بھی سلام عرض کرنا۔ مولانا وہاں تشریف لے گئے۔ جب روضہ پاک پر حاضر ہوئے، صلوٰۃ وسلام پڑھا لیکن حضرت تھانویؒ کا سلام کہنا بھول گئے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی تو سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اشرف علی کو میرا سلام کہنا اور کہنا تو جو شرک و بدعت کے خلاف کام کر رہا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں۔ جب مولانا واپس تشریف لائے تو حضرت تھانویؒ نے پوچھا کیا میرا سلام بھی پہنچایا تھا۔ اس پر مولانا نے اس پورا واقعہ حضرت کو سنایا۔ جب حضرت تھانویؒ نے یہ واقعہ سنا تو رونے لگے اور بار بار فرماتے کہ پھر کہو۔ حضرت پاک ﷺ نے کیا فرمایا تھا اور صلوٰۃ وسلام بھی پڑھنے لگے اور مرید بن کر فرمایا آج مجلس ذکر میں ذکر کی بجائے ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' پڑھیں گے اور تصور یہ کریں گے کہ ہم روضہ پاک پر کھڑے ہیں۔ اب جب میں نے یہ واقعہ پڑھا تو وہ آدمی جو مناظرہ کروا رہا تھا بریلوی مناظر سے پوچھتا ہے کیا واقعہ ایسے ہی ہے جیسے انہوں نے پڑھا ہے تو بریلوی مناظر بولا واقعہ تو ایسے ہی ہے، اس پر وہ آدمی کھڑا ہوا اور کہا بس مناظرہ ختم ہوگیا ہے، جن دیوبندیوں کے اشرف علی تھانویؒ ایسے ہیں کہ رسول پاک ﷺ سلام بھیج رہے ہیں ان دیوبندیوں کے بڑے کیسے ہوں گے؟ میں

اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ میرے علاقے میں کسی مولوی کو اجازت نہیں کہ علماء دیوبند کے خلاف کچھ کہے۔تو یوں حضرت رحمۃ اللہ کی فہم وفراست اور وسعت مطالعہ کی برکت سے مناظرہ کی شکست فتح میں تبدیل ہوگئی۔

ایک اور مناظرہ:

بریلوی مناظرین ''عبارات اکابر'' پر مناظرہ بڑے زور شور سے کرتے تھے۔ان کے مشہور مناظر مولوی سعید اسد نے حضرت سے بھی عبارات اکابر پر مناظرہ کیا لیکن اسے ایک مناظرے میں ہی اندازہ ہوگیا کہ حضرت اوکاڑوی کیا چیز ہیں؟ ہوا یوں کہ گوجرانوالہ کے قریب کسی علاقے میں عبارات اکابر پر بریلوی حضرات نے دیوبندیوں سے مناظرہ طے کرلیا۔اب ہمارے ساتھی حضرت رحمۃ اللہ کے پاس آئے۔حضرت نے فرمایا میری تو تمہارے ساتھ شناسائی نہیں ہے۔میں نصرۃ العلوم پہنچ جاؤں گا وہاں سے آکر مجھے لے جانا۔چنانچہ حضرت وہاں پہنچ گئے اور وہ ساتھ وہاں سے آکر لے گئے۔اب ہماری جانب سے جو صدر مناظر تھا اس نام محمد یوسف تھا اور بریلویوں ی جانب سے بھی مناظر جو تھا اس کا نام بھی محمد یوسف تھا لیکن ہوان کا مولوی تھا۔اب جب مناظرہ شروع ہوا تو مولوی سعید اسد نے جب حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ کی گرفت دیکھی تو بہت پریشان ہوا اور تقریباً پون گھنٹہ گفتگو کرنے کے بعد ہی گھبرا گیا۔اب اسے جان چھڑانے ک سوجھی تو اس نے مولوی یوسف کو اشارہ کیا جو بریلوی تھا۔وہ کھڑا ہوا اور اعلان کر دیا۔میں محمد یوسف دیوبندی تھا،اب بریلوی ہوگیا ہوں۔لوگوں نے یہی سمجھا کہ یہ دیوبندی محمد یوسف بول رہا ہے۔اب اس کے اس اعلان پر مناظرہ میں شور مچ گیا تو مناظرہ کروانے والا آدمی جو اس علاقے کا نمبر دار تھا آیا اور حضرت رحمۃ اللہ سے کہنے لگا حالات خراب ہوگئے ہیں،لہٰذا آپ مہربانی فرما کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔خطرہ ہے کہ آپ پر حملہ نہ کردیں۔چنانچہ حضرت وہاں سے تشریف لے آئے۔کچھ دنوں کے بعد حضرت چکوال یا جہلم کے علاقے میں پروگرام کے لئے گئے تو بیس کے قریب آدمی حاضر ہوئے۔ان میں وہ نمبر دار بھی تھا جس نے مناظرہ کروایا تھا۔اس نے کہا آپ کا مناظرہ تو لڑائی پر ختم ہو گیا

تھا۔ جب شام ہوئی تو میں نے اپنے چک کے پڑھے لکھے طبقہ کو اکٹھا کیا اور کہا کہ اس وقت تو ہم مناظرہ کا فیصلہ نہ کر سکے مناظرہ کیسٹ موجود ہے اسے سنتے ہیں تا کہ پتا چلے کہ امین نے کیا کہا اور سعید اسد نے کیا کہا۔ چنانچہ ہم نے وہ کیسٹ سنی اور سن کر اس نتیجے پر پہنچے کہ آپ سچے ہیں، وہ جھوٹے۔ لہٰذا ہم سارے کے سارے آدمی دیوبندی ہو گئے۔

اس واقعے کے بعد پھر سعید اسد عبارات اکابر کے موضوع پر حضرت رحمۃ اللہ کے مقابلے میں آئے مگر جرأت نہ کر سکا۔ اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب کسی علاقے میں (مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا) نور و بشر کے موضوع پر سعید اسد حضرت رحمۃ اللہ کے مقابلے میں آیا لیکن لینے کی بجائے دینے پڑ گئے اور گجرات کے مناظر کی طرح شور مچا کر بھاگنے میں عافیت سمجھی۔ اس مناظرے کا واقعہ بھی اجمالاً حضرت رحمۃ اللہ نے مجھے سنایا تھا۔

واقعہ:

حضرت رحمۃ اللہ نے بتایا کہ میں اور علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم وہاں مناظرہ کے لئے پہنچے تو جس مکان میں ہمیں بٹھایا گیا وہ بھی کٹر بریلویوں کا تھا۔ ہوا یوں کہ ہم اس مکان میں جا کر بیٹھ گئے کوئی سلام تک نہ کرنے آیا۔ اب میری (حضرت رحمۃ اللہ) کی توجہ تو ان کی طرف نہیں جاتی لیکن علامہ صاحب نے محسوس فرما لیا اور مجھے کہا کیا بات ہے کسی نے سلام تک نہیں کیا۔ اب جو آدمی ہمیں لے کر آیا تھا جب وہ پانی لے کر آیا تو علامہ صاحب نے اس کے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ گھر بریلویوں کا ہے۔ اس پر علامہ صاحب نے کہا کہ کسی دیوبندی کے گھر کیوں نہیں بٹھایا تو اس نے بتایا کہ پوری بستی میں دیوبندیوں کا ایک بھی گھر نہیں ہے۔ اب وہ صاحب ان باتوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ اٹھے اور جا کر ڈیرہ اسماعیل خان مولانا علاؤ الدین صاحب کو فون پر کہہ دیا کہ ہم اس طرح پھنس چکے ہیں۔ فوراً آدمی لے کر پہنچو۔ مولانا علاؤ الدین صاحب بس بھر کے آدمیوں کی پہنچ گئے۔ وہاں آ کر انہوں نے حالات دیکھ کر پولیس کو فون کیا تو کافی پولیس کے آدمی بھی وہاں پہنچ گئے۔ اب پولیس ... کہنے مناظرہ نہیں ہونے دینا۔ مولانا علاء الدین صاحب

نے فرمایا اب مولوی اکٹھے ہو چکے ہیں انہیں ذرا لڑنے دیں۔ چنانچہ مناظرہ شروع ہو گیا، ادھر دیوبندی کی جانب سے میں مناظر تھا اور علامہ صاحب معین مناظر تھے۔ بریلویوں کی جانب سے مولوی سعید اسد تھا۔ چنانچہ گفتگو ہوتی رہی۔ جب انہیں شکست واضح نظر آنے لگی تو ایک اس علاقے کا بدمعاش اٹھا اور کھڑے ہو کر اعلان کر دیا ہم بریلوی جیت گئے۔ دیوبندی ہار گئے، اس پر لوگوں نے اس کی خوب اچھی طرح پٹائی کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مناظرہ ختم ہو گیا اور وہ جو بریلوی کی مسجد تھی شام تک پولیس نے اس کو تالہ لگا دیا۔ چنانچہ اس مناظرہ کے بعد پھر کبھی ان لوگوں کو حضرت سے گفتگو کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ابھی حضرت کی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل دہاڑی میں علماء دیوبند نے کچھ بریلوی افراد پر مقدمہ کروا دیا تھا تو بحث کے لئے حضرت رحمۃ اللہ تشریف لے گئے، مگر کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ علماء دیوبند کے اس شیر کے سامنے آتا۔ ان کی طرف سے یہی مطالبہ رہا کہ امین اوکاڑوی کے علاوہ کوئی اور بات کرے، اس سے ہم بات نہیں کرتے حالانکہ ان کے بڑے نامی گرامی مناظر موجود تھے۔ لیکن علم کے بحر بے کراں کے سامنے سارے شرم سار کھڑے تھے، کیونکہ اسے پتہ تھا کہ ہر کسی کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے مگر مولانا امین کو دھوکہ دینا میرے بس میں نہیں۔

مولوی اسد فیصل آبادی مشہور زمانہ بدعتی کے ساتھ عبارات اکابر علماء دیوبند پر مناظرہ ہوا مگر اس مناظرہ میں مولانا نے عبارات کی جو دلکش اور صداقت و تحقیق سے لبریز توجیہات فرمائیں ہو مستقل علم تحقیق کا ایک باب ہے۔ بلا شبہ ہمارے اکابر مولانا منظور صاحب نعمانیؒ اور امام اہل سنت ترجمان مسلک دیوبند محقق العصر محدث کبیر مفسر عظیم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر بارک اللہ فی حیاتھم القیمہ۔ اپنی کتاب اور بالخصوص ''عبارات اکابر'' کے عنادین کے ساتھ جلیل القدر تصنیفات فرما چکے ہیں۔ اگر مبتدعین کے لئے عنداللہ ہدایت مقدر ہوتی تو وہ سنور سکتے تھے لیکن مولانا امین صاحب مرحوم کے مناظروں کے پر ہجوم ماحول نے ان کی آنکھیں روشن کرائیں۔ ہمارے بزرگ اور مخدوم جو اس وقت اللہ تعالیٰ کی زمین پر علم راسخ کا ایک بحر بے کراں ہیں حضرت العلامہ خالد محمود سلمہ المعبود نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مبتدین کے ساتھ مولانا مرحوم کا غالباً ڈیرہ اسماعیل

خان میں مناظرہ تھا۔مناظر حضرت مولانا مرحوم تھے اور حضرت العلامہ بھی تشریف فرما تھے۔حضرت مولانا امین صاحب نے تقریری مناظرہ میں ''بدعت خبیثہ'' فرمایا جس پر بدعتی مناظر نے اوران کے حواریوں نے بہت شور کیا کہ بدعت حسنہ یا سیئہ تو ہے لیکن ''خبیثہ'' کا لفظ آپ کی جعل سازی ہے۔حضرت علامہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے یہ سمجھا کہ حضرت مولانا امین صاحب سے سبقت لسانی ہوگئی،مگر بدعتیوں کے شدید مطالبے کے نتیجہ میں جب حضرت مولانا مرحوم نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی جلد پکڑ کر اور دوسرے تیسرے صفحے پر مجدد کے الفاظ میں بدعت خبیثہ دکھانے لگے۔وہ ایک کرامت کی فضاء اور اہل حق کی نصرت من اللہ کا سماں بندھ گیا۔

اہل بدعت کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ لوگ جو بدعات کرتے ہیں ان سے یہ سوال کرو کہ فقہ حنفی میں اس کا حکم کیا ہے اور وہ حکم فقہ حنفی کی معتبر کتاب سے نکال کر دیکھادو۔اپنے سکول کا ایک واقعہ سنایا کہ وہاں ایک مولوی صاحب نے اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم کیا ہے؟اس نے کہا مباح ہے۔میں نے کہا مباح کی تعریف کر۔اس نے کہا آپ ہی کر دیں تو میں نے کہا کہ مباح کی تعریف تو یہ ہے کہ جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں گناہ نہ ہوا۔اس نے کہا یہی تعریف ہے تو میں نے کہا۔کہ یہ عجیب ہے کہ ویسے تو درود شریف پڑھنے سے یا ک دفعہ پڑھو تو دس نیکیاں ملتی ہیں۔دس گناہ معاف ہوتے ہیں،دس درجے بلند ہوتے ہیں،دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں تو اذان سے پہلے پڑھنے سے آپ کے کہنے کے مطابق کوئی ثواب ہی نہیں۔یہ سن کر وہ سکول سے ایسا بھاگا کہ پھر کبھی آتا ہی نہیں تھا۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے ملفوظات سے انتخاب

فیصلہ ہفت مسئلہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرو مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر سات متنازع مسائل سے متعلق ایک رسالہ بنام ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' تحریر فرمایا تھا اور اُسے حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف منسوب کیا تھا۔ اس رسالہ کے چھپنے کے بعد دو طرح کے لوگ ہو گئے ایک وہ جو اس کی موافقت میں پیش پیش تھے نہ صرف موافقت بلکہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے، دوسرے وہ لوگ تھے جو شدومد سے اس کی مخالفت کرتے تھے۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اصل صورت حال کی وضاحت فرمائی اور اس سے متعلق ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کے ساتھ دو ضمیمے شائع فرمائے ان ضمیموں کے ساتھ ایک سچا خواب بھی ذکر فرمایا جس سے ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کی حیثیت بھی متعین ہو جاتی ہے اور اس میں ذکر کردہ مسائل کی بابت صحیح مؤقف بھی واضح ہو جاتا ہے یہ ایک عجیب وغریب اور سچا خواب ہے ان صفحات میں ہم یہ خواب قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ موجودہ حالات میں اس سے صحیح رہنمائی حاصل کی جا سکے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

''یہ دونوں ضمیمے تو قاعد شرعیہ پر مبنی ہیں اب ان کی ایک تائید ایک رویائے صالحہ سے جس کا لقب حدیث میں مبشر آیا ہے نقل کی جاتی ہے۔ صاحب رویا جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ

ہیں اور صاحب روایت اُن کے خلف الصدق مولوی حافظ قاری محمد طیب صاحب مہتمم حال مدرسہ موصوفہ ہیں۔ **وھی ھذہ بعین عبارۃ الراوی وھی رویا عجیبۃ مشتملۃ علی حقائق غریبۃ (نحمدہ و نصلی)**

احقر نے اپنے حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے ذیل کا واقعہ سُنا ہے فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ چھپا اور اس کی نسبت حضرت مرشد عالم حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کی طرف تھی اس لیے ہم لوگوں کو سخت ضیق پیش آئی۔ موافقت کر نہیں سکتے تھے، اور مخالفت میں حضرت کی نسبت سامنے آتی تھی۔ حیرانی تھی۔ اسی دوران میں میں نے حضرت والد صاحبؒ نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا دیوان خانہ ہے اور اس میں حضرت حاجی صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں میں بھی حاضر ہوں او ہفت مسئلہ کا تذکرہ ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ارشاد فرمارہے ہیں کہ بھائی علماء اس میں تشدد کیوں کر رہے ہیں۔ گنجائش تو ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت گنجائش نہیں ہے۔ ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی۔ ارشاد فرمایا کہ یہ تو تشدد معلوم ہوتا ہے۔ میں نے پھر بہت ہی ادب سے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں درست ہے مگر حضرات فقہاء تو اس کے خلاف ہی کہتے ہیں۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں میں ردو قدح بھی کر رہا ہوں، لیکن حضرت کی عظمت میں ایک رتی برابر فرق نہیں دیکھتا تھا۔ اسی ردو قدح میں آخر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بات مختصر کرو اگر خود صاحب شریعت فیصلہ فرمادیں پھر؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اُس کے بعد کس کی مجال ہے کہ خلاف چل سکے۔ فرمایا کہ اچھا ان شاء اللہ اسی جگہ خود حضرت صاحب شریعت ہی ہمارے تمہارے درمیان میں فیصلہ فرمادیں گے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ اس بات سے مجھے بغایت مسرت ہو رہی ہے کہ آج الحمد للہ حضرت صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گی اور اسی کے ساتھ حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور زیادہ قلب میں بڑھ گئی کہ حق تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے معاملات میں براہ راست حضور کی طرف رجوع بھی کر سکتے ہیں اور حضور کو اپنے یہاں بُلا بھی سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ لو تیار ہو بیٹھو حضور تشریف لا رہے ہیں اتنے میں میں نے دیکھا کہ دیوان خانہ کے سامنے

سے ایک عظیم الشان مجمع نمایاں ہوا۔قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ آگے آگے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پیچھے پیچھے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مجمع ہے۔حضور کی شان ہے کہ حلیہ مبارک ہو بہو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔نینو کا کرتہ باریک بلا کسی بنیائن وغیرہ زیب تن ہے جس میں سے بدن مبارک چمک رہا ہے گویا شعاعیں سی پھوٹ رہی ہیں سر مبارک پر ٹوپی پنج کلیہ ہے جو سر پر کانوں تک منڈھی ہوئی ہے اور چہرۂ انور نہایت مشرق اور اس قدر چمک رہا ہے جیسے چمکتا ہوا کندن سونا ہوتا ہے حضور جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو حضرت حاجی صاحب سروقد ایک کونہ میں ادب سے جا کھڑے ہوئے اور میں ایک دوسرے مقابل کے کونہ میں ادب و ہیبت سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔حضور کنارہ کاٹ کر میری طرف تشریف لائے اور بالکل میرے قریب پہنچ کر میرے کندھے پر دست مبارک رکھا اور زور سے فرمایا کہ حاجی صاحب یہ لڑکا جو کچھ کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے اس پر میری تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور ساتھ ہی حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی کہ ہمارے بزرگوں کو اللہ نے کیا رتبہ عطا فرمایا ہے کہ حضور کس بے تکلفی سے تشریف لائے اور کس بے تکلفی اور عنایت سے انہیں مخاطب فرماتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب کی حالت یہ ارشاد مبارک سُن کر یہ ہوئی کہ بجاؤ درست بجاؤ درست کہتے کہتے جھکتے ہیں اور اپنے قدموں کے قریب تر سر لے جا کر پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں اور پھر بجاؤ درست بجاؤ درست کہتے کہتے اُسی طرح جھکتے ہیں اور پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔

سات مرتبہ اسی طرح حضرت حاجی صاحب نے کیا اور مجلس پر سکوت کا عالم ہے سارا مجمع کھڑا ہوا ہے کہ حضور ہی خود کھڑے ہوئے ہیں جب یہ سب کچھ ہو چکا تو والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی یہ شفقت و عنایت دیکھ کر جرأت کی اور عرض کیا کہ حضور حدیثوں میں جو حُلیہ مبارک ہم نے پڑھا ہے اس وقت کا حُلیہ مبارک تو اس کے خلاف ہے۔یہ تو حضرت گنگوہی کا حُلیہ ہے۔ارشاد فرمایا کہ اصل حلیہ ہمارا وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے لیکن اس وقت ہم نے مولانا گنگوہی کا حُلیہ اس لیے اختیار کیا کہ تمہیں اُن سے محبت و مناسبت ہے۔اس جواب پر مجھے حضرت گنگوہی سے اور زیادہ محبت و عقدیت بڑھ گئی اور اپنے اکابر کے درجات قُرب واضح ہوئے چند منٹ پھر سکوت رہا اور

حضرت حاجی صاحب غایت ادب و تعظیم سے سر جھکائے ہوئے کھڑے ہوئے تھے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب اب ہمیں اجازت ہے؟ حاجی صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ جو مرضی مبارک ہو۔ بس حضور مع سارے مجمع کے اُسی راہ سے تشریف لے گئے جس راستے سے تشریف لائے تھے اور میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب میں نے (والد صاحب نے) حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا۔ معلوم ہوا کہ حضرت پر اس خواب سے ایک کیفیت بے خودی کی طاری ہوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کر دیا جائے تو میرے لیے دستاویز ہو جائے۔" احقر محمد طیب غفرلہٗ"

فاتح بمبئی، بمبئی میں

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ فرماتے ہیں میں پہلی مرتبہ بمبئی گیا۔ تو میرے خلاف بدعتیوں نے قد آدم پوسٹر لگائے اور عوام کو بتایا گیا کہ نعوذ باللہ کفار دیو بند میں یہ شخص اکفر الکفار ہے۔ کیونکہ دیو بند کے تمام بڑے کفار سے اُسے نسبت حاصل ہے حضرت شیخ الہندؒ کا مرید ہے حضرت تھانویؒ کا مجاز ہے، حضرت علامہ انور شاہؒ کا مخصوص شاگرد ہے اور حضرت قاسم العلوم نانوتویؒ کا سگا پوتا ہے اس لئے اس میں ساری کفریہ نسبتیں جمع ہیں سنی بھائیوں کو چاہئے کہ اس کی صورت بھی نہ دیکھیں ورنہ ایمان کے سلب ہو جانے کا خطرہ ہے۔

عجیب اتفاق یہ پوسٹر ہی اس جلسہ میں جس میں آپ کی تقریر ہونے والی تھی لوگوں کی غیر معمولی حاضری کا سبب بن گیا لوگوں نے کہا کہ دیکھنا تو چاہئے کہ آخر اتنے بڑے "کافر" کی صورت شکل کیسی ہوگی اور وہ کیا کیا کفریہ باتیں لوگوں کو تلقین کرے گا۔

اس پوسٹر میں دوسرے علماء دیو بند کو بھی سب وشتم سے جی بھر کر نوازا گیا تھا لیکن خلاف توقع اس دن وعظ میں اتنا بڑا اجتماع ہوا کہ بمبئی کی تاریخ میں اتنا بڑا مجمع لوگ کہتے ہیں کہ دیکھنے میں نہیں آیا تھا پرانے قبرستان کے میدان میں جلسہ تھا تا حد نظر پورا میدان انسانوں سے بھرا ہوا تھا کہ سارا بمبئی ٹوٹ پڑا ہے اس دن آپ کا وعظ تقریباً تین گھنٹے ہوا مجمع پر سکوت طاری تھا آپ اپنے دستور کے مطابق مثبت انداز میں تقریر فرما رہے تھے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے حوالے سے اکابر اولیاء اللہ کے واقعات اور اپنے اسلاف و اکابر کی خدمات کا تذکرہ بڑے مؤثر انداز میں بیان فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم

سے سامعین نے غیر معمولی اثر لیا اور پورے بمبئی میں مشہور ہو گیا کہ اگر علماء دیوبند ایسے ہوتے ہیں پھر ان سے بہتر تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان محلوں سے تقریر کی دعوتیں آنی شروع ہو گئیں جو خاص مخالفین علماء دیوبند کے محلے کہلاتے تھے اور پھر انتیس دن تک مسلسل یومیہ آپ کی تقریریں بمبئی کے مختلف محلوں میں ہوتی رہیں جن میں عوام وخواص کی بہت بڑی بھیڑ ہوتی تھی۔

اس کے پیش نظر حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو ''فاتح بمبئی'' کا خطاب عطا فرمایا۔

اس سے پہلے اہل بمبئی کو علماء دیوبند سے اس درجہ متنفر کر دیا گیا تھا کہ اگر کوئی دیوبندی عالم متبدعین کی کسی مسجد میں چلا جاتا تھا تو مسجد دھلوا کر پاک کرائی جاتی تھی۔ لیکن اس اجتماع کے بعد نوعیت یہ ہوئی کہ جن لوگوں نے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پستول دکھا کر مرعوب کرنا چاہا تھا۔ وہی لوگ حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان لغویات سے توبہ کی۔ اور اہل اللہ میں ہوئے۔

جن لوگوں کو حضرت سے قریب رہنے کا موقع ملا ہے، یا جو آپکی مجلسوں میں کچھ دنوں شریک ہوئے ہیں، اس کی تصدیق کریں گے۔ کہ آپ کے ذات گرامی موجودہ دور کے اُن تمام تکلفات اور تدبیر وسیاست سے پاک ہیں۔ جو عام طور پر خاندانی پیروں اور پیرزادوں میں ہوتے ہیں۔ کہیں یہ ظاہر ہونے نہیں دیتے کہ آپ کوئی خدارسیدہ بزرگ ہیں یا عالم ربانی کے مقام پر فائز ہیں۔ طبیعت بالکل سادہ، گفتگو خالص علمی اور مذہبی، حقائق وواقعات مؤثر ونصیحت آمیز، آپ کی مجلسوں میں نہ کسی پر تنقید وتبصرہ ہوتا ہے۔ نہ غیبت اور بغض وعناد کی کا کوئی چرچہ، کتاب وسنت سے طبیعت مانوس ہے زبان پر کتاب اللہ کی آیات اور حدیث نبوی کے ٹکڑے چڑھے ہوئے ہیں۔ جو دلائل میں سناتے رہتے ہیں۔ شرعی احکام ومسائل کی حکمتیں۔ بکثرت بیان ہوتی ہیں۔ علماء ربانیین اور اولیاء اللہ کے واقعات بالخصوص اپنے علمائے دیوبند کی دینی وعلمی اور اصلاحی خدمات کا تذکرہ، پھر کمال یہ ہے کہ جو کچھ بیان فرماتے ہیں۔ بڑے ہی دلنشین انداز میں اور پورے اخلاص کے ساتھ، اس کا نتیجہ

یہ ہے کہ ان سے دل ودماغ بھی غذا پاتے ہیں اور عقل وشعور کو بھی جلا حاصل ہوتی ہے۔ مخلص اور دیندار افراد واشخاص آپ کی طرف کھنچتے ہیں۔ جن کے مزاجوں میں فطری کجی ہوتی ہے۔ یا جن کا اندازِ فکر توڑ جوڑ رہتا ہو۔ یا سیاسی دیکھا گیا ہو۔ وہ عام طور سے آپ کے قریب نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ ایسے لوگوں کی تسکین کا آپ کے یہاں کوئی سامان نہیں ہے۔ آپ پر حکیم الامت تھانویؒ اور آپکے جدامجد کا رنگ غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے متوسلین عموماً صالح، پختہ عقیدہ کے مالک اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔

رضا خانی فرقہ کی اک نئی چال

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ہم کو یہ معلوم ہوا کہ بنارس کے بعض اہل بدعت حکومت سے ایک مطالبہ کرنے والے ہیں وہ یہ ہے کہ دیوبندی علماء کو اسلام سے خارج قرار دیا جائے کیونکہ یہ دیوبندی ایک نیا فرقہ ہے جس کا سابق میں کوئی وجود نہیں تھا۔ حضرت اس کے دفعیہ کی کیا صورت ہوگی۔

حکیم الاسلام مدظلہٗ نے فرمایا کہ یہ کوئی دھمکی معلوم ہوتی ہے وہ مطالبہ کرنہیں سکتے اگر انہوں نے مطالبہ کیا تو وہ علماء دیوبند ہی کے حق میں مفید ہوگا۔ اس لئے کہ جب قادیانیوں کے خلاف مسئلہ اُٹھا اور حکومت سے درخواست کی گئی تو حکومت نے پارلیمنٹ کی سطح پر کہا کہ اس کو واضح کرو کہ ان کو کیوں اسلام سے خارج کہتے ہو اس پر قادیانیوں کے عقائد کو واضح کیا گیا قادیانیوں نے جواب وہی کی پھر اس پر علماء حقانی نے جب رد کیا تو پارلیمنٹ والوں کی سمجھ میں آگیا کہ یہ تو مرتد ہی ہیں۔ بلکہ اسلام کے مخرب بھی ہیں پھر فیصلہ دیا کہ یہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لیے اہل بدعت یہ مسئلہ اُٹھالیں تو بڑا اچھا ہوگا۔

اس وقت علماء دیوبند کو حکومتی سطح پر مسلک واضح کرنے کا موقع ملے گا۔ اس وقت رضا خانیوں کا پول کھل جائے گا۔ وہ اپنے حق میں بُرا کر رہے ہیں۔ علماء دیوبند کے حق میں کچھ بھی بُرا نہیں اس سے پہلے بہت سے مناظرے ہو چکے ہیں ان میں حکومت کے ذمہ دار حضرات حکیم بنائے گئے تھے اور اُنہوں نے یہی فیصلے دیئے کہ یہ بالکل لغو اور باطل بات ہے جو بریلوی علماء کہہ رہے ہیں۔ اگر وہ لوگ ایسا مسئلہ اُٹھائیں تو وہ فیصلے بھی سامنے آئیں

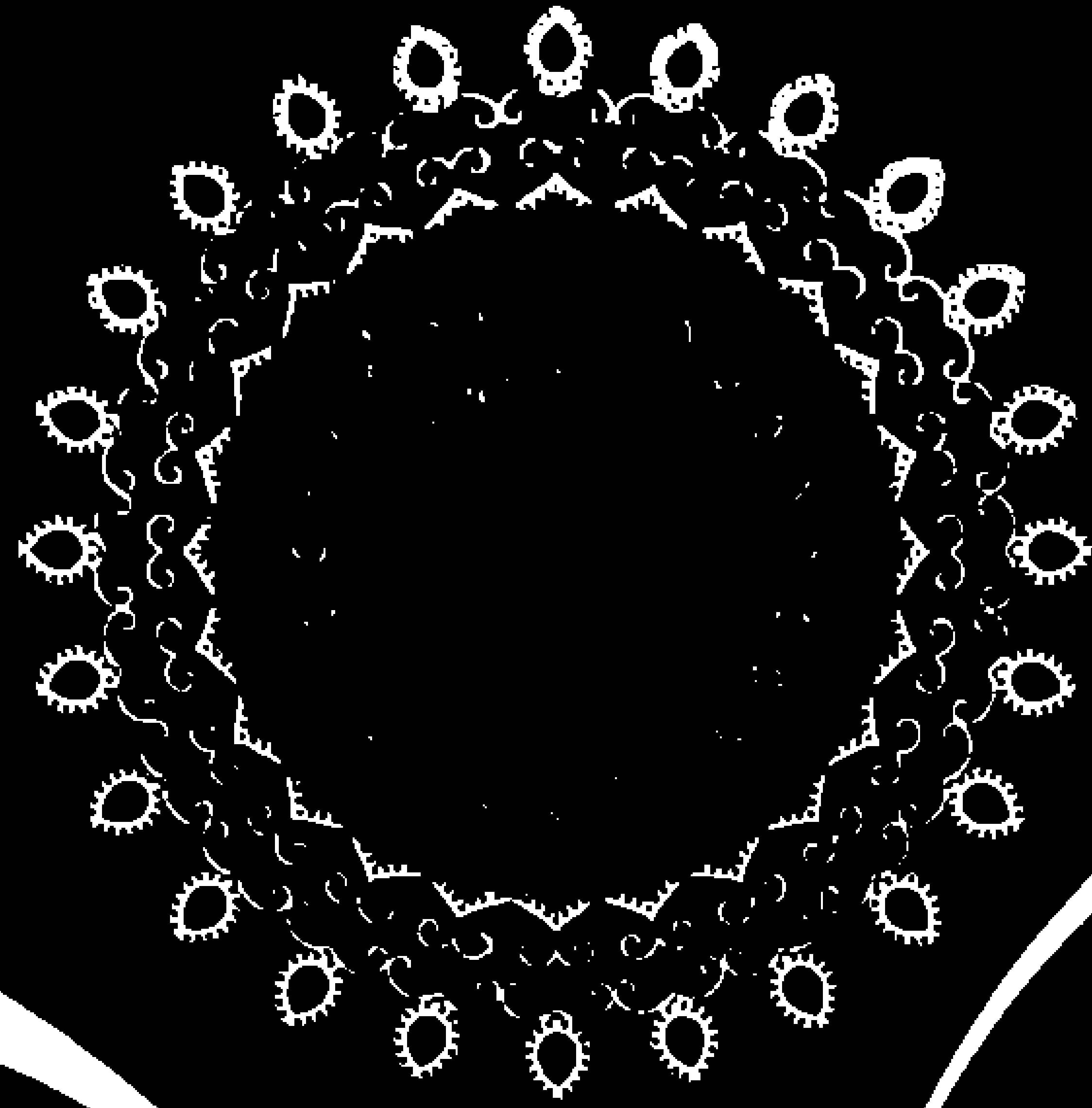
گے۔ جن کے متعلق حکومت پہلے ہی سے فیصلہ کر چکی ہے ہم تو کہتے ہیں کہ اگر وہ اس مس ء لے کو اٹھانا چاہتے ہیں تو ضرور اٹھائیں بہت مناسب ہے اس وقت ان کا سارا پول کھل جائے گا۔

بریلویوں کا اس کے سوا کام ہی کیا ہے ان کو کوئی مبہم عبارت مل جائے تو ان کا فرض ہے کہ اس کو غلط محمل پر اُٹھائیں ان کے یہاں یہ ہے ہی نہیں کہ اس کو صحیح انداز میں پیش کیا جائے گا جو ایک مسلمان کا کام ہے اگر دوسرا یہ کہے کہ اس عبارت سے میرا مطلب یہ ہے مگر وہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ اس کا مطلب وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرا کسی طرح اسلام سے خارج رہے یہ ان کی بدنیتی ہے۔

رضا خانیوں کے گرو

ان کو علماء دیوبند سے اس لئے عناد ہے کہ درحقیقت رضا خانیوں کو کھڑا کرنے والے انگریز ہیں اور انگریزوں کا مقصد مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا تھا۔ چنانچہ انگریزوں کو بھی اس کا اقرار ہے یہ قصہ انگریزوں ہی سے چلا ہے۔ ڈبلو ہنٹر جو بنگال کا ایس ایس تھا اس نے لفظ وہابی کے متعلق خود ہی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ وہابی کا لفظ سرکاری دفاتر سے ہندوستان والوں پر چلا گیا ہے تاکہ مسلمانوں میں تفریق پیدا ہو اور ایک دوسرے سے نفرت کریں وجہ یہ تھی کہ ہندوستانی مسلمانوں کو وہابی سے پہلے ہی سے نفرت تھی کیونکہ ان کے مسائل میں شدت ہے جب علماء دیوبند نے رد بدعت کی۔ تبلیغ شروع کیا تو انگریزوں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنے چیلے تیار کئے اور ان کے ذریعہ علماء حقانی کو وہابی اور کافر کہلوائے اور وہابی کا لفظ ان پر چسپاں کر دیا۔ خود انگریز اس کی تصریح کر رہا ہے۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں سے اور سکھوں سے جہاد کیا اس پر ڈبلو ہنٹر خود لکھتا ہے کہ سید صاحب نے اٹھارہ جنگیں ہم سے لڑے ہیں۔ لیکن کمال یہ تھا کہ کلکتہ سے لے کر پشاور تک اسلامی عدالتیں قائم تھیں اور ان کے ذریعہ مجاہدین کو روپیہ پہنچ رہا تھا۔ مگر ہم کو اس کی بالکل خبر نہیں تھی۔



دار النعیم

عمر ٹاور حق سٹریٹ چیٹر جی روڈ اردو بازار لاہور

042-37360660 - 0301-4441805